قرآن مجید
قرآن مجید
ترجمہ مع تفسیر
جلد دوم
قرآن
پبلیکیشنز
اسلام آباد

قرآن مجید

ترجمہ مع تفسیر

جلد دوم

سورۃ المائدہ تا سورۃ الکہف

الحاج پیر صلاح الدین

ناشر

حکیم مبارک احمد خاں (ایمن آبادی)

قرآن پبلیکیشنز اسلام آباد

سُورَۃُ المَائِدَہ

ربطِ آیات

آیت ۱:

سُورۃ کی ابتداء اللہ کی رحمانیت اور رحیمیت کے ذکر سے کی گئی ہے۔ اِس میں یہ اشارہ ہے کہ اے اللہ کے بندو اگر تم اللہ کی نعمتوں کے وارث بننا چاہتے ہو اور المائدہ کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ سے کئے گئے عہد کو نبھاؤ۔

سُورۃ نساء کی طرح اِس سُورۃ میں بھی مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احکام کا ذکر ہے۔

البقرہ اور آل عمران میں خطاب کا رُخ یہود و نصاریٰ اور مُشرکین کی طرف تھا۔ النّساء میں اگرچہ خطاب یا ایّھا النّاس کے عنوان سے کیا گیا ہے لیکن صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رُوئے سخن مومنوں کی طرف ہے۔ المائدہ میں یا ایّھا الّذین اٰمنوا کہہ کر صاف صاف مومنوں کو خطاب کیا ہے اور یہود و نصاریٰ کا ذکر صرف تقابل کے طور پر کیا ہے۔

آیت ۲:

آیت کے ابتداء میں ایفاءِ عہد کی تلقین کی ہے۔ عہد میں اللہ سے کیا ہوا اور بندوں سے کیا ہوا دونوں قسم کے عہد آجاتے ہیں۔ اللہ کے عہد میں سب سے اوّل اکلِ حلال ہے۔ کھانے سے انسان کا جسم بنتا ہے، اِس لئے قرآن نے اکلِ حلال پر بہت زور دیا ہے۔ رسُولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین میں سے نو حصّے عبادت اکلِ حلال ہے۔

پھر فرمایا کہ احرام کی حالت میں یا حرم کے اندر شکار نہ کرو۔ اگر احرام کی حالت میں شکار کیا جائے تو انابت الی اللہ جو کہ احرام کی اصل غرض ہے فوت ہو جائے گی۔ اگر حرم کے اندر شکار کیا جائے تو حجاج کو تکلیف اور ضرر پہنچنے کا احتمال ہے۔ حج کا ایک فائدہ قوم میں ڈسپلن پیدا کرنا بھی ہے۔ شکار پر پابندی لگانے سے یہ

مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ رُوح کو جسم پر اور قوم کو فرد پر سبقت حاصل ہے، اور جب دُو قانون ٹکرا جائیں تو انفرادی مفاد کا قانون قومی مفاد کے قانون کے تابع ہو جاتا ہے۔

آیت ۳:-

حرم اور احرام کے ذکر کے ساتھ شعائر اللہ اور اشہر الحرم کی حرمت کا مسئلہ بھی سامنے آ گیا۔ اہلِ عرب کے نزدیک حج سے روکنا بہت بڑا جرم تھا۔ ان کے قواعد کے مطابق حج کے مہینہ یعنی ذوالحجہ، اس سے پہلے مہینہ یعنی ذوالقعدا اور اس کے بعد کے مہینہ یعنی محرم میں ہر قسم کا لڑائی جھگڑا ممنوع تھا لیکن اس کے باوجود مشرکین عرب مسلمانوں کو حج کرنے سے بالجبر روکتے رہے۔ ان کے اتنے بھیانک جرم کے باوجود فرمایا کہ ان پر زیادتی نہ کرنا۔ جب اِس قدر بڑے جرم پر زیادتی کرنے سے منع کیا گیا تو دوسری باتوں پر زیادتی خود بخود منع ہو گئی، چنانچہ دوسری جگہ فرمایا لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۵: ۹) کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اِس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔ انصاف کرو کہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

دیکھو! انفرادی قانون (اکلِ حلال) کو قومی قانون (حرم میں شکار کی ممانعت) کے تابع کیا اور قومی قانون (دشمن سے بدلہ لینے) کو بین الاقوامی قانون (انصاف) کے تابع کیا۔

جب کسی قوم میں اجتماعی رجحان پیدا ہوتا ہے تو وہ اکثر عدل و انصاف کی حدود کو عبور کر جاتی ہے اور وہی لوگ جو پہلے مظلوم تھے طاقت ملتے ہی ظالم بن جاتے ہیں۔ اس میلان کو روکنے کے لئے فرمایا کہ تمہاری اجتماعی زندگی اور طاقت کا مقصد ظلم اور عدوان کو فروغ دینا نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ اِس میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں دشمنوں سے بھی تعاون کرو، لیکن بُرائی اور سرکشی کی باتوں میں دوستوں سے بھی تعاون نہ کرو۔

آیت ۴:-

اِس آیت میں پھر پہلے مضمون کی طرف عَود کیا ہے اور اکلِ حلال کی تشریح کی ہے۔ اکلِ حلال میں دُو باتوں کا دھیان رکھا گیا ہے، یعنی کھانا صحت کے لئے مضر نہ ہو اور اس میں رُوحانیت کو گزند پہنچنے کا کوئی امکان نہ ہو۔

پھر فرمایا: تمہارے اکلِ حلال کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کافر اِس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ تمہارے دین میں رخنہ ڈال سکیں پس تم ان کا رُعب اپنے دلوں سے نکال دو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

آج مسلمانوں کے ادبار کی وجہ یہ ہے کہ وہ اکلِ حلال کا التزام نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی بجائے کافروں کا رعب گھر کر گیا ہے۔

پھر فرمایا، مجھ سے اس لئے ڈرو کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور فرمانبرداری کو تمہارا مسلک بنا دیا ہے یعنی اگر تم دین سے انحراف کروگے یا کفرانِ نعمت کروگے یا ہماری حکم عدولی کروگے تو تم سے نعمت چھین لی جائے گی اور تم ہمارے عذاب کے مستحق بن جاؤ گے۔

اس کے بعد پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا اور اکلِ حلال کی بعض شقوں کو بیان کیا، فرمایا: اگر بھوک سے مجبور ہو کر کوئی حرام چیز کھا لی جائے تو یہ فعل قابلِ معافی ہے اور اس میں حکم عدولی نہیں۔

آیت ۵ :-

اس آیت میں حلال چیزوں کی مزید تشریح کی ہے۔

آیت ۶ :-

فرمایا: اہلِ کتاب کا پاک کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے گویا ایک وسیع تر برادری کی بنیاد رکھی ہے۔

کھانا بقائے نفس کے لئے ضروری ہے اور نکاح بقائے نسل کے لئے پس اس کے ساتھ نکاح کا ذکر بھی کر دیا اور فرمایا کہ پاک مومن عورتیں اور اہلِ کتاب کی پاک عورتیں تم پر حلال ہیں۔ اس کے ساتھ ہی نکاح کی اصل غرض بھی بتلا دی کہ اس کی اصل غرض احصان ہے، شہوت رانی نہیں۔

آیت ۷ :-

آیت ۱ تا ۶ میں اللہ تعالیٰ کے اس عہد کا ذکر کیا تھا جو بقائے نفس اور بقائے نسل سے تعلق رکھتا تھا، آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ کے اس عہد کا ذکر کیا ہے جو بقائے روح سے تعلق رکھتا ہے یعنی نماز اور ارکانِ نماز کا۔

آیت ۸ :-

اس آیت میں تکرارًا اللہ تعالیٰ کے عہد کو یاد کروایا ہے۔

آیت ۹ :-

پھر فرمایا: اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کیلئے پورے عزم کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور سچی گواہی دو اور کسی قوم کی دشمنی کے سبب انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

پہلی آیات میں ضمناً بین الاقوامی سطح پر انصاف کے قیام کا ذکر کیا تھا، لیکن روئے سخن اس عہد کی طرف تھا جو انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اِس آیت میں اِس عہد کا ذکر کیا ہے جو بین الاقوامی سطح پر انصاف کے قیام سے تعلق رکھتا ہے۔

آیت ۱۰:-

فرمایا: اگر تم ہمارے عہد پر ایمان لاؤ گے اور اس کے مطابق اعمالِ صالح بجا لاؤ گے تو تمہاری کمزوریوں کی پردہ پوشی کی جائے گی اور تمہیں بہت بڑا اجر دیا جائے گا۔

آیت ۱۱:-

اِس آیت میں مومنوں کے ساتھ کافروں کا ذکر بھی کر دیا اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے عہد سے رُوگردانی کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔

آیت ۱۲:-

آیت ہذا میں فرمایا تھا کہ اگر تم ہمارے عہد پر ایمان لاؤ گے اور اس کے مطابق اعمال بجا لاؤ گے تو تمہاری کمزوریوں کی پردہ پوشی کی جائے گی اور تمہیں بہت بڑا اجر دیا جائے گا۔ اِس آیت میں اس کی مثال دی ہے کہ دیکھو ہم نے کس طرح تم پر کافروں کا وار روک دیا۔ جب عہد کا ایک حصّہ پورا ہو گیا تو یقین رکھو کہ دوسرا بھی پورا ہو گا۔

آیت ۱۳:-

آیت ۱۰ تا ۱۲ میں اس عہد کا ذکر کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے لیا۔ اِس آیت اور بعد کی آیات میں تقابل کے طور پر اس عہد کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور نصاریٰ سے لیا تھا تاکہ مومن انکی بدعہدی کے انجام سے سبق حاصل کریں۔

آیت ۱۴:-

فرمایا: بنی اسرائیل نے اپنے عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔

آیت ۱۵:-

اِس آیت میں اس عہد کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ سے لیا تھا۔ فرمایا: انہوں نے عہد کا ایک حصّہ ترک کر دیا جس کے نتیجہ میں ہم نے ان کے درمیان دائمی بغض اور عداوت کا بیج بو دیا یعنی جس طرح

انہوں نے ہماری توحید کو پارہ پارہ کیا، ہم نے ان کی وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کر دیا۔

آیت ۱۶، ۱۷:۔

اِن آیات میں اہلِ کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ دونوں کو مخاطب کر کے کہا: دیکھو! ہمارا رسول تمہارے پاس کتاب اور نور لے کر آیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ تمہیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کے راستہ پر قائم کر دے۔

آیت ۱۸:۔

اِس آیت میں آیت ۱۵ کے مضمون کی تشریح کی اور فرمایا کہ نصاریٰ نے مسیح کو اللہ کا درجہ دے کر بہت بڑا گناہ کیا۔

آیت ۱۹:۔

اِس آیت میں رُوئے سخن یہود اور نصاریٰ دونوں کی طرف ہے۔ فرمایا: ان دونوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں لیکن کیا اس کے پیارے ہونے کی یہی علامت ہے کہ گناہ بھی کرو اور اس کی سزا بھی پاؤ۔

آیت ۲۰:۔

اِس آیت میں اہلِ کتاب کو کہا: تمہارے پاس ہمارا رسُول اس وقت آیا ہے جبکہ رسُولوں کے آنے کا سلسلہ ایک مدّت سے بند تھا۔ اِس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم اللہ کے ایسے ہی پیارے ہو تو اللہ نے اتنی مدّت تم میں کوئی رسُول کیوں نہ بھیجا، اور پھر جب رسُول بھیجا تو تم میں سے کیوں نہ بھیجا۔ بہر حال اب تمہاری عافیت اِسی میں ہے کہ تم اس رسُول پر ایمان لاؤ۔ اس رسُول کی آمد میں تمہارے لئے بشارت بھی ہے اور انذار بھی۔ اگر ایمان لاؤ گے تو دین اور دُنیا میں سُرخرو ہو گے ورنہ عذابِ دارین کے مستحق بنو گے۔

آیت ۲۱ تا ۲۷:۔

اِن آیات میں آیت ۱۳ کے مضمون کی طرف عود کیا ہے اور بنی اسرائیل کے اپنے عہد پر قائم نہ رہنے کا ذکر کیا ہے۔ اِس میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر تمہیں یہ اعتراض ہے کہ وہ رسُول تم میں سے کیوں نہیں آیا تو یاد رکھو کہ اللہ نے تم پر انعام کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس نے تم میں رسُول بھی بھیجے اور تمہیں بادشاہت بھی دی اور تمہیں وہ انعامات دئے جو دوسروں کو نہیں دئے تھے، لیکن باوجود اس کے تم نے موسیٰ کی حکم عدولی کی اور ارضِ مقدّس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا اور موسیٰ سے کہا تُو اور تیرا

خدا جائے اور ان لوگوں سے لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں پس موسیٰ نے تمہارے حق میں بد دعا کی اور اسی کی وجہ سے تم ذلیل و خوار ہوئے۔ اب تم میں مثیلِ موسیٰ آیا ہے اگر اس کو مان لوگے تو خوش بختی تمہارے پاؤں چومے گی نہیں مانوگے تو پہلے سے زیادہ ذلیل و خوار ہوگے۔

آیت ۲۸ تا ۳۲ :-

اِن آیات میں اسی مضمون کو قابیل اور ھابیل کے قصہ سے بیان کیا ہے۔ قابیل کی قربانی قبول ہوئی اور ھابیل کی قبول نہ ہوئی جس پر ھابیل نے قابیل کو قتل کر دیا۔ یہی حال بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کا ہے اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل کی قربانی قبول کی اور اسے دائمی شرف عطا کیا اور فرمایا فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (۳۷ : ۱۰۸) لیکن اسرائیل کو قربانی کا یہ شرف عطا نہ ہوا اور اب بنی اسرائیل اپنے بھائی محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ رسول سے بغض اور کینہ کی جس لاش کو وہ کاندھے پر اٹھائے پھرتے ہیں وہ ان کی اپنی ذلت و خواری ہی کی لاش ہے۔

آیت ۳۳ :-

اِس آیت میں فرمایا کہ اِس واقعہ کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ فرمان جاری کیا کہ اگر کوئی کسی شخص کو بلا وجہ قتل کرے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے نسلِ انسانی کو قتل کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی کسی کو موت کے پنجہ سے چھڑائے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اُس نے تمام نسلِ انسانی کو زندہ کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عہد کی تاکید اور تجدید کے لئے ہم نے بنی اسرائیل میں کئی رسول بھیجے لیکن اس کے باوجود وہ قتل و غارت میں حد سے بڑھتے گئے۔

آیت ۳۴ ، ۳۵ :-

اِس جگہ خطاب خاص سے عام ہوگیا ہے اور قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے مترادف ٹھہرایا ہے اور اس کی مختلف سزائیں تجویز کی ہیں۔ اِس طرح یہ بھی بتا دیا کہ آیت ۳۳ میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے اس کا تعلق مومنوں سے بھی اسی طرح ہے جس طرح بنی اسرائیل سے ہے۔

آیت ۳۶ :-

اِس جگہ خطاب عام سے خاص ہوگیا ہے اور مومنوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ اللہ کا خوف ہی وہ سینکشن ہے جو صاحبِ مقدرت کو اپنے اختیارات ناجائز استعمال کرنے

سے روک سکتی ہے اور یہی وہ طریق ہے جس پر چل کر مستقل امن قائم ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ تم اپنی فاضل قوت (Surplus energy) کو فتنہ و فساد پیدا کرنے میں صرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش اور جہاد کے لئے صرف کرو تاکہ تم گوہرِ مقصود کو پالو۔

آیت ۳۷، ۳۸ :-

یہاں مومنوں کے ساتھ کافروں کا ذکر بھی کر دیا۔ یہ قرآن کا عام قاعدہ ہے کہ جنت کے ساتھ دوزخ کا ذکر کر دیتا ہے اور مومنوں کے ساتھ کافروں کا تاکہ تصویر کے دونوں پہلو نمایاں ہو جائیں اور جو چاہے ہدایت کی راہ اختیار کرے اور جو چاہے گمراہی کو قبول کرے۔

آیت ۳۹، ۴۰ :-

ان آیات میں اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ پہلے بقائے نفس اور بقائے نسل اور بقائے رُوح کے متعلق احکام کا ذکر کیا تھا، یہاں ان احکام کا ذکر کیا ہے جو سوسائٹی کے قیام کے لئے ضروری ہیں۔ سوسائٹی کے امن کو جو چیز سب سے زیادہ خراب کرتی ہے وہ چوری ہے یعنی کسی کا مال ناجائز طور پر ہتھیا لینا۔ اس میں عام قسم کی چوری کے علاوہ ایسی چوری بھی شامل ہے جو فریب اور دھوکہ دہی سے عمل میں لائی جائے۔

آیت ۴۱ :-

اس جگہ اس غلط فہمی کو دُور کیا ہے کہ سارق کو سزا دینے کا یہ مطلب نہ لے لیا جائے کہ پراپرٹی (Property) پر انسان کو مکمل اختیار ہے اور اس بارے میں سزا دینے کا حق اس کا فطرتی اور پیدائشی حق ہے۔ فرمایا: اصل حکومت تو زمین و آسمان میں اللہ کی ہے۔ پراپرٹی کا حق بھی اسی کا دیا ہوا ہے اور یہ اسی قدر ہے جتنا کہ اُس نے دیا۔ اسی طرح سزا کا حق بھی اسی کا تفویض کردہ ہے۔ اگر اُس نے یہ حق تفویض نہ کیا ہوتا تو کوئی کسی مُجرم کو سزا دینے کا مجاز نہ تھا۔ پس جن قیود کے ساتھ یہ حق دیا گیا ہے انہی قیود کے ساتھ اُسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

آیت ۴۲ :-

جب ان لوگوں کی سزا جو اپنے ہاتھوں کا ناجائز استعمال کرتے ہیں اور دنیوی اموال میں تصرف کرتے ہیں یہ تجویز ہوئی کہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں تو طبعاً خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان منافقوں کی کیا سزا ہو گی جو اپنی زبانوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، اور ان یہود کی کیا سزا ہو گی جو اپنے کانوں، اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں کا ناجائز استعمال کرتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی باتوں میں تصرف کرتے ہیں۔ فرمایا: ان کی سزا کا خدا

خود بندوبست کرے گا تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

آیت ۴۳:-

جب یہ اشارہ کیا گیا کہ منافقوں اور یہود سے اعراض کرو تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا اگر یہود اپنا کوئی جھگڑا لے کر آئیں تو اس کا فیصلہ کیا جائے یا نہ۔ فرمایا: یہ تیری اپنی مرضی ہے۔ چاہے تو اُن سے اعراض کر اور چاہے تو ان کا فیصلہ کر دے۔

آیت ۴۴:-

یہاں یہود پر طعن کی گئی ہے کہ وہ رسولؐ کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے آتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کے احکام درج ہیں۔ یہود رسولؐ کے پاس اس لئے آئے تھے کہ تورات کے فیصلہ سے بچ جائیں۔ فرمایا: یہ ان کے عدم ایمان کی دلیل ہے۔

آیت ۴۵:-

اس ذکر کے ساتھ تورات کا ذکر بھی آگیا۔ فرمایا: یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی اور جس کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء، علماء اور فقہا فیصلے کرتے تھے لیکن اب یہودی اس سے منحرف ہو رہے ہیں۔ اور یہی نہیں کہ اس کے شرعی احکام سے بچنا چاہتے ہیں اس میں ایک عظیم الشان نبی کی جو پیشگوئی کی گئی تھی اس کو چھپا رہے ہیں اور آخری رسولؐ پر ایمان لانے سے گریز کر رہے ہیں۔

آیت ۴۶:-

اس آیت میں تورات کے بعض تعزیری احکام گنائے گئے ہیں۔ گویا آیت ۱۳ میں یہود کے جس عہد کا ذکر تھا اس کی بعض مزید تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ آیت ۴۵ اور ۴۶ میں تقابل ہے۔ آیت ۴۵ میں فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاؤ گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ آیت ۴۶ میں فرمایا کہ اگر قوم میں شریعت نافذ نہیں کرو گے تو ظالم بن جاؤ گے۔

آیت ۴۷:-

اس آیت میں آیت ۴۵ کے مضمون کی طرف عَود کیا اور فرمایا: جس مقصد کے لئے ہم نے پہلے رسول بھیجے تھے اسی مقصد کے لئے مسیح کو بھی بھیجا۔

آیت ۴۸:-

پھر فرمایا: اے اہلِ انجیل تم انجیل کے مطابق فیصلہ کرو اور اس نبی پر ایمان لاؤ جس کی انجیل نے بشارت دی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو اللہ کے نافرمان ٹھہروگے۔

آیت ۴۹:-

تورات اور انجیل کے ذکر کے بعد قرآن کا ذکر کیا اور فرمایا: اے رسول! ہم نے تجھے وہ کتاب دی ہے جو پہلی کتب کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی تعلیمات کی محافظ ہے۔ گویا یہ وہ صحیفہ ہے کہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۹۸:۴) پھر فرمایا: تو لوگوں کا فیصلہ اس قانون کے مطابق کر جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ جہاں فریقین ایک ہی قانون کے ماننے والے ہوں ان کا فیصلہ اس قانون کے مطابق کیا جائے۔ پھر فرمایا: تو لوگوں کے پیچھے لگ کر اس سچائی کو نہ چھوڑ جو اس بارے میں تیرے پاس آئی ہے، یعنی ان کو یہ اجازت نہ دے کہ جو شریعت ان کو پسند ہو اسی کے مطابق فیصلہ کروالیں۔

پھر فرمایا: ہم نے پہلے مختلف ازمنہ اور امکنہ میں مختلف شریعتیں بھیجی تھیں، لیکن اب وقت آگیا ہے کہ تمام لوگ ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم ہو جائیں اور رنگ و نسل اور مکان و زمان کی قیود کو اڑا دیا جائے۔ پس ہم نے آئندہ کے لئے ایک ایسا مذہب تجویز کیا ہے جو تمام مذاہب کی نیکیوں پر مشتمل ہے پس اے لوگو! تم اس کو ماننے میں ایک دوسرے سے سبقت اختیار کرو۔

اِس جگہ یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ آیت ۴۴ تا ۴۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہلِ تورات کا فیصلہ تورات کے مطابق ہو، اہلِ انجیل کا فیصلہ انجیل کے مطابق ہو اور اہلِ قرآن کا فیصلہ قرآن کے مطابق ہو۔ اِس سے یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ یہود و نصاریٰ قرآن پر ایمان نہ لائیں۔ قرآن تو دعوتِ عام ہے، اور کیا یہود اور کیا نصاریٰ اور کیا دوسرے لوگ سب کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہاں صرف اسی قدر کہا گیا ہے کہ لوگوں پر کوئی دستور زبردستی نہ ٹھونسا جائے اور جب تک اہلِ تورات یا اہلِ انجیل قرآن پر ایمان نہیں لے آتے اور اہلِ قرآن نہیں بن جاتے ان کے فوجداری اور دیوانی مقدمات انہی کی شریعت کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ اس میں اساسی قانون کا ایک بہت بڑا نکتہ بیان کیا ہے کہ اگر ایک معتدبہ گروہ اپنے فوجداری اور دیوانی مقدمات یعنی ایسے مقدمات جن میں دونوں فریق ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں اپنے نہج پر فیصلہ کروانا چاہیں تو حکومت کو اس میں مداخلت نہیں کرنا چاہیئے البتہ اگر دونوں فریق مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے ہوں تو حکومت کو اختیار ہے کہ اِس بات کا فیصلہ کرے کہ ان کا فیصلہ کس طریق پر کیا جائے۔ عام اصول یہ ہے کہ وراثت

کا فیصلہ متوفی کے قانون کے مطابق، دیوانی مقدمات کا فیصلہ مدعا علیہ کے قانون کے مطابق اور فوجداری مقدمات کا ملزم کے قانون کے مطابق ہوگا۔ بہرحال حکومتِ وقت کو اس میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار رہے۔

آیت ۵۰ :-

اِس جگہ آیت ۴۹ والے مضمون کو دہرایا ہے۔

آیت ۵۱ :-

اِس آیت میں پہلے مضمون کی وضاحت کی ہے اور بتلایا ہے کہ اگر لوگوں کو اجازت دے دی جائے کہ جو قانون وہ چاہیں چُن لیں تو زمانہ جاہلیّت کی لاقانونیت پھر سے رائج ہو جائے گی۔

آیت ۵۲ :-

یہاں ایک اور عہد کا ذکر کیا ہے یعنی اس عہد کا کہ اللہ والے خدا اور رسُول کے دشمنوں کو دوست نہیں بناتے۔ سابقہ آیات میں فرمایا تھا کہ یہود اور نصاریٰ کے اپنے مقدمات ان کے شخصی قانون (Personal Law) کے مطابق فیصلہ کئے جائیں۔ اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اُن سے موالات کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کو جو اللہ اور اس کے رسُول کے دشمن ہیں دوست نہ بناؤ۔

آیت ۵۳، ۵۴ :-

یہاں آیت ۵۲ والے مضمون کی مزید توضیح کی گئی ہے: فرمایا: اس خوف سے خدا اور اس کے رسُول کے دشمنوں سے موالات نہ کرو کہ اگر ان کا غلبہ ہو گیا تو اس طرح ہم امن میں آجائیں گے۔ غلبہ بہرحال اللہ اور اس کے رسُول ہی کا ہوگا۔ پس اگر تم منافقت کرو گے اور دشمنانِ حق سے دوستی کرو گے تو بعد میں تمہیں نادم ہونا پڑے گا۔

آیت ۵۵ :-

گذشتہ آیت میں منافقت کا ذکر ہے جو کہ در اصل ارتداد ہی کی ایک صورت ہے۔ یہاں فرمایا: اے منافقو! تم یہ نہ سمجھو کہ تم ارتداد کر جاؤ گے تو اسلام کو کوئی نقصانِ عظیم پہنچے گا۔ نقصان نہیں اس سے تو اسلام کو ایک بہت بڑا فائدہ ہوگا کیونکہ تمہاری جگہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو کھڑا کر دے گا جن سے اللہ محبت کرے گا" اور جو اللہ سے محبت کریں گے، جو مومنوں کے آگے حلیم اور منکسر المزاج ہوں گے لیکن کافروں کے مقابلہ میں عزتِ نفس اور قوم کی عزت کا پاس کریں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

آیت ۵۶ :۔

یہاں اصل مضمون جو آیت ۵۲ میں شروع ہوُا تھا کی طرف عَود کیا ہے اور اس کے دوسرے رُخ کو بیان کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ مومن کا کام صرف یہ نہیں کہ اللہ اور اس کے رسُول کے دشمنوں کو دوست نہ بنائے بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو اور مومنوں کو دوست بنائے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن ہمیشہ تصویر کے دونوں رُخ پیش کرتا ہے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ پس جہاں دوزخ کا ذکر کرتا ہے وہاں جنّت کا ذکر بھی ساتھ ہی کر دیتا ہے، جہاں کافروں کے انجام کا ذکر کرتا ہے وہاں مومنوں کے انجام کا ذکر بھی ساتھ ہی کر دیتا ہے اور یہ اسلوبِ بیان احکام میں بھی قائم رکھا گیا ہے چنانچہ جہاں یہ کہتا ہے کہ زنا نہ کرو وہاں یہ بھی کہتا ہے کہ غضِ بصر کرو اور اپنی عورات کی حفاظت کرو، جہاں یہ کہتا ہے کہ شرک نہ کرو وہاں یہ بھی کہتا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ چنانچہ جب یہ کہا کہ اللہ اور اس کے رسُول کے دشمنوں سے دوستی نہ کرو تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے دوستوں سے دوستی کرو۔ سبحان اللہ! کیا اسلوبِ بیان ہے! ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
نگاہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا است

آیت ۵۷ :۔

یہاں آیت ۵۶ کے مضمون کی تشریح کی ہے اور فرمایا ہے: اللہ اور اس کے رسُول اور مومنوں کو دوست رکھنے والے حزب اللہ ہیں اور بالآخر یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

آیت ۵۸، ۵۹ :۔

یہاں آیت ۵۶ کے مضمون کی مزید تشریح کی ہے اور اہلِ کتاب اور کفار سے موالات نہ کرنے کے وجوہ بیان کئے ہیں۔ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے دین پر تمسخر کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ آیت ۵۶ میں صرف یہود اور نصاریٰ سے عدمِ موالات کا ذکر تھا یہاں ان کے حامی موالی کفار کو بھی ان میں شامل کر دیا ہے۔

آیت ۶۰ :۔

اِس جگہ بیان کیا ہے کہ اہلِ کتاب کو مومنوں سے اِس لئے نفرت ہے کہ مومن اللہ پر اور اس کی کتب پر ایمان لاتے ہیں لیکن اہلِ کتاب اللہ کے نافرمان ہیں۔

گویا عدم موالات کی وجہ ان لوگوں کا دینِ اسلام سے تمسخر اور مومنوں سے نفرت ہے۔

آیت ۶۱:-

یہاں اہلِ کتاب کے لئے تہدید ہے۔ فرمایا: تم وہ لوگ ہو جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب بھڑکا اور جو معبودانِ باطلہ کے پجاری ہو۔

آیت ۶۲:-

یہاں آیت ۴۲ کے مضمون کے ایک حصّہ کی طرف عَود کیا ہے۔ فرمایا: یہود میں سے بعض منافق لوگ جب مسلمانوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ ان کی مجلس میں کُفر ہی کی حالت میں آتے ہیں اور کُفر ہی کی حالت میں اس سے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

آیت ۶۳ تا ۶۵:-

اِن آیات میں یہود کے اقوال و اعمال کا جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ نہ ان کے اعمال ٹھیک ہیں نہ اعتقادات۔ سرکشی اور کُفران کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ ان کے اِس فطری مَیلان ہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے انکے درمیان بُغض و عناد کا بیج بو دیا ہے اور وہ قیامت تک آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے بُغض و عدوان کے سبب رسُولِ خدا کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑکانا چاہتے ہیں لیکن اللہ ان کی ریشہ دوانیوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

آیت ۶۶، ۶۷:-

فرمایا: اگر اہلِ کتاب رسُول سے دشمنی اور عداوت کرنے کی بجائے اس پر ایمان لے آتے اور تورات اور انجیل اور قرآن کی تعلیم کو اپنا شعار بناتے تو ان کے لئے آسمان اور زمین سے فیوض کے چشمے پھوٹ پڑتے۔

آیت ۶۸:-

جب اِس بات کا ذکر کیا کہ اہلِ کتاب کے لئے مناسب یہی ہے کہ رسُول پر ایمان لے آئیں تو رسُول کو تاکید کی کہ اللہ کا پیغام کھول کھول کر لوگوں کو سُنائے۔

اہلِ کتاب اور کفار کی دشمنی کے علی الرّغم رسُول کا اللہ کے پیغام کو کھول کھول کر بیان کرنا تبھی ممکن ہے جب اللہ کی طرف سے آپ کی حفاظت کا بندوبست ہو۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی فرمایا: اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا اور کافروں کو ان کے بد ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

آیت ۶۹ :-

سابقہ آیت میں اہلِ کتاب کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا یہاں ان کو تبلیغ کی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ جب تک تم تورات اور انجیل اور قرآن پر عمل نہیں کرتے تمہارے دین کی کوئی حقیقت نہیں۔

آیت ۷۰ :-

یہاں خطاب خاص سے عام ہو گیا ہے اور فرمایا ہے کہ سابقہ انبیاء پر ایمان لانے والے لوگوں میں سے، یہودیوں میں سے، نصاریٰ میں سے اور صابیوں میں سے جو بھی اللہ پر اور آخرت پر اور رسول پر ایمان لائے گا اس کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔

آیت ۷۱ :-

یہاں پھر اصل مضمون کی طرف جو آیت ۱۳ میں شروع ہوا تھا عود کیا ہے۔ فرمایا: ہم نے تو اُن سے یہ عہد لیا تھا کہ نماز قائم کروگے اور زکوٰۃ دوگے اور اللہ کے رسولوں کی مدد کروگے، لیکن ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو بھی رسول آتا ہے اس کو جھٹلانے اور قتل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

آیت ۷۲ :-

پھر فرمایا کہ وہ اپنی نافرمانی کے باوجود یہ کیونکر سمجھتے ہیں کہ ہمارے عذاب سے بچ جائیں گے۔ انہوں نے جب ایک دفعہ اپنی آنکھیں اور کان بند کرلئے تھے اور ہماری باتوں کو سننے اور سمجھنے سے انکار کر دیا تھا تو وہ ایک لمبے عرصہ کے لئے عذاب میں گرفتار ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے توبہ کی اور ہم نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ پھر ان میں سے اکثر لوگوں نے اپنی آنکھیں اور کان دوبارہ بند کرلئے اور پھر ہمارے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ (یہاں سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵ کے مضمون کی طرف اشارہ ہے)۔ وہ بار بار کے تجربہ کے بعد کیوں اللہ کے عہد کو پھر فراموش کر رہے ہیں۔

آیت ۷۳ تا ۷۵ :-

آیت ۱۳ میں بنی اسرائیل کے عہد کا ذکر تھا اور آیت ۱۵ میں نصاریٰ کے عہد کا۔ سابقہ آیات میں بنی اسرائیل کو واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہیں گے تو انعام واکرام پائیں گے ورنہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ اب نصاریٰ کا ذکر کیا ہے کہ عہد تو نصاریٰ سے بھی ویسا ہی لیا گیا تھا جیسا کہ بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا لیکن وہ اپنے نبی کی مدد کرنے کی بجائے اس کو خدا بنانے لگ گئے حالانکہ خود اسی مسیح نے جس کو وہ خدا بنانے

لگے تھے ان کو کہہ دیا تھا کہ اللہ سے شرک کے نتیجہ میں ان پر جنت کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ یہود اور نصاریٰ کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے کیونکہ ایک قوم تفریط کی مرتکب ہوئی کہ انہوں نے انبیاء کا انکار کر دیا اور دوسری قوم افراط کی مرتکب ہوئی کہ انہوں نے نبی کو خدا بنا لیا۔ فرمایا: اگر تم شرک سے باز نہیں آؤ گے تو ایک دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

آیت ۷۶، ۷۷:-

یہاں نصاریٰ کے فائدہ کے لئے مسیح کی عبدیت اور عدم الوہیت کے دلائل دئیے گئے ہیں۔

آیت ۷۸:-

اِس آیت میں نصاریٰ کو کہا ہے کہ مسیح کی محبت میں غلو سے کام نہ لو تم سے پہلے لوگ بھی اسی طرح گمراہ ہوئے تھے۔ اس سے پہلے یہود کو یہ بتایا تھا کہ انبیاء سے بیجا نفرت کا نتیجہ تباہی ہے۔ اِس جگہ نصاریٰ کو یہ بتایا ہے کہ ان سے بیجا محبت کا نتیجہ گمراہی ہے۔ گویا سلامتی کی راہ دونوں راہوں کے درمیان ہے۔ نہ خدا کے بندوں کو خدا بناؤ اور نہ ہی ان کی دشمنی میں اپنا ایمان ضائع کرو۔

آیت ۷۹:-

یہاں آیت ۶۳ اور ۶۴ کے مضمون کی طرف عود کیا ہے۔ فرمایا: جب یہود بد عملی کا شکار ہوئے تو داؤد کی بددعا کے نتیجہ میں لعنت میں گرفتار ہوئے اور جب مسیح کا انکار کر کے ایمان کو ضائع کر بیٹھے تو عیسیٰ کی بددعا کے نتیجہ میں ذلیل و رسوا ہوئے۔ ان کا عصیان اور عدوان ان دونوں لعنتوں کے جمع ہونے کا باعث ہوا۔

آیت ۸۰:-

یہاں ان کے قومی جرم کا ذکر کیا ہے فرمایا: وہ ایک دوسرے کو بُرے افعال سے نہیں روکتے تھے۔

آیت ۸۱:-

یہاں ان کی گراوٹ کے ایک اور پہلو کو نمایاں کیا ہے فرمایا: ان میں سے اکثر مشرکوں سے موالات کرتے ہیں۔

آیت ۸۲:-

پھر فرمایا اگر وہ اللہ پر اور اپنے نبی پر اور اپنی کتاب پر سچا ایمان لاتے تو ایسا نہ کرتے۔

آیت ۸۳:-

یہاں یہود اور نصاریٰ کے درمیان فرق کیا گیا ہے فرمایا: یہود اور مُشرک مومنوں کے شدید ترین معاند ہیں لیکن، نصاریٰ ان سے مودّت رکھتے ہیں (یہ عجیب بات ہے کہ سرکش یہود اور مُشرک ہنود آج اسلام کے لئے ایک زبردست خطرہ بن رہے ہیں۔ کلامِ الٰہی میں اِس بات کا واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا فائدہ عیسائی قوموں سے تعاون میں ہے)

آیت ۸۴ تا ۸۷ :-

یہاں بعض عیسائیوں کی رقّتِ قلب کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے انعام ہیں اور جو کُفر کرتے ہیں ان کے لئے عذاب ہے۔

آیت ۸۸، ۸۹:-

یہاں اس مضمون کی طرف جو سُورۃ کے ابتداء میں شروع کیا تھا عَود کیا ہے۔ ابتداء میں اکل حلال پر زور دیا تھا۔ یہاں اس کا (Corollary) ذیلی حکم بیان کیا کہ جو چیزیں اللہ نے حلال قرار دی ہیں ان کو حرام مت قرار دو۔

آیت ۹۰ :-

اِس سُورۃ میں عقود کا ذکر ہے یعنی ان عہدوں کا جو انسان خدا سے باندھتا ہے یا بندوں سے۔ ایسے عہدوں میں سے انسان بعض عہدوں کو قسم کے ساتھ موکد کرتا ہے۔ فرمایا: اگر تم لایعنی قسمیں کھاؤ تو اگرچہ یہ بُری بات ہے اللہ اس پر مواخذہ نہیں کرے گا لیکن اگر تم کسی قسم پر قائم ہوجاؤ اور پھر اس کو توڑو تو تمہیں اسکا کفارہ دینا ہوگا۔

اِس بیان کو طیب چیزوں کے کھانے کے ساتھ وابستہ کیا ہے جس طرح طیبات کا کھانا انسان کے جسم وجان کی نشوونما کرتا ہے اسی طرح کسی بات پر پُختگی سے قائم ہونا اس کی رُوح اور قوتِ ارادی کی نشوونما کرتا ہے پس اگر انسان کسی ایسے ارادہ کو جس پر وہ پُورے طور پر قائم ہوچکا ہو توڑ دے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اس فعل کا کفارہ ادا کرے تاکہ اس کی قوتِ ارادی کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا ازالہ ہوسکے۔

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے یا غلام آزاد کرے، اور اگر یہ نہیں کرسکتا تو تین روزے رکھے۔ دیکھو! کیا اعلیٰ تعلیم ہے کہ ہر حالت میں معاشرہ کی اصلاح کو مدِّنظر رکھا ہے، غریبوں کی خدمت سے نفس کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور معاشرہ کی بھی۔ ہاں اگر اس کی توفیق نہیں تو روزے رکھے

جس سے ارادہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور بھوکوں کی بھوک کا اندازہ ہوتا ہے۔

آیت ۹۱ :-

پچھلی آیت میں فرمایا تھا اپنے پختہ ارادوں کو متزلزل ہونے سے بچاؤ۔ اس تزلزل سے بچنے میں معاشرہ کی اصلاح کا پہلو مدِ نظر رکھا گیا تھا یہاں اصلاحِ نفس اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے چند اور ضروری باتوں کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا: شراب، جوا، بُت پرستی اور تیروں سے فال لینا شیطانی کام ہیں ان سے بچے رہو۔

آیت ۹۲ :-

یہاں ان شیطانی کاموں کے نقصانات بیان کئے ہیں۔ فرمایا: ایک تو اس سے آپس میں بُغض و عداوت پیدا ہوتی ہے اور دوسرے انسان ذکر اللہ اور دُعا سے دُور ہو جاتا ہے۔

آیت ۹۳ :-

پچھلی آیت میں شیطانی کاموں سے روکا گیا تھا یہاں فرمایا کہ اللہ اور رسُول کی اطاعت کرو۔ گویا منفی کے ساتھ مثبت کو بھی جمع کر دیا تاکہ عمل کا حصار مکمل ہو۔

آیت ۹۴ :-

یہاں اکلِ حلال کے مضمون کی طرف جو کہ اس سُورۃ کی جان ہے پھر رجُوع کیا ہے۔ فرمایا: اگر تم اکلِ حرام سے بچے رہو اور ایمان لاؤ اور نیک عمل بجا لاؤ تو جو چاہو کھاؤ۔

آیت ۹۵، ۹۶ :-

اکلِ حلال کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ احرام کی حالت میں یا حرم کے اندر شکار منع ہے۔ اِس طرح آیت ۲ کے مضمون کی طرف رجُوع کیا ہے۔ آیت ۲ میں حرم کے اندر یا احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع کیا تھا لیکن اس کی سزا بیان نہیں کی تھی۔ یہاں اس کی سزا بھی بیان کر دی ہے۔

آیت ۹۷ :-

یہاں احرام کی حالت میں شکار کرنے کے حکم سے دریائی جانوروں کے شکار کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے دریائی سفر میں مسافروں کا گذارہ اکثر دریائی شکار پر ہوتا ہے پس اس پہ پابندی لگانا تکلیف مالا یطاق ہوتا۔

آیت ۹۸ :-

حرم اور احرام کے ذکر کے ساتھ بیت الحرام کا ذکر آ گیا اور اس کے ذکر کے ساتھ شہر الحرام اور قربانی کا ذکر آ گیا۔

آیت ۹۹:۔

یہاں حرم کی حرمت کی پابندی نہ کرنے والوں کے لئے وعید ہے۔

آیت ۱۰۰:۔

اِسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے رسُول کا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے اگر تم علی الاعلان یا چھُپ کر اسکے احکام کی خلاف ورزی کروگے تو یاد رکھو کہ اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

آیت ۱۰۱:۔

اِس سے پہلے بیت اللہ کو قیام للنّاس کہا تھا۔ اس پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی اتنی بڑی کائنات میں کتنے لوگ ہیں جو حقیقی طور پر اس مرکز پر جمع ہوتے ہیں۔ فرمایا: اگرچہ دُنیا میں خبث اپنی خباثت اور تعداد کے اعتبار سے زیادہ نظر آتا ہے لیکن پاکی کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ زُہد اور محبّتِ الٰہی کا ایک ذرّہ وزن کے اعتبار سے خبث کے ہزار انباروں سے بڑھ کر ہے۔ اس میں عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کی بنیادوں پر بھی کاری ضرب لگائی گئی ہے۔

آیت ۱۰۲:۔

کعبہ کو قیام للنّاس کہنے سے خیال پیدا ہوتا تھا کہ جبکہ آخری شریعت اُتر رہی ہے اور اللہ اور بندوں کے عہد بیان ہو رہے ہیں کیوں نہ احکام کی تفصیل معلوم کر لی جائے۔ فرمایا: اگر تم پُوچھوگے تو بات تو بیان کر دی جائے گی لیکن اِس طرح تم پر مزید پابندیاں عائد ہو جائیں گی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ سوال نہ کرو تاکہ تکلیف میں نہ پڑو۔ زیادہ سوال کرنے سے اِس لئے بھی روکا کہ اِس طرح قوّتِ عمل ضائع ہو جاتی ہے اور توجّہ مغز سے ہٹ کر قشر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسی موشگافیاں کرنے والے بے عمل ہوتے ہیں۔ کثرة السوال ینبی عن قلة العمل۔

آیت ۱۰۳:۔

فرمایا: تم سے پہلے لوگوں نے بھی اس طرح سوال کئے تھے لیکن جب شریعت کی تفاصیل نازل ہو گئیں تو انکار کی راہ پر چل نکلے۔

آیت ۱۰۴:۔

فرمایا: خدا تو تم پر زیادہ شرعی احکام نافذ کرنے سے بھی پرہیز کرتا ہے اور صرف ضروری ضروری احکام نازل کرتا ہے تاکہ تم تکلیف میں نہ پڑو۔ لیکن تم ہو کہ رسُوم و قیود کی پابندی میں اپنے آپ کو جکڑے چلے جاتے ہو اور خواہ مخواہ اپنے اُوپر پابندیاں عائد کرتے ہو اور بعض جانوروں کو آزاد چھوڑ دیتے ہو اور اپنے کام میں نہیں لاتے حالانکہ خدا تعالیٰ نے انہیں تمہاری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔

آیت ۱۰۵:۔

فرمایا: جس راہ کی طرف خدا تعالیٰ اپنے احکام کے ذریعہ تمہیں بُلاتا ہے وہ علم و ہدایت کی راہ ہے لیکن افسوس کہ تم اس راہ پر گامزن ہونے کی بجائے اپنے آباؤ اجداد کی لکیر کو پیٹتے رہتے ہو حالانکہ یہ رسُوم و قیود نہ ہی کسی علم کی بناء پر قائم کی گئی تھیں اور نہ ہی ترقّی کے راستوں کی طرف ہدایت کرتی ہیں۔

آیت ۱۰۶:۔

، جب اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت اور رسُوم و قیود کی پابندی دونوں مختلف راہوں کا ذکر ہُوا تو طبعًا خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو جو غلط راہ پر چل رہے ہیں کیوں نہ راہِ راست پر چلنے پر مجبور کیا جائے تاکہ معاشرہ تباہی سے بچ جائے۔ فرمایا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ تم صرف اپنی جانوں پر حق رکھتے ہو۔ اگر تم اپنے آپکو گمراہی سے بچا لوگے تو گمراہوں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ دیکھو! کیسے لطیف انداز میں بتایا ہے کہ معاشرہ کی ترقّی کے لئے ضروری ہے کہ اپنی بات منوانے کے لئے کوئی کسی پر جبر نہ کرے تاکہ انسان مشین بن کر نہ رہ جائیں کیونکہ جس عمل کے پیچھے فکر نہیں وہ جسدِ بے جان ہے۔

آیت ۱۰۷:۔

یہاں اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کی ایک اور شق بیان کی ہے یا یُوں کہو کہ آیت ۹ میں جس شہادت کا ذکر تھا اس کے دوسرے پہلو کو بیان کیا ہے۔ آیت ۹ میں بین الاقوامی سطح پر انصاف کی گواہی دینے کا حکم تھا، یہاں یہ حکم ہے کہ جب تمہیں اپنے لوگوں کے درمیان گواہی کی ضرورت ہو تو صاحبِ عدل لوگوں کو گواہ بناؤ۔

آیت ۱۰۸، ۱۰۹:۔

پھر ان گواہوں کی گواہی لینے کا طریق بتایا ہے۔

آیت ۱۱۰:۔

جب اللہ کے اور بندوں کے عہد کا ذکر ہو چکا تو لوگوں کو اس عہد پر کاربند کرنے کے لئے بطور تحریص اور تہدید قیامت کا ذکر کیا۔ فرمایا: قیامت کے روز اللہ اپنے رسولوں سے پوچھے گا: لوگوں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ وہ کہیں گے: ہمارا علم تو نہ ہونے کے برابر ہے تو سب بھیدوں کو جانتا ہے۔

آیت ۱۱۱:۔

آیت ۱۵ میں فرمایا تھا کہ نصاریٰ نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے باندھا تھا وہ اس کو بھول گئے اور انہوں نے کہا کہ دراصل مسیح ابنِ مریم ہی خدا ہے۔ فرمایا: مسیح تو ایک عورت کا بیٹا تھا جس پر ہم نے انواع و اقسام کے انعام کئے تھے۔

آیت ۱۱۲:۔

اور اس کے حواری میری توحید پر اور اس کی رسالت پر ایمان لائے تھے۔

آیت ۱۱۳، ۱۱۴:۔

اور ایک وقت تھا کہ وہ کھانے کے محتاج تھے اور انہوں نے رزق کی فراوانی کے لئے مسیح سے دعا کی درخواست کی۔ اگر وہ مسیح کو خدا سمجھتے تو اسے یہ کیوں کہتے: کیا تجھے اپنے رب سے یہ کہنے کا مقدور ہے کہ وہ ہمارے لئے آسمان سے رزق بھیجے؟ پھر فرمایا کہ مسیح نے اُن سے کہا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اِس گفتگو سے اِس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ خدا ہونا تو درکنار، مسیح ابنِ مریم کی قوتِ قدسی کا یہ عالم تھا کہ وہ لوگ جو شب و روز اس کی مجلس میں بیٹھتے تھے ایمان کے ادنیٰ مقام سے آگے نہ بڑھ سکے۔

آیت ۱۱۵:۔

فرمایا: عیسیٰ نے اپنی قوم کے اگلوں اور پچھلوں کے لئے رزق کی فراوانی مانگی۔ دیکھو! عیسیٰ کی قوم کس قدر دنیا کی طرف مائل تھی کہ اللہ تعالیٰ سے رزق کی فراوانی کے علاوہ کچھ طلب نہ کیا۔ اور مسیح نے جس کو کہ لوگوں نے بعد میں خدا بنا لیا انہیں اس سے بہتر نہ پایا کہ ان کے لئے رزق کی فراوانی کے علاوہ کچھ اور طلب کرتا۔

آیت ۱۱۶:۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا میں تمہیں رزق کی فراوانی تو بخشوں گا لیکن اگر تم نے اس کے بعد انکار کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہوگا۔ اِس آیت میں عیسائی قوموں کے لئے ایک سخت وعید ہے جس کے نظارے کچھ تو آنکھوں نے دیکھ لئے اور کچھ ابھی دیکھنے باقی ہیں۔

آیت ۱۱۷ تا ۱۱۹:-

یہاں آیت ۱۱۱ کے مضمون کی طرف عَود کیا ہے۔ فرمایا: قیامت کے دن ہم مسیح کو وہ احسانات جو ہم نے اس پر کئے ہیں یاد دلائیں گے اور کہیں گے کیا ان تمام باتوں کے باوجود تم نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خُدا بنالو۔ اور مسیح اس کے جواب میں کہے گا: پاک ہے تیری ذات میں ایسی بات کیونکر مُنہ سے نکال سکتا تھا۔ جب تک مَیں ان میں رہا میں ان کو توحید کی تعلیم دیتا رہا، لیکن جب تُو نے مجھے وفات دے دی بعد کا حال مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اگر تُو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں تُو ان سے جو چاہے سلوک کر سکتا ہے لیکن اگر تُو ان کو معاف کر دے تو تُو جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔

آیت ۱۲۰، ۱۲۱:-

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج صادق یعنی وہ لوگ جو اللہ کے اور بندوں کے عہد نبھاتے ہیں اپنے صدق سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ سُبحان اللہ! کس خُوبی سے مضمون کے دونوں سرے ملائے ہیں۔ سُورۃ کی ابتداء میں ایفاءِ عہد کی تعلیم کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں اس تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ کا۔

(۵) سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۲
آیاتہا ۱۲۰ رکوعاتہا ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ②

مومنو! اپنے عہد پورے طور پر نبھاؤ۔ سوائے ان جانوروں کے جو دوسری جگہ حرام قرار دیئے گئے ہیں، چوپایوں کی قسم کے تمام بہائم تمہارے لئے حلال قرار دے دئے گئے ہیں۔ تاہم تمہیں احرام کی حالت میں شکار کی اجازت نہیں۔ یاد رکھو! اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے ◉

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ: اس میں ہر قسم کے عہد آتے ہیں یعنی تمام وہ عہد جو اللہ سے یا بندوں سے کئے گئے ہوں۔

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: لیکن تمہیں حرم کے اندر شکار کی اجازت نہیں۔ امام رازی کہتے ہیں اَحْرَمَ الرجل کے معنی ہیں: اس آدمی نے احرام باندھا یا حرم کے اندر داخل ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ: اللہ مختارِ کل ہے۔ اس کی اجازت سے اس کی مخلوق پر تصرف جائز ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی تصرف کی اجازت نہیں دیتا تو یہ تصرف ناجائز ہو گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ
الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ
الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا
حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ
صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا
عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

مومنو! اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ
کی، اور نہ خانہ کعبہ کی طرف جانے والی قربانی کی، اور نہ اس
قربانی کے ایسے جانوروں کی جن کے گلے میں بطور نشان ہار ڈالے گئے
ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کے فضل اور رضا کی تلاش
میں بیت الحرام کا قصد کر رہے ہوں۔ اور تم احرام کھول دینے کے
بعد شکار کر سکتے ہو۔

تمہارا یہ رنج کہ لوگوں نے تمہیں مسجدِ حرام کی زیارت سے روکا
تھا تمہیں ان پر زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کرے۔ تم نیکی اور تقویٰ
کے تمام کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، لیکن گناہ
اور ظلم کی بات میں تعاون نہ کرو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یاد

دیکھو! اللہ کی سزا بہت سخت ہے ۝

الھدی میں ال عہد کے لئے ہے۔ گویا اس کے معنی ہیں ما اھدی الی الکعبۃ (کشاف۔ بیضاوی۔ جلالین و روح البیان)

وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا: نہی کے بعد امر اجازت کے معنی دیتا ہے۔ چنانچہ روح البیان میں لکھا ہے والامر للاباحۃ بعد الحظر۔ نیز دیکھو کشاف۔ بیضاوی۔ ابن کثیر۔ طبری۔ رازی و شوکانی۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ (۶۲:۱۱)

وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ: شنآن کی اضافت مفعول کی طرف بھی ہو سکتی ہے اور فاعل کی طرف بھی۔ مفعول کے اعتبار سے معنی متن میں کئے گئے ہیں۔ فاعل کے اعتبار سے اس کے معنی ہوں گے: اور یہ بات کہ ایک قوم نے اپنے بغض کے سبب تمہیں مسجدِ حرام کی زیارت سے روکا تھا، تمہیں ان کے خلاف زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کرے۔ (بیضاوی و روح البیان)

لَا تَعَاوَنُوۡا اصل میں لا تتعاونوا ہے (جلالین)

حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَالۡمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیۡحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیۡتُمۡ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ ؕ ذٰلِكُمۡ فِسۡقٌ ؕ اَلۡیَوۡمَ یَىِٕسَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ اَلۡیَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِیۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴﴾

تم پر مُردار، خون، سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو غیراللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حرام ہے۔

اسی طرح سوائے اُس کے جسے تم مرنے سے پہلے ذبح کر لو، تم پر وہ جانور بھی حرام ہے جو گلا گُھٹ کر مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو چوٹ لگنے سے مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو بلندی سے گر کر مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو سینگ لگنے سے مرا ہو، اور وہ جانور بھی جسے درندے نے کھایا ہو۔

اور تم پر وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی بُت کے استھان پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور تم پر تیروں سے فال لینا بھی حرام ہے۔ یاد رکھو! یہ گناہ کی بات ہے۔

آج کے دن کافر تمہارے دین کو مٹانے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ پس تم ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے، اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے چُن لیا ہے۔ جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں اگر تم ان میں سے کوئی چیز بھوک سے مجبور ہو کر کھا لو اور اس میں گناہ کی طرف جھکنے کا کوئی پہلو نہ پایا جائے تو اللہ تمہارا گناہ بخش دے گا۔ یاد رکھو! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

اَلْمُنْخَنِقَةُ اسم فاعل ہے یعنی گلا گھٹنے سے مرنے والا جانور، عام اس سے کہ یہ اتفاقی حادثہ ہو یا اس کا گلا عمداً گھونٹا گیا ہو۔ رُوح البیان میں لکھا ہے و اکل المنخنقۃ حرام سواء حصل اختناقۃ بفعل آدمی اولا۔ اَلْمَوْقُوْذَةُ وغیرہ سب اسی حکم کے ماتحت آئیں گے۔

اِلَّامَا ذَکَّیۡتُمۡ کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ا۔ یہ استثناء الۡمُنۡخَنِقَۃُ سے لیکر وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ تک جتنے جانور آئے ہیں سب کے لئے ہے۔ یہ معنی ملتن ہیں کئے گئے ہیں۔ جمہور نے یہی معنی کئے ہیں۔

ب۔ یہ استثناء وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ سے ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے:

تم پر وہ جانور حرام ہے جو گلا گھٹ کر مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو چوٹ لگنے سے مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو بلندی سے گر کر مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو سینگ لگنے سے مرا ہو، اور وہ جانور بھی جسے درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے کہ تم اسے (یعنی درندے کے کھائے ہوئے جانور کو) ذبح کر لو۔

لیکن یہ محض لفظی نزاع رہ جاتی ہے کیونکہ جس جانور کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے وہ الۡمُنۡخَنِقَۃُ یا الۡمَوۡقُوۡذَۃُ یا الۡمُتَرَدِّیَۃُ یا النَّطِیۡحَۃُ کے ضمن سے نکل جاتا ہے کیونکہ اس کی موت کا باعث گلا گھٹنا وغیرہ نہیں رہتا بلکہ ذبح ہونا ہو جاتا ہے۔

ج۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے:

تم پر وہ جانور حرام ہے جو گلا گھٹ کر مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو چوٹ لگنے سے مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو بلندی سے گر کر مرا ہو، اور وہ جانور بھی جو سینگ لگنے سے مرا ہو، اور وہ جانور بھی جسے درندے نے کھایا ہو۔ البتہ اس کے علاوہ تمام وہ جانور جنہیں تم ذبح کرو تمہارے لئے حلال ہیں (رازی)

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَہُمۡ ؕ قُلۡ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَوَارِحِ مُکَلِّبِیۡنَ تُعَلِّمُوۡنَہُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ ۫ فَکُلُوۡا مِمَّاۤ اَمۡسَکۡنَ عَلَیۡکُمۡ وَاذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۵﴾

اے رسول! مسلمان تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کھانے کی کون کونسی چیز اُن کے لئے حلال ہے۔

کہہ: تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور وہ شکار بھی تمہارے لئے حلال ہے جو تمہارے سدھائے ہوئے جانور کریں، بشرطیکہ تم انہیں شکار پر چھوڑو۔ چونکہ تم ان کو اس طریق پر سکھلاتے ہو جو اللہ نے تمہیں سکھلایا ہے تم بے شک اس شکار کو کھاؤ جو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں، لیکن ان کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام پڑھ لیا کرو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یاد رکھو! اللہ حساب چکانے میں کوئی دیر نہیں کرتا ◉

(و) صید (ما علمتم من الجوارح) فحذف المضاف (کشاف۔ بیضاوی۔ جلالین وروح البیان)

مُکَلِّبِیْنَ: حال من الضمیر فی عَلَّمْتُمْ (املاء) کلبت الکلب کے معنی ہیں اَغْرَیْتُہٗ (املاء) ارسلتہ علی الصید (جلالین)۔ مکلب کے معنی ہیں: شکاری جانور سدھانے والا، یا ان سے شکار کرنیوالا (لین۔ لسان۔ کشاف وبیضاوی)

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ: استہناف کے لئے بھی ہو سکتا ہے (کشاف۔ بیضاوی واملاء)

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ: عَلَیْہِ کی ضمیر کا مرجع شکاری جانور بھی ہو سکتے ہیں اور شکار بھی (کشاف۔ بیضاوی۔ شوکانی۔ رازی وروح البیان)

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ: اس میں یہ نکتہ ہے کہ جو بھی انسان کوئی گناہ کرتا ہے اس کا بد اثر اس کی روح پر پڑ جاتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ؗ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ
غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ
بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ۞٦ ع ۵

آج کے دن تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال قرار دے دی گئی ہیں۔ اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ اسی طرح تمہارے لئے پاک دامن مومن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے حلال ہیں بشرطیکہ تم انہیں ان کے حق مہر ازدواجی زندگی بسر کرنے کی غرض سے ادا کرو نہ کہ شہوت رانی کی غرض سے یا چھپے یارانے قائم کرنے کے لئے۔ یاد رکھو! جو شخص شریعت کے احکام کا انکار کرے گا اس کے تمام عمل ضائع ہو جائیں گے اور وہ آخرت کے دن سراسر گھاٹے میں رہے گا۔

طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی ایسا کھانا جو اُن کی کتاب کے مطابق ان کے لئے مباح ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ سؤر اور مُردار وغیرہ خود اُن کی کتاب کے مطابق حرام ہیں۔ (استثناء باب ۱۴)
صاحبِ رُوح البیان کہتا ہے ولو ذبح یھودی او نصرانی علی اسم غیر اللہ کالنصرانی یذبح باسم المسیح فذھب اکثر اھل العلم الی انہ یحل فان اللہ قد احل ذبائحھم وھو یعلم ما یقولون یعنی اکثر علماء کا کہنا ہے کہ اگر یہودی اور نصرانی غیر اللہ کے نام پر بھی ذبح کریں، مثلاً نصرانی مسیح کے نام پر ذبح کریں تو بھی ان کا ذبیحہ حلال ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے جب ان کا ذبیحہ حلال قرار

دیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا پڑھ کر ذبح کرتے ہیں۔

لیکن نص صریح وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۲ : ۱۷۳)، کہ ایسا جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے حرام ہے، اس کے خلاف ہے۔ البتہ اگر وہ اللہ کا نام نہ لیں تو ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز ہوگا اور آیت وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (۶ : ۱۲۱) اس میں روک نہیں ہوگی کیونکہ یہ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ کی شرط کے ساتھ مقید ہے۔ چنانچہ شوکانی کہتا ہے وفی ھٰذہ الاٰیۃ دلیل علی ان جمیع طعام اھل الکتاب حلال للمسلمین وان کان لا یذکرون علی ذبائحھم اسم اللہ یعنی اِس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ کتاب کا تمام کھانا مسلمانوں کے لئے حلال ہے اگرچہ وہ اس پر اللہ کا نام نہ بھی پڑھیں۔

مُسَافِحٌ اسم فاعل ہے۔ السفاح اس زنا کو کہتے ہیں جو علی الاعلان کیا جائے۔

خِدْن کے معنی ہیں دوست، یار اس کی جمع اَخْدَان ہے۔ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں مؤنث کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ۴ : ۲۶ میں مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ استعمال ہوا ہے جو کہ مذکر کے لئے ہے۔ مخادنۃ اُس زنا کو کہتے ہیں جو چوری چھپے کیا جائے (بیضاوی۔ جلالین۔ رازی۔ شوکانی و روح البیان)۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ : یرید بالایمان شرائع الاسلام (کشاف۔ بیضاوی و روح البیان)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ

اَلْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞

مومنو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو، اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو! اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔

اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نہا لو۔ اور اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی میسّر نہیں آتا، تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی قسم کی تنگی ہو۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دے تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ : ای اردتم (بیضاوی۔جلالین وروح البیان)

اَرْجُلَكُمْ منصوب ہے لہٰذا اس کا عطف ایدیکم پر ہے (کشاف۔بیضاوی۔جلالین و روح البیان)

بعض لوگ اس کی دوسری قراءت وَ اَرْجُلِكُمْ کی بناء پر یہ معنی کرتے ہیں کہ پاؤں پر صرف مسح کا حکم ہے اِس بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کی دوسری قراءتیں اس کے معنوں کی تشریح اور تعیین کے لئے تو استعمال کی جا سکتی ہیں، ان میں تضاد اور تناقض پیدا کرنے کے لئے استعمال نہیں کی جا سکتیں۔ پس اَرْجُلِكُمْ کے ایسے

معنی کرنا جو اَرْجُلَکُمْ کے خلاف پڑتے ہوں جائز نہیں۔ اَرْجُلِکُمْ کی جر بِرُءُ وْسِکُمْ کے جوار کی وجہ سے ہے۔ قرآن اور شعرائے عرب کے کلام میں کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں جوار اور قرب کی وجہ سے مابعد کے الفاظ کے اعراب ماسبق کے مطابق آئے ہوں۔ مثلاً فرمایا: عذابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ۔ یہاں اَلِیْم کی جر یوم کے جوار کی وجہ سے آئی ہے۔

جُنُبٌ کا لفظ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں: ایسا شخص جو جنابت کی حالت میں ہو۔ (اقرب)

جنابت اس حالت کو کہتے ہیں جب انزال یا التقاء الختانین یعنی جانبین کا باہم میل ہو جائے (مفردات و رازی) اس کے لفظی معنی دُوری اور بُعد کے ہیں۔ امام راغب اور ابنِ فارس کے نزدیک اس حالت کو جنابت اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں نماز سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔

غائط: دیکھو نوٹ زیر آیت ۴: ۴۴۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً: جو شخص بوجہ بیماری پانی استعمال نہیں کر سکتا وہ میسر نہ ہونے کے حکم میں ہی ہے، کیونکہ کسی چیز کا ممنوع ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کا نہ ہونا۔ (بیضاوی زیر آیت ۴: ۴۴ و رُوح البیان)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑧

اللہ کے وہ احسان یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں۔ اور اس کے اس عہد کو بھی یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا، کیونکہ جب اس نے تم سے عہد لیا تھا تم نے اُسے قبول کرتے ہوئے کہا تھا: ہم نے تیرا حکم گوشِ ہوش سے سُنا اور قبول کیا۔ اللہ سے

ڈرو۔ یاد رکھو! اللہ دلوں کے تمام بھید جانتا ہے ◉

اِذْ ظرف لِواثقکم بہ وفائدۃ التقییدبہ تاکید وجوب مراعاتہ بتذکیر قبولھم (رُوح البیان)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑨

مومنو! اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے پورے عزم کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اور سچی گواہی دو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ یاد رکھو! اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ ◉

لِلّٰهِ میں حذف مضاف ہے اور اس کی تقدیر ہے لحقوق اللّٰه (جلالین) یعنی اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے یا لِاِمرِ اللّٰه (رُوح البیان) یعنی اللہ کے احکام بجالانے کے لئے یا لِدین اللّٰه یعنی اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے یا لِعہدِ اللّٰه یعنی اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے۔

قَوّٰام، قائم سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ: حال من الضمیر فی قوّٰمین بھی ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: مومنو! انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے کمربستہ ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑩

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑪

اللہ نے مومنوں سے اور ان لوگوں سے جو نیک عمل کرتے ہیں، وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ان کی مغفرت کرے گا اور ان کو بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ لیکن وہ لوگ جو کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں جہنم کے مکین ہوں گے ◉

ہم نے متن میں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ کو وَعَدَ کا مفعول ثانی لیا ہے۔ یہ معنی کشاف، رازی اور شوکانی نے کئے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ وَعَدَ کا مفعول ثانی محذوف سمجھا جائے، اور لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ کو اس کا مفسر جملہ سمجھا جائے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: اللہ نے مومنوں سے اور ان لوگوں سے جو نیک عمل کرتے ہیں نیک وعدہ کر رکھا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور ایک بہت بڑا اجر ہے۔ یہ معنی کشاف، رازی، بیضاوی، جلالین اور روح البیان نے کئے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑫ ع ۲/۶

مومنو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کیا تھا جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تھا اور اس نے ان کے ہاتھ تمہارے تک پہنچنے سے روک دئے تھے۔ اللہ کا تقویٰ

اختیار کرو، اور یاد رکھو کہ مومنوں کو صرف اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔ ◉

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

اللہ نے بنی اسرائیل سے ایک پختہ عہد لیا اور اس نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے۔ اور اللہ نے ان سے کہا: میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو گے تو میں تمہاری برائیاں تم سے دور کر دوں گا۔ اور تمہیں ایسے باغات میں جگہ دوں گا جو چلتی ہوئی نہروں سے شاداب ہوں گے۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی شخص اس کے بعد بھی کفر کی راہ اختیار کرے گا تو جان لو کہ وہ سیدھے راستہ سے بھٹک چکا ہے ◉

روح البیان میں لکھا ہے کہ غائب سے متکلم کی طرف انتقال کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت موسیٰ نے

نقیب اللہ کے اذن سے مقرر کئے تھے۔ گویا یہ فعل اللہ تعالیٰ اور موسیٰ کا مشترک تھا جیسا کہ تمہید میں بیان کیا گیا ہے غائب سے متکلم کی طرف التفات سے کرم اور سخا اور جلال اور شان کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے۔

بَعْدَ ذٰلِكَ: یعنی اس شرط کے بعد جس کے ساتھ ایک بہت بڑا وعدہ مشروط ہے (کشاف، بیضاوی وروح البیان) یا اس عہد کے بعد (جلالین)

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾

چونکہ بنی اسرائیل نے اپنا عہد توڑ ڈالا، ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ الفاظ کو اپنے مقام سے بدل دیتے ہیں؛ اور اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی ایک بڑا حصہ بھول چکے ہیں۔ تجھے آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کا علم ہوتا رہے گا۔ ان میں سے کم ہی لوگ ایسے ہیں جو خیانت نہیں کرتے۔ پس ان سے کنارہ کر اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔ یاد رکھ! اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ◉

خَآئِنَةٍ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

ا:۔ خَآئِنَةٍ مصدر ہے (لین، روح البیان وبیضاوی) جو کہ خیانت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہ معنی متن میں کئے گئے ہیں۔

ب :۔ خَائِن اسم فاعل ہے اور تاء مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تجھے آئے دن ان میں سے کسی نہ کسی بڑے خائن کا علم ہوتا رہے گا۔ یہ معنی بیضاوی، کشاف اور مفردات نے کئے ہیں۔

ج :۔ خَائِنَۃ اسم محذوف کی صفت ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے فرقۃ خائنۃ۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تجھے آئے دن ان میں سے کسی نہ کسی جماعت کی خیانت کا علم ہوتا رہے گا۔ یہ معنی کشاف، بیضاوی اور مفردات نے کئے ہیں۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہم نے ان لوگوں سے بھی جو اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں ایسا ہی عہد لیا تھا۔ لیکن جن بات کی ان کو نصیحت کی گئی تھی وہ اس کا ایک بڑا حصہ بھول گئے۔ اس کی پاداش میں ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کا ایسا سلسلہ قائم کر دیا ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ ان کو ان کی ریشہ دوانیوں کے انجام سے جلد آگاہ کر دے گا ◉

حَظًّا: نصیبًا وافیًا (بیضاوی)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۥ

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۷﴾

اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے۔ کتابِ الٰہی کی بہت سی باتیں جو تم چھپاتے تھے وہ تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے لیکن تمہاری کئی باتوں سے وہ چشم پوشی کرتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کے حضور سے ایک نور اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے۔ اللہ اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کو جو اس کی رضا پر چلتے ہیں سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے' اور اپنے اِذن سے قِسم قِسم کے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے' اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ◉

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸﴾

وہ لوگ کفر کرتے ہیں جو کہتے ہیں : مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے۔
کہہ : اگر اللہ یہ ارادہ کر لے کہ مسیح ابنِ مریم، اس کی ماں اور زمین میں بسنے والے تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالے تو اس کی راہ میں کون حائل ہو سکے گا ؟ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر صرف اللہ ہی کی حکومت ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے ◉

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؗ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑲

یہودی اور عیسائی کہتے ہیں : ہم اللہ کے مقرب اور اس کے پیارے ہیں۔
کہہ : اگر ایسی بات ہے تو وہ تمہارے گناہوں کے سبب تمہیں سزا کیوں دیتا ہے ؟ حقیقت صرف اتنی ہے کہ تم اس کے پیدا کئے ہوئے انسانوں میں سے انسان ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر صرف اللہ ہی کی حکومت ہے ◉

اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ : المقربون عنده قرب الاولاد (کشاف، جلالین، رازی، روح البیان و بیضاوی) یعنی مقرب ہونے میں ہماری اللہ سے وہی نسبت ہے جو باپ اور بیٹے کی ہوتی ہے۔
(بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ) من جملة من (خَلَقَ) من البشر (جلالین) ۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع ۸/۳

اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول اس وقت آیا ہے جب کہ رسولوں کے آنے کا سلسلہ ایک مدت سے منقطع تھا۔ وہ تم سے دین کی باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ہی کوئی ڈرانے والا آیا۔ سن لو! تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آگیا ہے۔ یاد رکھو! اللہ ہر بات پر قادر ہے ◉

یعنی ماننے والوں کو انعام دینے پر اور انکار کرنے والوں کو سزا دینے پر۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۱﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا : اے میری قوم ! اللہ کے اُس احسان کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا کہ تم میں نبی پیدا کئے ، اور تمہیں صاحبِ خدم وحشم بنایا ، اور تمہیں وہ کچھ دیا جو کسی دوسری قوم کو نہ دیا تھا ۔ اے میری قوم ! اُس ارضِ مقدس میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہے ۔ اور دیکھنا ! وقت آنے پر پیٹھ نہ دکھلا دینا ، ورنہ تم سب کچھ کھو کر ناکام واپس لوٹو گے ◉

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوكًا : اصحاب خدم وحشم (کشاف، جلالین وروح البیان) اس کے معنی جعلکم احراراً تملکون انفسکم (کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان وشوکانی) بھی ہو سکتے ہیں، یعنی تمہیں غلامی سے آزاد کرکے خود مختار قوم بنایا ۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں حکمران بنایا، یا تم میں کثرت سے بادشاہ پیدا کئے ۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

انہوں نے جواب میں کہا : اے موسیٰ ! اِس زمین میں تو بڑے جابر لوگ رہتے ہیں ۔ جب تک وہ اس سے نکل نہیں جاتے ۔ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے ۔ ہاں ، اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہو جائیں گے ◉

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا

ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غٰلِبُونَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۳﴾

ان لوگوں میں سے جو خوفِ خدا رکھتے تھے دو آدمیوں نے، جن پر اللہ نے عنایت کی تھی، کہا: ان لوگوں پر دروازہ کے راستہ سے حملہ کرو۔ اگر تم دروازہ میں داخل ہوگئے تو غالب آ گئے۔ اگر تم اللہ پہ ایمان رکھتے ہو تو اللہ پر توکل کرو ◉

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ من الذین یخافھم بنو اسرائیل (کشاف، بیضاوی، رازی وشوکانی) اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: ان لوگوں میں سے جن سے یہودی ڈرتے تھے دو آدمیوں نے کہا۔ دوسری قراءت يُخَافُوْنَ (کشاف، بیضاوی، رازی وشوکانی) ان معنوں کی تائید کرتی ہے یعنی وہ لوگ جن سے یہودی ڈرائے جاتے تھے، ان میں سے دو آدمیوں نے کہا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى إِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ أَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

وہ کہنے لگے: اے موسٰی جب تک یہ لوگ اس میں رہتے ہیں، ہم اس زمین میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے۔ اگر تجھے لڑنا ہی ہے تو جا تو اور تیرا رب ان سے لڑ۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں ◉

ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ روح البیان میں لکھا ہے: الفاء فصیحۃ ای اذا کان الامر کذالك فاذھب ...... الخ

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

اس پر موسیٰ نے اپنے ربّ سے کہا: اے میرے رب! مجھے تو صرف اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر اختیار ہے۔ تو ہمیں اس نافرمان قوم سے الگ کر دے ◉

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

اللہ نے کہا: ان لوگوں کی نافرنی کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ زمین چالیس سالوں کے لئے ان پر حرام قرار دے دی گئی ہے۔ اس عرصہ میں یہ لوگ زمین میں جابجا سرگرداں پھریں گے۔ تو انہیں اپنی نافرمانی کا مزہ چکھنے دے، اور اس سرکش قوم کے حال پر افسوس نہ کر ◉

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ رُوح البیان میں لکھاہے: فندم علی دعائہ علیھم فقیل لا تندم فانھم احقاء بذالك لفسقھم۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۗ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۗ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۸﴾

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۰﴾ ۚ

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۱﴾

اے رسول! انہیں آدم کے دو بیٹوں کا صحیح صحیح حال سُنا جب ان دونوں نے قربانی کی، اور ایک کی قربانی تو قبول کر لی گئی، لیکن دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔

اس نے جس کی قربانی قبول نہ کی گئی تھی دوسرے سے کہا: میں تجھے قتل کرکے رہوں گا۔

دوسرے نے کہا: اللہ صرف ان لوگوں کی قربانی قبول کرتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے اُٹھائے گا تو بھی میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے نہیں اُٹھاؤں گا۔ میں اللہ سے، جو تمام جہانوں کا رب ہے، ڈرتا ہوں۔ مجھے تو یہی منظور ہے کہ تو میرا گناہ بھی اُٹھائے اور اپنا گناہ بھی، اور اہلِ دوزخ میں سے ہو جائے۔ ظالموں کی یہی سزا ہے۔

لیکن اُس پر یہ نصیحت کارگر نہ ہوئی اور اُس کے نفس نے اُسے

اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ اُس نے اُسے قتل کر ڈالا اور دُنیا اور آخرت میں خائب و خاسر ہو گیا ◉

بِاِثْمِیْ سے مُراد بحذف مضاف باثم قتلی یعنی مجھے قتل کرنے کا گناہ بھی ہو سکتا ہے (کشاف، بیضاوی، رازی، ابن کثیر و شوکانی) یعنی تُو اپنے سابقہ گناہوں میں اس گناہ کا اضافہ بھی کر لے۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مجھ سے دانستہ یا نادانستہ جو گناہ سرزد ہوئے ہیں میرا مظلومانہ قتل ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ حدیث میں آیا ہے: یوم القیامۃ اخذ من سیّئات المظلوم وحمل علی الظالم کہ قیامت کے دن مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر لاد دیئے جائیں گے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۚڒ ﴿۳۲﴾

قتل کے بعد اسے سمجھ میں نہ آئے کہ اپنے بھائی کی نعش کا کیا کرے۔ تب اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدتا تھا تاکہ وہ ذ اسے دکھلائے کہ اپنے بھائی کی نعش کو کس طرح چھپائے۔

اس پر وہ کہنے لگا: ہائے افسوس! کیا میں اس کوے کے برابر بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی نعش چھپا دیتا؟ اور وہ اپنے بھائی کے قتل پر پشیمان ہوا ◉

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

يَبْحَثُ فِي الْاَرْضِ : کوا بہت عقلمند جانور ہے۔ جنگل میں یہ باقی جانوروں کو خطرہ سے آگاہ

کرتا ہے۔ جب کوّے نے دیکھا کہ ھابیل نعش کے سامنے حسرت و یاس کی تصویر بنا بیٹھا ہے تو اس نے اس کے سامنے زمین کریدنا شروع کر دی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات اس نے عادتًا کی ہو کیونکہ زمین کریدنا کوّے کی عادت میں شامل ہے، اور اس پر ھابیل کو خیال آگیا ہو کہ وہ کیوں نہ زمین کھود کر اس میں نعش دفن کر دے۔
لِیُرِیَهٗ کی ضمیر اللہ تعالیٰ اور غراب دونوں کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔ (بیضاوی و روح البیان)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

اِس واقعہ کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ جو شخص کسی آدمی کو قتل کرنے یا ملک میں بدامنی پیدا کرنے کے جُرم کے علاوہ کسی اور وجہ سے قتل کرے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے تمام نسلِ انسانی کو قتل کیا ہے، اور جو شخص کسی آدمی کو موت کے پنجے سے چھڑائے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے تمام نسلِ انسانی کو زندہ کیا ہے۔ اور ہم نے اسی بات پر اکتفا نہیں کی کہ بنی اسرائیل کے لئے یہ قانون بنا دیا، ہمارے اس عہد کی تاکید اور تجدید کے لئے ان کے پاس ہمارے رسول کھلے کھلے نشان لے کر آئے۔ لیکن ان کی گراوٹ کا یہ عالم ہے کہ اس کے باوجود ان میں سے اکثر زمین میں قتل و غارت کرتے رہتے ہیں ◉

وَمَنْ اَحْيَاهَا : اس میں قصاص بھی آجاتا ہے کیونکہ فرمایا وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَّا اُولِي الْاَلْبَابِ (۲ : ۱۸۰) اَحْيَاهَا میں رُوحانی زندگی دینا، عفو، ایسی دوائی ایجاد کرنا جو مُہلک بیماری کا علاج ہو سب چیزیں شامل ہیں۔

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ : ای بعد ما کتبنا علیھم ھٰذ التشدید العظیم وارسلنا الیھم الرسل تاکیداً للامر وتجدیداً للعھد (بیضاوی وروح البیان)

ثمّ للتراخی فی المرتبۃ والاستبعاد (شوکانی وروح البیان)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۳۴﴾

سُن رکھو! وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسُول سے جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد برپا کرنے کے لئے تگ و دَو کرتے رہتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان میں سے ایک ایک کو قتل کر دیا جائے یا زندہ صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ان کی اِس دُنیا کی رُسوائی کا سامان ہے، اور آخرت میں ان کے لئے ایک بہت بڑا عذاب مُقدّر ہے ◉

جُرم کی مختلف انواع ہو سکتی ہیں: قتل، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، مذہب کے نام پر یا سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے قتل و غارت کی ترغیب۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قتل، صلب اور قطع میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿٣٥﴾ ع ٥/٨/٩

البتہ وہ لوگ اس حکم سے باہر ہیں جو پیشتر اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کر لیں۔ یاد رکھو! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ توبہ حدود اللہ کو ساقط کرتی ہے، حقوق العباد کو ساقط نہیں کرتی۔ پس اگر تائب نے قتل کیا ہے تو مقتول کے ورثاء کا حق ہوگا کہ اسے قتل کریں یا اس سے دیت وصول کریں۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ جَاہِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿٣٦﴾

مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کے قرب کی راہیں تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم اپنے مقصد کو پا لو ◉

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَہُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَہٗ مَعَہٗ لِیَفۡتَدُوۡا بِہٖ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡہُمۡ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿٣٧﴾

يُرِيدُونَ اَنْ يَّخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۸﴾

رہے کافر، سو اگر ان کے پاس روئے زمین کا تمام مال ومتاع اور اتنا ہی اور مال قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کے لئے بطور فدیہ پیش کر دیں تو بھی یہ مال ان سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے۔ وہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں، لیکن وہ اس سے نکل نہیں سکیں گے۔ ان کے لئے ایک دائمی عذاب مقدر ہے ◉

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۹﴾

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۰﴾

چور کے، مرد کے بھی اور عورت کے بھی، ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ ان کے افعال کی سزا ہے، اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ یاد رکھو! اللہ ہر بات پر قادر ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔ لیکن جو شخص اپنے اس ظالمانہ فعل کے بعد توبہ کرتا ہے اور اپنے نفس کی اصلاح کر لیتا ہے اللہ اس کو معاف کر دے گا۔ یاد رکھو اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

امام رازی کہتے ہیں کہ بعض فقہاء کے نزدیک ملزم کے توبہ کرنے پر سزا ساقط ہوجاتی ہے۔ آیت کے ظاہری الفاظ ان معنوں کی تائید کرتے ہیں۔ پس حد صرف ایسی صورت میں عائد ہوگی جب ملزم توبہ نہیں کرتا یا توبہ کا اقرار کرکے اس پر عمل نہیں کرتا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ السارق اور السارقۃ میں ال عہد کے لئے ہے۔ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر ایک سارق پر حد نہیں لگائی جاسکتی۔ اُن کے نزدیک حد لگنے کے لئے ضروری ہے کہ مال مسروقہ کی مالیت ایک خاص رقم سے زیادہ ہو۔ اسی طرح یہ سوال بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ مالِ مسروقہ پر مدعی کا ناجائز تصرف تھا۔

مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن نے السارق اور السارقۃ کی تعریف نہ کرکے حکومتِ وقت کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ حالات کے مطابق اِن کی تعریف کرے۔ البتہ حکومت کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ تخفیف کا پہلو نظر انداز کردے۔ پہلی سزا پر توبہ کرنے والے کی سزا بہر حال ملتوی (Suspend) کرنا ہوگی۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

اے شخص! کیا تُو نہیں جانتا کہ آسمان اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◉

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ
وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ
فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ
اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۚۖ وَّ
لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۲﴾

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ
عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۳﴾

اے رسُول! تُو ان لوگوں کی وجہ سے دلگیر نہ ہو جو کُفر کے اظہار
میں جلدی کرتے ہیں، جو ان لوگوں میں سے ہیں جو مُنہ سے تو یہ
کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے لیکن اُن کے دِل ایمان سے عاری ہیں،
یا ان یہودیوں میں سے ہیں جو تیری باتیں صرف اِس لئے غور سے
سُنتے ہیں کہ ان کو جھٹلائیں یا تیری باتیں اِس لئے غور سے سُنتے

ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو ابھی تیرے پاس نہیں پہنچے باتیں بنا بنا کر بہکائیں، جو الفاظ کو اپنے مقام سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: اگر تمہیں اِس اِس طرح بات کہی جائے تو اس کو قبول کر لو، لیکن اگر اِس طرح نہ کہی جائے تو اس کے قبول کرنے سے اجتناب کرو۔

اے رسُول! اگر اللہ کسی کو فتنہ میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو تُو اسے کسی صُورت اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نہیں چاہتا کہ ان کے دل صاف کرے۔ ان کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب۔

یہ وہ لوگ ہیں جو جُھوٹ کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں اور کثرت سے حرام کھاتے ہیں۔

اگر یہ تیرے پاس اپنا کوئی جھگڑا لے کر آئیں تو تجھے اختیار ہے کہ تُو ان کا فیصلہ کر دے یا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔ اگر تُو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے گا تو یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ لیکن اگر تُو ان کے جھگڑے کا فیصلہ کرتا ہے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔ یاد رکھ! اللہ انصاف کرنے والوں سے پیار کرتا ہے ◉

مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا: بیان للسارعین. (جلالین وروح البیان)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ: ای سمّعون کلامك لیکذبوا علیك فیه (بیضاوی وروح البیان)

اِس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں: قابلون لما تفتریه الاحبار (بیضاوی وروح البیان) یعنی جو تیرے بارے میں کہی ہوئی جھوٹی باتوں کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں۔

سَمّٰعٌ فعّال کے وزن پر سامع کا اسم مبالغہ ہے۔ سَمْعٌ کے معنی سُننا اور قبول کرنا دونوں ہیں۔

سَمّٰعُوْنَ کی ضمیر یہودیوں کی طرف بھی جاسکتی ہے اور دونوں فریقوں یعنی یہود اور منافقین کی طرف بھی۔ مؤخرالذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اے رسُول! تُو ان لوگوں کی وجہ سے دلگیر نہ ہو جو کفر کے اظہار میں جلدی کرتے

ہیں جو مُنہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے لیکن ان کے دِل ایمان سے عاری ہیں، اور نہ یہودیوں کی وجہ سے دلگیر ہو۔ یہ لوگ تیری باتیں صرف اِس لئے غور سے سُنتے ہیں کہ ان کو جُھٹلائیں۔

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں: اور تیرے بارے میں کہی ہوئی جُھوٹی باتیں اِس لئے سُنتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو ابھی تیرے پاس نہیں پہنچے یہ باتیں سُنائیں۔

اَکّٰال یَا کل سے فعّال کے وزن پر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔

السُّحْت: ہر حرام چیز کو سُحت کہتے ہیں خواہ وہ کھانے کی ہو یا مالِ حرام ہو۔ (لین ولسان)

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۶

یہ کیا بات ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا قانون درج ہے یہ پہلے تو تجھے حَکَم بناتے ہیں اور العجب! ثم العجب!! کہ جب تو خود ان کی کتاب کے مطابق ان کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ تیرے فیصلہ سے رُوگردان ہو جاتے ہیں! حقیقت یہ ہے کہ یہ تورات پر یقین نہیں رکھتے ◉

یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کسی یہودی نے زنا کیا جس کی تورات کے مطابق سزا رجم ہے (استثناء ۲۲: ۲۷) یہود یہ سمجھ کر کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے مطابق کوڑوں کی سزا تجویز کریں گے معاملہ رسُولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تورات میں اس کے متعلق جو حکم ہے اس پر عمل کرو (رازی)۔

اِس آیت میں یہود پر طعن ہے کیونکہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کروانے اِس لئے نہیں آئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھتے تھے بلکہ وہ اِس طرح تورات کی سزا سے بچنا چاہتے تھے۔

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ : عطف على يحكّمونك داخل فى حكم التعجب وثم للتراخى فى الرتبة

(روح البيان)

مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ : ثم يعرضون عن حكمك الموافق لكتابهم (بیضاوی، جلالین و روح البیان)

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

تورات جس میں ہدایت اور نور ہے ہم نے نازل کی۔ ہمارے فرمانبردار انبیاء، علماء اور فقہاء یہود کے فیصلے اس کے مطابق کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر نگران تھے۔

پس اے یہود! تم جو اللہ کی کتاب کے وارث بنتے ہو! لوگوں سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو، اور میری آیات حقیر قیمت کے عوض فروخت نہ کرو۔ یاد رکھو! دراصل کافر وہی لوگ ہیں جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ◉

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : یعنی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی کتاب کی گواہی قبول

نہیں کرتے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ
بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ
بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۴۶﴾

ہم نے تورات[1] میں یہود کے لئے مندرجہ ذیل قانون مقرر کیا تھا: جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، اور کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت، اور ہر زخم کا قصاص۔ البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کی خاطر قصاص کا حق چھوڑ دے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔

یاد رکھو! دراصل وہی لوگ ظالم ہیں جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتے ◉

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ
هُدًى وَّنُورٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

---

[1] خروج ۲۱ : ۲۳ تا ۲۵ و احبار ۲۴ : ۲۱

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝٤٧ -

اور ہم نے صرف یہی نہیں کیا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء بھیجے تاکہ وہ ان میں توراۃ کو نافذ کریں، ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو ان انبیاء کے نقش قدم پر بھیجا۔ وہ اس توراۃ کی تصدیق کرتا تھا جو اس وقت موجود تھی۔ اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی، جس میں ہدایت اور نور تھا، اور جو اس توراۃ کی تصدیق کرتی تھی جو اس وقت موجود تھی، اور متقیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت کا باعث تھی ◉

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝٤٨

اہل انجیل پر فرض ہے کہ اللہ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ یاد رکھو! دراصل وہی لوگ فاسق ہیں جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ◉

اس آیت کے معنی ہیں کہ اہل انجیل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل کے مطابق فیصلہ کریں، یا اپنے باہمی جھگڑے انجیل کے مطابق فیصلہ کریں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور اے رسول! ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو سچائی پر مشتمل ہے، موجود الوقت کتب کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر محافظ ہے۔ پس تو لوگوں کے درمیان اُس قانون کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اس بارے میں نازل کیا ہے، اور لوگوں کی خواہشات کی پیروی میں اس سچائی سے جو تیرے پاس آئی ہے انحراف نہ کر۔

لوگو! ہم نے تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی شریعت اور دستور عمل مقرر کیا تھا۔ اگر اللہ چاہتا تو شروع ہی سے تمہیں ایک مذہب پر قائم کر دیتا لیکن اُس نے تمہیں مختلف ادوار اور مختلف ممالک میں مختلف دستور عمل دیئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس کے بارے میں تمہیں آزمائے۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ تم ایک ہی قوم اور ایک ہی ملت بن جاؤ۔ پس تمہیں چاہیئے کہ تم اس دین پر جمع ہونے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو جس میں تمام بھلائیاں جمع کر دی گئی ہیں۔ یاد رکھو! تم سب کو آخر کار اللہ ہی کے حضور لوٹ کر جانا ہے اور وہ تم پر تمہارے تمام اختلافات کی حقیقت آشکار کر دے گا ◉

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : لوگوں کے فیصلے اس حکم کے مطابق کر جو اللہ نے نازل کیا ہے، یعنی اہلِ تورات کا فیصلہ تورات کے مطابق اور اہلِ انجیل کا فیصلہ انجیل کے مطابق کر، اور یہ بات ان لوگوں پر نہ چھوڑ دے کہ جب چاہیں اپنی کتاب کے مطابق فیصلہ کروائیں اور جب چاہیں قرآن کے مطابق فیصلہ کروائیں۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ : ایھا الامم (جلالین)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً : فی جمیع الاعصار (بیضاوی و روح البیان)

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

خیرات، خیرۃ کی جمع ہے۔ خیرۃ کے معنی ہیں بھلی چیز، ایسی چیز جو خوبی، خوبصورتی یا سچائی کے اعتبار سے بہت بڑھ کر ہو۔ پس خیرات کے معنی ہوئے ایسا دین جو نیکوں کا مجموعہ ہے (۹۸ : ۴) ابنِ کثیر کہتا ہے کہ اس جگہ خیرات سے مراد قرآن ہے۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝۵۰

۔ اے رسول! ہم نے تجھ پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کے درمیان اس قانون کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اس بارے میں نازل کیا ہے۔ اور تو ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر، اور ان سے ہوشیار رہ کر کہیں یہ لوگ تجھے اس تعلیم کے بعض حصوں سے جو اللہ نے تم پر نازل کی ہے، روگرداں نہ کر دیں۔ یاد رکھ اگر وہ ہمارے احکام سے روگردانی کرتے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے۔ بات یہ ہے کہ

بہت سے لوگ اللہ کے نافرمان ہیں ◉

اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ: ای وانزلنا الیك الحکم ان احکم بینھم (املاء ورازی) اِس اعتبار سے اِس کا عطف کتاب پر ہے۔

اِس کا عطف بالحق پر بھی ہو سکتا ہے۔ اِس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اے رسُول! ہم نے تجھ پر یہ کتاب اِس لئے نازل کی ہے تاکہ تُو لوگوں کے درمیان اس قانون کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے اِس بارے میں نازل کیا ہے...

يَفْتِنُوكَ: يُضِلُّوكَ (جلالین)

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۗ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥١﴾ ع

کیا یہ لوگ جاہلیت کے زمانہ کا قانون رائج کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان لوگوں کے نزدیک جو ہر ایک بات کو بنظرِ غائر دیکھتے ہیں اللہ کے قانون سے بہتر کوئی اور قانون نہیں۔ ◉

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

اے مومنو! ان یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو شخص ان کو اپنا دوست بنائے گا وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ یاد رکھو! اللہ ان لوگوں کو

ہدایت نہیں دیتا جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ۝

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ: ال عہد کے لئے بھی ہو سکتا ہے، یعنی اُن سے مُراد وہ یہودی اور عیسائی ہیں جو مسلمانوں کے دشمن ہیں اور ان کے دین کا تمسخر اُڑاتے ہیں، اور اس سے استغراق کا فائدہ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، یعنی اس سے مُراد یہود اور عیسائی اقوام ہیں۔ قرآن کی ہر بات حکمت سے پُر ہے، گزشتہ تاریخ سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ قومی سطح پر ان کو دوست نہیں بنایا جا سکتا۔ تاہم مطابق آیت ۸۵، نصاریٰ میں سے شریف لوگوں سے تعاون مفید ہے۔

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿٥٣﴾

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٤﴾

اے رسُول! تُو دیکھے گا کہ وہ لوگ جن کے دِلوں میں مرض ہے ان کو دوست بنانے میں بڑی تیزی دکھاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم تو یہ احتیاط اِس لئے کر رہے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ قریب ہے کہ اللہ تمہاری فتح کے سامان پیدا کر دے یا اپنی کسی اَور فیصلہ کو جاری کر دے۔ اور یہ لوگ (اُن

شکوک پر نادم ہوں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھے ہیں ۞ اس وقت مومن یہ کہیں گے : کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کو ضامن ٹھہرا کر کڑی قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ؟ ان کا سب کیا دھرا ضائع ہو گیا اور وہ اپنی بازی ہار گئے ۞

يُسَارِعُونَ فِيهِمْ : فی موالاتھم (بیضاوی، جلالین، روح البیان، رازی وشوکانی)

يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ : ای ان ھذہ الخشیۃ ھی الحاملۃ لھم علی المسارعۃ (شوکانی)

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں : اس وقت مومن یہودیوں سے کہیں گے (بیضاوی، کشاف وروح البیان)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾

مومنو! تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے ارتداد کرتے (ہیں) ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی بجائے اللہ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرتے ہوں گے (جو) مومنوں کے مقابلہ میں حلیم ہوں گے اور کافروں کے مقابلہ میں سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے

نہیں ڈریں گے۔ یاد رکھو! یہ اوصاف اللہ کے فضل سے ملتے ہیں۔ اللہ
جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللہ بہت ہی فضل کرنے والا،
سب کچھ جاننے والا ہے ◉

ذٰلِكَ : ماتقدّم من الاوصاف (کشاف، بیضاوی، جلالین و رُوح البیان)

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۶﴾

تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں
جو نماز خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دینے میں
حلیم اور بُردبار ہیں ◉

وَهُمْ رٰكِعُوْنَ : متخشعون فی صلاتہم و زکاتہم (بیضاوی)

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۸/۱۲

وہ لوگ جو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کو دوست بناتے ہیں،
اللہ کی جماعت میں شامل ہیں۔ یاد رکھو! اللہ کی جماعت غالب آ کر
رہے گی ◉

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

مومنو! سابق اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جو تمہارے دین پر ہنستے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کفار کو دوست نہ بناؤ اگر تم سچے مومن ہو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ◉

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۹﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب تم لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے ہو یہ تمہاری اذان پر ہنستے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ◉

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۶۰﴾

اے رسول ان سے کہہ: "اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے صرف اس لئے نفرت کرتے ہو کہ ہم اللہ پر، اس کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتب پر جو ہم سے پہلے نازل ہوئیں ایمان رکھتے ہیں جبکہ تم میں سے اکثر اللہ کے باغی ہیں؟ ◉

وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ: معطوف علی اَنْ اٰمَنَّا، ای ما تنقمون منا الا الجمع بین ایماننا وبین تمردکم وخروجکم عن الایمان وفیہ ان المومنین لم یجمعوا بین الامرین المذکورین، فان الایمان من جہتہم والتمرد والخروج من جہۃ الناقمین۔ (شوکانی)

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۭ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ ﴿٦١﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: کیا میں تمہیں کچھ ان لوگوں کی بھی خبر دوں جن کو اللہ کے حضور سے ان لوگوں کے مقابلہ میں جن سے تم نفرت کرتے ہو بہت بڑا اجر ملے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر اس نے اپنا غضب نازل کیا، اور جن میں سے بعض کو تو اس نے بندر بنا دیا اور بعض کو سؤر، اور جو بتوں کے پجاری ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور جو سیدھے راستہ سے بالکل بھٹک چکے ہیں ◉

وَإِذَا جَآءُوكُمْ قَالُوٓا آمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦٢﴾

مومنو! جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کفر ہی کی حالت میں تمہارے پاس آتے ہیں اور کفر ہی کی حالت میں تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ اللہ اس منافقت کو جسے وہ چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے ◉

وَتَرٰى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ

اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

تُو دیکھے گا کہ ان میں سے اکثر گناہ اور سرکشی اور حرام خوری کی طرف
دوڑتے ہیں۔ کیا ہی بُرے ہیں ان کے افعال! ◉

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ
وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

آخر ان کے علماء اور فقہاء ان کو جھوٹ بولنے اور حرام خوری سے کیوں
منع نہیں کرتے؟ کیا ہی بُرے ہیں ان کے اطوار! ◉

اَلْاِثْمَ: الکذب (کشاف وجلالین) وتسمیة الکذب اثمًا لکون الکذب من جملة
الاثم۔ (مفردات) اسے علمِ بیان میں تسمیة الشیٔ باسم کلہ کہتے ہیں (مختصر المعانی: المجاز المرسل)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ
وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ
يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا
لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۵﴾

بعض یہودی کہتے ہیں: اللہ کا ہاتھ بندھا ہُوا ہے۔ ہاتھ تو خود انکے اپنے بندھے ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنے کُفر بکنے کے سبب ملعون ہو چکے ہیں۔ اس کا ہاتھ کہاں بندھا ہُوا ہے۔ اس کے تو دونوں ہاتھ کُھلے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ وحی جو تجھ پر تیرے ربّ کی طرف سے نازل ہوئی ہے ان میں سے اکثر لوگوں کو سرکشی اور کُفر میں بڑھا رہی ہے۔ اُن کے اس میلانِ طبع ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے باہمی عداوت اور دُشمنی ڈال دی ہے۔ جب بھی یہ رسُول کے خلاف جنگ کی آگ سُلگاتے ہیں اللہ اس کو بُجھا دیتا ہے۔ یہ زمین میں فساد بپا کرنے کے لئے تگ و دَو کرتے رہتے ہیں، لیکن اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ مُفسدوں[۱] کو پسند نہیں کرتا ◉

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۶﴾

اگر اہلِ کتاب رسُول پر ایمان لے آتے اور تقوٰی اختیار کرتے تو ہم ان کی بُرائیاں اِن سے دُور کر دیتے اور انہیں نعمتوں سے مالا مال باغوں میں جگہ دیتے ◉

وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ

[۱] باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ⁂ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

اِلَیۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَكَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ
اَرۡجُلِهِمۡ ؕ مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ سَآءَ
مَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۷﴾ ع ۹/۱۰ ۱۳

اگر وہ تورات اور انجیل اور اس وحی پر جو ان پر ان کے رب کی طرف
سے نازل ہوئی ہے پورا پورا عمل کرتے تو آسمانی اور زمینی نعمتوں سے
نوازے جاتے۔ بیشک ان میں بعض راست رو ہیں لیکن ان میں سے اکثر
بدعمل ہیں ◉

لَاَكَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ : یفیض علیھم برکات من السماء
والارض۔ (کشاف وبیضاوی)

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ
تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۶۸﴾

اے رسول! وہ پیغام جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا
ہے بلاکم وکاست لوگوں تک پہنچا دے۔ اگر تو ایسا نہیں کرتا تو سمجھ لے
کہ تو نے اس کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ
رکھے گا۔ اللہ کافروں کو اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں کرے گا ◉

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ : لایمکنھم ممّا یریدون بک۔ (کشاف، بیضاوی)

روح البیان)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٩﴾

کہہ: اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل اور اس وحی پر جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے پورا پورا عمل نہیں کرتے تمہارے دین کی کوئی حقیقت نہیں۔

اے رسول! یہ حقیقت ہے کہ وہ وحی جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے ان میں سے اکثر لوگوں کو سرکشی اور کفر میں بڑھا رہی ہے۔ پس ان کو اپنے اعمال کا مزہ چکھنے دے، اور اس کافر قوم پر افسوس نہ کر ◉

لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ : علی دین یعتد بہ حتی یسمیٰ شیئًا (کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان وجلالین)

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے فلا تحزن علیھم فان ضرر ذلک لاحق بھم (کشاف، بیضاوی و روح البیان)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۷۰﴾

پہلے انبیاء پر ایمان لانے والوں میں سے، یہودیوں اور نصاریٰ میں سے، جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل بجا لائیں گے قیامت کے دن ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم ہے اور صابی بھی اسی حکم میں شامل ہیں ◉

الصّٰبِئُوۡنَ، اِنَّ کے ماتحت نہیں آتا۔ اگر یہ اِنَّ کے ماتحت ہوتا تو الصَّابِئِین ہوتا جیسا کہ ۲ : ۶۲ میں ہے۔ پس آیت کی تقدیر ہے انّ الّذین اٰمنوا وَالّذین ھادوا والنصارٰی من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر وعمل صالحًا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون والصّابئون کذالك۔ (کشاف، بیضاوی، رازی و رُوح البیان)

یہ بھی جائز ہے کہ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا کی خبر محذوف لی جائے اور النَّصٰرٰی کو الصّٰبِئُوۡنَ پر معطوف لیا جائے اور مَنۡ اٰمَنَ کو ان دونوں کی خبر مانا جائے۔ (بیضاوی) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہونگے:
پہلے انبیاء پر ایمان لانے والوں میں سے اور یہودیوں میں سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل بجا لائیں گے، قیامت کے دن ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم۔ اور صابیوں اور نصاریٰ میں سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل بجا لائیں گے، قیامت کے دن ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا کی خبر مَنۡ اٰمَنَ لی جائے اور النَّصٰرٰی کو الصّٰبِئُوۡنَ پر معطوف مانا جائے اور اِنَّ کی خبر محذوف مانی جائے (شوکانی) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہونگے:
پہلے انبیاء پر ایمان لانے والوں میں سے اور یہودیوں میں سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل بجا لائیں گے قیامت کے دن ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔ اور یہی حال صابیوں اور نصاریٰ کا ہے۔

ترکیب اوّل کے اعتبار سے، نیز اس ترکیب کے اعتبار سے جو آیت ۲ : ۶۲ میں رکھی گئی ہے، مومنوں، یہودیوں، نصاریٰ اور صابیوں کی ترتیب ان کے ایمان کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔

ترکیب نمبر۲ و نمبر۳ کے اعتبار سے مومنوں اور یہودیوں کو ایک گروہ قرار دے کر اور صابیوں اور نصاریٰ کو دوسرا گروہ قرار دے کر ان کو ایک دوسرے سے ممیز کر دیا ہے۔ گویا ایک موحدوں کا گروہ ہے اور دوسرا مشرکوں کا۔

اِن مختلف تراکیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ ایک اعتبار سے (بروئے ترتیب ۱و ترتیب آیت ۲ : ۶۲) نصاریٰ صابیوں سے کم گمراہ ہیں کیونکہ وہ اہلِ کتاب ہیں، لیکن ایک اور اعتبار سے (بروئے ترتیب ۲و ۳) صابی نصاریٰ سے کم گمراہ ہیں کیونکہ نصاریٰ صرف نام کے اہلِ کتاب ہیں (آیت ۶۹) ورنہ وہ مسیح کو خدا کا درجہ دے کر خطرناک کفر کے مرتکب ہو چکے ہیں (آیت ۷۳)۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

دیکھو! ہم نے بنی اسرائیل سے ایک پختہ عہد لیا اور اس کی یاددہانی کے لئے ان کے پاس کئی رسول بھیجے۔ لیکن جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی تعلیم لے کر آیا جو ان کی خواہشات کے مطابق نہ تھی انہوں نے اس کا انکار کیا، چنانچہ بعض کو تو انہوں نے صرف جھٹلایا اور بعض کے قتل کے درپے ہو گئے ◉

كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ : جواب الشرط محذوف۔ کانّہ قیل کلّما جاءھم رسول منھم ناصبوہ (کشاف و رازی)

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

انہوں نے سمجھا کہ ان کے اس فعل پر انہیں کوئی سزا نہیں ملے گی۔ پس انہوں نے اپنی آنکھیں اور اپنے کان بند کر لئے۔ لیکن جب ان پر عذاب نازل ہوا تو انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ لیکن

اس کے بعد ان میں سے اکثر لوگوں نے پھر اپنی آنکھیں اور کان بند کر لئے۔ اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے ◉

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ : ای ثمّ تابوا فتاب اللہ علیھم (بیضاوی، جلالین و روح البیان) ثمّ کا عطف محذوف پر ہے۔ صاحبِ روح البیان کہتا ہے کہ وہ ایک لمبا عرصہ عذاب میں مبتلا رہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

بہت ہی ناشکرگزار ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں: مسیح ابنِ مریم ہی خدا ہے۔ حالانکہ مسیح نے تو کہا تھا: اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی۔ یاد رکھو! اللہ نے ان لوگوں پر جو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جنّت حرام کر دی ہے، ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ یہ ظالم دیکھیں گے کہ کوئی مدد کرنے والا انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا ◉

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ : یمنعونھم من عذاب اللہ (جلالین)۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

اور وہ لوگ بھی بہت ہی ناشکرگزار ہیں جو کہتے ہیں: اللہ تین میں سے ایک

ہے۔ یاد رکھو! کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں مگر ایک۔ اگر یہ لوگ اس
بات سے جو یہ کہتے ہیں باز نہیں آئیں گے تو ان میں سے ان لوگوں کو
جو کفر پر اصرار کرتے ہیں ایک دردناک عذاب ملے گا ◉

اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ : عیسائیوں میں سے بعض تو ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خدائی کا تمام کاروبار مسیح کو تفویض کر دیا ہے اور خود نعوذ باللہ ریٹائر ہو گیا ہے، اور بعض ایسے ہیں جو تثلیث کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک الوہیت اقانیم ثلاثہ پر مشتمل ہے جس میں سے ایک تو اللہ ہے، اور دوسرا مسیح۔ تیسرے کے متعلق پھر دو گروہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ تیسرا جزو مریم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح القدس ہے۔

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ : آیت کی ترکیب اِس طرح ہے :-

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ : مبتدا

خبر محذوف : ای موجود او للخلق او لکم او مستحق للعبادۃ وغیرہ

اِلَّآ اِلٰہٌ : اِلٰہٍ کا بدل

گویا آیت کے معنی ہوئے : کوئی معبود موجود نہیں، یا تمہارا کوئی معبود نہیں، یا عبادت کے لائق کوئی معبود نہیں، مگر ایک۔

مِنْ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :-

ا - مِنْ زائدہ ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے : کوئی معبود موجود نہیں مگر ایک۔ (رازی)

ب - مِنْ استغراق کے معنی دیتا ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے : کوئی وجود معبود کی صفات سے متصف نہیں مگر ایک۔ (رازی)

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷۵﴾

کیا اِس قدر افہام و تفہیم کے بعد بھی یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع نہیں
کریں گے اور اس کی بخشش طلب نہیں کریں گے حالانکہ اللہ بہت ہی بخشنے

والا بہت ہی رحم کرنے والا ہے؟

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ : الفاء للعطف علی المقدر (شوکانی)

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۶﴾

مسیح ابن مریم فقط ایک رسول تھا اور بس۔ اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ اس کی ماں خدا کی سچی پرستار تھی۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ! ہم ان لوگوں کے لئے کس طرح کھول کھول کر دلائل بیان کرتے ہیں۔ اور پھر دیکھ کہ وہ کس طرح راہِ راست سے بھٹک رہے ہیں ◉

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ : ابنِ مریم کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ جو ماں کے پیٹ سے نکلا اور خونِ حیض کھاتا رہا کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ : علامہ رازی کہتے ہیں ان المراد بکونہا صدیقۃ غایۃ بعدھا عن المعاصی وشدۃ جدھا واجتھادھا فی اقامۃ مراسم العبودیۃ یعنی صدیقہ سے مراد ہے کہ وہ گناہ گار نہ تھی بلکہ عبدیت کی رسم و راہ کی پوری پوری پابند تھی۔

طرزِ کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ اصل مقصد یہ کہنا ہے کہ اس کی ماں تھی ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ عبودیت اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ : اس میں پھر مسیح کی الوہیت پر کاری ضرب لگائی گئی ہے کہ وہ کیسا خدا ہے کہ جس مٹی سے وہ بنا تھا وہ بھی تحلیل پذیر تھی اور خود اس کا اپنا وجود بھی تحلیل پذیر تھا یعنی پیدائش کے بعد اس میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں آگئی تھی کہ کہہ سکیں کہ وہ ایک نیا وجود بن گیا تھا اور ماں کے وجود سے اس کو کمزوری اور موت

کا ورثہ نہیں ملا تھا۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۷﴾

اے رسول! ان سے کہہ: کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان بے جان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں نہ تمہارے نقصان پر اختیار ہے نہ نفع پہنچانے پر۔ اس کے برعکس اللہ وہ ذات ہے جو سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے ◉

مَا کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اے عیسائیو! تم محض مُردہ پرستی کر رہے ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کامل علم کامل قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ پس آیت کے معنی ہیں: مسیح نہ تو تمہاری دعا سنتا ہے نہ تمہارے متعلق کچھ جانتا ہے، ایک جسد بے جان ہے جو تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔ لیکن اس کے برخلاف اللہ تمہاری دعا سنتا ہے اور تمہارے تمام معاملات میں کامل قدرت رکھتا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰ / ۱۴

اے رسول! ان سے کہہ: اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو، اور ان لوگوں کی من گھڑت باتوں کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور کئی اوروں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور اب پھر سیدھے راستہ سے بھٹک چکے ہیں ◉

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٩﴾

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٨٠﴾

بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی داؤد اور عیسٰی کی بددعا کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے محروم کر دیئے گئے۔ ان پر یہ وبال اس لئے نازل ہوا تھا کہ انہوں نے سرکشی کی اور سرکشی کو اپنا دستور بنا لیا۔ وہ ایک دوسرے کو ان بد افعال سے جو وہ کیا کرتے تھے منع نہیں کرتے تھے کیا ہی بُرے تھے وہ افعال جو وہ کرتے تھے!

عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ ای بدعوتہ (طبری) یہاں زبان کو جو دعا کا آلہ ہے دعا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس صنعت کو تسمیۃ الشئی باسم آلتہ کہتے ہیں (دیکھو مختصر المعانی: المجاز المرسل)

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾

تُو دیکھے گا کہ ان میں سے اکثر مومنوں کے مقابلہ میں کافروں کو دوست رکھتے ہیں۔ کیا ہی بُرے ہیں وہ اعمال جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کہ اللہ

ان سے ناخوش ہوا اور ایک دائمی عذاب ان کا مقدر بن گیا ◉

یتولّون الذین کفروا : بغضاً لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمومنین (بیضاوی)۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اگر وہ اللہ پر، اللہ کے نبی پر اور اس کتاب پر جو اس پر نازل کی گئی ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نافرمان ہیں ◉

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۳﴾

الجزء ۷

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾

تُو دیکھے گا کہ تمام لوگوں میں سے مومنوں کے اشد ترین دشمن یہودی اور مُشرک ہیں۔ اور تُو دیکھے گا کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں دوستی کے اعتبار سے ان کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں علم دوست اور اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہیں۔ اور پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ تُو دیکھے گا کہ جب وہ ان باتوں کو سُنتے ہیں جو اللہ کے رسُول پر نازل ہوئیں تو حقیقت سمجھ لینے کی وجہ سے اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں

وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، ہمارا شمار ان لوگوں میں کر جنہوں نے حق کو علی الاعلان حق کہہ دیا۔

اور وہ کہتے ہیں: ہمارے لئے یہ کیونکر جائز ہے کہ ہم اللہ پر اور اس سچائی پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں جبکہ ہم اس بات کی آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں زمرہ صالحین میں داخل کرے ◉

قَسّ کے معنی ہیں: کسی چیز کے پیچھے جانا۔ قِسّیس اس سے اسمِ صفت ہے۔ اس کے معنی عالم اور پادری کے ہیں۔

رُھبان، راھب کی جمع ہے۔ راھب کے معنی ہیں: ڈرنے والا یعنی متقی۔ یہ لفظ اکثر مسیحی عابدوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو اللہ کی عبادت کی غرض سے تارک الدنیا ہو جاتے ہیں۔

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۶﴾

ان کے اس اعتقاد کی وجہ سے اللہ ان کو ایسے باغات عطا کرے گا جن
نہروں سے شاداب ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، نیکوکاروں کا یہی اجر
ہے ◉

قال کے معنی اعتقد بھی ہیں چنانچہ کہتے ہیں ھٰذا قول فلان ای معتقدہ (کشاف، بیضاوی و
روح البیان نیز دیکھو مفردات، لسان، اقرب ولین)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۷﴾ ع ۱۱/۹

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر پر اصرار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، سو
وہ جہنم کے مکین ہیں ◉

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۸﴾

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ
اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

مومنو! ان پاک چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار نہ دو جو اللہ نے تم پر
حلال کی ہیں، لیکن اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ یاد رکھو! اللہ ان لوگوں
سے محبت نہیں کرتا جو اس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔

اور حلال اور پاک چیزیں جو اللہ نے تمہیں عنایت کی ہیں کھاؤ، اور
اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس پر تمہارا ایمان ہے ◉

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

اللہ تمہاری لایعنی قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ لیکن ان قسموں کے توڑنے پر مؤاخذہ کرے گا جنہیں پورا کرنے کا تم عہد کر چکے ہو۔ اگر تم کوئی ایسی قسم توڑو تو اس کا کفارہ دس مساکین کو ایسا کھانا کھلانا ہے جو بالعموم تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا اِن کو کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ جس کو یہ میسر نہ ہو وہ اپنا کفارہ تین روزے رکھ کر ادا کرے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم کھاؤ اور اُن کو توڑ دو۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اللہ اس طرح تمہارے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو ◉

اَوْسَط کا لفظ نوع کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور مقدار کے لئے بھی (بیضاوی و روح البیان)۔ اگر مقدار مراد لی جائے تو ترجمہ ہوگا: اتنا کھانا جو بالعموم تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو۔ اگر دونوں باتیں لے لی جائیں تو کچھ حرج نہیں۔

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ: فکفارتہ صیام ثلاثۃ ایام (بیضاوی، جلالین و روح البیان)

اِذَا حَلَفْتُمْ: وحنثتم (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی وروح البیان)

لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ: شکر اس لئے کرو کہ ایک تو قسم توڑنے کا کفارہ مقرر کر دیا تاکہ تم آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ اور پھر کفارہ بھی ایسا مقرر کیا کہ اس سے تمہارے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۱﴾

مومنو! شراب، جوا، بت پرستی اور تیروں سے فال لینا بہت گندے اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچے رہو تاکہ تم اپنے مقصد کو پا سکو ◉

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۲﴾

شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پس کیا تم باز آؤ گے بھی! ◉

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۳﴾

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو۔ اگر تم رسُول کی اطاعت سے مُنہ پھیرو گے تو تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ ہمارے رسُول کا فرض تو صرف ہمارے پیغام کو وضاحت کے ساتھ پہنچانا ہے ◉

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ: فاعلموا انکم لم تضروا الرسول (کشاف وبیضاوی)

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۴﴾ ع ۱۲/۲

ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں، بشرطیکہ وہ حرام چیزوں سے بچے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل بجا لائیں، اور پھر اپنے ایمان میں اور آگے بڑھیں اور اللہ کا تقوٰی اختیار کریں اور ایمان کے اعلیٰ درجہ پر قائم ہو جائیں، اور پھر اپنے ایمان میں اور آگے بڑھیں اور اللہ کا تقوٰی اختیار کریں اور نیک اعمال فطرتی جوش کے ساتھ ادا کریں۔ یاد رکھو! اللہ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے ◉

اٰمَنُوْا: ثبتوا علی الایمان (کشاف وبیضاوی)

وَاَحْسَنُوْا: حسن کے معنی خوبصورت اور اچھے کے ہیں۔ پس اس کے معنی ہیں پسندیدہ اعمال بجا لائیں یا ایسے اعمال بجا لائیں جو خود ان کو پسندیدہ معلوم ہوں، یعنی ان کی فطرت نیک اعمال پر قائم ہو جائے اور ان اعمال کے سوا کسی دوسرے عمل پر راضی نہ ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۵﴾

مومنو! اللہ تمہیں ایک حقیر سی بات کے ذریعہ آزمائے گا یعنی اس شکار کے ذریعہ جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا تاکہ وہ جان لے کہ کون دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہے۔ یاد رکھو! جو اس حکم کے بعد سرکشی کرے گا اس کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ : یا: تاکہ وہ جان لے کہ کون اللہ کو بن دیکھے اس سے ڈرتا ہے۔ غیب کے معنوں کی تفصیل کے لئے دیکھو نوٹ زیر آیت ۲ : ۴۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۶﴾

مومنو! احرام کی حالت میں کوئی جانور شکار نہ کرو۔ اگر تم میں سے کوئی
عمداً بحالتِ احرام میں شکار کرے گا تو اسے ایسی کا معاوضہ (اس جانور) کے
سے جو اس نے شکار کیا ملتے جلتے چوپائے کی صورت میں ادا کرنا ہوگا
جس کا فیصلہ تم میں سے دو باانصاف شخص کریں گے اور جو قربانی کے
لئے کعبہ تک پہنچایا جائے گا یا اسے اس کے معاوضہ میں بطور کفارہ
مساکین کو کھانا کھلانا ہوگا، یا مساکین کی تعداد کے مطابق روزے رکھنا
ہوگا تاکہ اپنے کئے کی سزا بھگت لے
جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ لیکن جو کوئی
پھر ایسی حرکت کرے گا اللہ اس کو سزا دے گا یاد رکھو اللہ ہر چیز
پر غالب ہے۔ سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے ۞

اَنْتُمْ حُرُمٌ کے معنی قد دخلتم الحرم بھی ہو سکتے ہیں (رازی) نیز دیکھو نوٹ زیر آیت ۵ : ۲۔ اس اعتبار سے معنی ہوں گے: حرم کے اندر شکار نہ کرو۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ: یعنی جتنی مالیت کا جانور ہو اس سے جتنے مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلایا جاسکے کھلائے۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۷﴾

تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لئے دریائی جانوروں کا شکار اور
دریائی خوراک حلال قرار دی گئی ہے۔ لیکن جب تم احرام کی حالت میں ہو،
تو تمہارے لئے خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار

کرو جس کے حضور تمہیں حشر کے بعد اکٹھا کیا جائے گا ۞

عربی زبان میں بحر کا لفظ سمندر، دریا اور پانی کے وسیع خطہ کے لئے خواہ وہ ساکن ہو یا جاری استعمال ہوتا ہے۔ (لین، لسان و اقرب)

صَیْد مصدر ہے اس کے معنوں میں شکار کرنا اور شکار کیا ہوا جانور (یعنی مصید) دونوں آجاتے ہیں۔ اکثر علماء نے صید البحر کے معنی پانی کے جانوروں کا شکار کرنا اور اس شکار کا کھانا کئے ہیں۔ ان کے نزدیک طَعَامُهٗ میں ضمیر بحر کی طرف راجع ہے یعنی طَعَامُهٗ کے معنی طَعَامُ الْبَحْرِ ہیں اور آیت کی تقدیر ہے: و احل لکم طعام البحر یعنی تمہارے لئے پانی کے جانوروں کا کھانا بھی جائز ہے یعنی ان کا جن کو تم شکار نہیں کرتے بلکہ انہیں سمندر زندہ یا مردہ خود بخود باہر پھینک دیتا ہے، یا جو سمندر کا پانی ہٹ جانے کی وجہ سے یا تالاب وغیرہ سوکھ جانے کی وجہ سے پکڑ لئے جاتے ہیں۔ (دیکھو بیضاوی، طبری، املاء، رازی، جلالین و روح البیان)

بعض کے نزدیک طَعَامُهٗ میں ضمیر الصَّیْد کی طرف پھرتی ہے لیکن یہ معنی کمزور ہیں کیونکہ اول تو یہ تخصیص بعد التعمیم ہے اور بقول شوکانی تکلف لا وجہ لہ ہے، دوسرے یہ کہ ان معنوں کے اعتبار سے ان حلال جانوروں کے کھانے کے بارے میں جنہیں سمندر خود بخود باہر پھینک دے یا جو پانی کے ہٹ جانے یا تالاب وغیرہ کے سوکھ جانے کی وجہ سے تصرف میں آجائیں کوئی وضاحت قائم نہیں ہوتی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ طعام کا لفظ جانور، سبزی اور ہر قسم کی خوراک پر حاوی ہے۔

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حالتِ احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا منع ہے یا ان کا کھانا بھی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے صَیْد کے معنوں میں شکار کرنا اور شکار کیا ہوا جانور دونوں آتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مُحرِم (احرام باندھنے والے) کے لئے شکار کھانا جائز ہے بشرطیکہ شکار کسی دوسرے شخص نے کیا ہو اور وہ شکار اس کے لئے نہ کیا گیا ہو (رازی)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مُحرِم کے لئے شکار کھانا جائز ہے بشرطیکہ شکار اس کی مدد سے یا اس کے ایماء پر نہ کیا گیا ہو (رازی)۔

(اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو فعل کسی کی مدد یا ایماء سے کیا جاتا ہے وہ اس کا اپنا ہی فعل تصور ہوتا ہے)

بیضاوی نے اس بارے میں مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے: لحم الصید حلال لکم مالم تصطادوه

او یُصَدْ لکم یعنی ایسے شکار کا گوشت تمہارے لئے کھانا جائز ہے جو نہ ہی تم نے خود مارا ہوا اور نہ ہی تمہاری خاطر مارا گیا ہو۔

یہاں یہ نکتہ نکلتا ہے کہ جو قانون لوگوں پر پابندی عائد کرتا ہے اس کی تشریح کرتے وقت الفاظ کے معنوں کو محدود کیا جائے گا۔ (جیسا کہ اِس جگہ صَید کے معنی صرف شکار کرنا کئے گئے ہیں)، لیکن جو قانون لوگوں کو کوئی ڈھیل دیتا ہے اس کی تشریح کرتے وقت معنوں میں وسعت اختیار کی جائے گی (جیسا کہ احل لکم صَید البحر میں صید کے معنی شکار کرنا اور شکار کیا ہوا جانور دونوں لئے گئے ہیں)۔

بعض علماء مُحرِم کے لئے شکار کئے ہوئے خشکی کے جانور کا کھانا ہر صورت میں منع سمجھتے ہیں (رازی)۔ لیکن صحیح مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے دین میں یُسر ہے عُسر نہیں۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اللہ نے کعبہ کو جو بیت الحرام ہے اور ماہِ حرام کو اور قربانی کے جانوروں کو اور قربانی کے ایسے جانوروں کو جنہیں نشانی کے طور پر ہار پہنائے گئے ہوں لوگوں کے معاشرہ کے قیام کا باعث بنایا ہے۔ اللہ نے یہ قانون اِسلئے بنایا ہے کہ تم جان لو کہ اللہ آسمان اور زمین کے تمام بھیدوں کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے ◉

الشَّھْر: جنس کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اِس صورت میں اِس کے معنی اَشْھُرالحُرم ہوں گے جو کہ عربوں کے دستور کے مطابق ذوالقعد، ذوالحج، المُحَرّم اور رجب تھے۔

قِیٰمًا لِّلنَّاسِ: ای قوامًا لھم یقوم بہ معاشھم ومعادھم (مفردات)۔ مفردات نے

اس کے معنی لوگوں کے لئے اٹل قانون بھی کیا ہے۔
بیت الحرام اور ماہِ حرام میں خون خرابہ کو سختی سے روکا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو معاشرہ کے لئے امن کا ضامن ہے۔ عربوں نے ذوالقعدہ، ذوالحج، المحرم اور رجب کو اشہر الحرام قرار دیا تھا۔ قرآن نے اشہر الحرام کی تخصیص نہیں کی پس عالمی ادارہ World Body کے لئے جائز ہے کہ جنگ و جدال کو روکنے کے لئے بعض یا تمام مہینوں کو اشہر الحرم قرار دیدے۔ مسلمانوں پر ایسے تمام قوانین کی پابندی لازم ہوگی جو امن کی ضمانت دیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾

جان لو! اللہ ان لوگوں کے لئے جو اس کے محارم کا لحاظ نہیں کرتے شدید العقاب ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جو اس کے محارم کی حفاظت کرتے ہیں بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: وعيد ووعد لمن هتك محارمه ولمن حافظ عليها (بیضاوی)۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ہمارے رسول کا کام صرف اتنا ہے کہ ہمارا یہ پیغام تم تک پہنچا دے۔
رہا تمہارا ردِعمل سو خواہ تم کوئی بات علانیہ کرو خواہ چھپ کر کرو۔
اللہ اسے جانتا ہے ◉

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ: من تصديق وتكذيب (بیضاوی)۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۳ / ۳

اے رسول! ان سے کہہ دے: اگرچہ تمہیں برائی کی کثرت سے تعجب ہو، برائی اور نیکی برابر نہیں۔ پس اے اصحاب عقل و دانش! برائی کی کثرت سے دل برداشتہ نہ ہو بلکہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم اپنی مراد کو پا لو۞

خبیث اور طیب کے معنی برائی اور اچھائی بھی ہوسکتے ہیں اور اچھے یا برے آدمی یا اعمال یا اشیاء بھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۲﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿۱۰۳﴾

اے مومنو! ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کے بارے میں اگر تمہیں واضح حکم دے دیا جائے تو یہ تمہارے لئے تکلیف کا باعث ہو، کیونکہ اگر تم ان چیزوں کے بارے میں اس وقت سوال کروگے جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تمہیں واضح حکم دے دیا جائے گا۔ اللہ نے ان اشیاء کے

بارے میں واضح حکم دینے سے اغماض کیا ہے۔ اللہ بہت ہی بخشنے والا، سزا دینے میں دھیما ہے۔ یاد رکھو! تم سے پہلے بھی ایک قوم نے اسی طرح مسئلے پوچھے تھے۔ پھر جب ان کو واضح احکام مل گئے تو ان احکام سے رُوگردانی کے سبب وہ کافر ہو گئے ◉

عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا: یا: اللہ نے گزشتہ کو معاف کر دیا ہے۔

سَاَلَھَا: الضمیر للمسئلۃ (بیضاوی و رُوح البیان)

بِھَا: بترکھم العمل بھا (جلالین) بسببھا (بیضاوی و رُوح البیان)

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اللہ نے نہ بحیرہ بنانے کا حکم دیا ہے نہ سائبہ بنانے کا نہ وصیلہ بنانے کا اور نہ حامی بنانے کا۔ ان باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنے میں کافروں نے اللہ کی طرف ایک جھوٹی بات منسوب کی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ◉

بَحِیرہ، بحر سے فعیلۃ کے وزن پر اسم مفعول مؤنث ہے۔ بَحَرَ کے معنی ہیں اس نے چیرا۔ جہلائے عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی اُونٹنی پانچ بچے دیتی اور اُس کا آخری بچہ نر ہوتا تو وہ اُس اُونٹنی کے کان چیر دیتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے، نہ اُس سے نقل و حمل کا کوئی کام لیتے اور نہ اس کا دُودھ پیتے۔ ایسی اُونٹنی کو وہ بحیرہ کہتے تھے (بیضاوی و رُوح البیان)۔

سَابَ کے معنی ہیں وہ تیز چلا، دوڑا۔ سَیَّبَ الدَّابَّۃَ کے معنی ہیں اُس نے مویشی کو چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔ سَائِبَہ ایسے مویشی کو کہتے ہیں جسے بغیر چرواہے کے چرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے (لغات)۔

جُہلائے عرب کا دستور تھا کہ وہ مَنّت مانتے تھے کہ اگر بیماری سے شفاء پا گئے یا سفر سے واپس آ گئے تو ایک اُونٹ یا اُونٹنی کو آزاد چھوڑ دیں گے۔ ایسے آزاد چھوڑے ہوئے جانور کو سائبہ کہتے تھے۔ بعض دفعہ کوئی جانور بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اسے بھی سَائِبَہ کہتے تھے۔ بعض دفعہ جب کوئی اُونٹنی دس مادہ بچے جنتی تو اُسے کُھلا چھوڑ دیا جاتا ایسی اُونٹنی کو بھی سَائِبَہ کہتے تھے۔ سَائِبَہ کے وہی حقوق ہوتے تھے جو بَحِیرہ کے تھے (رازی)۔

وَصِیْلَة: وَصَلَ کے معنی ہیں وہ اس سے مِلا۔ جہلائے عرب کا دستور تھا کہ اگر کوئی بکری مادہ بچہ جنتی تو وہ اُسے رکھ لیتے اور اگر نر بچہ جنتی تو اُسے بُتوں کے نام پر ذبح کر دیتے۔ اور اگر ایک نر اور ایک مادہ جنتی تو وہ کہتے وصلت اخاھا یعنی مادہ اپنے نر سے مل ہے اور اس مادہ کی وجہ سے نر کو ذبح نہ کرتے۔ وہ ایسے مادہ بچے کو وصیلہ کہتے تھے۔ وَصِیْلَةٌ کا لفظ فعیلة کے وزن پر فاعلة کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ اُس اُونٹنی کے لئے بولتے ہیں جو لگاتار مادہ بچے جنے (شوکانی)۔

حماہُ کے معنی ہیں اُس نے اسے حرام قرار دیا۔ حَامٍ قَاضٍ کے وزن پر اس سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسا سانڈ اُونٹ جس نے اپنے اُوپر سواری حرام قرار دے رکھی ہو۔ جب کسی اُونٹ کی صلب سے دس بچے پیدا ہوتے تو جہلائے عرب اُس اُونٹ کو آزاد چھوڑ دیتے اور اُس سے کوئی کام نہ لیتے اور کہتے قد حمی ظھرہ یعنی اس کی پیٹھ حرام ہو گئی ہے۔ وہ ایسے اُونٹ کو حَامٍ کہتے تھے۔ وہ جہاں چاہتا چرتا، جہاں چاہتا پانی پیتا (بیضاوی و روح البیان)

وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ : بتحريم ذلك ونسبته الى الله (بیضاوی، جلالین، رازی و رُوح البیان)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اپنی لکیر کو چھوڑو اور اس تعلیم کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں:

تمہارے لئے وہی طریق کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے ہوئے پایا۔

لیکن کیا وہ اپنے باپ دادا کی لکیر کو پیٹتے رہیں گے اگرچہ وہ جاہلِ مطلق ہوں اور ہدایت سے نابلد؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ
ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۶﴾

اے مومنو! اپنے نفوس کی اصلاح کرو۔ اگر تم نے ہدایت پالی تو وہ شخص جو گمراہ ہو گیا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم سب کو بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے سب اعمال کا ماحصل کھول کھول کر بیان کر دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ
آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ
فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ
الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ

ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کرنا چاہے تو اس کی وصیت کے وقت تم اپنے میں سے دو انصاف پسند لوگوں کو گواہ بنا لو لیکن اگر تمہیں موت کا سانحہ سفر کی حالت میں پیش آجائے تو جائز ہے کہ تم غیروں میں سے دو انصاف پسند لوگ گواہ بنا لو۔ اگر تمہیں گواہوں کی دیانت کے بارے میں شک ہو تو تم ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں: ہم سچی گواہی کو کسی قیمت پر ترک نہیں کریں گے اور اسے ضرور دیں گے اگرچہ اس کا اثر ہمارے قریبی رشتہ دار پر پڑتا ہو۔ ہم اس شہادت کو جس کا دینا اللہ کا حکم ہے نہیں چھپائیں گے۔ یقیناً اگر ہم کوئی ایسی حرکت کریں گے تو گناہ گار ہوں گے ●

اِنِ ارْتَبْتُمْ: ان ارتاب فیھا الوارث منکم بخیانۃ (روح البیان ج ۲)

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

پھر اگر یہ معلوم ہو کہ ان دونوں گواہوں نے جھوٹ بول کر گناہ کا ارتکاب کیا

کیا ہے تو ان کی جگہ ان لوگوں میں سے جن کی ان دونوں نے جو گواہی دینے کے زیادہ نااہل تھے حق تلفی کی کوشش کی تھی دو اور گواہ کھڑے ہو جائیں اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں: ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی اور قابلِ قبول ہے۔ ہم نے اپنی گواہی میں حق سے قطعاً تجاوز نہیں کیا۔ یقیناً اگر ہم حق سے تجاوز کریں گے تو ظالم ٹھہریں گے ◉

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۴ ۸

یہ طریق اختیار کرنے سے اس بات کا زیادہ امکان ہو گا کہ گواہ سچی سچی گواہی دیں، یا کم ازکم ان کو یہ خوف تو دامنگیر رہے گا کہ ان کی قسموں کے بعد اور قسمیں بھی لی جا سکتی ہیں۔ لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے احکام کو گوشِ ہوش سے سنو۔ یاد رکھو! اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا ◉

وَاسْمَعُوْا: مواعظ اللہ ای اعملوا بہا (رازی)۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۰﴾

اُس دن کا دھیان کرو جب اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اور کہے گا: تمہیں کیا جواب ملا؟

وہ کہیں گے: ہمارا علم تو نہ ہونے کے برابر ہے تُو سب بھیدوں کو
سربسر جانتا ہے ◉

قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا لانك تعلم ما أظهروا وما اضمروا، ونحن لا نعلم الا ما أظهروا، فعلمك فيهم أنفذ من علمنا۔ فلهٰذا المعنى نفوا العلم عن انفسهم لان علمهم عند الله كلا علم (رازی)۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٠﴾

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ہاں اس دن کا دھیان کرو جب اللہ عیسٰیؑ ابن مریم سے کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسٰیؑ! ان انعام و اکرام کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کئے، کیونکہ میں نے تیری تائید رُوح القدس سے کی کہ تُو لوگوں سے عہدِ طفولیت اور جوانی میں یکساں دلائل و براہین سے کلام کرتا تھا، کیونکہ میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توراۃ سکھائی اور ایک بہت بڑی خوشخبری کا علم دیا، کیونکہ تُو نمدار مٹی سے طیور صفت لوگ پیدا کرتا تھا، پھر تُو ان میں نئی رُوح پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے اُڑنے لگتے تھے، کیونکہ تُو میرے حکم سے اندھوں کو اور کوڑھیوں کو چنگا کرتا تھا، اور میرے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا تھا، کیونکہ میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے اس وقت روک لیا تھا جبکہ تُو ان کے پاس کھلے کھلے نشان لے کر آیا تھا اور ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی کہنے لگے تھے: یہ تو کھلا کھلا جادو ہے۔ اور کیونکہ جب میں نے تیرے حواریوں سے کہا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے تجھے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور تُو گواہ رہ کہ ہم اللہ کے پورے پورے فرمانبردار ہیں ◉

کَلَّمَ کے معنی ہیں اس نے شدت سے کاٹا۔ کلام کا لفظ ایسے کلام پر بولا جاتا ہے جس میں دلائل و براہین ہوں اور جو غلط اندازِ فکر کو قطع کر دے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں تکلمہم فی الطفولۃ والکھولۃ علی سواء۔

اِنْجِیْل کے معنی خوشخبری کے ہیں۔ اس سے مراد رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری ہے جس کے تمام انبیاء اور اولیاء منتظر تھے۔

کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ: تخلق کی ضمیر کا حال بھی ہو سکتا ہے یعنی مٹی سے اس طرح تخلیق کرتا تھا جس طرح پرندہ کرتا ہے۔ نیز دیکھو نوٹ زیر آیت ۳: ۵۰۔

احیائے موتٰی جس شان سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے کسی اور نبی نے نہیں کیا۔ اس لئے

فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (۸ : ۲۵) کہ اے لوگو! جب تمہیں رسول اس چیز کی طرف پکارے جو تمہیں زندہ کرنے والی ہے تو اس کی اور اللہ کی بات سنو۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب حواریوں نے عیسیٰ سے کہا: اے عیسیٰ! ابن مریم! کیا تیرے رب کو یہ طاقت ہے کہ ہمارے لئے آسمان سے خوانِ نعمت نازل کرے؟

عیسیٰ نے کہا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر تم سچے مومن ہو تو جان لو کہ تمہارے لئے حصولِ مقصد کی یہی ایک راہ ہے ◉

اکثر نحویوں کا کہنا ہے کہ جواب شرط شرط سے پہلے نہیں آ سکتا۔ اس اعتبار سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کا جواب محذوف ہوگا۔ بہرحال یہ جائز ہوگا کہ یہ جواب اِتَّقُوا اللّٰهَ سے اخذ کیا جائے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (۶۵ : ۳'۴) یعنی جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسے ذرائع سے رزق دیتا ہے جو اس کے گمان سے باہر ہوں۔ حضرت مسیح نے حواریوں کے رزق کے مطالبہ میں ان کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ اگر تو حواریوں کا مطالبہ یہ تھا کہ آسمان سے بنا بنایا دسترخوان اترے تو حضرت مسیح کا جواب یہ تھا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، ایسے مطالبات ناجائز ہیں۔ اور اگر ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ان کو رزق کی فراوانی ملے تو جواب یہ تھا کہ اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے اور سچے مومن بن جاؤ گے تو خود بخود رزق کی راہیں تم پر کھول دی جائیں گی (رازی)۔

یہ قرآن کا اعجاز بیان ہے کہ ایک مختصر سے فقرہ میں سوال کی ہر دو انواع کا مکمل جواب دیدیا گیا ہے۔

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

انہوں نے کہا: ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اس خوان سے نوش جان کریں اور اس طرح ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ تُو نے جو کچھ ہم سے کہا ہے سچ کہا ہے اور ہم اس نشان کے گواہ ٹھہریں ◉

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

اس پر عیسٰی ابن مریم نے اللہ سے کہا: اے اللہ، ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل کر جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا موجب ہو اور تیری طرف سے تیری رحمت کا نشان ہو۔ تو ہمیں اپنی جناب سے رزق دے کیونکہ تُو ہی بہترین رزق دینے والا ہے ◉

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اللہ نے فرمایا: مَیں تم پر خوانِ نعمت نازل کروں گا۔ لیکن تم میں سے جو لوگ اس کے بعد ناشکری کریں گے مَیں اُنہیں ایسا عذاب دوں گا جو مَیں کسی

اور قوم کو نہیں دوں گا ◉

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٧﴾

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٨﴾

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٩﴾

ہاں اس دن کا دھیان کرو جب اللہ عیسیٰ سے کہے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے ان لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟

عیسیٰ جواب میں کہے گا ، پاک ہے تیری ذات۔ مجھے کیونکر زیبا ہے کہ کوئی ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں ۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے تجھے معلوم ہے۔ لیکن جو کچھ تجھے معلوم ہے مجھے کچھ معلوم نہیں۔ تو اور صرف تو علام الغیوب ہے۔ میں نے تو انہیں صرف وہی بات کہی تھی جس کے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا ، یعنی یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ جب تک میں ان میں رہا میں ان کا نگران تھا لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ تو ہر چیز کو جانتا ہے۔ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں لیکن اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو ہر بات پر قادر ہے، تیری ہر بات میں حکمت ہے ◉

مریم کا بیٹا کہہ کر اس کی الوہیت کی تردید کی ہے کہ وہ جو ماں کے پیٹ میں خون حیض کھاتا رہا کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔
تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ : ای تعلم معلوماتی ولا اعلم معلومك و هٰذا الکلام من باب المشاکلة کما هو معروف عند علماء المعانی و البیان (شوکانی و رازی)
یہاں نفس کے معنی عند کے ہیں (لین و اقرب) ۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲۰﴾

اللہ فرمائے گا : یہ وہ دن ہے کہ صادقوں کا صدق ان کے کام آئے گا۔ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جو بہتی ہوئی نہروں سے شاداب ہیں ۔ وہ ان

میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش۔
یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے ◉

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾ ع ۱۶

زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر صرف اللہ ہی
کی حکومت ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے ◉

سُورَةُ الْاَنْعَامِ

ربطِ آیات

آثار میں آتا ہے کہ یہ سُورۃ حضور فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک ہی بار نازل ہوئی۔

گزشتہ سُورتوں میں خطاب کا رُخ یہود و نصاریٰ کی طرف تھا کہیں کہیں مُشرکین کا ذکر بھی آجاتا تھا۔ اِس سُورۃ میں خطاب کا رُخ مُشرکین کی طرف ہے اور کہیں کہیں مضمون کی تکمیل کے لئے یہود و نصاریٰ کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اصل مضمون توحید کا بیان ہے۔

آیت ۲،۱:-

مائدہ کی آخری آیت میں یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان کی حکومت کا مالک صرف اللہ ہے۔ مالکِ حقیقی وہی ہو سکتا ہے جو خالقِ حقیقی ہو چنانچہ تسمیہ کے بعد پہلی آیت میں فرمایا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہی ہے جو ظُلمت و نُور کا بھی خالق ہے۔ اس میں زرتشتیوں کے باطل عقیدہ کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ اہرمن اور یزداں دُو خدا ہیں ایک ظُلمت کا خدا ہے اور دوسرا نُور کا۔ مائدہ کے آخر میں تثلیث Trinity of Godhead کے عقیدہ کی تردید کی تھی۔ انعام کے شروع میں دُو خداؤں Duality of Godhead کے عقیدہ کی تردید کی ہے۔

فرمایا: جب وہی خالق ہے تو کسی اَور کو اس کا ہمسر بنانے کی کیا گنجائش ہے۔

آیت ۳:-

فرمایا: اس نے زمین و آسمان ہی کو نہیں بنایا تمام انسانوں کا خالق بھی وہی ہے۔ اور جس طرح دُنیا کی ہر چیز کے لئے اس نے ایک اجل اور میعاد مقرر کر دی ہے اسی طرح اس نے نوعِ انسانی کے لئے ایک اجل اور میعاد مقرر کر دی ہے۔ یعنی جس طرح کائنات کی ہر ایک چیز فنا پذیر ہے اسی طرح انسان بھی فنا پذیر ہے لیکن انسان کے لئے اس نے ایک اَور اجل اور میعاد بھی مقرر کی ہے یعنی حیات بعد الموت۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ انسان شریعت کا پابند ہے پس معلوم ہُوا کہ وہ باقی کائنات سے مختلف ہے۔ شریعت

کی پابندی اور حیات بعد الموت کے عقیدہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے پس یہ مانتے ہوئے کہ انسان کے لئے کسی نہ کسی صورت میں شریعت اور قانون کی پابندی لازم ہے بعثتِ اخروی سے انکار کرنا عقلمندی کی علامت نہیں۔

آیت ۴ :-

جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسان کے لئے شریعت لازمی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو شریعت دینے کا حق کس کو پہنچتا ہے۔ فرمایا : وہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ گویا قانونِ شریعت دینے کا حق صرف اُس ہستی کو پہنچتا ہے جو انسان کے تمام بیرونی اور اندرونی محرکات سے واقف ہو اور چونکہ یہ ہستی صرف اللہ ہے اس لئے صرف اسے ہی حق پہنچتا ہے کہ انسان کے لئے شریعت نافذ کرے۔

آیت ۵ :-

فرمایا :- نفاذِ شریعت کے لئے اللہ تعالیٰ وقتاً بعد وقتٍ اپنے احکام نازل کرتا رہتا ہے لیکن انسانوں کا یہ حال ہے کہ جب کبھی اس کے احکام نازل ہوتے ہیں وہ انکار کرتے ہیں۔

آیت ۶ :-

فرمایا : اسی طرح جب رسولِ عربی فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم نے الحق یعنی کامل شریعت نازل کی تو لوگوں نے اس کا انکار کیا لیکن انہیں جلد ہی اپنے انکار کے نتائج معلوم ہو جائیں گے۔

آیت ۷ :-

فرمایا : یہ لوگ ہمارے احکام کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ ان کو زمین میں تمکنت حاصل ہے۔ لیکن کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے بھی کئی قوموں کو جنہیں زمین میں تمکنت حاصل تھی تباہ کر دیا تھا اور ان میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے بعد ایک نئی قوم کو کھڑا کر دیا۔

آیت ۸ :-

منکرین کے انکار نے کئی صورتیں اختیار کر لیں (قرآن کا قاعدہ ہے کہ اختصار کے پیشِ نظر اکثر سوال کو بیان نہیں کرتا صرف جواب پر اکتفا کرتا ہے جس سے سوال کی نوعیت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے) ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ رسول پر آسمان سے لکھی لکھائی کتاب نازل ہونی چاہئے تھی جسے ہم اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے۔ فرمایا: اگر ہم ایسا ہی کر دیں تو بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ یہ کھلا کھلا جادو ہے۔

آیت ۹ ، ۱۰ :-

دوسرا اعتراض انہوں نے یہ کیا کہ چاہیئے تھا کہ رسُول کے ساتھ ایک فرشتہ نازل ہوتا جو ہمیں انذار کرتا۔ فرمایا: اگر فرشتہ بھی آتا تو انسان کی شکل میں آتا اور جس بات کو وہ اُلجھانا چاہتے ہیں وہ پھر بھی ان کے لئے اُلجھی رہتی پس فرشتے کے آنے کا سوائے اس کے کوئی فائدہ نہ ہوتا کہ ان کو فوراً تباہ کر دیا جاتا۔

آیت ۱۱، ۱۲:-

فرمایا: اصل میں یہ تمام اعتراض حق معلوم کرنے کے لئے نہیں بلکہ استہزاء کے طور پر کئے جا رہے ہیں۔ پہلے رسُولوں کے ساتھ بھی اسی طرح استہزاء کیا گیا تھا جو حال ان استہزاء کرنے والوں کا ہُوا وہی تمہارا ہوگا۔

آیت ۱۳، ۱۴:-

پھر اصل مضمون کی طرف عَود کیا اور فرمایا: وہ زمین و آسمان کا مالک ہے۔ کُرّۂ سمٰوٰت کی وسیع رات میں جو کچھ ہے وہ بھی اسی کا ہے اور روشنی میں جو مخلوق بستی ہے اس کا بھی وہی مالک ہے۔ وہ رحیم ہے اُس نے قیامت اِس لئے بنائی ہے تاکہ تم اس کی صفتِ رحیمیت سے فائدہ اُٹھاؤ۔

آیت ۱۵:-

جب قیامت کی مُحکم دلیل دے دی تو دوبارہ شرک سے بچنے کو کہا۔ فرمایا: اے رسُول تو کہہ: کیا مَیں زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑ کر کسی اَور کو خدا بنا لوں جب کہ وہ ہماری تمام حاجتیں پُوری کرتا ہے اور اُسے کوئی حاجت نہیں۔ پھر فرمایا: شرک نہ صرف عقل کے خلاف ہے وحیٔ الٰہی بھی اِس کی تردید کرتی ہے۔

آیت ۱۶، ۱۷:-

فرمایا: اللہ کے احکام کا انکار کرنا عذابِ عظیم کو دعوت دیتا ہے جس طرح تم اُن کے قوانینِ قدرت کو توڑ کر تباہی مول لیتے ہو اسی طرح اس کے قوانینِ شریعت کو توڑو گے تو عذابِ عظیم میں گرفتار ہو جاؤ گے اور قیامت کے دن کوئی تمہیں اس کے عذاب سے بچا نہیں سکے گا۔

آیت ۱۸، ۱۹:-

آیت ۲ میں زرتشتیوں کے عقیدہ کی کہ اہرمن اور یزداں دو خدا ہیں تردید کی گئی تھی یہاں اُس کی تردید ایک اَور رنگ میں کی گئی ہے۔ فرمایا: اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف یا خیر پہنچائے تو اسے اس کے سوا کوئی اَور رد نہیں کر سکتا۔ اگر اہرمن اور یزداں علیحدہ علیحدہ خدا ہیں تو ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ میں کارفرما ہو۔ اگر اہرمن جو کہ ظلمت کا خدا ہے کوئی تکلیف پہنچاتا ہے تو یزداں کو کوئی اختیار نہیں کہ اس کے ضرر کو دفع کر دے لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ جب

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ تکلیف کو دُور کر دیتا ہے پس معلوم ہُوا کہ خیر و شر کا مالک وہی ہے۔

آیت ۲۰ :-

کفار نے توحید کے متعلق شہادت طلب کی تو فرمایا میں خود اللہ کو بطور گواہ کے پیش کرتا ہوں۔ اللہ کی گواہی اس کا قول اور فعل ہیں۔ جہاں تک فعل کا تعلق ہے تمام کائنات اس کی توحید پر گواہ ہے۔ ہر ایک چیز میں توحید پائی جاتی ہے۔ ذرے سے لے کر بڑے سے بڑا کرۂ سماوی مدور ہے۔ اور تمام کائنات ایک اور صرف ایک قانون کی پابند ہے۔ رہا اللہ کا قول تو قرآن اس کی توحید پر شاہد ناطق ہے۔

آیت ۲۱ :-

جب قرآن کا سوال آیا تو اس کے ساتھ ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا سوال بھی پیدا ہو گیا کیونکہ قرآن کی صداقت رسُول کی صداقت کو مُستلزم ہے۔ فرمایا تم اپنے بیٹوں کو محض اپنی بیوی کی شہادت پر اپنا سمجھتے ہو حالانکہ عین ممکن ہے کہ تمہاری بیوی جھُوٹ بولتی ہو لیکن قرآن ہے اور خود اپنے مُنجانب اللہ ہونے کی گواہی وہ شخص دے رہا ہے جسے خود تم سب نے صدیق اور امین کا خطاب دے رکھا ہے (یَعۡرِفُوۡنَہٗ میں ضمیر متصل منصوب قرآن کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور رسُول کی طرف بھی)۔

آیت ۲۲ :-

فرمایا: اللہ پر افترا یا اللہ کی آیات کا انکار تو بہت بڑے ظلم ہیں۔ اگر رسُول نے ہم پر افترا کیا ہے تو تم جلد دیکھ لوگے کہ اس کا انجام مُفتریوں والا ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ سچا ہے اور تم اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہو تو تم دیکھ لوگے کہ وہ غالب آتا ہے اور تم خائب و خاسر رہتے ہو۔

آیت ۲۳ تا ۲۵ :-

شرک کی تردید میں ایک اَور دلیل دی فرمایا: فطرتِ صحیحہ شرک کے خلاف پڑی ہوئی ہے چنانچہ قیامت کے دن جب فطرت اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہو گی تو خود مُشرک کہیں گے کہ ہمارا رب تو اللہ ہے۔ ہم شرک نہیں کرتے تھے۔

ان کے اس قول کی کہ ہم شرک نہیں کرتے تھے مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں :-

ا۔ ہم بُتوں کو خدا کا ہمسر نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف شفیع سمجھتے تھے۔

ب۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ خدا کے خود اپنے بنائے ہوئے نائب ہیں بہرحال ان کی فطرتِ صحیحہ شرک کا انکار کرے گی اور وہ خود اپنی بات سے پھر جائیں گے۔

آیت ۲۶:-

جب مُشرکوں کے اِس حال کا ذکر کیا جو ان کا قیامت کو ہوگا تو ان کے موجودہ حال کا ذکر بھی کر دیا۔ فرمایا: ان کے دِلوں پر پردے پڑ گئے ہیں اور ان کے کان بہرے ہو چکے ہیں پس نشانات ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نشانات سے صرف پاک دِل لوگ ہی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

آیت ۲۷:-

فرمایا: صرف یہی نہیں کہ وہ ان نشانات سے فائدہ نہیں اُٹھاتے وہ دوسروں کو بھی ان سے فائدہ حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔

آیت ۲۸:-

اِس آیت میں پھر آیت ۲۳ کے مضمون کی طرف عَود کیا ہے۔ فرمایا: بے شک آج وہ انکار پر مُصر ہیں لیکن قیامت کے دِن جب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو کہیں گے کاش کہ ہمیں دُنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ہم ایمان لے آئیں۔

آیت ۲۹:-

فرمایا: حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ باتیں جو وہ اپنے آپ سے چھپائے رکھتے تھے اُن پر ظاہر ہو جائیں گی (یعنی اِنسان جب شرک میں مُبتلا ہو جاتا ہے تو دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے) ورنہ اگر وہ انہی حالات میں واپس لوٹائے جائیں تو وہی کچھ کریں گے جو اَب کرتے ہیں۔ گویا جب تک انہیں ہسپتال میں داخل کر کے ان کا علاج نہیں کر دیا جاتا ان کی بیماری پھر عَود کر آئے گی۔

آیت ۳۰ تا ۳۳:-

جب مُشرکوں کو یہ بتایا کہ یہ تمام کائنات ایک خالق کو چاہتی ہے اور اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت برحق ہے تو ان کے پاس سوائے اِس کے کوئی جواب نہ رہا کہ وہ کہیں کہ: جو کچھ ہے یہ دُنیوی زندگی ہے۔ فرمایا: جب وہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے تو قیامت کا انکار نہیں کریں گے۔ یعنی قیامت کا انکار محض اُن کی ہٹ دھرمی پر مبنی ہے اِس کے لئے انکے پاس کوئی علمی دلیل نہیں۔

پھر دنیوی زندگی تو محض لعب ولہو ہے۔ اصل زندگی تو وہ ہے جو آخرت میں متقیوں کو حاصل ہوگی۔

آیت ۳۴:-

رسُول سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ان کی باتیں تجھے تکلیف دیتی ہیں لیکن بات یہ ہے کہ وہ تیرا نہیں ہماری آیات کا

انکار کرتے ہیں۔

آیت ۳۵، ۳۶:۔

فرمایا: پہلے رسُولوں کا بھی انکار کیا گیا اور آخر کار ہماری نصرت ان کے شاملِ حال ہوئی یہی بات اب ہوگی۔ لیکن اگر تجھ سے اِن کا انکار برداشت نہیں ہوتا اور تُو اپنی کوشش سے کوئی معجزہ لا سکتا ہے تو لے آ۔

آیت ۳۷:۔

فرمایا: اللہ کی باتیں تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سُن سکتے ہیں۔ رہے یہ رُوحانی مُردے تو اللہ ان کو زندہ کرے گا اور وہ اس کو قبول کریں گے۔ (اِس آیت میں اہلِ مکّہ کے مسلمان ہونے کی پیشگوئی ہے)۔

آیت ۳۸:۔

کفار اپنے انکار کے لئے مختلف بہانے ڈھونڈتے تھے۔ کبھی تو کہتے کہ جو کچھ ہے یہ دُنیا ہے (۳۰) کبھی کہتے کہ ہمیں ہمارے مطلوبہ نشانات دکھا، (۳۸) فرمایا: اللہ وہی نشانات دکھاتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

آیت ۳۹، ۴۰:۔

کفار کی بحث وتمحیص کی تمام غرض یہ تھی کہ کسی طرح شریعت سے جان چھڑا لیں۔ فرمایا: قانون تو تمام جانداروں کے لئے ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ فطرتی طور پر اس کے پابند ہیں لیکن تمہیں اختیار ہے کہ اس کی پابندی کرو یا بہرے اور گونگے بن جاؤ۔

آیت ۴۱، ۴۲:۔

پھر توحید کے حق میں ایک اچھوتی دلیل دی۔ فرمایا: تم تکلیف کے وقت اپنے بُتوں کو نہیں بلکہ خدا کو پُکارتے ہو۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرتِ صحیحہ توحید پر قائم ہے۔

آیت ۴۳ تا ۵۰:۔

فرمایا: توحید کے قیام کے لئے ہم پہلے بھی رسُول بھیجتے رہے ہیں۔ ہم پہلے منکرینِ حق پر عیش وعشرت کے دروازے کھول دیتے ہیں لیکن جب وہ حد سے گذر جاتے ہیں تو انہیں دفعۃً پکڑ لیتے ہیں یہی صُورت اب بھی ہوگی۔ ایمان لانے والے اپنے ایمان سے فائدہ اُٹھائیں گے اور مُنکر پکڑے جائیں گے۔

آیت ۵۱:۔

فرمایا: اے رسُول! تُو ان سے کہہ: نہ مَیں زر وجواہر کا مالک ہوں نہ غیب دان نہ فرشتہ۔ مَیں اگر تمہیں ایمان

کی طرف بلاتا ہوں تو اس لئے کہ تم بصیرت حاصل کرو۔

گویا توحید کے مضمون کی طرف عَود کرتے ہوئے فرمایا کیا تم آنکھوں سے اس لئے کام لیتے ہو کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں زر و جواہر دیئے جائیں گے یا اِس لئے کہ تمہیں غیب کی خبریں بتلائی جائیں گی یا اِس لئے کہ فرشتہ آ کر تمہیں اِس بات کا حکم دیتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر تم ایمان لانے کے لئے کیوں ایسی شرائط لگاتے ہو جس طرح آنکھوں کو بصارت کے لئے پیدا کیا گیا ہے دِل کو بصیرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے پس توحید پر ایمان لاؤ کیونکہ توحید پر ایمان فطرتِ سلیمہ کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔

آیت ۵۲ :-

فرمایا : فطرتِ صالحہ نہ صرف توحید کی مُقر ہے اسے بعثت کا بھی اقرار ہے اور قرآن اِن دونوں باتوں کو دلائل قاطعہ سے ثابت کرتا ہے پس قرآن کے ذریعہ تُو اُن لوگوں کو ڈرا جو جانتے ہیں کہ وہ ایک دن اللہ کے حضور حاضر کئے جائیں گے۔

آیت ۵۳ :-

جب اُن لوگوں کا ذکر آیا جو حیات بعدالموت کے قائل ہیں تو اُن لوگوں کا ذکر بھی آ گیا جو ہر وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

فرمایا : ان کو اپنے ہاں سے مت دھتکار اگر تُو ایسا کرے گا تو تیرا شمار ظالموں میں ہو گا۔ ان لوگوں کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص ہدایت اِس لئے کی گئی کہ یہی وہ لوگ ہیں جو مقصدِ حیات کو پا چکے ہیں اور دوسروں کے لئے نجم الہدیٰ ہیں۔

آیت ۵۴ :-

قرآن کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مضمون ضمنی طور پر سامنے آ جاتا ہے تو اُس کے ضروری ضروری خدوخال بیان کر دیتا ہے چنانچہ فرمایا : یہ لوگ تو اپنی عبادات کی وجہ سے اپنا مقام بنا چکے ہیں لیکن کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ نے ان ذلیل لوگوں پر عنایات کی ہیں۔

آیت ۵۵ :-

فرمایا : وہ لوگ جو اللہ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں ان کو سلامتی اور رحمت کی خوشخبری دو۔ منکرین کے ساتھ مومنین کا ذکر بھی کر دیا تا کہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آ جائیں۔

آیت ۵۶ :-

فرمایا: ہم اپنی آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ حق قائم ہو جائے اور مجرموں کے طور طریقے ظاہر ہو جائیں۔

آیت ۵۷:-

پھر توحید کے مضمون کی طرف رجوع کیا اور فرمایا: مجھے ماسوا اللہ کی پرستش سے منع کیا گیا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھنے کے لائق ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے توحید کے حق میں فعلی شہادت کی طرف بھی توجہ دلائی رہی ہے لیکن زیادہ زور وحی پر دیا ہے کیونکہ عقل بغیر الہام کے بغیر اندھی ہے۔

آیت ۵۸ تا ۶۳:-

فرمایا: تُو ان سے کہہ: مَیں تو ان روشن دلائل پر قائم ہوں جو میرے رب نے مجھے دیئے ہیں لیکن تم تو سرے سے خدا ہی کے منکر ہو اور بجائے اس کی رحمت طلب کرنے کے عذاب طلب کرتے ہو۔ بہرحال فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے، مجھے عذاب دینے کا اختیار نہیں اور غیب کا مالک بھی وہی ہے اور وہی علیم کُل ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

توحید کا مضمون بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام کمال عاجزی کا مقام ہے۔

آیت ۶۴ تا ۶۶:-

پھر اسی مضمون کو مختلف پیرایہ میں بیان کیا ہے جیسے آیت ۴۱ میں بیان کیا تھا کہ جب تم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو تم اللہ کو بلاتے ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فطرتِ صالحہ توحید پر قائم ہے۔

آیت ۶۷، ۶۸:-

فرمایا: تم اس کتاب کا انکار کرتے ہو جو سراسر حق ہے یعنی تمہاری تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ رہا تمہارا عذاب کا مطالبہ سو یاد رکھو کہ ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے تمہاری سزا کا وقت بھی جلد آجائے گا۔

آیت ۶۹:-

چونکہ ان لوگوں کے انکار نے تمسخر کی صورت اختیار کر لی تھی فرمایا: ان لوگوں سے جو ہماری آیات کا تمسخر اُڑاتے ہیں کنارہ کرو اور ان کی مجلس میں نہ بیٹھو۔

آیت ۷۰:-

پھر کافروں کے ساتھ مومنوں کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

فرمایا: مومنوں کا صرف یہی کام نہیں کہ ایمان لے آئیں انہیں کافروں کو وعظ و نصیحت کرنا چاہیئے۔

آیت ۷۱:-

یہاں سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا ان لوگوں کو بھی نصیحت کی جائے جو قرآن کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔

فرمایا: اگرچہ ان لوگوں سے جنہوں نے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اعراض ہی اچھا ہے لیکن دوسرے لوگوں کو نصیحت کرنا چاہیئے۔

آیت ۷۲، ۷۳:-

پھر توحید کے مضمون کی طرف عود کیا اور فرمایا: کیا ہم ان بتوں کی پوجا کریں جو نہ ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع جبکہ ہمیں ہدایت کی طرف بلایا جا رہا ہے؟

آیت ۷۴:-

توحید کے مضمون کو تفصیلاً بیان کیا اور فرمایا: اللہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ مالکِ کُن فیکون ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ ہے حکیم اور خبیر ہے پس وہی عبادت کے لائق ہے۔

آیت ۷۵ تا ۸۴:-

توحید کے مضمون کے ذکر میں حضرت ابراہیمؑ اور آذر کا مکالمہ بیان کیا۔ پھر ابراہیمؑ کی جو بحث اپنی قوم سے ہوئی اس کا بھی ذکر کیا۔ مشرکینِ مکہ اپنے آپ کو ابراہیمؑ کا پیرو کار بتاتے تھے انہیں بتلایا کہ ابراہیمؑ کا مذہب تو خالص توحید تھا۔

آیت ۸۵ تا ۸۹:-

دوسرے انبیاء اور صالحین کا ذکر کیا جو ابراہیمؑ کی طرح توحید کے پیغامبر تھے۔

فرمایا: اگر یہ لوگ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ گویا جب انبیاء اور صلحاء کا یہ حال ہے تو تم شرک کر کے اس کے بد نتائج سے کیونکر بچ سکتے ہو۔

آیت ۹۰:-

فرمایا: اگر یہ لوگ ان قدروں کا انکار کریں گے جن کے لئے ہم نے ان صلحاء کو مبعوث کیا تو ہم ان کی بجائے ایک اور قوم کو کھڑا کر دیں گے۔

آیت ۹۱ :-

فرمایا: یہ صلحاء اِس قابل ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے۔ اور ہمارا رسُول جو تمہیں ہدایت کی طرف بُلاتا ہے تو اس کا مقصد تم سے کوئی اُجرت حاصل کرنا نہیں۔

آیت ۹۲ ، ۹۳ :-

فرمایا: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی وحی نازل نہیں کی وہ اللہ کی کما حقہٗ قدر نہیں کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی سفلی اور عارضی زندگی کے لئے چاند سُورج اور ستارے پیدا کیے ہیں تو کیونکر ممکن تھا کہ اُس کی اعلیٰ اور ابدی زندگی کے لئے چاند، سُورج اور ستارے پیدا نہ کرتا۔ پہلے بھی یہ ستارے طلوع ہوتے رہے ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام انہی ستاروں میں سے ایک ستارہ تھے۔ اور اب وہ کتاب نازل ہوئی ہے جو عالم رُوحانی کے لئے آفتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو آنکھیں رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔

آیت ۹۴ / ۹۵ :-

فرمایا: وہ بھی ظالم ہے جو اللہ پر افتراء کرتا ہے اور وہ بھی ظالم ہے جو اللہ کی آیات کا تمسخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ انسانی کلام ہے میں بھی اس کی مثل لا سکتا ہوں۔ ایسے لوگوں کو موت سے ڈرنا چاہیئے۔ اس دن کوئی خود ساختہ شفیع ان کے کام نہ آئے گا۔

آیت ۹۴ میں آیت ۹۲، ۹۳ والا مضمون چل رہا ہے۔ ان کے انکار کے مختلف پہلو تھے کبھی تو یہ کہتے کہ وحی کوئی شے نہیں اور کبھی کہتے کہ یہ انسانی خیالات ہیں یہ واردات ہم پر بھی نازل ہوتی ہیں۔

آیت ۹۶ تا ۱۰۰ :-

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے کرو۔ وہ بیج سے درخت نکالتا ہے، مُردہ سے زندہ نکالتا ہے اور زندہ سے مُردہ، اندھیروں کو قطع کرکے صبح کو نمودار کرتا ہے۔ عالم کائنات میں ایک وسیع رات کا ماحول ہے جس میں چاند، سُورج اور ستارے گردش کرتے ہیں۔ کیا تمہیں یہ بات بعید نظر آتی ہے کہ ایسا خلاقِ عظیم جس نے تمہیں ایک حقیر جان (Sperm) سے پیدا کیا ہے تمہارے لئے حیاتِ آخرت کا انتظام کرے۔

کیا وہ خدا جو تمہاری عارضی زندگی کے لئے آسمان سے پانی بھیجتا ہے اور مختلف قسم کے پھل اُگاتا ہے تمہاری دائمی زندگی کے لئے آسمان سے کوئی پانی نہیں بھیجے گا؟

آیت ۱۰۱ تا ۱۰۴:-

اللہ کی قدرت کے نظارے کروانے کے بعد اور توحید کے مضمون کو ذہن نشین کر دینے کے بعد فرمایا: باوجود ان تمام شواہد کے یہ لوگ اللہ کی مخلوق کو اللہ کا ہمسر بناتے ہیں۔ بھلا وہ جس نے زمین و آسمان پیدا کئے اسے بیٹے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر فرمایا جسے تم عرف عام میں بیٹا کہتے ہو وہ تو بیوی کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے جب تم خود مانتے ہو کہ اللہ احتیاج سے پاک ہے تو پھر اس کے بیٹا کیونکر ہوگا۔ پھر فرمایا: بیٹے کی ضرورت تو اس کو ہوتی ہے جو بیٹے کے ذریعہ اپنے مقصد کی تکمیل کرنا چاہے لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا خالق ہے، ہر چیز کو جاننے والا ہے اس کو اپنا کام کرنے کے لئے کسی بیٹے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ ایسا لطیف و خبیر ہے کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی اور وہ ہر ایک دیکھنے والی آنکھ کو دیکھتا ہے۔ پس تم اللہ کو واحد و یگانہ جانو اور اسی کی عبادت کرو۔

آیت ۱۰۵:-

فرمایا: جو ان حقائق کو دل کی آنکھوں سے دیکھے گا فائدہ حاصل کرے گا لیکن اگر کوئی اندھا بننے پر مصر ہے تو اس کے انکار کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔

آیت ۱۰۶:-

فرمایا: ہم اپنی باتیں مختلف پیرایہ میں کفار کو بیان کرتے ہیں لیکن ان کی کج روی کا یہ عالم ہے کہ بجائے ایمان لانے کے یہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں تو تو نے پرانے صحیفے پڑھ کر جمع کی ہیں۔

آیت ۱۰۷ تا ۱۰۹:-

جب ان کی کج روی اور کج بحثی کی انتہا ہوگئی تو فرمایا: اے رسول! تو اللہ کی وحی کی پیروی کر اور مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔ اللہ کسی کو زبردستی ایمان کی طرف نہیں لانا چاہتا۔

باوجود اس کے کہ شرک کو جرم عظیم بتایا ہے ایسا جرم کہ جس کے نتیجہ میں زمین و آسمان پھٹنے کے قریب ہیں، رواداری اور صلح کشی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ ان کے بتوں کو برا نہ کہو تم ان کے بتوں کو برا کہو گے تو وہ اللہ کو برا کہیں گے۔

آیت ۱۱۰ تا ۱۱۲:-

پھر اس مضمون کی طرف عود کیا جو آیت ۵۰ میں شروع کیا تھا اور مختلف پیرایوں میں آیت ۷۵ تک چلتا رہا۔ فرمایا: مشرک کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نشان دکھلایا جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر

ملائکہ ان پر اُتریں اور مُردے ان سے باتیں کریں اور ان کے تمام مطلوبہ نشانات ان کو دکھا دیئے جائیں پھر بھی وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے۔

گویا جب تک انسان جہالت کو دُور نہ کرے علم کی ضیا پاشیوں سے اس کا سینہ منور نہیں ہو سکتا۔

آیت ۱۱۳، ۱۱۴ :-

فرمایا: تجھ سے کفار کی عداوت کوئی نئی بات نہیں ہر ایک نبی کے ساتھ منکرین حق یہی سلوک کرتے آئے ہیں۔ وہ جھوٹ بول بول کر اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی فریب دیتے ہیں۔

آیت ۱۱۵ :-

جب کفار دلائل اور نشانات کا مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے کہا کہ آؤ ہم آپس میں ایک حکم مقرر کر لیں جو ہمارے نزاع کا فیصلہ کر دے۔ فرمایا: تو اُن سے کہہ: مَیں اللہ کے سوا کسی اَور حکم کو قبول نہیں کر سکتا۔ حکم تو متنازع امر میں فیصلہ کرنے کے لئے ہوتا ہے اور ہمارے تنازعات کا فیصلہ اللہ نے ایک ایسی کتاب کے ذریعہ کر دیا ہے جس نے حق اور باطل کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

آیت ۱۱۶ :-

پھر ان پیشگوئیوں کی طرف توجہ دلائی جو کتبِ سابقہ میں نبی آخر الزمان کے متعلق تھیں اور فرمایا: تیرے آنے کے ساتھ یہ پیشگوئیاں پُوری ہو گئی ہیں۔ اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا یعنی اگر کسی اور کو حکم مقرر کر لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایسے اس بات کا اختیار دے دیا جائے کہ وہ اللہ کے احکام کو منسوخ کر سکتا ہے جو کہ محال ہے۔

آیت ۱۱۷ :-

پھر فرمایا: وہ لوگ جو صرف اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں ان کی بات کو وہ شخص کیونکر قبول کر سکتا ہے جو حقیقت الامر کو علیٰ وجہ البصیرت جانتا ہے۔

آیت ۱۱۸ :-

فرمایا: اللہ ضالین کو بھی جانتا ہے اور مہتدین کو بھی یعنی حاکم کے لئے حقیقت کا علم ہونا ضروری ہے اور ہمارے جھگڑے میں یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے پس ہمارے درمیان اس کے علاوہ کوئی اَور حاکم نہیں بنایا جا سکتا۔

آیت ۱۱۹ تا ۱۲۲ :-

جب قرآن اور رسُول کی صداقت براہینِ قاطعہ سے ثابت کر دی تو حکم دیا کہ اب تم اپنی زندگی صحیح اقدار کے مطابق

ڈھالو۔

اِنسان کا جسم خوراک سے بنتا ہے پس سب سے زیادہ ضروری چیز اکلِ حلال ہے چنانچہ فرمایا: وہ چیزیں کھاؤ جو اللہ کے نام پر ذبح کی جاتی ہیں۔ ہر قسم کے ظاہری اور باطنی گناہ سے پرہیز کرو۔ اُن چیزوں کو نہ کھاؤ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کی جاتی ہیں۔

آیت ۱۲۳، ۱۲۴ :۔

پھر ایک نہایت خوبصورت مثال سے مومنوں اور کافروں کا فرق بیان کیا۔ فرمایا: مومنوں کو ہم نے رُوحانی زندگی بخشی ہے اور وہ انوار عطا کئے ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں میں نمایاں ہو گئے ہیں۔ اِن کا مقابلہ وہ لوگ کیونکر کر سکتے ہیں جو جہالت کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اگر رسول کی مخالفت کرتے ہیں تو کچھ باک نہیں۔ ان سے پہلے لوگ بھی اِسی طرح اپنے رسُولوں کی مخالفت کرتے تھے۔

آیت ۱۲۵ :۔

پھر ان کی کٹ حجتی کی ایک مثال دی۔ فرمایا: یہ لوگ کہتے ہیں ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ قرآن خود ہم پر نازل نہ کیا جائے اور جب تک کہ تمام وہ معجزات جو رسُول کو دئے گئے ہیں ہمارے ہاتھ پر ظاہر نہ ہوں۔ لیکن اللہ خُوب جانتا ہے کہ کون رسالت کے منصب کے لائق ہے۔ یہ لوگ اپنی کٹ حجتی کی وجہ سے صرف عذاب کے لائق ہیں جو انہیں ضرور دیا جائے گا۔

آیت ۱۲۶، ۱۲۷ :۔

فرمایا: نیک دل لوگوں کا سینہ اسلام قبول کرنے کے لئے کھول دیا جاتا ہے لیکن ان لوگوں کا سینہ تنگ کر دیا جاتا ہے جن کی بدطینتی کی وجہ سے انہیں گمراہ قرار دینا ضروری ہوتا ہے۔ اِسلام یعنی ترکِ رضائے خویش پئے مرضئ خدا کا راستہ وہ راستہ ہے جو سیدھا ہم تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ پر چلے گا امن اور سلامتی کے گھر پہنچ جائے گا۔

آیت ۱۲۸ :۔

پھر اسلام کی طرف توجہ دلانے کے لئے قیامت کا ذکر کیا۔

آیت ۱۲۹ :۔

اس کے بعد آخری زمانہ کے متعلق جو کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا زمانہ ہے ایک پیشگوئی فرمائی۔ فرمایا: وہ وقت آکر رہے گا جبکہ بڑے اور تیز طرار لوگ عوام کا استحصال نہیں کر سکیں گے۔

اِس وقت تمام دُنیا کی توجّہ اس استحصال کو روکنے کی طرف لگی ہوئی ہے۔ کوئی سرمایہ داری کے ذریعہ اس کا روکنا

چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اِس قدر دولت پیدا کرو کہ وہ ہر ایک کے لئے وافر ہو جائے۔ کوئی کمیونزم کے ذریعہ اس استحصال کو روکنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ دولت کی مساوی تقسیم کرو لیکن ان دونوں طریقوں میں قباحتیں ہیں۔ سرمایہ داری ایک فریب ہے اور کمیونزم اس کا ردِ عمل ہے۔ ایسے جبر کے ذریعہ سوائے غربت کو عام کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسلام جو نظام پیش کرتا ہے وہ سرمایہ داری اور کمیونزم کے نقائص سے پاک ہے اور ان دونوں کے محاسن پر مشتمل ہے۔ اس میں تمام زور صدقہ وزکوٰۃ پر ہے۔ کیا سرمایہ داری اور کیا کمیونزم دونوں کا بنیادی اصول "لینا" یعنی استحصال ہے لیکن اسلام کا بنیادی اصول "دینا" یعنی صدقہ وزکوٰۃ ہے۔ وہ قلوب میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے کہ سرمایہ دار دلی رغبت سے اپنی دولت مزدور پر خرچ کرے اور مزدور دلی رغبت سے کام کرے۔ قوم کا ہر ایک فرد بجائے زیادہ سے زیادہ لینے کی خواہش کرنے کے زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرے۔

آیت ۱۳۰ :-

یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ امراء اور رؤساجب غرباء اور عوام کا استحصال کرتے ہیں تو انہی میں سے چند لوگوں کو کرایہ پر لے لیتے ہیں۔ اسی طرح جب غرباء کمیونزم کا نعرہ لگاتے ہیں تو چند امراء ان کے شریک کار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قدریں مشترک ہوتی ہیں یعنی ظلم واستحصال کو فروغ دینا۔

آیت ۱۳۱ :-

آیت ۱۲۵ میں قیامت کا ذکر کیا تھا اس کے بعد آیت ۱۲۹ میں آثارِ قیامت کے متعلق ایک پیشگوئی کی تھی۔ اس آیت میں پھر قیامت کے مضمون کی طرف عود کیا ہے لیکن اس میں خاص طور پر جن و انس (امراء اور عوام) کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے تمام غلط رجحانات کی وجہ دُنیوی زندگی ہی کو زندگی کا ماحصل سمجھنا ہے۔

آیت ۱۳۲ :-

فرمایا: ہم تمہیں خبردار کئے دیتے ہیں کہ قلب و دماغ سے ان غلط رجحانات کے اثرات صرف آسمانی پانی سے دھل سکتے ہیں اگر تم نے آسمانی پانی کو قبول کر لیا تو بچ جاؤ گے ورنہ تمہاری باہمی جنگ کے نتیجہ میں بستیوں کی بستیاں ہلاک ہو جائیں گی۔

آیت ۱۳۳ :-

اِس قدر تاریکی اور ظلم کو دیکھ کر جس میں دُنیا کا سوادِ اعظم مُبتلا ہے انسان کا پتہ پانی ہونے لگتا ہے اور وہ سہم کر رُک جاتا ہے کہ میں اتنی نجاستوں کو کس طرح دھو سکتا ہوں۔ فرمایا: تم عمل کرو ہر ایک عامل کا درجہ مختلف ہوتا ہے۔ تمہیں

اپنے عمل کا اجر دیا جائے گا۔

آیت ۱۳۴، ۱۳۵:-

فرمایا: یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تمہیں تمہارے افعال کے نتائج سے خبردار کر دیا ہے لیکن یاد رکھو کہ وہ بایں ہمہ غنی ہے اگر تم باز نہیں آؤ گے تو وہ تمہارا نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا اور تمہاری جگہ ایک نئی قوم اور ایک نئی نسل کھڑی کر دے گا یہ اللہ کی تقدیر ہے تم اس کو بدل نہیں سکتے۔

آیت ۱۳۶:-

تمام دنیا کی خیر اسی میں ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور قرآن کو اپنا دستور بنائیں چنانچہ فرمایا: تم اپنی حدِ امکان تک کوشش کر لو ہمارا رسول بھی تمہارے بالمقابل کوشش کرے گا اور تم دیکھو گے کہ آخر کار فتح ہمارے رسول کی ہو گی۔

آیت ۱۳۷:-

فرمایا: یہ لوگ جو اللہ اور رسول سے بھاگ رہے ہیں انہوں نے جھوٹے خدا بنا رکھے ہیں اور ان کی کج روی کا یہ عالم ہے کہ تقسیم کے وقت اللہ کا حصہ تو بتوں کو دے دیتے ہیں لیکن بتوں کا حصہ اللہ کو نہیں دیتے۔

گویا ذاتی اصلاح اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی خواہشات کے بتوں پر اللہ کے حقوق کو ترجیح دے۔ تمام برائیوں کی اصل جڑ شرک ہے جتنا کوئی نفس شرک سے پاک ہو گا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ دار بنے گا حضور فداہٗ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اصل غرض شرک کا استیصال ہے اس لئے قرآن بار بار شرک کی برائیاں بیان کرتا ہے اور لوٹ لوٹ کر اسی مضمون کی طرف آتا ہے۔

آیت ۱۳۸:-

شرک کی ایک اور برائی کا ذکر کیا یعنی جھوٹے خداؤں کے آستانہ پر اولاد کا قتل کرنا قتلِ اولاد میں نسلِ انسانی کا قتل بھی آ جاتا ہے۔ اکثر باہم جنگوں کی وجہ معبودانِ باطلہ کی پرستش ہے کبھی یہ معبود منڈیوں کی شکل اختیار کرتے ہیں اور کبھی دنیا کے زر و جواہر کی اور کبھی ہرے بھرے کھیتوں کی کتنی اولادیں ہیں جو ان معبودانِ باطلہ کی بھینٹ چڑھ گئیں کتنی نسلیں ہیں جو ان کے آستانہ پر قربان کر دی گئیں۔ اگر تمام لوگوں کا ایک ہی خدا، ایک ہی رسول اور ایک ہی قبلہ ہو اور ان کا آپس میں لین دین حق و انصاف پر قائم ہو تو قتلِ اولاد کا یہ سلسلہ یکسر ختم ہو جائے۔

آیت ۱۳۹ تا ۱۴۱:-

اِن آیات میں جُہلائے عرب کے بعض مُشرکانہ مُعتقدات کا ذکر کیا جو کہ قومی ترقی کی راہ میں حائل ہیں! اور پھر اُن کو انکے اعمال پر سرزنش کی۔

آیت ۱۴۴ تا ۱۴۵:۔

جب یہ بتا یا کہ شرک کے نتیجہ میں نسل و حرث تباہ ہوتی ہیں تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ توحید کے نتیجہ میں ہرے بھرے کھیت اُگتے ہیں۔ جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بنائی ہے اور ان میں سے کوئی میرا معبود نہیں تو وہ کائنات کو مسخر کرنے کے عمل پر کاربند ہو جاتا ہے پس لاریب توحید کا دِل و جاں سے اقرار تسخیر کائنات کا سب سے بڑا نسخہ ہے۔

آیت ۱۴۶/۱۴۷:۔

مُشرک تو جھوٹے خداؤں کے نام پر ذبح ہونے کی وجہ سے بعض جانوروں کو نہیں کھاتے۔ گویا ان کی حلت و حُرمت کی بنا ان کے توہمات پر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حلت و حُرمت کی بُنیاد انسان کی بھلائی پر رکھی ہے اور ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو جسمانی اور اخلاقی صحت کے لئے مُضر ہیں۔

آیت ۱۴۸:۔

چونکہ حضور سرورِ کائنات ہی وہ رسُول ہیں جنہوں نے شرک کو جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا اس لئے فرمایا: جو لوگ تیرا انکار کریں گے وہ ایسی سزا پائیں گے جو مُجرموں کو ملتی ہے۔ اِس میں تمام اہلِ دُنیا کو وارننگ دی گئی ہے کہ اگر تم ہمارے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی نہیں کروگے تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو مُجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آیت ۱۴۹/۱۵۰:۔

مُشرکوں کے اِس باطل خیال کا ذکر کیا ہے کہ ہم مجبور ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے آباؤ اجداد۔ فرمایا: وہ کونسے حقائق ہیں جن سے تم یہ نتیجہ نکالتے ہو کہ تم مجبور ہو۔ بے شک وہ اپنی مرضی لوگوں پر زبردستی نہیں ٹھونستا لیکن اس نے تمہیں اپنے دائرۂ عمل میں مختار بنایا ہے۔

آیت ۱۵۱:۔

پھر حلت و حُرمت کے سوال کی طرف عَود کیا۔ مُشرکین یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہمارے بُتوں نے یہ چیزیں حلال کی ہیں اور یہ حرام کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے بُت بہرے اور گونگے ہیں لہٰذا انہوں نے کہا کہ یہ چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں۔
فرمایا: اللہ جب کوئی چیز حرام کرتا ہے تو کسی وحی کے ذریعہ کرتا ہے تم میں سے کون ہے جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے

کہ اللہ نے اسے وحی کے ذریعہ بتایا ہے کہ یہ چیزیں جنہیں تم حرام قرار دے رہے ہو حرام ہیں۔ پھر فرمایا: اگر وہ کوئی جھوٹا گواہ پیش کر دیں تو تُو اس کی گواہی کو قبول نہ کر اور ان کی بات کی تصدیق نہ کر کیونکہ جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور شرک کرتے ہیں مکالمہ مخاطبہ سے کبھی مشرف نہیں ہو سکتے۔

آیت ۱۵۲ تا ۱۵۴:۔

فرمایا: تمہارے بُتوں نے کیا بتایا تھا کہ کون کونسی چیزیں حرام ہیں۔ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ نے تم پر کیا کیا چیزیں حرام (یعنی واجب) کی ہیں۔

(گریز کی اس سے بہتر مثال کم ہی ملے گی کہ حرام کے مقابلہ میں حرام کا لفظ بمعنی واجب لا کر اللہ تعالیٰ کے وہ احکام بیان کر دئے جن پر حُسنِ معاشرہ کا انحصار ہے)

اس کے بعد شرک سے بچنے، والدین سے حُسنِ سلوک کرنے، ہر قسم کے فواحش سے بچنے، اولاد کو قتل نہ کرنے، یتیم کے مال میں خیانت نہ کرنے، ناپ اور تول میں انصاف کرنے، اور ہر حال میں سچی بات کہنے کے احکام بیان کئے اور پھر فرمایا: یہ وہ صراطِ مستقیم ہے جو میری طرف ہدایت کرتا ہے اور تفرقہ بازی سے بچاتا ہے۔

آیت ۱۵۵:۔

فرمایا: یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو لائحہ عمل منتخب کیا ہے پہلی بار اس کے متعلق مجھے ہی اطلاع دی، ابھی کل کی بات ہے کہ موسیٰ پر تورات نازل ہوئی جس میں ایک مکمل شریعت تھی۔

آیت ۱۵۶ تا ۱۵۸:۔

تورات کے ذکر پر سوال پیدا ہوتا تھا کہ تورات کی موجودگی میں قرآن کی کیا ضرورت تھی۔

فرمایا: قرآن مبارک کتاب ہے، اگلوں اور پچھلوں کی تمام برکتیں اس میں جمع کر دی گئی ہیں نیز پہلی کُتب اپنی اپنی قوم کے لئے تھیں۔ یہی حال یہود اور نصاریٰ کی کُتب کا تھا۔ تم ان کے اسباق سے ناواقف تھے لہذا تمہیں ایک مختصر اور جامع شریعت دی گئی ہے جو تم پر اتمامِ حُجت کرتی ہے۔

آیت ۱۵۹:۔

جب کفار پر ہر طرح سے اتمامِ حُجت ہو گئی تو فرمایا: اب تم کیوں ایمان نہیں لاتے؟ کیا تم اس انتظار میں ہو کہ فرشتے یا خود خدا آکر تمہیں قرآن کی سچائی پر گواہی دیں یا اللہ تعالیٰ کے بعض قہری نشانات ظاہر ہوں۔ سو جس طور پر فرشتے آتے ہیں وہ بھی آچکے اور جس طرز پر خدا تعالیٰ گواہی دیتا ہے وہ بھی دے چکا۔ رہے اس کے قہری نشان سو جب وہ ظاہر ہو گئے

تو ان کو دیکھ لینے کے بعد ایمان کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اگر اب بھی تمہیں اصرار ہے تو انتظار کرو قہری نشان بھی جلد ہی ظاہر ہو جائیں گے۔

آیت ۱۶۰:۔

صوری اور معنوی شرک کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جاتے ہیں کوئی کسی خدا کی پرستش کرتا ہے اور کوئی کسی کی۔ کوئی سرمایہ داری کو پوجتا ہے اور کوئی کمیونزم کو۔ کوئی امریکہ کو اپنا خدا سمجھتا ہے اور کوئی روس کو۔
یہی حال اُن لوگوں کا تھا جنہوں نے اپنی کتب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جو ٹکڑا کسی کو پسند آیا اس کو لے اُڑا اور جو پسند نہ آیا اس کو چھوڑ دیا۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ایک خدا، ایک رسول اور ایک قبلہ کی اتباع کا دعویٰ کرنے کے باوجود قوم کی شیرازہ بندی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ فرمایا! اے رسول تو ان مشرکوں کو، فرقہ بندی کے علمبرداروں کو کہہ دے کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔

آیت ۱۶۱:۔

جب نیک و بد اچھی طرح سمجھا دیا تو نیکی کی طرف مائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر کیا۔ فرمایا: نیکی وہ بیج ہے کہ وہ بار بار اپنا پھل لاتا ہے لیکن بدی کا پھل ایک ہی بار ملتا ہے۔

آیت ۱۶۲ تا ۱۶۶:۔

اِن آیات کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ اصل دین توحید ہی ہے جو کہ ابراہیمؑ کا مسلک تھا۔ اسی پر اللہ کا رسول قائم ہے۔ اس دین میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ اس کا ماحصل اپنی عبادات، اپنی زندگی اور اپنی موت کو اللہ کے لئے وقف کر دینا ہے اور اس میدان کا شہسوار یعنی اوّل المسلمین حبیبنا محمد عربی فداہ ابی و امی و جنانی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کہ ببانگِ دہل پکارتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور کوئی کسی کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ اے انسانو! اللہ نے تمہیں زمین کی حکومت اور ایک دوسرے پر اقتدار اس لئے نہیں دیا کہ تم دنیا میں ظلم کی حکومت قائم کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ کو سریع العقاب پاؤ گے لیکن اگر تم نے امن و امان کو رواج دیا تو اللہ کو بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا پاؤ گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ ②

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اور مختلف قسم کے اندھیرے اور نور بنایا۔ لیکن اس کی حمد کرنا تو درکنار وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی غیراللہ کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں ◉

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ظلمات جمع آیا ہے اور نور واحد۔ سو جاننا چاہیئے کہ اندھیرے کئی قسم کے ہیں لیکن نور صرف ایک ہے۔ چونکہ اللہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲۴: ۳۶) ہے اس لئے اس نے اپنے بندوں کے لئے صرف ایک ہی نور بنایا ہے اور وہ اسلام ہے یعنی اس کی مکمل فرمانبرداری۔

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا میں ثُمَّ استبعاد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے گویا آیت کے معنی ہیں انّہ تعالیٰ مختص باستحقاق الحمد باعتبار ما فصّل من شئونہ۔ ثمّ ھؤلاء الکفرۃ لا یعلمون بموجبہ ویعدلون بہ (روح البیان)

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ

مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ③

وہی تو ہے جس نے تمہیں گندار مٹی سے پیدا کیا اور پھر تمہاری زندگی کی ایک میعاد مقرر کر دی۔ اور اس کے حضور تمہارے لئے ایک اور میعاد بھی مقرر ہے۔ لیکن تم ہو کہ اس کے بارے میں شک کرتے ہو ◉

عِنْدَهٗ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا علم بھی صرف اسی کو ہے اور اس پر قدرت بھی صرف اسی کو ہے یعنی لا مدخل لغیرہ فیہ بعلم ولا قدرۃ (بیضاوی)

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ میں کلام کا رُخ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: لیکن تم ہو کہ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو (رازی)

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ④

آسمانوں اور زمین میں وہی ایک اللہ ہے۔ وہ تمہاری ان باتوں کو بھی جانتا ہے۔ جو تم چھپ کر کرتے ہو اور ان کو بھی جو تم علانیہ کرتے ہو۔ وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے ◉

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ⑤

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗـؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥

ان لوگوں کے پاس ان کے ربّ کے احکامات میں سے کوئی حکم نہیں آتا جس کا یہ انکار نہ کرتے ہوں۔ چنانچہ جب ان کے پاس کامل سچائی آئی تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ لیکن عنقریب انہیں ان باتوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے ہیں ◉

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۖ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۷﴾

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی اُمّتوں کو جنہیں ہم نے زمین میں وہ طاقت بخشی تھی جو ہم نے ان کو نہیں بخشی ہلاک کر دیا۔ ہم نے ان پر بار بار برسنے والے بادل بھیجے اور بہتی ہوئی نہروں کو ان کے تابع فرمان کر دیا ۔ لیکن یہ چیزیں ان کے کچھ کام نہ آئیں اور ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے بعد ایک اور اُمّت کو کھڑا کر دیا ◉

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ: فَ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ بیضاوی کہتا ہے:
فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ: ای لم یغن ذالك عنهم شيئًا۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۸﴾

اے رسول! اگر ہم تجھ پر صحیفہ میں بند کتاب نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے تو بھی یہ کافر کہتے: یہ تو ایک کھلا کھلا فریب ہے ⑦۔

فِي قِرْطَاسٍ: لو نزل الكتاب جملة واحدة في صحيفة واحدة (رازی)

القرطاس: الصحيفة (شوکانی)

کافروں کا مطالبہ دوسری جگہ درج ہے چنانچہ فرمایا يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (۴: ۱۵۳) وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (۱۷: ۹۳) لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً (۲۵: ۳۲)۔

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑨

اور یہ کہتے ہیں: اس رسول پر کیوں کوئی فرشتہ نہیں اتارا گیا جو اس کی تصدیق کرتا لیکن اگر ہم فرشتہ نازل کرتے، تو ان کا معاملہ چکا دیا جاتا اور انہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی ⑨۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ۲۵: ۸ میں ان کا مطالبہ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا کا تھا اور یہاں عَلَيْهِ کا ہے۔ اگرچہ عَلَيْهِ کے معنی اِلَيْهِ کے بھی ہیں لیکن نزل علیہ کے ایک معنی حملہ کرنے اور تباہ کرنے کے بھی ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ (۲۹: ۳۵) گویا وہ لوگ یہ الفاظ استہزا کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ چنانچہ آیت ۱۰ میں فرمایا وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ کہ تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزا کیا جاتا رہا ہے۔ قرآن کا جواب لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ان کے مطالبہ کے دونوں پہلوؤں کا جواب ہے۔ اگر تو ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اس پر فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا جاتا کہ اس کی معیت میں ہمیں انذار کرے تو اس کا جواب یہ دیا کہ اگر فرشتہ تمہارے انذار کے لئے نازل کیا جاتا تو تمہارے اعمال ایسے تھے کہ تمہارا کام تمام کر دیا جاتا۔ اور اگر ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اس کو

کیوں فرشتہ تباہ نہیں کر دیتا تو اس کا جواب یہ دیا کہ فرشتہ تو تمہاری تباہی کے لئے نازل ہوگا اور جب وہ نازل ہوگا تو تمہارا معاملہ چکا دیا جائے گا۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور اگر ہم کسی فرشتہ کو اپنا پیامبر بنا کر بھیجتے تو اسے انسان کی شکل میں بھیجتے اور انہیں اسی الجھن میں ڈال دیتے جس الجھن میں انہوں نے اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے ◉

کیونکہ فرشتوں کی اصل شکل تو غیر مرئی ہے جنہیں مادی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

مَا يَلْبِسُوْنَ: علیٰ انفسھم (بیضاوی۔جلالین)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

اے رسول! تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی تمسخر کیا جاتا رہا ہے، لیکن اس کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ تمسخر کرنے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ◉

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۲﴾

اے رسول! تُو اُن سے کہہ دے: زمین میں گھومو اور دیکھو کہ رسُولوں کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہُوا ◉

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫

تُو اُن سے پُوچھ کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے کس کا ہے؟

اور پھر ان سے کہہ: اللہ کا۔

اس نے اپنی ذات پر رحم کو لازم کر لیا ہے۔ وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی جانوں کی بازی ہار چکے ہیں ایمان لانے کے نہیں ◉

۔ فِيْهِ کی ضمیر الجمع کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور یوم کی طرف بھی (بیضاوی و رُوح البیان)۔ اگر یوم کی طرف لوٹے تو معنی ہوں گے: اس دن کے آنے کے بارے میں کوئی شک نہیں۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے[1] اور جو کوئی مخلوق رات اور دن میں بستی ہے اسی کی ہے اور وہ سب کچھ سُنتا، سب کچھ جانتا ہے ◉

[1] یہ جُملہ آیت ۱۲ سے پیدا ہو رہا ہے بعد کا جُملہ اس پر عطف ہے (کشاف و بیضاوی) لہٰذا اس کو تکراراً بیان کر دیا گیا ہے (دیکھو تمہید)۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑮

تُو اُن سے کہہ: کیا مَیں اللہ، زمین و آسمان کے خالق کے علاوہ کسی اور کو والی و نگران بنا لوں جبکہ وہ سب کے لئے رزق کے اسباب مہیّا کرتا ہے اور اس کے لئے کوئی رزق کے اسباب مہیّا نہیں کرتا۔

تُو اُن سے کہہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں اللہ کے حضور سرِتسلیم خم کرنے میں سبقت کروں۔ اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تُو مُشرکوں میں سے نہ ہو ◉

اَطْعَمَهٗ کے معنی ہیں اس نے اسے کھانا کھلایا۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں اَعْطَاهُ طُعْمَةً یعنی: اعطاہ وجه الارزاق والکسب اسنے اپسے رزق کے اسباب مہیّا کئے (لسان ومنجد)

رجل طاعم کے معنی ہیں: رجل حسن الحال (مفردات) پس جیسا کہ علامہ رازی فرماتے ہیں آیت کے معنی ہیں ان المنافع کلها من عنده ولا یجوز علیه الانتفاع کہ وہ تمام برکات کا منبع ہے اور تمام حاجتوں سے پاک۔

اِس آیت میں مشرکوں پر ایک لطیف طنز کیا گیا ہے۔ اللہ تو وہ ذات ستودہ صفات ہے جو سب کے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہے اور خود اس حاجت سے پاک ہے لیکن یہ بُت دوسروں کے کھانے کا تو کیا بندوبست کریں گے ان کی معذوری کا یہ عالَم ہے کہ ان کے پیرو ان کے لئے کھانا مہیّا کرتے ہیں۔ پھر یہ اسے خود کھا بھی نہیں سکتے۔ ان کے پروہت ہی اسے کھا جاتے ہیں۔ بھلا ایسے معذور اور ناکارہ خدا بھی کسی کے کچھ کام آ سکتے ہیں۔ اِس آیت کی دوسری قراءت وَهُوَ (غَيْرُ اللّٰهِ) يُطْعَمُ وَلَا يُطْعِمُ (رازی و شوکانی) ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ بُت بھی تو کھانا نہیں کھاتے پس وہ بھی لَا يُطْعَمُ کے حکم میں آتے ہیں۔ سو

جاننا چاہیئے کہ کھانے کی غرض ان قوٰی کو بحال کرنا ہوتا ہے جو کام کاج کے نتیجہ میں مضمحل ہو جائیں۔ حیوانات خود اپنے عمل کے نتیجہ میں مضمحل ہوتے ہیں اور خود اپنے عمل کے ذریعہ اس اضمحلال کا مداوا کرتے ہیں۔ لیکن جمادات کا درجہ حیوانات سے کم ہے۔ وہ جب مضمحل ہوتے ہیں تو کسی بیرونی ایجنٹ کی وساطت سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے اضمحلال کا مداوا یعنی ان کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت بھی کسی بیرونی ایجنٹ کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ بات تو تب تھی کہ وہ اضمحلال سے مصئون ہوتے۔ جب اضمحلال سے مصئون نہ رہے تو پھر انہیں لَا يُطْعَمُ ہو کر سوائے اس کے کیا حاصل ہوا کہ حیوانات کے درجہ سے گر کر جمادات کے زمرہ میں آگئے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ جل شانہ لَا يُطْعَمُ ہونے کے ساتھ يُطْعِمُ بھی ہے یعنی اس کا لَا يُطْعَمُ ہونا کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی یگانگت اور عظمت اور الآن کما کان کی شان کی وجہ سے ہے لیکن بُت نہ يُطْعَمُ نہ يُطْعِمُ محض جسد بیجان۔ فالفرق اجلی واظہر۔

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ: اس سے پہلے وقیل لی محذوف ہے (بیضاوی، جلالین، رازی۔ روح البیان۔ املاء)

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٦﴾

تُو اُن سے کہہ: میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اس دن کے عذاب سے کون بچائے گا ◉

إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي: جوابه محذوف دل عليه الجملة (بیضاوی) گویا آیت کی تقدیر ہے: قل انی اخاف عذاب یوم عظیم، ان عصیت ربی من ینصرنی من عذاب یوم عظیم۔

مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٧﴾

اس دن اللہ نے جسے عذاب سے نجات دی اس پر رحم کیا۔ دیکھو! اللہ کی رحمت کو پا لینا بہت بڑی کامیابی ہے ◉

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ میں ذٰلِكَ کا اشارہ رحمت کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور عذاب کی طرف بھی (بیضاوی)
مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: یقین جانو! اس دن کے عذاب سے نجات، پانا بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸﴾

اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچاتا ہے تو اسے اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ تمہیں کوئی انعام دیتا ہے تو وہ ہر بات پر قادر ہے —— کوئی اس کے فضل کو روک نہیں سکتا ◉

یونس ۱۰۔ میں فرمایا وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۹﴾

وہ اپنے بندوں پر پورا پورا تسلط رکھتا ہے۔ وہ حکیم اور خبیر ہے ◉

قھرہ کے معنی ہیں وہ اس پر غالب آیا۔ اس نے اسے ذلیل کیا۔ اخذ ھم قھرا کے معنی ہیں: اس نے انہیں زبردستی یعنی ان کی مرضی کے خلاف پکڑا (اقرب ولسان)
اس کا مصدر قھر ہے قاھر اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی بلند کے بھی ہیں چنانچہ جبل قاھر کے معنی ہیں بلند پہاڑ۔
اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس کی طرف سے تکلیف اور انعام یونہی نہیں ملتے۔ وہ اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے اور لوگوں کے دلوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔
یہاں اللہ تعالیٰ کے تسلط کو اس کے حکیم و خبیر ہونے کے تحت رکھا ہے یعنی وہ اپنے فیصلے صرف اس بنا پر نہیں کرتا کہ اسے پورا پورا تسلط حاصل ہے اس کا ہر ایک فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی بنیاد وہ علم ہے جس سے کوئی چیز باہر نہیں۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۟ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۟ۘ (۲۰)

وہ تجھے کہتے ہیں کہ اپنی تائید میں کوئی گواہ پیش کرلے ——

تُو اُن سے پُوچھ: شہادت کے اعتبار سے کون سب سے بڑا ہے۔
پھر کہہ: اللہ ہے۔ اور وہ تیرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ مجھ پر یہ قرآن اِس لئے نازل ہوا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں بھی انذار کروں اور ان لوگوں کو بھی جن تک یہ پہنچتا ہے۔
تُو ان سے پُوچھ: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ اَور بھی معبود ہیں۔ پھر کہہ: میں یہ گواہی نہیں دیتا۔
کہہ: حقیقت یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ ایک۔ مجھے ان بیجان چیزوں سے جنہیں تم اس کا شریک بناتے ہو، کوئی سروکار نہیں۔

لہ یہ سوال جواب میں مضمر ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۟ (۲۱) ع

وہ لوگ جنہیں ہم نے اپنی جناب سے کتاب کا علم دیا ہے اس رسُول

کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی جانوں کی بازی ہار چکے ہیں اس پر ایمان نہیں لاتے ◉

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ لاریب! ایسے ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ◉

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۳﴾

لوگو! اس دن کا خوف کرو جب ہم تمام لوگوں کو اکٹھا کریں گے، پھر مشرکوں سے کہیں گے: "کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جن کے بارے میں تم بڑے بڑے دعوے کرتے تھے ◉

يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا: منصوب بمضمر تهويلا للامر (بیضاوی)

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۴﴾

ان کے پاس سوائے اس کے کوئی عذر نہیں ہو گا کہ کہیں: "ہمیں اللہ، ہمارے رب کی قسم ہم شرک نہیں کرتے تھے" ◉

فِتْنَتُهُمْ: معذرتهم۔ (جلالین)

انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

دیکھ! وہ کس طرح اپنے متعلق جھوٹ بول رہے ہیں۔ کس طرح وہ بت جو وہ گھڑ رہے تھے انہیں تنہا چھوڑ گئے ہیں ◉

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾

کافروں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تیری باتوں کو سنتے ہیں، لیکن ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں۔ اگر یہ ہمارے تمام نشان بھی دیکھ لیں تو ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کی تکذیب کا یہ عالم ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے جھگڑا کرتے ہیں۔ کفر کو اختیار کرنے والے یہ لوگ کہتے ہیں: یہ قرآن سوائے پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کے اور کچھ بھی نہیں ◉

حَتّٰٓى اِذَا: ای بلغ تکذیبھم الی انھم اذا (بیضاوی)

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا: ان کے کفر کی طرف توجہ دلانے کے لئے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر استعمال کیا ہے۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

صرف یہی نہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن قصّے کہانیاں ہیں، وہ دوسروں کو بھی اس کے قریب آنے سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دُور رہتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہیں کرتے اور پھر اِس بات کو سمجھتے بھی نہیں ◉

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا۟ عَلَى ٱلنَّارِ فَقَالُوا۟ يَـٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَـٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾

کاش تُو انہیں اس وقت دیکھے جب وہ دوزخ کے رُوبرو کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے: کاش ہم دُنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو نہیں جھٹلائیں گے اور مومن بن جائیں گے ◉

إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ: اِس کے معنے دوزخ کے متعلق مطلع کئے جائیں گے یا وہاں پیش کئے جائیں گے بھی ہوسکتے ہیں۔ (بیضاوی)

وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: بالنصب على انه جواب التمنى فلايكون داخلافى التمنى والواوفى هٰذا كالفاء (املاء)

والمعنى ان رُدِدنا لم نكذب ونكن من المؤمنين (روح البيان)

بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا۟ يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا۟

لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۹﴾

لیکن یہ مومن کہاں بن جائیں گے۔ بات صرف اتنی ہو گی کہ وہ بات جو وہ پہلے چھپاتے تھے ان پر ظاہر ہو جائے گی۔ اگر انہیں واپس لوٹا دیا جائے تو وہ پھر وہی کچھ کرنے لگیں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے تمام دعووں میں جھوٹے ہیں ◉

بَلْ: لیس الامر علی ما قالوا من انہم لو رُدوا الی الدنیا اٰمنوا۔ (روح البیان)

مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؛ والمراد باخفائها تكذيبهم لها فان التكذيب بالشيئ كفر به واخفاء له (روح البیان) یعنی یہاں اخفاء سے مُراد تکذیب ہے کیونکہ کسی چیز کی تکذیب کے معنی اس کا انکار کرنا اور اس کا چھپانا ہیں۔

علامہ رازی کہتے ہیں کہ بَدَا لهم سے مراد بدا لهم وبالُ عقائدهم واعمالهم وسوءُ عاقبتها ہے یعنی ان کے عقائد اور اعمال کے بد نتائج ان پر ظاہر ہو جائیں گے۔

اس کا منتبادر مفہوم یہ ہے کہ جس حقیقت پر وہ دُنیا میں پردے ڈالنے کی کوششیں کرتے تھے وہ کھل کر انکے سامنے آجائے گی۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۰﴾

وہ کہتے ہیں: جو کچھ بھی ہے دُنیا ہی کی زندگی ہے۔ ہم مرنے کے بعد زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ ◉

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

کاش تُو انہیں اس وقت دیکھے جب وہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے۔

وہ اُن سے کہے گا: کیا قیامت برحق نہیں؟

وہ کہیں گے: کیوں نہیں۔ ہمارے ربّ کی قسم یہ برحق ہے۔

وہ کہے گا: جب یہ برحق ہے تو اس کُفر کے نتیجہ میں جس پر تمہیں اصرار تھا ہمارے عذاب کا مزا چکھو ◉

اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ: الاشارۃ الی البعث (بیضاوی۔ شوکانی و رُوح البیان)

قرآن میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ کے قیامت کے دن کفار کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کا ذکر ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے وَلَا یُکَلِّمُهُمْ ممکن ہے کوئی شخص کہے کہ یہ تناقض ہے سو جاننا چاہیئے کہ وَلَا یُکَلِّمُهُمْ کا مضمون قرآن میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے:۔

وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۲: ۱۷۵)

وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۳: ۷۸)

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا (۷: ۱۴۹)

اِن تمام مقامات پر اس کے ساتھ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ یا وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وغیرہ کی شرط لگی ہوئی ہے۔ پس اِس سے مراد پیار اور محبت کا کلام ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

وہ لوگ جو اِس بات کا انکار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے حضور پیش

ہوں گے سراسر گھاٹے میں ہیں ۔ وہ انکار ہی کرتے رہیں گے
حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی وہ چلا اُٹھیں گے :
افسوس ہے اس کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی ۔ وہ
اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوئے ہوں گے ۔ دیکھو!
کیا ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھائے ہوئے ہوں گے !

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً : والمعنى انهم كذبوا الى ان ظهرت الساعة بغتة (رازی۔بیضاوی۔جلالین۔شوکانی۔رُوح البیان) فیھا میں ھا کی ضمیر حیاۃ الدنیا کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے (بیضاوی و رازی) اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے : افسوس ہے اس کوتاہی پر جو ہم نے اپنی زندگی میں کی۔

وَ مَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ ‌ؕ وَلَلدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۲﴾

دنیوی زندگی تو لہو و لعب کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ ان لوگوں کی نگاہ
میں جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں آخرت کا گھر اِس دُنیا سے
کہیں بہتر ہے ۔ لوگو! کیا تم عقل سے کام نہیں لوگے ؟

دار کے معنی ہیں گھر۔ زمانہ۔ دہر (لین و اقرب) یہ لفظ دار یدور سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ گیا۔ وہ گھوما۔

اِس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں : ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں آخرت کا زمانہ دنیوی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

آیت کے ہر دو معنی میں حُسنِ تقابل ہے۔ دُنیا کے مقابلہ میں آخرت کا گھر اور دنیوی زندگی کے مقابلہ میں آخرت کا زمانہ۔

اِس آیت میں دُنیا کی زندگی کو لہو و لعب کہا گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صلحاء اور عارفین کے لئے

بھی یہ لہو ولعب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الدّنیا سجن للمؤمن کہ دُنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ نیز فرمایا ما انا من دد ولا الدد منی (یعنی زیر لفظ دد) کہ نہ مجھے لہو ولعب سے کوئی تعلق ہے اور نہ لہو ولعب کو مجھ سے کوئی تعلق ہے۔ قرآن اِس بات سے بھرا پڑا ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندے قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (۳ : ۱۹۲) اپنے ربّ کو یاد کرتے ہیں۔ پس اِس آیت کے کوئی ایسے معنی نہیں کئے جاسکتے جو قرآن کی نصِ صریح کے خلاف ہوں۔

اِس سے پہلی آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے یہ دُنیا ہی کی زندگی ہے اور قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا دُنیوی زندگی تو لہو ولعب ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کی نگاہ میں دارالاٰخرۃ اِس دُنیا سے بہت بہتر ہے۔

فحوائے کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کافر کے دُنیوی زندگی کے تصوّر اور مومن کے اخروی زندگی کے تصوّر کا مقابلہ کیا جارہا ہے۔ گویا اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا میں ال عہد کے لئے ہے اور اس سے مُراد کافر کا دنیوی زندگی کا تصوّر ہے۔

اَلْحَیٰوۃ سے مُراد حیٰوۃ الکافر بھی ہوسکتی ہے (رازی) اِس کے معنی علٰی تقدیر حذف مضاف بھی ہوسکتے ہیں یعنی ومامتاع الحیٰوۃ الدّنیا الّا لعب و لھو (شوکانی) یا مالذّات الحیٰوۃ الدنیا الّا لعب و لھو (رازی) یعنی دُنیا کی متاع یا اس کی لذّات لہو ولعب سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتیں۔

اگر الحیٰوۃ میں ال استغراق کا لیا جائے اور اس سے مراد مومن اور کافر سب کی زندگی ہو تو اسے لہو ولعب سے تعبیر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوں گے کہ زندگی کا مقصد اسے لہو ولعب میں گزارنا ہے، بلکہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جس طرح لہو ولعب کا زمانہ چشم زدن میں گزر جاتا ہے اسی طرح دُنیوی زندگی کا زمانہ قلیل ہے۔ گویا حیٰوۃ الدّنیا کو اس کے قلیل المدّت ہونے کی وجہ سے لہو ولعب سے تشبیہہ دی ہے۔ اِس بارے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں تغایر لازم ہے۔ اگر دونوں ایک ہی چیز ہوں تو تشبیہہ کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ پس جب کہا جائے کہ فلاں آدمی شیر ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ اس کی دُم اور پنجے بھی تلاش کئے جائیں۔ اسی طرح اگر دنیوی زندگی کو لہو ولعب سے تعبیر کیا ہے تو اس کے معنے صرف اِس قدر ہیں کہ لہو ولعب کی طرح یہ جلد ختم ہوجانے والی چیز ہے، اس میں پائیداری نہیں۔

قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّهٗ لَيَحۡزُنُكَ الَّذِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ لَا يُكَذِّبُوۡنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۳۴﴾

اے رسول! ہم جانتے ہیں کہ وہ باتیں جو وہ کرتے ہیں تجھے رنجیدہ کرتی ہیں لیکن وہ تیری تکذیب نہیں کرتے۔ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں ◉

اگرچہ اِس جگہ خطاب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس سے فائدہ عام خطاب کا اُٹھایا گیا ہے، یعنی کافروں کو بتا یا ہے کہ تم رسول کی تکذیب کر کے دراصل ہماری آیات کا انکار کر رہے ہو۔ اُن سے عدمِ التفات اور رسول سے التفات کے اظہار کے لئے خطاب رسول کو کیا گیا ہے۔

اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اللہ کی آیت ہیں۔

وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَاُوۡذُوۡا حَتّٰٓى اَتٰىهُمۡ نَصۡرُنَا‌ ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ‌ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۵﴾

اے رسول! تجھ سے پہلے رسول بھی جھٹلائے گئے، لیکن باوجود اس کے کہ وہ جھٹلائے گئے اور ان کو ایذائیں دی گئیں انہوں نے صبر سے کام لیا حتیٰ کہ ہماری نصرت ان کے شاملِ حال ہو گئی۔ اللہ کی تقدیروں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اِس سلسلہ میں انبیاء سابقین کے بعض حالات تجھے بیان کئے جا چکے ہیں ◉

وَاِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ

تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۶﴾

اے رسول! اگر تجھے ان لوگوں کی روگردانی ایسی ہی شاق گزرتی ہے تو اگر تجھے طاقت ہے کہ تو زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان پر زینہ لگا کر اُن کے لئے کوئی نشان لے آئے تو بےشک ایسا کرلے۔ یاد رکھ! اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔ پس نادانوں میں سے نہ بن ◉

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ: جواب الشرط محذوف تقدیرہ فافعل (بیضاوی۔ جلالین۔ رُوح البیان۔ شوکانی۔ رازی)

اِس آیت کا طرزِ خطاب صاف بتا رہا ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے ورنہ خود اپنے لئے ایسے الفاظ کون استعمال کرتا ہے۔

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۷﴾

بات تو وہی مانتے ہیں جو سنتے ہیں۔ رہے مُردے سو اللہ ان کو زندہ کرے گا اور پھر وہ چارو ناچار اسی کی طرف لوٹیں گے ◉

اِس میں واضح پیشگوئی ہے کہ وہ دن ضرور آئے گا جب اس کلام کے مخاطبین کو ایمان لائے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔ یہ سُورج مکہ میں بھی طلوع ہوا اور عرب میں بھی طلوع ہوا اور بہت سے دیگر ممالک اس کی جلوہ ریزی سے فیضیاب ہوئے۔ جہاں بھی یہ خطاب پہنچا، لوگوں کو اسے قبول کئے بغیر چارہ نہیں رہا، چنانچہ آج یہ سُورج مغرب کی تاریک

فضاؤں کو بھی چیر رہا ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

یہ لوگ کہتے ہیں: اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشان کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

کہہ: اللہ اِس بات پر قادر ہے کہ کوئی نشان نازل کرے، لیکن اکثر لوگ اس کے نتائج کو نہیں جانتے ◉

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: إنّ نزولها بلاء عليهم لوجوب هلاكهم (روح البیان)

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٩﴾

زمین پر چلنے والے سب جانور اور ہوا میں اُڑنے والے سب پرند تمہاری طرح قاعدہ قانون کی پابند جماعتیں ہیں۔ ہم نے اپنے قانون میں کسی بات کو نظرانداز نہیں کیا۔ اور موت کے بعد سب لوگ اپنے رب کے حضور اکٹھے کئے جائیں گے ◉

اُمّۃ کے معنی ہیں: طریق۔ دین۔ ۔۔۔

شاعر کہتا ہے ؎

وهل يستوى ذو امّة وكفور

یعنی کیا صاحب شریعت اور کافر برابر ہو سکتے ہیں (لین ولسان)

اُمَّةً کا لفظ اکثر ذو امّة کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (۲ : ۲۱۴)

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ میں هُمْ اور يُحْشَرُوْنَ کی ضمائر کا مرجع غیر ذی روح نہیں ہو سکتے۔ اگر اس جگہ انسان کے علاوہ دوسرے حشرات الارض کے حشر کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو ثُمَّ الٰی رَبِّهَا تحشر فرمایا ہوتا۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب اس نے ہر ایک جاندار کے لئے ایک ضابطۂ حیات مقرر کیا ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ انسان کے لئے کوئی ضابطۂ حیات مقرر نہ کیا جاتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ چونکہ انسان کو باقی اصناف سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ ضابطۂ حیات کی پابندی کرے یا نہ کرے لہٰذا اس کے لئے یوم الحساب رکھا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۰﴾

وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں بہرے اور گونگے ہیں۔ طرح طرح کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ پر قائم کر دیتا ہے ◉

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

اے رسُول اُن سے کہہ: ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر تم پہ اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت ٹوٹ پڑے تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اَور کو مدد کے لئے پکارو گے ؟ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ بُت تمہاری مدد کر سکتے ہیں تو اس وقت ضرور اپنے بُتوں کو پکارنا ◉

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : جوابه محذوف (بیضاوی۔جلالین و رُوح البیان)

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ع (۴۲)

لیکن اس وقت تم بُتوں کو کہاں پکارو گے۔تم صرف اُسی کو پکارو گے اور بُتوں کو بھُول جاؤ گے۔اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں اس آزار سے بچا لے گا کہ جس سے بچنے کے لئے تم اسے پکارو گے ◉

وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ : اس کا عطف تَدْعُوْنَ پر ہے (رُوح البیان) اس کو ترجمہ میں اپنے معطوف کے ساتھ رکھا گیا ہے تاکہ مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (۴۳)

اے رسُول! ہم نے تجھ سے پہلی اُمتوں کے لئے بھی رسُول بھیجے ، لیکن جب انہوں نے انکار کیا تو ہم نے انہیں طرح طرح کی آفات اور تکالیف میں مُبتلا کر دیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں ◉

فَاَخَذْنٰهُمْ : ای فکفروا وکذبوا فاخذنٰهم (بیضاوی۔رُوح البیان)

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

آخر ان لوگوں نے کیوں نہ اس وقت عاجزی اختیار کی جب ہمارے عذاب نے انہیں گھیر لیا تھا؟ لیکن وہ عاجزی کیونکر اختیار کرتے۔ اُنکے دل سخت ہو چکے تھے۔ اور شیطان ان کی بداعمالیاں انہیں خوشنما کرکے دکھلا رہا تھا ◉

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی ہم نے، ان پر نعمتوں کے دروازے کھول دئے، اور ملتے لو۔ عین اس وقت جب وہ ان نعمتوں کی وجہ سے جو ان کو دی گئی تھیں خوشیاں منا رہے تھے ہم نے انہیں ناگہاں پکڑ لیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے حسرت و یاس کی تصویر بن گئے ◉

حتّٰی: اس جگہ افتتاحیہ ہے (روح البیان)

مُبْلِس: اسم فعل بمعنی اسم صفت ہے۔ اسی میں دوام اور ثبوت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

غرض کہ ظالم قوم کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ یاد رکھو! تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ◉

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۷﴾

اے رسول اُن سے کہہ: اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے علاوہ کونسا دوسرا معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں واپس لا کر دے دیگا۔

دیکھ! ہم کس طرح اپنی آیات طرح طرح سے بیان کرتے ہیں اور وہ کس طرح اعراض کئے جاتے ہیں ◉

ثُمَّ: لاستبعاد الاعراض (بیضاوی و رُوح البیان)

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۸﴾

کہہ: بتاؤ تو سہی کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک آ جائے یا ظاہرو باہر آ جائے تو کیا ظالموں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا ◉

بعنی خود تمہارے دل گواہی دے رہے ہیں کہ تم ظالم ہو اور عذاب الٰہی کے مستحق ہو۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

ہم رسُول صرف بشارت دینے اور انذار کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔پس جو لوگ ایمان لے آتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہو گا نہ غم ◉

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۵۰﴾

لیکن وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں انہیں ان کی نافرمانی کے سبب عذاب پل کر رہے گا ◉

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۵/۹ ۱۱

اے رسُول تُو اُن سے کہہ: مَیں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ یہ کہ مَیں غیب جانتا ہوں اور نہ مَیں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ مَیں فرشتہ ہوں۔ مَیں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری

طرف بھیجی جاتی ہے۔

کہہ: کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں۔ تم کیوں نہیں سوچتے؟ ◉

جب یہ فرمایا کہ میں نہ اللہ کی قدرتوں کا مالک ہوں نہ عالم الغیب ہوں اور نہ فرشتہ تو سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر آپ کا منصب کیا ہے۔ فرمایا: میں اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ اور اس وحی کا نتیجہ یہ ہے کہ جن علوم کے متعلق تم صرف اٹکل پچو سے کام لیتے ہو میں ان کو علیٰ وجہ البصیرت جانتا ہوں پس تم پر میری پیروی لازم ہے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اے رسول! قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرا جو جانتے ہیں کہ وہ اپنے ربّ کے حضور ایسی حالت میں حاضر کئے جائیں گے کہ اس کے سوا نہ کوئی ان کا دوست ہوگا نہ مددگار تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں ◉

يَخَافُوْنَ: قيل ومعنى يخافون: يعلمون (شوكانى وروح البيان)

دوسری جگہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ (۴۲: ۱۹)

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (۲: ۴۷)

آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں: ان لوگوں کو ڈرا جن پر یہ خوف طاری رہتا ہے کہ۔۔۔۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اے شخص! تو ان لوگوں کو مت دھتکار جو اپنے رب کی خوشنودی کو طلب کرتے ہوئے اسے صبح و شام پکارتے ہیں۔ ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری تجھ پر نہیں اور تیرے حساب کی کوئی ذمہ داری ان پر نہیں کہ تو خواہ مخواہ ان کو دھتکار کر ظالموں میں سے بن جائے ◉

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

بات یہ ہے کہ ہم بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں کہتے ہیں: کیا اللہ نے اپنے احسان کے لئے ہم میں سے ان ذلیل لوگوں کو چن لیا ہے؟ لیکن کیا اللہ اپنے شکرگزار بندوں کو ان سے بہتر نہیں جانتا؟ ◉

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۵﴾

اے رسول! جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو تو اُن سے کہہ: تم پر سلام ہو۔ تمہارے رب نے اپنے اُوپر رحمت کو واجب کر رکھا ہے۔ چنانچہ تم میں سے اگر کوئی شخص ناسمجھی میں کوئی بُرا فعل کر گزرے اور اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو وہ دیکھے گا کہ اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

ع ۶ ۵ ۱۲ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلِتَسۡتَبِيۡنَ سَبِيۡلُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۵۶﴾ ع

دیکھو! ہم اپنی آیات کو اِس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور مجرموں کی راہ آشکار ہو جائے ◉

وَلِتَسۡتَبِيۡنَ : عطف على علة مقدرة - اى نفصل الآيات ليظهر الحق ولتستبين سبيل المجرمين (بيضاوى)

قُلۡ اِنِّىۡ نُهِيۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهۡوَآءَكُمۡ‌ۙ قَدۡ ضَلَلۡتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۵۷﴾

اے رسول! اُن سے کہہ: مجھے ان خداؤں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو

کہہ: مَیں تمہاری نفسانی خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا۔ اگر مَیں
ایسا کروں گا تو گمراہ ہوجاؤں گا اور میرا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں
سے نہیں ہوگا ◉

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ
وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۸﴾

کہہ: مَیں تو اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر قائم ہوں لیکن
تم اس کے منکر ہو۔ میرے اختیار میں وہ چیز نہیں جس کے لئے تم بیتاب
ہو رہے ہو۔ فیصلہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے وہ سچا فیصلہ سنائیگا
سب فیصلہ کرنے والوں میں وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ◉

وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ :۔ اِس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف یا بَیِّنَةٍ کی طرف (باعتبار معنی) راجع ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ
بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾

کہہ: اگر وہ چیز جس کے لئے تم بیتاب ہو رہے ہو میرے اختیار میں
ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ لیکن
فیصلہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ◉

یعنی جانتا ہے کہ کسے مہلت دینی چاہیئے اور کسے نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ : فی معنی الاستدراك كانّه قال ولكن الامر الى الله

وھو اعلم بمن ینبغی ان یوخذ وبمن ینبغی ان یمھل منھم (بیضاوی)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

غیب کے تمام خزانے اسی کے قبضہ میں ہیں۔ انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے وہ اسے جانتا ہے۔ اس کے علم کے بغیر کوئی پتہ نہیں گرتا۔ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں پوشیدہ نہیں اور کوئی خشک و تر کہیں موجود نہیں لیکن وہ ایک واضح قانون میں جکڑا ہوا ہے ◉

مَفَاتِحُ: مَفْتَحٌ اور مِفْتَحٌ کی جمع ہے۔ مَفْتَحٌ کے معنے ہیں مخزن اور خزانہ اور مِفْتَحٌ کے معنی ہیں کنجی (لسان و اقرب)

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع ۵ / ۱۲

وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری رُوحیں قبض کرتا ہے۔ جو کچھ تم دن کو کرتے ہو وہ جانتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے وہ تمہیں دن کو

دوبارہ زندہ کرتا ہے تاکہ وہ میعاد جو اس نے تمہارے لئے مقرر کر رکھی ہے پوری ہو جائے۔ اور جب تم یہ میعاد پوری کر چکو گے تو تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا اور پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم نے کیا عمل کئے ◉

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦٢﴾

وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ وہ تمہاری نگرانی کے لئے نگران فرشتے بھیجتا ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کی موت آن پہنچتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ تعمیلِ حکم میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے ◉

حَفَظَة : حافظ کی جمع۔

حَتّٰى : الابتدائیة (شوکانی)

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٣﴾

اور جب موت اپنا کام تمام کر چکے گی تو وہ تمام کے تمام اللہ اپنے مولا، کے حضور حاضر کئے جائیں گے۔ سن رکھو! حکم صرف اسی کا چلتا ہے۔ اور جب وہ محاسبہ کرنے لگتا ہے تو پھر ناتئی جلدی کرتا ہے۔

کہ کوئی محاسبہ کرنے والا اتنی جلدی نہیں کر سکتا ◉

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ج لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٤﴾

اے رسول! تو ان سے پوچھ: بحر و بر کے شدائد سے تمہیں کون بچاتا ہے کہ جب تم گڑگڑا گڑگڑا کر اور چھپکے چھپکے اس سے دعائیں مانگتے ہو اور کہتے ہو: اگر اس نے ہمیں اس عذاب سے نجات دے دی تو ہم ہمیشہ اس کے شکرگزار بن کر رہیں گے ◉

ظُلُمٰت: ظُلْمَة کی جمع۔ اس کے لفظی معنی اندھیرے کے ہیں۔ اس جگہ اس سے مراد شدائد ہیں۔ عربی میں الیوم الشدید کو الیوم المظلم کہتے ہیں (بیضاوی۔ شوکانی و رازی)۔

تَدْعُوْنَهٗ: فی محل نصب علی الحال (شوکانی)

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾

پھر تو ان سے کہہ: ان شدائد سے بلکہ ہر ایک غم سے تمہیں اللہ ہی بچاتا ہے۔ لیکن شکر کرنا تو درکنار تم الٹا معبودانِ باطلہ کی پرستش کرنے لگتے ہو ◉

ثُمَّ: استبعاد کے لئے آیا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ

فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۶﴾

کہہ: وہ اِس بات پر قادر ہے کہ تم پر آسمان سے یا زمین سے کوئی عذاب نازل کرے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور تمہیں خانہ جنگی کا مزہ چکھائے۔ دیکھ! ہم کِس طرح بادلیل باتیں مختلف زاویوں سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ بات کو سمجھ جائیں ◉

مِنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ: اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ تمہارے سرداروں اور تمہارے تحوت کے ذریعہ تمہیں عذاب میں مُبتلا کرے (شوکانی)

يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا: يجعلكم شِيَعًا مختلفين۔ (لسان)

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۶۷﴾

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

اے رسُول! تیری قوم نے قرآن کی تکذیب کی ہے حالانکہ وہ بنی نوع انسان کی تمام ضروریات کو پُورا کرتا ہے۔ تُو ان سے کہہ دے: مَیں تم پر نگران نہیں۔ ہر ایک پیشگوئی کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور تم جلد ہی جان لوگے کہ عذاب کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی تھی اس کے ظہور کا

وقت آن پہنچا ہے ◉

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۹

اور جب تُو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں بیکار اُلجھتے ہیں، تُو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ اور اگر شیطان تمہیں یہ بات بُھلا دے تو اس کے یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے پاس ہرگز مت بیٹھ ◉

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۷۰

وہ لوگ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں ظالموں کے حساب کے قطعاً جوابدہ نہیں۔ ان کا کام صرف پند و نصیحت کرنا ہے تا کہ لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں ◉

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے۔ البتہ انہیں قرآن کے ذریعہ پند و نصیحت کر مبادا کوئی جان اپنے اعمال کی پاداش میں ہلاک ہو جائے۔ اللہ کے سوا کوئی کسی کا دوست اور مددگار نہیں۔ پکڑے جانے کے بعد اگر کوئی سب کچھ دے کر بھی چھٹکارا حاصل کرنا چاہے گا تو اس سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال کی پاداش میں ہلاک ہو گئے۔ بوجہ اس کفر کے جسے انہوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا تھا انہیں پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ملے گا اور ایک دردناک عذاب ان کا انجام ہو گا ◉

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ : متن میں اس کا ترجمہ اسے جملہ مستانفہ قرار دے کر کیا گیا ہے۔ یہ نفس کی صفت یا کَسَبَتْ کی ضمیر کا حال بھی ہو سکتا ہے (املاء) اول الذکر صورت میں آیت کا ترجمہ ہو گا: مبادا کوئی جان جس کا اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں اپنے اعمال کی پاداش میں ہلاک ہو جائے۔ موخر الذکر صورت میں آیت کا ترجمہ ہو گا: مبادا کوئی جان اپنے اعمال کی پاداش میں اس حال میں ہلاک ہو جائے کہ اللہ کے سوا اس کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہو۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا

وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

تُو ان سے کہہ: کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پکاریں جو نہ ہمیں کوئی نفع پہنچا سکتی ہیں، نہ نقصان؟ کیا اللہ سے ہدایت پا چکنے کے بعد ہم اِس بات کو گوارا کر لیں کہ کوئی ہمیں واپس گمراہی میں لوٹا دے[1] اور ہماری مثال اس شخص کی مانند ہو جائے جسے بہکانے والے بہکا کر لے گئے ہوں اور وہ زمین میں حیراں و سرگرداں پھر رہا ہو جبکہ اس کے کچھ ایسے دوست بھی ہوں جو "ہماری طرف آ" کہہ کہہ کر اسے راہِ راست کی طرف بُلا رہے ہوں؟

کہہ: اصل ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے آئے۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ربّ العالمین کے حضور سرِ اطاعت خم کریں اور پھر ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز قائم کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ وہی وہ ذات ہے جس کے حضور تمہارا حشر ہو گا ◉

[1] نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا: نرجع من الاسلام الى الشرك باضلال المضل (روح البیان)

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿٧٤﴾

وہی وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمان کو برحق بنایا۔ جس دن وہ کہے گا: ہو جا، حشر ہونا بعد کون ہو جائے گا۔ اس کی بات اٹل ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا صرف اسی کا حکم چلے گا۔ وہ غائب اور حاضر سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کی ہر بات میں حکمت ہے، اس کو ہر بات کی خبر ہے ◉

فَيَكُوْنُ: مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْۤ اَرٰٮكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا تھا: کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا پاتا ہوں ◉

وَكَذٰلِكَ نُرِىْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٦﴾

جس طرح ہم نے ابراہیم کو روشنی عطا فرمائی اسی طرح ہم اسے زمین و آسمان
کی بادشاہت کا نظارہ کراتے رہے۔ ہمارے اس فعل کی غرض یہ تھی کہ وہ یقین
کامل حاصل کرلے ◉

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ: نُرِيْ مضارع کا صیغہ ہے۔ ماضی کے بیان میں مضارع لاکر اس سے تواتر کا فائدہ
اٹھایا گیا ہے۔

مضارع کے صیغہ سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ یہاں ابراہیم سے مراد فداہ ابی و امی رسولِ عربی محمد صلے اللہ علیہ
وسلم ہوں حضور خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء کے نام آپ کو دئے گئے ہیں۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ
فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۷﴾

جب رات کی تاریکی نے ابراہیم کو ڈھانپ لیا تو اس نے ایک چمکدار ستارہ
دیکھا۔ وہ کہنے لگا: یہ ہے میرا رب۔ لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو وہ
کہنے لگا: مجھے غروب ہوجانے والے معبود پسند نہیں ◉

اٰفِلِيْنَ: جو کہ آفلون کی حالت نصبی ہے ی ن کے ساتھ ذی رُوح کی جمع ہے۔ اس سے مراد معبودانِ باطلہ ہیں۔
آفل اسم صفت ہے یعنی ایسی چیز جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے غروب ہونے والی اور زوال پذیر ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ
قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ
الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۸﴾

پھر جب اس نے چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہنے لگا: یہ ہے میرا رب۔ لیکن

جب وہ غروب ہوگیا تو وہ کہنے لگا: اگر میرے خدا نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو مَیں بھی گمراہ ہو جاتا ◉

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۹﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۰﴾ ۚ

پھر جب اس نے سُورج کو چمکتا ہُوا دیکھا تو کہنے لگا: یہ ہے میرا ربّ؛ یہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو وہ کہنے لگا: اے میری قوم مَیں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ مَیں نے تو پُورے من کے ساتھ اپنا مُنہ اس ذات کی طرف کر رکھا ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا ہے اور مَیں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں ◉

حَنِیْفًا کے لفظی معنے جھکنے کے ہیں یعنی اللہ کی طرف تمام و کمال جھکتے ہوئے یا ادیانِ باطلہ سے مُنہ موڑ کر۔
حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ستارے، چاند اور سُورج کو باری تاری خدا کہنا تعریض کے طور پر تھا۔ وہ مُشرکوں پر یہ بات واضح کرنا چاہتے تھے کہ وہ اجرامِ فلکی جو ایک اٹل قانون میں جکڑے ہوئے ہیں کیونکر خود مختار خدا ہو سکتے ہیں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور اس کی قوم نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔ اس نے ان سے کہا: کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جبکہ اس نے مجھے ہدایت کی راہ دکھلا دی ہے؟ میں تمہارے بتوں سے کوئی خوف نہیں کھاتا۔ مجھے میرے رب کے اِذن کے بغیر کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ میرا رب اپنے علم کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر محیط ہے۔ کیا اِس قدر سمجھانے کے بعد بھی تم انکار پر اصرار کرو گے اور نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟ ◉

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ: ف کا عطف محذوف پر ہے گویا آیت کی تقدیر ہے: اتعرضون عن التأمل فی انّ اٰلهتكم جمادات غير قادرة على شيئ من نفع ولاضر فلا تتذكّرون (روح البیان) یا اتصرّون على الكفر بعد ذٰلك فلا تتذكّرون۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٢﴾

میں کیونکر اُن چیزوں سے ڈروں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، جبکہ تم اُن چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کی اُلوہیت کے متعلق اس نے تمہیں کوئی محکم دلیل عطا نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون نجات کا زیادہ مستحق ہے؟ اگر تم صاحبِ علم ونظر ہو تو اِس سوال کا جواب دو ◉

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

ع ۹ ۱۲ ۱۵

یاد رکھو! نجات صرف انہی لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملونی نہیں کرتے۔یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پا گئے ◉

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۴﴾

یہ تھی وہ بُرہان جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں۔یقیناً تیرا ربّ بڑی حکمتوں والا، بہت جاننے والا ہے ◉

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب دیئے۔اور ہم نے ان سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی تھی۔ اور ہم نے اس کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایّوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی ہدایت دی۔ہم تمام نیکوکاروں کو اسی طرح ہدایت دیتے ہیں ◉

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور ہم نے زکریا، یحییٰ، عیسٰی اور الیاس کو بھی ہدایت دی۔ یہ تمام لوگ زمرۂ صالحین میں سے تھے ◉

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور ہم نے اسمٰعیل، الیسع، یونس اور لوط کو بھی ہدایت دی۔ ہم نے ان سب کو دُنیا جہان کے لوگوں پر فضیلت دی ◉

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۸﴾

اور ہم نے ان کے باپ دادوں، ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بعض لوگوں کو ہدایت دی۔ ہم نے ان کو اپنے کام کے لئے چُن لیا اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی ◉

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۹﴾

وہ ہدایت جو ان لوگوں کو دی گئی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ بھی شرک کے مرتکب ہوتے تو ان کے تمام اعمال اکارت جاتے ◉

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٩٠﴾

یہ وہ لوگ تھے، جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوّت عطا کی۔ اگر یہ مکّہ کے لوگ ان نعمتوں کا انکار کریں گے تو ہم یہ نعمتیں ان لوگوں کے سپرد کر دیں گے جو ان کی ناشکری نہیں کریں گے ◉

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾ ع ۱۰/۸/۱۶

یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی۔ پس تُو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

تُو ان سے کہہ: مَیں تم سے قرآن لانے کا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میری غرض تو تمام قوموں کو نصیحت کرنا ہے ◉

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ: ھُوَ کی ضمیر غرض، قرآن یا تبلیغ کی طرف راجع ہو سکتی ہے (بیضاوی)

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ ۖ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٢﴾

جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی وحی نازل نہیں کی تو یہ اللہ کی عنایات کا اندازہ اُس طور پر نہیں کرتے جس طور پر کرنا چاہیئے۔
تُو ان سے کہہ: وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے، جو لوگوں کے لئے نُور اور ہدایت تھی، کس نے نازل کی؟ تم نے اسے مجموعۂ اوراق بنا رکھا ہے۔ جن اوراق کو چاہتے ہو دکھاتے ہو مگر اس کی اکثر باتوں کو چھپاتے ہو۔ اور یہ باتیں تم اس وقت بنا رہے ہو جب تمہیں اس علم سے نوازا گیا ہے جس کا تمہیں اور تمہارے باپ دادوں کو کوئی پتہ نہ تھا۔
تُو ان سے کہہ: قرآن تو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور اس کے بعد انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے کہ اپنا دل اپنی بیہودہ باتوں سے بہلاتے رہیں ◉

قُلِ اللّٰهُ: جملہ اسمیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر ھو اللّٰہ یا اللّٰہ انزلہ ہوگی اور جملہ فعلیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر انزلہ اللّٰہ ہوگی (املاء و بیضاوی)

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ

يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۳﴾

یہ، وہ مبارک کتاب ہے جو ہم نے نازل کی۔ جو اس سچائی کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی۔ ہم نے اسے اس لئے نازل کیا ہے تاکہ اہلِ زمین اس کی برکات سے فیضیاب ہوں، اور تاکہ تو اس کے ذریعہ اُس لبستی کے مکینوں کو جو تمام قوموں کا مرکز ہے اور اس کے گردوپیش (یعنی مشرق و مغرب) کے تمام لوگوں کو ڈرائے۔ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَلِتُنْذِرَ: عطف لما دل علیہ مبارک ای للبرکات ولتنذر (بیضاوی و روح البیان)
اُمَّ الْقُرٰی سے مراد مکہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کا مرکز بنایا ہے۔ دنیا کا نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مکہ عین نافِ زمین میں واقع ہے۔
وَمَنْ حَوْلَهَا سے مراد تمام اہلِ مشرق و مغرب ہیں (بیضاوی و روح البیان)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۴﴾

اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے جبکہ اس پر کوئی وحی نازل نہیں کی گئی۔ اسی طرح اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو یہ کہے کہ میں عنقریب تم پر ایسا ہی کلام نازل کروں گا جیسا کہ تمہارے اللہ نے تم پر نازل کیا ہے۔

کاش تو ظالموں کو اس وقت دیکھے جب وہ موت کی سختیاں جھیل رہے ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر کر ان کو پکڑ رہے ہونگے اور کہہ رہے ہوں گے: لاؤ نکالو اپنی جانیں۔ چونکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اور اس کی آیات سے سرکشی کرتے تھے، آج تمہیں ایک رسواکن عذاب دیا جائے گا

مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ: اللہ کا لفظ تعریضًا یا حکایت عن الغیر کے طور پر استعمال ہوا ہے۔
وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ: حذف مفعوله لدلالة الظرف عليه (بیضاوی و روح البیان)
گویا آیت کی تقدیر ہے: ولو ترى الظالمين اذ الظالمون...
اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں "اگر چھڑا سکتے ہو تو اپنی جانوں کو ہمارے ہاتھوں سے یا عذاب سے چھڑا لو۔ (بیضاوی و روح البیان)

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۵﴾ ع ۱۱/۱۷

اس وقت اللہ ان سے کہے گا: آج تم ہمارے پاس اسی حالت میں تن تنہا

آئے ہو جس حالت میں کہ تم اس وقت تھے جبکہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور وہ تمام مال و متاع جو ہم نے تمہیں دیا تھا پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ اور یہ کیا ماجرا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ تمہارے وہ شفیع اور مددگار نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہیں دعویٰ تھا کہ وہ ان امور میں جو تمہارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ہمارے شریکِ کار ہیں۔ تمہارے تمام رشتے کٹ چکے ہیں اور تمہارے معبود جن کے متعلق تم بڑے بڑے دعوے کرتے تھے تمہیں تنہا چھوڑ گئے ہیں۔ ◉

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ (۹۶)

اللہ ہی ہے جو دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑتا ہے۔ وہ زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اس شان کا ہے اللہ! تم کدھر بھٹک رہے ہو ◉

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ : یہ آیت جوامع الکلم میں سے ہے۔ اسکے کئی معنے ہیں۔

۱۔ مُردہ مٹی سے زندہ وجود بناتا ہے اور زندہ وجودوں کو مُردہ مٹی میں بدل دیتا ہے۔

۲۔ مُردہ مٹی سے زندہ وجود بناتا ہے اور زندہ وجودوں سے مہلک اور ردّی عناصر بول و براز وغیرہ کے ذریعہ دُور کر دیتا ہے۔

۳۔ مُردہ قوموں میں سے زندہ لوگ پیدا کر دیتا ہے اور زندہ قوموں میں سے مُردہ لوگ پیدا کرتا ہے۔

۴۔ مُردہ قوموں کو زندہ کر دیتا ہے اور زندہ قوموں کو موت کی نیند سُلا دیتا ہے۔

۵ ۔زندہ لوگوں کو مُردہ لوگوں سے جُدا کر دیتا ہے اور مُردہ لوگوں کو زندہ لوگوں سے جُدا کر دیتا ہے۔

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٧﴾

وہ اندھیروں کو چیر کر صُبح کو نمودار کرتا ہے۔ اِس نے رات کو ساکن بنایا ہے اور سُورج اور چاند کو گھومنے والا بنایا ہے۔ یہ سب پر غالب ، سب کچھ جاننے والے خُدا کا جچا تُلا قانون ہے ◉

اَلَّيْل کے معنے رات یا اندھیرے کے ہیں۔

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا: اَلشَّمْس کا لفظ اگر جنس کے لئے لیا جائے تو اس میں تمام وہ ستارے آجاتے ہیں جو اپنی ذات میں روشن ہیں۔ اسی طرح اگر اَلْقَمَر کا لفظ جنس کے لئے لیا جائے تو اس میں تمام وہ سیارے آجاتے ہیں جو بالواسطہ روشن ہیں۔ قرآن نے دوسری جگہ الشَّمْس کے لئے ضیاء اور القمر کیلئے نور کا لفظ استعمال کیا ہے (۱۰:۶)

ضیاء اُس روشنی کو کہتے ہیں جو فی ذاتہٖ روشن ہو اور نور اُس روشنی کو کہتے ہیں جو مستعار ہو (لسان واقرب)
بعض جگہ کسی چیز کو اس کے آلہ کے نام سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً فرمایا وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (۲۶ : ۸۵) اِس جگہ ذکر کو لسان سے تعبیر کیا ہے جو کہ ذکر کرنے کا آلہ ہے۔ علمِ بیان میں اسے تسمية الشيئ باسم آلته کہتے ہیں (مختصر المعانی ص۳۷۳) اسی طرح بعض دفعہ کسی چیز کو اس کے سبب کے نام سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً جب کہیں رعینا الغیث تو اس کے معنی ہوتے ہیں ہم نے اپنے جانوروں کو نباتات چرائی۔ اِس جگہ غیث (مینہ) نباتات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ اس کا باعث ہوتا ہے۔ اسے تسمية الشيئ باسم سببه کہتے ہیں (مختصر المعانی ص۳۷۲)

اِن اعتبارات سے الشمس اور القمر کے معنے غیر مستعار اور مستعار روشنی ہوں گے۔

اِس آیت میں وہ نکتہ بیان کیا ہے جو آج سائنس نے دریافت کیا ہے کہ اندھیرا ساکن ہے اور روشنی متحرک اور اجرام فلکی ایک ناپیداکنار اور ساکن رات میں چل رہے ہیں۔

رُوحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ گمراہی اور ضلالت موت اور سکنت کی علامت ہیں اور نُور اور ہدایت زندگی اور حرکت کا نام ہیں۔ جب کوئی قوم رات کے اندھیروں میں گرفتار ہو جاتی ہے تو موت کی نیند سو جاتی ہے اور اس کی ترقی ساکن ہو جاتی ہے لیکن جب کوئی قوم انوار کی حامل ہوتی ہے تو اس میں زندگی کی علامتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ ترقی کی منازل سُبک رفتاری کے ساتھ طے کرنے لگتی ہے۔ وہ اپنے محور کے گرد بھی گھومتی ہے اور فلک پیمائی بھی کرتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۸﴾

وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کی مدد سے رات کے اندھیروں میں، خشکی اور سمندر میں اپنا راستہ ڈھونڈ لو۔
دیکھو! ہم نے اپنی آیات اہلِ علم و نظر کے لئے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں ◉

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ : فی ظلمات اللیل فی البرّ والبحر (بیضاوی و رُوح البیان) نجوم کی رعایت سے لیل کا لفظ مقدر رکھا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۹﴾

وہی ہے جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے ایک عارضی رہائش گاہ اور ایک مستقل ٹھکانہ بنایا ہے۔ دیکھو!

ہم نے ان لوگوں کے لئے جو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اپنی آیات کھول کھول کر بیان کر دی ہیں ◉

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ : اس کی تقدیر ہے فلکم مستقر ومستودع

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ⑩⑩

ہم ہی ہیں جو آسمان سے بارش نازل کرتے ہیں اور پھر اس کے ذریعہ ہر قسم کی نباتات اُگاتے ہیں، اور نیز اس کے ذریعہ ہرے بھرے کھیت اُگاتے ہیں اور ان میں تہ بہ تہ دانے پیدا کرتے ہیں اور کھجور سے اس کے خوشہ میں سے لٹکتے ہوئے گچھے نکالتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ پیدا کرتے ہیں جن کے پھل اور پتے من وجہ ایکدوسرے کے مشابہ ہیں اور من وجہ نہیں ہیں۔ تم ان کے پھلوں کو دیکھو جب وہ پھل لاتے ہیں۔ اور دیکھو کہ وہ کس طرح پکتے ہیں۔ دیکھو! ان تمام باتوں میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے نشانات ہیں ◉

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ : اصل میں غائب سے متکلم کی طرف التفات ہے۔ اس سے اپنی کبریائی کا اظہار مقصود

ہے (دیکھو تمہید التفات ضمائر) چونکہ اُردو زبان اس طرزِ کلام سے ناآشنا ہے ہم نے اس کا ترجمہ ہم سے کیا ہے۔

مِنْهُ خَضِرًا: مِنْهُ میں ضمیر ماء کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے اور نبات کی طرف بھی (بیضاوی) مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اور نباتات میں سے ہم سرسبز کونپلیں نکالتے ہیں۔

مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ جس طرح ہر ایک انسان اور حیوان ایک جہت سے اپنی نوع کے باقی افراد سے متشابہ ہوتا ہے لیکن ایک جہت سے منفرد ہوتا ہے اسی طرح تمام پھل اور پتے اگرچہ اپنی نوع کے دوسرے افراد سے متشابہ ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک اپنے اندر ایک انفرادیت بھی رکھتا ہے اور اسے اپنی نوع کے تمام دوسرے افراد سے شناخت کیا جاسکتا ہے۔ یہ نکتہ آج سائنس نے دریافت کیا ہے لیکن قرآن نے اسے چودہ سو سال پہلے بیان کردیا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ ع

ان لوگوں نے جنات کو اللہ کا ہمسر بنا رکھا ہے۔ وہ ان کا خالق ہے۔ اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں وضع کر رکھی ہیں حالانکہ ان کے پاس اس بات کے لئے کوئی علمی دلیل نہیں۔ جن اوصاف سے یہ اُسے متصف کرتے ہیں اس کا ان سے کچھ بھی تعلق نہیں اور وہ ان سے بہت بلند و بالا ہے ◉

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

وہ زمین و آسمان کا موجد ہے۔ اس کے بیٹا کہاں سے ہو گیا جبکہ اس کی بیوی کوئی نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے ◉

یعنی اگر بیٹے کا لفظ معروف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے تو اس کے لئے بیوی کا وجود ضروری ہے اور اگر یہ لفظ محض استعارۃً استعمال کیا گیا ہے اور وہ خالق ہونے کی وجہ سے باپ ہے تو پھر وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۳﴾

اس شان کا ہے اللہ، تمہارا رب۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے، پس تم اس کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے، پس تم اس کی نگہبانی میں آجاؤ ◉

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ : عرب لوگ ذٰلِكَ کا لفظ شان کے اظہار کے لئے اور هٰذَا کا لفظ تنقیص کے لئے بولتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ آیا ہے اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (۲۵ : ۴۱)۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ : فَاعْبُدُوْهُ کی رعایت سے اس کے بعد فتوکلوا علیہ محذوف ہے (بیضاوی وروح البیان)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۴﴾

آنکھیں اس کی کنہ کو نہیں پا سکتیں۔ لیکن اسے آنکھوں کی کنہ معلوم

ہے۔ وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے ◉

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۵﴾

کہہ: تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل آ چکے ہیں۔ پس جو حق کو پہچانتا ہے اپنے فائدہ کے لئے پہچانتا ہے۔ لیکن جو اندھا بنتا ہے اس کے اس فعل کا نتیجہ خود اس کی جان بھگتے گی۔ میں تم پر نگہبان نہیں ◉

اِس آیت کے شروع میں قُل محذوف ہے۔ (بیضاوی۔ جلالین و رُوح البیان)

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

جس طرح ہم نے شرک کے تمام پہلو تم پر واضح کر دئے ہیں اسی طرح ہم اپنے تمام احکام مختلف زاویوں سے واضح کرتے ہیں تاکہ قرآن کو اہلِ علم و نظر کے لیئے کھول کھول کر بیان کر دیں۔ لیکن نتیجہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ رسول کو کہتے ہیں: تُو نے کتبِ سابقہ کو پڑھ رکھا ہے ◉

وَلِیَقُوْلُوْا: واللام للعاقبة۔ اي وليقولوا في عاقبة امرهم درست (بیضاوی۔ جلالین و رُوح البیان)

وَلِنُبَیِّنَهٗ: عطف على ليقولوا واللام على الاصل اى التعليل (رُوح البیان)

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ

اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اے رسُول ! جو کچھ تیرے رب نے تجھ پر نازل کیا ہے اس کی پیروی کر، اور مُشرکوں سے کنارہ کر۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ◉

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آگیا ہے (شوکانی)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾

اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ ہم نے تجھے ان کا نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ ہی تُو ان کا نگران ہے ◉

اِس آیت میں واضح الفاظ میں بالجبر مسلمان کرنے سے روکا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض نادان قرآن کی اِس واضح اور صاف تعلیم کے باوجود یہ الزام لگاتے ہیں کہ اِسلام دین کے معاملہ میں جبر کی تعلیم دیتا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

مومنو! ان معبودوں کو جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں بُرا بھلا نہ کہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ لوگ اپنی دُشمنی اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو بُرا بھلا کہیں گے۔ جس طرح ہم ان لوگوں کو ان کا کردار

خوبصورت کرکے دکھلاتے ہیں اسی طرح ہم ہر ایک قوم کو اس کا کردار
خوبصورت کرکے دکھاتے ہیں۔ آخرکار ان سب کو اپنے رب کی طرف
لوٹ کر جانا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے تھے۝

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١١٠﴾

وہ اللہ کو گواہ ٹھہرا کر بڑی بڑی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر انہیں
کوئی نشان دکھا دیا گیا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اے رسول
تُو ان سے کہہ: نشانات تو سب اللہ کے اختیار میں ہیں۔
لوگو! تمہیں کس طرح سمجھایا جائے کہ جب نشانات ظاہر ہو جائیں گے
وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے ۝

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١١﴾ ع ۱۳/۱۰/۱۹

چونکہ وہ پہلی بار ہمارے رسول پر ایمان نہیں لائے ہم ان کے دل اور
آنکھیں مسخ کر دیں گے اور انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ
دیں گے ۝

كَمَا: اس جگہ کاف تعلیل کے معنے دے رہا ہے (کشاف۔ نیز دیکھو منجد)

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیں اور مُردے ان سے باتیں کریں اور ہم ہر ایک چیز جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں ان کے سامنے لا کر کھڑی کر دیں تو بھی وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کی مرضی نہ ہو گی۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں ◉

لٰكِنَّ: یہ اِنَّ کی طرح تاکید کے معنے بھی دیتا ہے (اقرب)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

جس طرح یہ لوگ تجھ سے عداوت رکھتے ہیں اسی طرح ہم نے جن و انس میں سے سرکش لوگوں کو ہر ایک نبی کا دشمن بنایا ہے۔ وہ اپنے آپکو فریب دینے کے لئے ایک دوسرے سے خوشنما جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس ان کی اور ان کے جھوٹوں کی پروا نہ کر ◉

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

وہ اس لئے بھی ایک دوسرے سے جھوٹ بولتے ہیں تاکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے جھوٹوں کی طرف مائل ہوجائیں اور انہیں اختیار کرلیں، اور تاکہ وہ گناہ جو وہ کما رہے ہیں کمالیں ◉

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

یہ لوگ کہتے ہیں کہ آؤ ہم اپنا جھگڑا کسی حکم کے ذریعہ فیصلہ کروالیں[1] اے رسول! تو ان سے کہہ: کیا میں اللہ کے سوا کسی اور حکم کی تلاش کروں جبکہ وہی وہ ذاتِ پاک ہے جس نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں حق اور باطل کو ایک دوسرے سے جدا جدا کر دیا گیا ہے۔

وہ لوگ جنہیں ہم نے یہ کتاب دی ہے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور تمام امورِ ضروریہ پر مشتمل ہے۔ پس اے سننے والے تو اس بارے میں کوئی شک نہ کر ◉

[1] کافروں کا سوال اللہ کے جواب میں مضمر ہے جسے قرآن نے اختصار کی خاطر حذف کر دیا ہے۔

مُفَصَّلًا: مُفَصَّل اسم مفعول ہے یہاں یہ کتاب کا حال واقع ہوا ہے۔ عِقْدٌ مُّفَصَّلٌ اس لڑی کو کہتے

ہیں جس میں ہر ایک موتی دوسرے موتی سے جُدا کیا ہوتا ہے (بذریعہ دوسری قسم کے موتی یا کسی اَور طریق سے)۔ پس الکِتٰبَ مُفَصَّلًا کے معنی ایسی کتاب ہے جو مختلف حصّوں اور ابواب میں منقسم ہے یا جس میں حق اور باطل کو ایک دوسرے سے جُدا کر دیا گیا ہے یا جس کا ہر ایک مضمون جُدا جُدا بیان کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کا خلطِ مبحث یا التباس نہیں ہے۔
علّامہ بیضاوی کہتے ہیں: مفصّلاً: مبیّناً فیہ الحق والباطل بحیث ینفی التخلیط والالتباس۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۶﴾

دیکھ! تیرے رب کی بات حق و انصاف کے ساتھ پُوری ہو چکی ہے۔
اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ سب کچھ سُنتا، سب کچھ جانتا ہے ◉

کَلِمَہ سے یہاں مُراد وہ پیشگوئیاں ہیں جو کتبِ سابقہ میں نبی آخر الزمان کے متعلق تھیں۔
کلمہ سے مُراد قرآن بھی ہو سکتا ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: قرآن حق و انصاف کے ساتھ مکمل ہو کر رہے گا اور کوئی تحریف کرنے والا اس میں تحریف نہیں کر سکے گا۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

اگر تُو اہلِ زمین کے اکثر لوگوں کی پیروی کرے گا، تو وہ تجھے اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں گے۔ وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں ◉

اِس آیت میں علیٰ طریق التقابل یہ بھی بتایا ہے کہ اگر تُو آسمان کی سَیر کرنا چاہتا ہے تو زمین کی مٹی چاٹنے والے فلسفیوں کو چھوڑ کر ان لوگوں کی پَیروی کر جو آسمان سے نُور لے کر آتے ہیں۔

حضرت مسیح کہتے ہیں: لیس احد صعد الی السّماء الّا الّذی نزل من السّماء (یوحنا ۳:۱۳)

آسمان پر وہی جاسکتا ہے جو آسمان سے آیا ہے۔

قرآن کہتا ہے: آسمان پر وہی لے جاسکتا ہے جو آسمان سے آیا ہے اور اللہ کا عاشق وہی بنا سکتا ہے جس کا اللہ عاشق ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا: دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (۵۳:۹)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

دیکھ! تیرا رب اس شخص کو بھی خُوب جانتا ہے جو راستہ سے بھٹک گیا ہے اور اس شخص کو بھی خُوب جانتا ہے جو ہدایت کی راہوں پر چل رہا ہے ◉

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

پس تم اُس شخص کی پَیروی کرو جو اللہ کی راہوں پر چل رہا ہے، اور وہ چیزیں کھاؤ جو اللہ کا نام لے کر ذبح کی جاتی ہیں۔ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو تو اس حکم کو بھی بجا لاؤ ◉

فَکُلُوْا میں ف کا عطف محذوف پر ہے جس کا مضمون سابقہ آیت سے پیدا ہو رہا ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم ان چیزوں کو نہیں کھاتے جو اللہ کا
نام لے کر ذبح کی جاتی ہیں جبکہ اللہ نے تمام وہ چیزیں جو اس نے
تم پر حرام کی ہیں تمہیں تفصیلاً بیان کر دی ہیں۔ اور پھر وہ بھی تم پر
حرام نہیں اگر تم انہیں مجبوری کی حالت میں کھاؤ۔
بہت سے لوگ دوسرے لوگوں کو ایسی باتوں سے گمراہ کرتے ہیں
جن کی بنیاد ان کی نفسانی خواہشات ہوتی ہیں نہ کہ کوئی علمی دلیل۔
تیرا ربّ ایسے حد سے گزر جانے والوں کو خوب جانتا ہے ◉

علامہ رازی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں: دلت هٰذه الآية على ان القول في الدين بمجرد التقليد حرام، لأن القول بالتقليد قول بمحض الهوى والشهوة، والآية دلت على أن ذالك حرام۔ یعنی یہ آیت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی بات کا محض تقلیداً کہنا حرام ہے کیونکہ ایسی بات کی بنیاد محض نفسانی خواہش ہوتی ہے اور یہ آیت اِس چیز کو حرام قرار دیتی ہے۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

گناہ کی ظاہری اور باطنی صورتوں کو ترک کرو۔ یاد رکھو! وہ لوگ جو
گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنے کئے کی سزا پا لیں گے ◉

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

وہ چیز مت کھاؤ جو اللہ کے نام پر ذبح نہیں کی گئی اور جس کا کھانا نافرمانی ہے شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم یقیناً مشرک ہو ◉

وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ: علامہ بیضاوی اور علامہ شوکانی اس بارے میں ذبیحۃ المسلم حلال وان لم یُذکر اسم اللّٰہ علیھا کی حدیث نقل کرتے ہیں جس کے معنے ہیں کہ مسلمان کا ذبیحہ اس صورت میں بھی حلال ہے جبکہ وہ اس پر اللہ کا نام نہ پڑھے۔

علامہ بیضاوی اس سلسلہ میں فسق کے معنوں کے تعین کے لئے آیت اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (۱۴۶) کی طرف توجہ دلاتے ہیں یعنی فسق یہ ہے کہ کسی چیز کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

ابنِ کثیر کا کہنا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تسمیہ مستحب ہے واجب نہیں اور اس کو عمداً یا بھول کر ترک کرنے سے ذبیحہ حرام نہیں ہو جاتا۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

ابنِ کثیر کے نزدیک وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ میں واو حالیہ بھی ہو سکتی ہے اور عاطفہ بھی۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر تسمیہ عمداً چھوڑا جائے تو ذبیحہ حرام ہے سہواً چھوٹ جائے تو حرام نہیں۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ

بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

کیا وہ شخص جو مُردہ تھا اور جسے ہم نے زندہ کیا اور اس کے لئے ایسا نُور بنایا جس کی مدد سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہے، کہ وہ قسم قسم کی تاریکیوں میں گرفتار ہے اور ان سے کسی طور نکل نہیں سکتا۔ دیکھو! جس طرح مومنوں کو ان کے اعمال خوبصورت بنا کر دکھائے جاتے ہیں اسی طرح کافروں کو بھی ان کے اعمال خوبصورت بنا کر دکھائے جاتے ہیں ◉

يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ: اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: جس کو لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے یعنی اس نور کو لوگوں میں تقسیم کرتا ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں: کوئی شخص چراغ جلا کر برتن سے نہیں چھپاتا نہ پلنگ کے نیچے رکھتا ہے بلکہ چراغدان پر رکھتا ہے تاکہ اندر آنے والوں کو روشنی دکھائی دے (لوقا ۸: ۱۶)۔

انجیل کی مثال اور قرآن کی مثال میں یہ فرق ہے کہ انجیل کا چراغ صرف اندر آنے والوں کو روشنی دکھاتا ہے لیکن قرآن کا نور سر بازار لوگوں کو منوّر کرتا ہے اور جو شخص اس نور سے منوّر ہو جاتا ہے بیقرار ہو کر باہر نکل آتا ہے تاکہ دوسروں کو بھی اس کی ضیاء پاشیوں سے منوّر کرے۔ یہ نور مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور نابیناؤں کو آنکھیں بخشتا ہے حتیٰ کہ وہ لوگ جو تاریکی کے خوف سے گھر سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے اس نور کی مدد سے لوگوں میں چلنے پھرنے لگتے ہیں۔

كَذٰلِكَ: کما زین للمؤمنین ایمانهم (بیضاوی۔ جلالین و روح البیان)۔ ان بزرگانِ دین نے مومنوں کے لئے ایمان کا لفظ پسند کیا ہے۔ شاید یہ اس لئے کیا ہے کہ مومن اپنے عمل پر نہیں اتراتے۔ ہم نے وزن برابر رکھنے کے لئے اور ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم (۲: ۱۴۰) کی رعایت سے عمل کے مقابلہ میں عمل ہی کا لفظ رکھا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا

فِيهَا ۗ وَمَا يَمْكُرُونَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۴﴾

اور جس طرح ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو اپنے رسول کے خلاف تدبیریں کرنے کے لئے مکہ میں کھڑا کر دیا ہے اسی طرح ہم ہر ایک بستی میں بڑے بڑے مجرموں کو اپنے رسول کے خلاف تدبیریں کرنے کے لئے کھڑا کر دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ہی جانوں کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں گو وہ اِس بات کو سمجھتے نہیں ◉

كَذٰلِكَ: كما جعلنا فی مکۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا (بیضاوی۔ طبری۔ جلالین۔ رازی و رُوح البیان)

اَكٰبِرَ: اکبر کی جمع ہے۔ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا کی مندرجہ ذیل صُورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ مُجْرِمِيْهَا بطور مضاف الیہ واقع ہُوا ہے (بیضاوی و املاء) گویا جعل کا ایک مفعول فی کل قریۃ ہے اور دوسرا اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ہے۔ یہ صُورت متن میں اختیار کی گئی ہے۔

۲۔ مُجْرِمِيْهَا اَكٰبِرَ کا بدل ہے (بیضاوی و املاء) اِس صُورت میں آیت کے معنی ہوں گے: جس طرح ہم نے بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو رسُول کے خلاف تدبیریں کرنے کے لئے مکہ میں کھڑا کر دیا ہے اسی طرح ہم ہر ایک بستی میں بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو اپنے رسُول کے خلاف تدبیریں کرنے کے لئے کھڑا کر دیتے ہیں۔

۳۔ اَكٰبِرَ اور مُجْرِمِيْهَا جَعَلَ کے مفعول ہیں۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: جس طرح ہم نے مکہ میں بڑے لوگوں کو اس بستی کے مُجرم بنا دیا ہے تاکہ وہ اپنے رسُول کے خلاف تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر ایک بستی میں بڑے لوگوں کو بستی کے مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے رسُول کے خلاف تدبیریں کریں۔

۴۔ اَكٰبِرَ اور مُجْرِمِيْهَا جَعَلَ کے مفعول ہیں لیکن مُجْرِمِيْهَا معنیً اَكٰبِرَ سے مقدم واقع ہُوا ہے (بیضاوی و املاء) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: جس طرح ہم نے مکہ میں مُجرموں کو یہاں کے بڑے لوگ بنایا ہے تاکہ وہ اپنے رسُول کے خلاف تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر ایک بستی میں مُجرموں کو بڑے لوگ بنا دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے رسُول کے خلاف تدبیریں کریں۔

لِيَمْكُرُوْا میں لِ کَیْ کے معنی بھی دے سکتا ہے اور صیرورۃ بھی ہو سکتا ہے (املاء) اوّل الذکر

صورت میں ترجمہ ہوگا: تاکہ وہ تدبیریں کریں۔ مؤخر الذکر صورت میں ترجمہ ہوگا: کہ وہ تدبیریں کرتے ہیں۔

ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے خلاف قوم کے اکابر کو کھڑا کر دیتا ہے اور دوسری طرف علی الاعلان کہتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (۵۸ : ۲۲) کہ یہ میرا اٹل قانون ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ گویا ان کی صداقت علی رغم انوف الاعداء منواتا ہے۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

جب ان کے پاس کوئی نشان آتا ہے تو وہ کہتے ہیں: جب تک ہمیں بھی وہی کچھ نہ دیا جائے گا جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا تھا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا بار کن کاندھوں پر ڈالے۔ عنقریب جب وہ اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو ان مجرموں کو ان کی ریشہ دوانیوں کے سبب ذلت اور سخت عذاب ملے گا ◉

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ: ای ان اللہ اعلم بمن یستحق ان یجعلہ رسولا و یکون موضعًا لها و امینًا علیها (شوکانی)

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

اللہ جسے ہدایت دینے کا فیصلہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ قرار دینے کا فیصلہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اور اسے اوہام سے بھر دیتا ہے اور اسے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ بلندیوں کی طرف چڑھ رہا ہے۔ جس طرح اللہ ان لوگوں کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اسی طرح ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب نازل کرتا ہے۔ ◉

الرِّجْسَ : رجس کے معنی نجس، گندا اور پلید ہی کے ہیں۔ استعارۃً یہ لفظ عذاب، سزا، لعنت، شک اور گناہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (لسان) الرِّجْسَ سے مراد الشّیطان بھی ہو سکتا ہے (جلالین)

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

یہ تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے۔ دیکھو! ہم نے اپنے نشانات ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں جو نصیحت مانتے ہیں ◉

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ان لوگوں کے لئے ان کے رب کے حضور امن اور سلامتی کا گھر ہے،

اور ان کے اعمال کی وجہ سے وہ ان کا دوست اور نگران ہے ◉

دَارُالسَّلٰمِ: یہ مضاف مضاف الیہ ہے۔ سلام کے معنی سلامتی اور امن کے ہیں یعنی ایسا گھر جس میں امن اور سلامتی ہے، یا جس میں مطابق نص صریح سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (۳۶: ۵۹) اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا، یا ایسا گھر کہ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ۔ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (۱۳: ۲۴، ۲۵) یعنی جس کے تمام دروازوں میں سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور انہیں سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کہیں گے، یا ایسا گھر جس میں تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ (۱۰: ۱۰) یعنی جہاں وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی خوشخبری دیں گے۔ یہ تمام معنے دَارُالسَّلٰمِ پر چسپاں ہوتے ہیں جو گویا جنّت کا دوسرا نام ہے۔

السَّلٰمُ اسمائِ حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ گویا یہ فرمایا کہ وہ اللہ کے گھر ٹھہریں گے اور اس کے مہمان ہوں گے۔ اس مضمون کو دوسری جگہ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (۴۱: ۳۲) کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ۚ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَکْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىکُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۲۹﴾

لوگو! کچھ اس دن کا بھی دھیان کرو جب وہ تمام جن و انس کو اکٹھا کرے گا اور کہے گا: اے جنوں کی جماعت! تم نے کثیر التعداد انسانوں کا استحصال کیا ہے۔

انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے : اے ہمارے ربّ !
ہم نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے ، لیکن اب ہم اپنی اس
میعاد کی آخری حد کو پہنچ چکے ہیں جو تُو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔
وہ کہے گا : تمہارا ٹھکانہ جہنّم ہے ۔ سوائے اس کے کہ اللہ کی مرضی
کچھ اَور ہو تم ہمیشہ اسی میں رہو گے ۔
اے رسُول ! تیرے ربّ کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ، وہ سب کچھ
جانتا ہے ◉

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ : اس کی تقدیر اذکر یوم یحشرھم بھی ہو سکتی ہے اور یقول یوم یحشرھم بھی (بیضاوی و املاد) متن میں پہلی صورت لی گئی ہے۔ مؤخرالذکر صورت کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا : جس دن وہ تمام جن و اِنس کو اکٹھا کرے گا وہ ان سے کہے گا۔

جنّ : جَنَّ کے معنے ہیں چُھپا لینا۔ جَنَّ الشَّيْءَ کے معنے ہیں اس نے اس چیز کو چُھپا دیا۔ جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ (۶ : ۷۷) کے معنے ہیں : رات نے اس کو ڈھانپ لیا۔ الجنین اس بچّے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں چُھپا ہوتا ہے۔ الجَنَن قبر کو کہتے ہیں کیونکہ وہ میّت کو چُھپا لیتی ہے۔ جنان قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں چُھپا ہُوا ہوتا ہے اور رُوح کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم میں چُھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اَلْجُنَّةُ زرہ بکتر کو کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم کو چُھپا لیتا ہے اِسی طرح ڈھال کو بھی کہتے ہیں۔ جنّۃ اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت اسکی زمین کو ڈھانپ لیں۔ پاگل پنے کو جنون کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جنّ اُس مخلوق کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے پوشیدہ ہو۔ اس مناسبت سے یہ لفظ ملائکہ اور شیاطین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (مفردات) اس کا واحد جِنّیٌّ ہے۔ قوم کے بڑے آدمی کو بھی جن کہتے ہیں کیونکہ لوگوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر اسے چُھپا رکھا ہوتا ہے (لسان) وحشی کو بھی جنّ کہتے ہیں (لسان) کیونکہ وہ لوگوں سے چُھپا رہتا ہے۔ تیز طرار آدمی کو بھی جنّ کہتے ہیں (لین)۔

اِس آیت میں جِنّوں سے مُراد رؤسا، امراء اور سرمایہ دار لوگ ہیں جو بنگلوں میں بند رہتے ہیں اور اپنی تیزی و طراری اور عیّاری کے سبب عوام کا استحصال کرتے ہیں، اور یہ پیشگوئی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ مشیّتِ ایزدی استحصالی نظام کو یکسر ختم کر دے گی۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ ع ۱۵/۸

جس طرح ہم نے لوگوں کو ایک دوسرے کا استحصال کرنے دیا اسی طرح ہم ظالموں کو ان کی بدکرداری کی وجہ سے ایک دوسرے پر مسلّط کرتے ہیں ◉

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

اللہ قیامت کے دن جِنّ و اِنس کو مخاطب کرکے کہے گا: اے جِنّ و اِنس کی جماعت! کیا تمہارے پاس تمہارے ہی بھائی بندوں میں سے کوئی رسُول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات پڑھ کر سُناتے تھے اور اس دن کی پیشی سے ڈراتے تھے؟

وہ کہیں گے: ہم اپنے جُرم کا اعتراف کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دنیوی زندگی کی طلب نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور آخرکار ان کو اپنے کُفر کا اقرار کرنا پڑا ◉

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ

اَهۡلُهَا غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

رسول اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ تیرا رب بستیوں کو ان کے ظلم کی
وجہ سے اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کے رہنے والے
حقیقتِ حال سے بے خبر ہوں۔ ●

یعنی جب ان پر حقیقتِ حال منکشف کر دیتا ہے تو ان کا ہلاک کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

ذٰلِكَ : ای ارسال الرسل (بیضاوی، جلالین، شوکانی، رازی و رُوح البیان)

بِظُلۡمٍ : اس کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں۔

۱ ۔ بظلم منها : اسی کے اہالیان کے ظلم کی وجہ سے۔
۲ ۔ ظلماً علیهم : ظالمانہ طریق سے۔ } بیضاوی و رازی

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾

ہر ایک عمل کرنے والے کا درجہ اس کے عمل کے مطابق مقرر ہوتا ہے۔
تیرا رب لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ●

وَرَبُّكَ الۡغَنِىُّ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ ذُرِّيَّةِ قَوۡمٍ اٰخَرِيۡنَ ؕ ﴿۱۳۴﴾

تیرا رب بے نیاز ہے، رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ لوگو! اگر وہ چاہے تو جس

طرح اس نے تمہیں ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے تمہیں بھی ہلاک
کر دے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہارا جانشین مقرر کر دے ◉

یَسۡتَخۡلِفۡ مِنۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا يَشَآءُ : اس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ تمہارے بعد جس کو چاہے زمین کا حاکم بنادے۔

اس کی تقدیر یہ بھی ہوسکتی ہے ویستخلف من بعدکم ما یشاؤن کما یشاء: یعنی تمہارے بعد ایک ایسی قوم کو زمین کا وارث بنادے جن کی مشیّت اس کی مشیّت سے ہم آہنگ ہو۔ دوسری جگہ فرمایا: وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ (۷۶ : ۳۱) کہ اے مومنو! تمہاری یہ شان ہے کہ تم وہی کچھ چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے یعنی اپنی مرضی کو پورے طور پر اس کی مرضی سے ہم آہنگ کر چکے ہو۔

إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَآ أَنتُم بِمُعۡجِزِينَ ﴿١٣٥﴾

یاد رکھو! جس بات کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے ہو کر رہے گی ، تم
بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے ◉

مُعۡجِز: اَعجزَ سے اسم فاعل ہے۔ اَعجز کے معنے ہیں وہ چلا گیا اور پکڑا نہ گیا۔ اَعجزہ کے معنے ہیں اس نے اسے عاجز کر دیا۔

قُلۡ يَٰقَوۡمِ ٱعۡمَلُواْ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمۡ إِنِّي عَامِلٞ ۖ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُۥ عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ۗ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿١٣٦﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: اے میری قوم تم سے جو ہو سکتا ہے
کر گزرو، جو مجھ سے ہو سکے گا میں کروں گا۔ تم جلد ہی جان لوگے
کہ وہ شخص کون ہے جو اس غرض کو پورا کرتا ہے جس کے لئے یہ

عالم بنا ہے۔ یاد رکھو! ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے ◉

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ: اِس کے معنے اپنی جگہ پر کام کرو یا اپنی حالت کے مطابق کرو یا اپنے طریقہ کے مطابق کرو بھی ہوسکتے ہیں اور علیٰ غایۃ تمکنکم و استطاعتکم بھی یعنی اپنی حدِ امکان تک کوشش کر لو (بیضاوی، رازی وشوکانی)

اِنِّیْ عَامِلٌ: ای انّی عامل علیٰ مکانتی (رازی)۔

عَاقِبَةُ الدَّارِ: مضاف مضاف الیہ ہے۔ اَلدّار کے معنے ہیں گھر۔ یہ لفظ دُنیا اور آخرت کے گھر کے لئے بھی بولتے ہیں۔ اس کے معنے دہر کے بھی ہوتے ہیں۔

اِس آیت کے مندرجہ ذیل معنے ہوسکتے ہیں:۔

۱۔ دُنیا میں کس کا انجام بہتر ہوتا ہے یعنی تمکنت اور فتح کس کو نصیب ہوتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (۵۸ : ۲۲)۔

۲۔ آخرت میں کون سُرخرو ہوتا ہے۔

۳۔ آخرکار کس کا انجام بہتر ہوتا ہے۔

اِن تمام صُورتوں میں 'مَنْ' موصولہ اور خبریہ ہے۔

۴۔ اگر 'مَن' استفہامیہ لیا جائے تو اس کے معنے ہوں گے این تکون له العاقبة الّتی خلق الله تعالیٰ هٰذه الدار لها (کشاف، بیضاوی وروح البیان)

یہ معنے متن میں کئے گئے ہیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ قراءت مشہورہ 'تو یکون ہے تکون نہیں تو اس کا جواب ہے: ان تانیث العاقبة غیر حقیقی (بیضاوی)

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ

لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

یہ لوگ اس کھیتی اور جانوروں میں اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں خود اس نے پیدا کیا ہے اور اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر کہتے ہیں: یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ان خداؤں کا ہے جو ہم سے متعلق امور میں اللہ کے شریک ہیں۔ پھر جو حصہ ان کے 'شرکاء' کا ہوتا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا۔ لیکن جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے 'شرکاء' کو پہنچ جاتا ہے۔ کیا ہی بُرا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں! ◉

بِزَعْمِهِمْ : بقولهم الکذب (لسان ورازی) زعم کے معنی گمان، دعویٰ اور جھوٹ کے ہیں (لسان) بِزَعْمِهِمْ قَالُوْا سے متعلق بھی ہو سکتا ہے یعنی اس کی تقدیر ہے فَقَالُوْا بِزَعْمِهِمْ اور یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنے ہوں گے: اور کہتے ہیں: یہ اللہ کا حصہ ہے (لیکن محض ان کا جھوٹا دعویٰ ہے)

اِس آیت میں کھیتی اور جانور کے الفاظ حصر کے لئے نہیں بلکہ مثال کے لئے آئے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص نماز کے وقت میں نماز ادا نہیں کرتا یا جہاد کے وقت میں جہاد نہیں کرتا یا زکوٰۃ نہیں دیتا اور اس کے لئے جھوٹے عذر تراشتا ہے تو دراصل وہ جھوٹے خداؤں کو خدا کا حصہ دے رہا ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

جس طرح ان کے شرکاء مشرکوں کو اللہ کے حقوق ادا کرنے سے روکتے ہیں اسی طرح وہ ان میں سے اکثر لوگوں کو اپنی اولاد کا

قتل کرنا مستحسن کر کے دکھاتے ہیں تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور
ان کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔
پس ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے ◉

قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ: اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنا یا ان کی صلاحیتوں کو اجاگر نہ کرنا بھی قتلِ اولاد ہے۔ ہندوؤں کا لڑکیوں کو دیوداسیاں بنانے کا دستور یقیناً قتلِ اولاد کی ایک بھیانک قسم ہے۔

لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشرکوں کے ان افعال سے ان کا دین ان پر کیونکر مشتبہ ہو گیا۔ امام رازی، بیضاوی اور دیگر مفسرین (علیھم الرحمۃ) فرماتے ہیں کہ دراصل وہ لوگ دینِ اسمٰعیلؑ پر تھے اور ان مشرکانہ رسوم کی وجہ سے ان کا اصل دین ان پر مشتبہ ہو گیا تھا۔

جب انسان کوئی غیر فطرتی کام کرتا ہے تو جلد یا بدیر اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے۔ اولاد کی محبت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے۔ پس جب مشرک اپنے جھوٹے خداؤں اور نادان پروہتوں کو خوش کرنے کے لئے قتلِ اولاد جیسا غیر فطرتی جرم کرتے تو اس کے بعد جب ان کا ضمیر ان کو ملامت کرتا تو خود ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا کہ ہم کیسے غیر فطرتی دین پر چل رہے ہیں۔ گویا ان کا یہ فعل خود ان کے اپنے دین کو ان پر مشتبہ کر دیتا۔

اسی طرح جب مشرک اللہ کا حصہ بتوں کو دیتے تو اپنے اس فعل کی تاویل یہ کیا کرتے کہ اللہ تو غنی ہے مگر بت فقیر ہیں (رازی)۔ ایک وقت میں تو یہ تاویل ان کو بھلی لگتی ہوگی (زَيَّنَ شُرَكَاؤُهُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پروہت ان کے لئے ایسی تاویلیں گھڑتے تھے) لیکن کسی وقت ان کا ضمیر ان کو ضرور ملامت کرتا ہوگا کہ یہ کیسے خدا ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں کہ خود ان کے پروہت ان کو فقیر سمجھتے ہیں۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا
مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ
بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

وہ کہتے ہیں — اور ان کی یہ بات محض ایک بے دلیل دعویٰ ہے — کہ فلاں فلاں جانور اور فلاں فلاں کھیتی حرام ہیں، ان کو ہماری مرضی کے بغیر کوئی نہیں کھا سکتا۔

انہوں نے بعض جانور ایسے بنا رکھے ہیں جن کی سواری اور جن پر باربرداری حرام قرار دے رکھی ہے، اور بعض جانور ایسے بنا رکھے ہیں جن کو اللہ کے نام پر ذبح نہیں کرتے۔ اور وہ اپنی افتراپردازیوں کو اللہ کی طرف منسوب کرکے اس پر افتراء کرتے ہیں۔ وہ جلد ہی ان کو ان کے جھوٹ کی سزا دے گا ◉

حِجْرٌ: یہ اسم مصدر ہے جو اسم مفعول (محجور) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جس طرح ذبح مذبوح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مصدر واحد، جمع، مذکر، مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں المصدر لا یجمع ولا یونث۔

بِزَعْمِهِمْ: ای قالوا ملتبسین بزعمهم الباطل من غیر حجة (روح البیان)

افْتِرَآءً عَلَيْهِ: اس سے پہلے فعل محذوف سمجھنا جائز ہے (املاء و بیضاوی)

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۚ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۴۰﴾

اور وہ کہتے ہیں: جو کچھ فلاں فلاں جانور کے پیٹ میں ہے وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے ہے، ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ البتہ اگر وہ مردہ نکلے تو مرد و زن سب اس کو کھا سکتے ہیں۔

وہ عنقریب انہیں ان کی افتراپردازیوں کی سزا دے گا۔ اس کی ہر

بات حکمت سے پُر ہے، وہ ہر بات کو جانتا ہے ◉

زوج کے معنے جوڑنے کے ہیں۔ یہاں ازواج کا لفظ ذکور کے مقابلہ پر آیا ہے پس اس کے معنے عورتیں ہیں۔

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ : ای جزاء وصفهم الكذب على الله (بیضاوی و روح البیان)

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۴۱﴾

وہ لوگ بہت ہی گھاٹے میں ہیں جو جہالت اور لاعلمی سے اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں اور جو رزق اللہ نے انہیں دیا ہے اسے اللہ پر افترار کرتے ہوئے اپنے اُوپر حرام قرار دے لیتے ہیں۔ وہ راہِ راست سے بھٹک چکے ہیں۔ اور ان کے طور طریق ہدایت پانے والوں جیسے نہیں ◉

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ : اِس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں: دراصل وہ کبھی بھی راستی کی راہوں پر گامزن نہ تھے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

وہی وہ ذاتِ پاک ہے جس نے وہ باغ بھی بنائے جو لکڑیوں کے سہارے قائم رہیں اور وہ باغ بھی بنائے جو لکڑیوں کے سہارے قائم نہیں، اور کھجور کے درخت اور مختلف قسم کی غذائیت پر مشتمل کھیت اُگائے، اور زیتون اور انار کے درخت اُگائے جن کے پھل اور پتے من وجہٍ ایک دوسرے کے متشابہ ہیں اور من وجہٍ نہیں۔ لوگو! جب یہ پھل لائیں تو ان کے پھل کھاؤ، لیکن فصل کاٹنے کے دن اللہ کا حق ادا کرو۔ اور اسراف نہ کرو کیونکہ وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿﴾

مَعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ: عَرَشَ کے معنے ہیں اس نے لکڑی کا گھر بنایا۔ معروش اسم مفعول ہے معروشٰت اس کی جمع مؤنث سالم ہے۔

مَعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

۱۔ ان دونوں قسموں سے مراد انگور کے باغ ہیں۔ معروشٰت وہ ہیں جن کی بیلیں ٹٹیوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشٰت وہ ہیں جن کی بیلیں زمین پر پڑی رہتی ہیں۔

۲۔ معروشٰت سے مراد انگور کے باغ ہیں جن کی بیلیں ٹٹیوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشٰت خربوزہ اور تربوز وغیرہ کی قسم کے باغ ہیں جن کی بیلیں زمین پر پڑی رہتی ہیں۔

۳۔ معروشٰت سے مراد انگور کے باغ ہیں جن کی بیلیں ٹٹیوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشٰت سے مراد ان درختوں کے باغ ہیں جو اپنے تنے پر قائم ہیں۔

۴۔ معروشٰت سے مراد وہ باغ ہیں جو لوگ خود اُگاتے ہیں اور غیر معروشٰت سے مراد وہ باغ ہیں جو جنگلوں اور پہاڑوں میں خود بخود اُگتے ہیں۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ: اس میں لطیف رنگ میں کچے پھل توڑنے سے منع کیا گیا ہے اور اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ پھلوں کو ضائع کیا جائے۔ امریکہ اور کینیڈا میں لاکھوں من گندم محض منڈی کا بھاؤ

قائم رکھنے کے لئے ضائع کر دیتے ہیں جیسا کہ کُلُوْا کے لفظ سے ظاہر ہے قرآن اِس بات کی اجازت نہیں دیتا۔

وَلَا تُسْرِفُوْا : نہ کھانے میں اسراف کرو اور نہ بانٹنے میں۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۴۳﴾

اور وہی وہ ذات پاک ہے جس نے چوپائے پیدا کئے ہیں جن میں سے بعض بوجھ اُٹھانے کا کام دیتے ہیں اور بعض فرش پر لٹا کر ذبح کئے جاتے ہیں۔ لوگو! اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو۔ یاد رکھو! وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے ◉

وَمِنَ الْاَنْعَامِ : اِس کا عطف جَنّٰت (۱۴۲) پر ہے اور آیت کی تقدیر ہے : ھو الّذی انشاء مِن الانعام حمولة وفرشا۔

فَرْشًا : فرش مصدر ہے جو کہ اسم ذات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں :-

۱۔ مایفرش للذبح (بیضاوی، رازی و رُوح البیان) یعنی جنہیں زمین پر لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے۔

۲۔ مایفرش المنسوج من شعره وصوفه ووبره (بیضاوی، رازی و رُوح البیان)

یعنی جس کے بالوں، اُون اور پشم سے دری یا قالین وغیرہ ایسی چیزیں بنتی ہیں جو فرش پر بچھائی جاتی ہیں۔

۳۔ الحمولة الکبار التی یصلح للحمل : والفرش۔ الصغار کالفصلان والعجاجیل والغنم لانها الدانیة من الارض بسبب صغر اجرامها مثل الفرش المفروش علیها۔ (رازی) یعنی حمولة سے مراد بڑے جانور ہیں اور فرش سے مراد چھوٹے جانور مثلاً

اُونٹ کے بچے بچھڑے اور بھیڑ بکریاں جو فرش کی طرح زمین سے لگے ہوتے ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ﴿۱۴۳﴾

اس نے آٹھ قسم کے چوپائے پیدا کئے ہیں: دو بھیڑ کی قسم سے پیدا کئے ہیں اور دو بکری کی قسم سے (تو ان سے کہہ: کیا اس نے دونوں نر حرام قرار دیئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ جو ان دونوں مادیوں کے پیٹ میں ہے؟ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو مجھے کوئی علمی دلیل دو ◉

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ یہ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا کا بدل ہے۔

۲۔ یہ كُلُوْا کا مفعول ہے۔ اس اعتبار سے آیت ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴ کی تقدیر ہوگی: كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ جملہ معترضہ ہوگا) یعنی: لوگو! کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے یعنی آٹھ قسم کے چوپائے....

۳۔ یہ منصوب بہ فعل محذوف ہے گویا اس کے معنے ہیں: اَنْشَاَ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یعنی اس نے آٹھ قسم کے چوپائے پیدا کئے ہیں۔ یا كُلُوْا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یعنی تم آٹھ قسم کے چوپائے کھا سکتے ہو۔

(بیضاوی و رازی)

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ

حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ
الْأُنْثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۵﴾ ع ۱۷

اور اس نے دو چوپائے اونٹ کی قسم سے اور دو گائے کی قسم
سے پیدا کئے ہیں۔ تو ان سے پوچھ: کیا اس نے دونوں نر حرام
قرار دیئے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ بچہ جو ان دونوں مادینوں کے
پیٹ میں ہے؟ اور کیا تم اس وقت موجود تھے جب اس نے تمہیں
یہ حکم دیا؟
دیکھو! اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو بے جانے بوجھے محض لوگوں
کو گمراہ کرنے کے لئے اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے ◉

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ
إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ
فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۶﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: جو وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے میں
اس میں کسی شخص کے لئے جو کھانا چاہے کوئی چیز حرام نہیں پاتا

سوائے مُردار کے، بہائے ہوئے خون کے، یا سؤر کے گوشت کے کہ یہ چیزیں ناپاک ہیں، یا سوائے اس چیز کے جو نافرمانی کی علامت ہے کہ اسے اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔ اور ان چیزوں کو بھی اگر کوئی مجبوری کی حالت میں کھالے اور اس کا مقصد اطاعت سے نکلنا اور حد سے بڑھنا نہ ہو تو وہ تیرے رب کو غفور اور رحیم پائے گا ◉

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

اور ہم نے یہودیوں پر تمام ناخنوں والے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اور ہم نے ان کے لئے گائے اور بھیڑ بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھوں یا انتڑیوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے چمٹی ہوئی ہو۔ یہ سزا ہم نے انہیں ان کی نافرمانی کی وجہ سے دی تھی۔ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں ◉

أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ : مالصق بالعظام من الشحوم (شوکانی)

وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۔ یعنی جو بات ہم یہود کے متعلق بیان کر رہے ہیں وہ سچ ہے یا جو وعدہ یا وعید ہم نے یہود سے کیا تھا وہ سچا تھا یا ہم صادق القول والفعل ہیں۔

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ وَلَا

يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

اگر وہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو ان سے کہہ دے: بیشک تمہارا رب وسیع رحمتوں کا مالک ہے، تاہم مجرم اس کی سزا سے بچ نہیں سکتے ◉

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

ہماری براہینِ قاطعہ سے عاجز ہوکر عنقریب یہ مشرک کہیں گے:
اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے آباؤاجداد، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔
جس طرح یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہیں اسی طرح ان سے پہلوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہماری سزا کا مزہ چکھ لیا۔
تُو ان سے کہہ: کیا تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی معلوم حقائق بھی ہیں جنہیں تم ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہو؟
تم تو محض اوہام کی پیروی کرتے ہو اور نرے جھوٹ سے کام لیتے

ع ۱۹ ◉

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

تو ان سے کہہ دے تمہاری کٹ حجتی نے فیصلہ کر دیا کہ حجتِ بالغہ صرف اللہ کے پاس ہے۔ بے شک اگر وہ اپنی مرضی زبردستی منوانا چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ ◉

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ : الفاء جواب شرط محذوف ای واذ ظهران لا حجة لكم فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ (روح البیان) یعنی فا سے پہلے شرط محذوف ہے۔

آیت ۱۴۹ میں مشرکوں نے اپنی دلیل کی بنیاد وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ پر رکھی تھی یعنی اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اس دلیل کا جواب دینے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کو انہی کے الفاظ میں رد کیا ہے اور کہا ہے فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔ گویا یہ بتایا کہ اللہ کی مشیت دو قسم کی ہوتی ہے ایک جسے قانونِ قدرت بھی کہتے ہیں۔ اس سے عالم کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ یا بڑے سے بڑا کرہ باہر نہیں اور طوعاً و کرھاً سب اس کے تابع فرمان ہیں۔ ایک دوسری مشیت ہے جس کا نام قانونِ شریعت ہے، اس میں کوئی مجبور نہیں، جس کی مرضی ہے اللہ کی مشیت پر چلے جس کی مرضی ہے نہ چلے۔ وہ صرف هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰ : ۱۱) پر اکتفا کرتا ہے یعنی بتا دیتا ہے کہ یہ راستہ تباہی کا ہے اور یہ ہدایت کا ہے اور اس کے بعد اجازت دے دیتا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (۱۸ : ۲۹) یعنی جو چاہے ایمان کی راہ پر چلے اور جو چاہے کفر کی راہ اختیار کر لے۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

تُو اُن سے کہہ: اپنے گواہ لاؤ جو اِس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے وہ چیزیں حرام قرار دی ہیں جنہیں تم حرام قرار دیتے ہو۔
اے رسول! اگر ان کے گواہ مطلوبہ گواہی دیں تو تُو ان کی گواہی کی تصدیق نہ کر اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کر جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور غیراللہ کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں ◉

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

تُو اُن سے کہہ: آؤ میں تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر وہ چیزیں بتاؤں جو اللہ نے تم پر فرض قرار دی ہیں: وہ کہتا ہے کہ تم کسی چیز کو

اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔
اور وہ کہتا ہے: مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو
کیونکہ تمہیں بھی اور ان کو بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بری
باتوں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر سے تعلق رکھتی ہوں خواہ باطن
سے، اور بغیر کسی جواز کے کسی جان کو جس کا قتل اللہ نے حرام
قرار دیا ہے قتل نہ کرو۔ یہ وہ احکام ہیں جن کی پابندی کی وہ
تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم عقل کی باتیں سیکھو ◉

حرام کے معنے منع اور واجب دونوں ہیں۔ (لسان)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ
اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا
قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

اور وہ کہتا ہے: یتیم کے مال کے پاس تک مت جاؤ سوائے ایسے
طریق کے جس میں یتیم کی بھلائی ہے۔ انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور
پورا تولو۔ ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔
اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کی بات کہو اگرچہ اس کا اثر
تمہارے قریبی رشتہ دار پر پڑتا ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا پورا نبھاؤ
یہ وہ احکام ہیں جن کی پابندی کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم

نصیحت حاصل کرو ◉

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾

وہ کہتا ہے: یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی پر چلو، دوسرے راستوں پر نہ چلو۔ اگر تم ان پر چلے تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے اِدھر اُدھر کر دیں گے۔ یہ وہ احکام ہیں جن کی پابندی کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم گمراہی سے بچ جاؤ ◉

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ ع ۱۹

اور یہی نہیں کہ ہم نے تمہیں یہ احکام دئے، ہم نے اس سے پہلے موسیٰ کو کتاب دی جو ہماری نعمتوں کو نیک لوگوں پر پورا کرتی تھی، تمام ضروری مسائل کو کھول کھول کر بیان کرتی تھی۔ اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ بنی اسرائیل اِس بات پر ایمان لائیں کہ انہیں اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے ◉

ثُمَّ: للتفاوت فی الرتبۃ (بیضاوی)

بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ : اس سے مُراد وہ مقام لقاء بھی ہو سکتا ہے جو فناء اور بقاء کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

اور یہ ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے اب نازل کی ہے۔ پس تم اس کی پیروی کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ◉

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

یہ کتاب ہم نے اس لئے نازل کی ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے لوگوں میں سے صرف دو اُمتوں پر کتابیں نازل ہوئی تھیں، اور ہم

ان کے مضامین سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور تاکہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر
کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ دیکھو!
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل، ہدایت اور رحمت
آ چکی ہے۔ پس اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیات کو
جھٹلائے اور ان سے اعراض کرے۔ یاد رکھو! عنقریب ہم ان
لوگوں کو جو ہماری آیات سے اعراض کرتے ہیں ان کے اعراض کرنے
کی وجہ سے دردناک عذاب دیں گے ◉

ان لوگوں کا خیال تھا کہ اس سے پہلے صرف یہود و نصاریٰ پر کتب نازل ہوئی تھیں۔ قرآن نے یہ کہہ کر کہ اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (۳۵ : ۲۵) ان کے اس خیال کی تردید کر دی۔

دِرَاسَةٌ: اسم مصدر ہے جو کہ اسم ذات مِدْرَسٌ (تحریر) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

کیا وہ اِس بات کے انتظار میں ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا
ان کے پاس خود تیرا رب آئے، یا تیرے رب کے بعض نشانات ظاہر
ہوں؟ لیکن جس دن تیرے رب کے بعض نشانات ظاہر ہو گئے کسی
شخص کو جو پہلے ایمان نہ لایا ہو گا یا جس نے اپنے ایمان کے دنوں،

میں بھلائی، نہ کمائی ہوگی اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا۔

اے رسُولؐ! تُو ان سے کہہ : تم بھی انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں ◉

ان کا مطالبہ تھا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا (۲۵ : ۲۲) وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (۱۰ : ۲۱) آیت سے ان کی مُراد ان کا مطلوبہ نشان تھا۔
یہاں ملائکہ سے ملائکۃ الموت (بیضاوی۔جلالین۔شوکانی وروح البیان) اور ربّك سے امر ربّك بالعذاب (بیضاوی۔جلالین۔شوکانی وروح البیان) اور آیات سے الآیات القاھرۃ (رازی) مُراد لینا جائز ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اے رسُولؐ! جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے تیرا اُن سے کوئی سروکار نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ ان کا فیصلہ کرے گا اور ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے ◉

مسلمانوں کو اس آیت پر غور کرنا چاہیئے۔
ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ : ثُمَّ کا عطف محذوف پر ہے جس پر سابقہ عبارت دلالت کرتی ہے۔ ای یقضی امرھم ثمّ ینبّئھم۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾

جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا، لیکن جو کوئی برا کام کرے گا اسے صرف اسی کے مطابق جزا دی جائے گی۔ لوگوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا ◉

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿١٦٢﴾

اے رسول! تو اُن سے کہہ: مجھے میرے رب نے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کی ہے یعنی اس دین کی طرف جو ایسا مستحکم ہے کہ اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں، یعنی اس دین کی طرف جو ابراہیم کا دین ہے، اس ابراہیم کا جو تمام ادیانِ باطلہ سے روکش ہو کر اللہ کی طرف جھک گیا تھا اور مشرکوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا ◉

دِیْنًا قِیَمًا: اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں:-

۱۔ یہ صراط کا بدل محلی ہے۔
۲۔ یہ هَدٰىنِیْ کا دوسرا مفعول ہے۔ } الاملاء
۳۔ اس سے پہلے فعل عرفنی وغیرہ محذوف ہے۔

مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ جو زبر، کا عطف بیان ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٦٣﴾

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

کہہ: میری نماز، میری تمام عبادتیں، میری زندگی اور میری موت ۔ اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔
مجھے خالص توحید کے قیام، کا حکم ملا ہے اور میں اس کے حضور سب سے پہلے سرِ اطاعت خم کرنے والا ہوں ◉

نُسُكِیْ: اَلنُّسُكُ وَالنُّسُكُ: العِبَادَةُ وَالطَّاعَةُ وَكُلُّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى (لسان)
یعنی نسک کے معنی عبادت اور اطاعت کے ہیں اور اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ کے قریب لے جائے۔
ذٰلِكَ کا اشارہ مندرجہ بالا قول کی طرف ہے۔ اس سے مراد کامل توحید ہے، ایسی توحید جس میں کسی بت کا دخل نہ ہو اور انسان کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کے لئے وقف ہو، اسی کے لئے جینا ہو اور اسی کے لئے مرنا۔ لاریب جو مقام اس کوچہ میں فداہ ابی و امی صاحبِ لولاک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے اولین اور آخرین میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

کہہ: کیا میں اللہ کے سوا کسی اور رب کی تلاش کروں جبکہ وہی ہر چیز کا رب ہے۔
جو کچھ کوئی کمائے گا اس کا وبال اسی کی گردن پر ہو گا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آخرکار تمہیں اپنے

رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تم پر تمہارے تمام اختلافات کی حقیقت فاش کر دے گا ◉

فَيُنَبِّئُكُمْ : يومئذٍ (روح البيان)

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٦﴾

لوگو! وہی ہے جس نے تمہیں زمین کی نیابت سپرد کی اور تمہارے ایک دوسرے سے درجات بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس سے تمہاری آزمائش کرے۔

دیکھ تیرا رب جب سزا دینے کا فیصلہ کرے۔ تو بہت جلد سزا دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ہمہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

سُورَةُ الاَعْرَافِ

ربطِ آیات

آیت ۲:۔

جیسا کہ سُورۃ اِنعام کے ماتحت لکھا گیا ہے اس سے پہلی سُورتوں میں خطاب کا رُخ بیشتر یہود و نصارٰی کی طرف ہے اور کہیں کہیں مُشرکین کا ذکر آگیا ہے۔ انعام میں خطاب کا رُخ مُشرکین کی طرف ہے اور کہیں کہیں یہود و نصارٰی کا ذکر آگیا ہے۔

اِس سُورۃ میں خطاب کا رُخ عام ہے اور کہیں کہیں یہود و نصارٰی اور مُشرکین کا ذکر آگیا ہے۔

آیت ۳:۔

انعام کی آخری آیات میں فرمایا تھا کہ دین کی اصل غرض توحید کا قیام ہے اور حکومت کی اصل غرض ظلم کو دُور کرنا اور لوگوں کی بھلائی کے سامان مہیا کرنا ہے۔ اعراف کی ابتدائی آیت میں فرمایا: اے رسُول ہم نے قرآن تجھ پر اِس لئے نازل کیا ہے تاکہ تُو اِس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائے اور تاکہ وہ مومنوں کے لئے نصیحت کا موجب ہو۔ گویا اِس بات کا اِعلان کر دیا کہ اِس کتاب کے آنے کے بعد جو لوگ توحید اور نظامِ نَو کے قیام میں مخل ہوں گے تباہ کر دئے جائیں گے اور جو لوگ اس میں ممد ہوں گے ان کے لئے دِین و دُنیا کی برکات ہیں۔

آیت ۴:۔

جب قرآن کا مقام بتایا تو یہ بھی فرمایا کہ اس کی اتباع کرو۔

آیت ۵، ۶:۔

فرمایا: اگر تم قرآن کو چھوڑو گے تو تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو پہلی قوموں کا ہؤا اور تم عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکو گے۔

آیت ۷: ۸:۔

فرمایا: اس صورت میں نہ صرف یہ کہ تم دُنیا میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوگے قیامت کے دن بھی تم پر فردِ جرم عائد کیا جائے گا۔

آیت ۹، ۱۰:۔

فرمایا: فیصلے کے دن (خواہ وہ اس دُنیا میں صادر ہو یا آخرت میں) تمہارے اعمال ہی کی بناء پر تمہارا فیصلہ ہوگا۔

آیت ۱۱:۔

اِسی مضمون کو دوسرے رنگ میں بیان کیا۔ پہلے تو یہ فرمایا تھا کہ اگر تم قرآن پر عمل نہیں کروگے تو پہلی قوموں کی طرح تباہ ہو جاؤگے۔ اِس آیت میں فرمایا کہ اے انسانو! اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ فضل کیا ہے کہ تمہیں زمین کا حاکم بنایا ہے اور زمین میں تمہارے لئے معیشت کے سامان پیدا کئے ہیں۔ پس کیا شکر کرنے کا یہی طریق ہے کہ تم اس کے احکام کی خلاف ورزی کرو اور زمین کو فساد سے بھر دو؟

آیت ۱۲ تا ۲۸:۔

فرمایا: ناشکرگزاری کا یہ طریق نسلِ انسانی میں ابتداء سے رائج ہے۔ جب ہم نے تمہیں حالاً بعد حالٍ ترقی کی اس منزل پر پہنچا دیا کہ تم صورت اور سیرت سے انسان نظر آنے لگے اور آدم کے ذریعہ تمہارے لئے ایک ضابطۂ حیات مقرر کیا اور ملائکہ کو اس کی تائید کا حکم دیا تو ابلیس آدم کے مقابلہ پر کھڑا ہو گیا۔ پس اے نسلِ آدم تم شیطان کی چال سے بچتے رہو مبادا وہ تمہیں بھی اُسی طرح فتنہ میں ڈالے جس طرح اس نے تم سے پہلوں کو ڈالا تھا۔

آیت ۲۹:۔

جب بنی آدم کو شیطان کے فتنہ سے بچنے کا حکم دیا تو اِس سلسلہ میں اُس راستہ کی نشاندہی فرمائی جس کے ذریعہ شیطان انسان کو گمراہی پر قائم رکھتا ہے۔ فرمایا: بُرائی پر قائم رہنے کے لئے یہ کوئی عذر نہیں کہ تم کہو کہ ہمارے باپ دادا یہی کام کرتے تھے۔

آیت ۳۰:۔

اِس آیت میں قرآن نے اپنے دستور کے مطابق منفی کے ساتھ مثبت پہلو کو بھی بیان کر دیا۔

فرمایا: صرف فاحشات سے بچنا تو کوئی کمال نہیں۔ بُرے کاموں سے بچنا منفی قسم کی نیکی Negative Virtue ہے اصل نیکی یہ ہے کہ تم زمین میں انصاف قائم کرو اور پُوری توجہ اور فرمانبرداری سے

اللہ کی عبادت کرو یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ کما حقہٗ ادا کرو۔

آیت ۳۱:۔

فرمایا: دُنیا میں دُو فریق ہیں، ایک تو اللہ کی ہدایت کو قبول کرتا ہے اور دوسرا شیطان کو دوست بناتا ہے۔ تم جس فریق میں چاہو شامل ہو جاؤ۔

آیت ۳۲:۔

آیت ۲۷ میں فرمایا تھا کہ لباس تمہارے لئے سَتر اور زینت کا باعث ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ بہترین لباس تقوٰی کا لباس ہے۔ اِس جگہ فرمایا کہ عبادت کے وقت اپنی زینت کا اہتمام کرو۔ اِن دونوں آیتوں کو یکجا دیکھنے سے یہ مضمون پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کے وقت ظاہری اور باطنی زینت کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

عبادت کیا ہے؟ محبوب کا محبّ سے ملنا۔ پس جب تم اپنے محبوب کے سامنے پیش ہو تو تمہارا حال اُس عورت کی طرح نہیں ہونا چاہیئے جو غیروں کے سامنے تو اپنی زینت کا اظہار کرتی ہے لیکن اپنے خاوند کے پاس آتے وقت اپنی زینت کا خیال نہیں کرتی۔ تم جب اپنے آقا اور مالک کے حضور پیش ہو تو ظاہری اور باطنی زینت کا سامان کرو۔

جب یہ فرمایا کہ خدا کے حضور پیش ہوتے وقت اپنی زینت کا اہتمام کرو تو طبعاً خیال پیدا ہوتا ہے جب انسان کی زندگی کا مقصد اِس کی حضوری ہے پھر بہتر یہی ہے کہ انسان ترکِ دُنیا اختیار کرلے اور اپنے اُوپر کھانا پینا حرام قرار دے لے حتّٰی کہ موت محب کو محبوب سے ملا دے۔ فرمایا: تم ہمارے حُکم سے کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو۔ یعنی کھانا پینا اس وقت لہو ہے جب تم دُنیوی اغراض کی خاطر کھاتے پیتے ہو لیکن اگر ہمارے حکم سے کھاتے پیتے ہو اور اِس میں اسراف نہیں کرتے یعنی کھانے پینے کو اپنا مقصود نہیں بنا لیتے تو ہماری نعمتوں کا شُکر ادا کرتے ہو اور بجائے ہم سے دُور ہونے کے ہمارے قریب آتے ہو۔ دیکھو کس خوش اسلوبی سے رہبانیت کا رَد کیا ہے۔

آیت ۳۳:۔

گذشتہ آیت میں نہ صرف زینت اور خور و نوش کو جائز قرار دیا بلکہ اس کا حُکم دیا۔ اس پر مُعترضین نے اُنگلیاں اُٹھائیں کہ یہ کیسا رسُول ہے جو زینت اور خور و نوش کی طرف رغبت دلاتا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں اللہ سے دُور لے جانے والی ہیں۔ فرمایا: تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ زینت اور طیّب رزق حرام ہیں۔ یہ چیزیں

اللہ نے مومنوں کے لئے پیدا کی ہیں پس اگر انہی کو اس کے استعمال سے روک دیا جائے تو ان کا جائز استعمال کیونکر ہوگا۔ اور اس بات کا ثبوت کہ یہ چیزیں اللہ نے مومنوں کے لئے پیدا کی ہیں یہ ہے کہ خود تم مانتے ہو کہ قیامت کے دن یہ چیزیں صرف انہی کو ملیں گی۔

آیت ۳۴:-

فرمایا: زینت اور طیّبات کا استعمال حرام نہیں حرام تو فواحش اور ظاہری اور باطنی گناہ اور ظلم و تکبّر اور شرک اور اللہ پر بہتان باندھنا ہیں یعنی تم مومنوں پر تو زینت اور طیّبات کے استعمال پر حرف گیری کرتے ہو لیکن تمہارا اپنا یہ حال ہے کہ ظلم اور تکبّر اور شرک اور بہتان طرازی تمہاری گھٹی میں پڑے ہیں۔

آیت ۳۵:-

پند و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: ہر ایک قوم کی مُہلت کا ایک وقت ہے اور جب یہ مدّت ختم ہو جاتی ہے تو پھر اُنہیں کوئی مُہلت نہیں دی جاتی۔ یعنی اگر تم اپنی بد اطواری سے باز نہ آئے تو عنقریب اللہ کا عذاب تمہیں تباہ و برباد کر ڈالے گا۔

آیت ۳۶:-

سُورۃ بقرہ میں آدم کی ہجرت کے بیان کے ساتھ فرمایا تھا کہ اے بنی آدم آئندہ جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو اسے قبول کرنا (۲ : ۳۹) یہاں بھی اُسی ماحول میں فرمایا کہ اے بنی آدم! دیکھو!! میرے اِس حکم کو بھول نہ جانا۔

آیت ۳۷تا۴۰:-

فرمایا: جو لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں وہ بھی ظالم ہیں اور جو ہم پر افتراء کرتے ہیں وہ بھی ظالم ہیں۔ یاد رکھو! قیامت کے دن تمہارے معبودانِ باطلہ تمہیں چھوڑ کر غائب ہو جائیں گے۔ اس دن متّبعین اپنے لیڈروں کے متعلق کہیں گے کہ یا اللہ ان کو دوہرا عذاب دے اور لیڈر اُنہیں کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

آیت ۴۱، ۴۲:-

فرمایا: ہماری آیات کو جھٹلانے والوں کے لئے آسمان کی بادشاہت میں کوئی جگہ نہیں۔ ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنّت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنّم ہوگا۔

اِس آیت کی ظاہری صُورت تو قیامت کے دن پُوری ہوگی۔ اِس دُنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے نشانات کا انکار کرنے والے اپنے اُوپر آسمان کے دروازے بند پاتے ہیں۔ نہ ان پر اسرارِ رُوحانی کھُلتے ہیں نہ خدا ان سے کلام کرتا ہے اور نہ ان کے دل وہ اطمینان حاصل کرتے ہیں جو اہلِ جنّت کا ورثہ ہے۔ ان کے دلوں پر ایک آگ مسلّط رہتی ہے اور وہ جہنّم میں داخل ہونے سے پہلے ہی جہنّم میں داخل ہو جاتے ہیں۔

آیت ۴۳ تا ۴۶:۔

جب مکذّبین اور ان کے اعمال کے نتائج کا ذکر کیا تو مومنین اور ان کے اعمال کے نتائج کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

آیت ۴۷ تا ۵۰:۔

اہلِ جنّت کے ذکر کے ساتھ اہلِ اعراف کا ذکر بھی فرمایا۔

آیت ۵۱، ۵۲:۔

پھر قیامت کے دن اہلِ دوزخ اور اہلِ جنّت کے مکالمہ کا ذکر کیا۔

آیت ۵۳:۔

اِس تمہید کے بعد فرمایا: دیکھو اس عہد کے مطابق جو بنی آدمؑ سے لیا گیا تھا اب پھر تمہارے پاس اللہ کی کتاب آئی ہے جو تمام علومِ رُوحانی پر مشتمل ہے اور ماننے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت ۵۴:۔

فرمایا: تم اس کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ عذاب جو اس کے انکار کا لازمی نتیجہ ہے تم پر نازل ہو؟ لیکن یاد رکھو! جب یہ عذاب نازل ہوگا تو تم ہلاک کر دئے جاؤ گے۔

آیت ۵۵:۔

جب مکذّبین کو رسُول کے انکار پر انذار فرمایا تو اس کے ساتھ ہی فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ خدا جس نے تمہاری جسمانی ضروریات کے لئے زمین و آسمان کو چھ ادوار میں پیدا کیا اور تمام عالم کو ایک اٹل قانون میں جکڑ دیا جس سے نہ چاند نہ سُورج نہ ستارے بھاگ سکتے ہیں تمہاری رُوحانی ضروریات کا کوئی سامان نہیں کرے گا؟ اس میں واضح اشارہ ہے کہ رُوحانی آسمان کی تکمیل بھی چھٹے دَور میں ہوگی چنانچہ ہمارے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ششم ہزار میں تشریف لائے۔

آیت ۵۶، ۵۷ :-

فرمایا : پس اے ناسمجھو! اپنے ربّ کو تضرّع کے ساتھ پکارو اور سرکشی سے باز آؤ کہ وہ اس کی محبت سے محروم کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین کی اصلاح کے بعد تم اس میں فساد برپا نہ کرو یعنی جو زمینیں رسُول کو قبول کر لیتی ہیں ان کو اپنی یلغار کا نشانہ نہ بناؤ۔

آیت ۵۸، ۵۹ :-

پھر اِسی مضمون کو دوسرے رنگ میں ادا کیا۔ فرمایا جس طرح وہ تمہاری مُردہ زمین کو زندہ کرنے کیلئے آسمان سے پانی بھیجتا ہے اسی طرح وہ تمہارے دلوں کی مُردہ زمین کو زندہ کرنے کے لئے آسمان سے پانی بھیجتا ہے اور جس طرح بارش کے بعد اچھی زمین میں پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں اور ناقص زمین میں ناکارہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح آسمانی بارش کے نتیجہ میں نیک لوگ نیکی میں ترقی کرتے ہیں اور بد لوگ بدی میں۔

آیت ۶۰ تا ۱۰۱ :-

آیت ۳۶ میں فرمایا تھا کہ ہم نے بنی آدم کو تاکید کی تھی کہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ جب ہمارے انبیاء آئیں تو ان پر ایمان لاؤ۔ پھر اسی عہد کو یاد دلا کر فداہ ابی و امی رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا اِن آیات میں فرمایا: یہ رسُول بدع من الرسل نہیں پہلے بھی تمہارے پاس انبیاء آتے رہے ہیں چنانچہ نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب آئے جو لوگ ان پر ایمان لائے دونوں جہانوں میں کامیاب ہوئے اور جن لوگوں نے ان کی مخالفت کی دونوں جہاں میں خائب و خاسر ہوئے۔ پس اگر تم ہمارے رسول پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلوں کا ہؤا۔

آیت ۱۰۲، ۱۰۳ :-

فرمایا : مکذّبین کے انکار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ بات سُننے اور سمجھنے سے پہلے انکار کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں ان کے دلوں پر مُہر لگ جاتی ہے اور سچائی ان میں داخل نہیں ہو سکتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں پاسِ عہد نہیں رہا اور نافرمانی ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔

آیت ۱۰۴ تا ۱۳۷ :-

پھر سابق مضمون کی طرف عَود کیا اور موسٰی اور فرعون کا واقعہ بیان کیا۔ چونکہ حضور مطابق نص صریح
اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاهِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ؕ (۱۶:۷۳)
موسٰی کے مثیل تھے اِس لئے موسٰی کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا

آیت ۱۳۸ تا ۱۵۵ :۔

اسی سلسلہ میں بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا اور ان کی بدعنوانیوں اور بدعہدیوں کا ذکر کیا۔ انکے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے تاکہ اُمتِ محمدیہ ان سے سبق حاصل کرے۔

آیت ۱۵۶ تا ۱۵۸ :۔

پھر اس عہد کا ذکر کیا جو بنی اسرائیل کے ستر منتخب لوگوں سے طُور پر لیا تھا کہ جب تم میں "وہ رسُول" نازل ہو جس کی بشارت تورات اور انجیل میں دی گئی ہے تو تم اس کی مدد کرنا۔

آیت ۱۵۹ :۔

آیت ۶۰ سے ۱۵۵ تک مختلف رسُولوں کے حالات بیان کئے گئے تھے۔ ان سب کے حالات کے ساتھ اِس بات کو خصوصیت سے بیان کیا تھا کہ ان کا پیغام اپنی قوم کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن موسٰی جو کہ بنی اسرائیل کے لئے کتاب اور ہدایت لائے تھے (۱۷ : ۲ ' ۴۰ : ۵۴) کے بیان میں یہ فرمایا کہ ہم نے اُسے فرعون اور اور اس کے سرداروں کی طرف رسُول بنا کر بھیجا (۷ : ۱۰۴) گویا موسٰی کے وقت اس قاعدہ میں کسی قدر ترمیم کر دی گئی۔ اگرچہ آپ کا اصل منصب بنی اسرائیل کی دیکھ بھال ہی تھا لیکن چونکہ بنی اسرائیل فرعون اور اس کے سرداروں کی قید میں تھے رسالت کا رُخ ضمنی طور پر انکی طرف بھی پھر گیا۔ یہ گویا اِس بات کی علامت تھی کہ چونکہ قوموں کا آپس میں رابطہ شروع ہو گیا ہے اِس لئے اس نبی کا وقت قریب آ گیا ہے جس کا مشن تمام قوموں کو دینِ واحد پر جمع کرنا ہو گا۔ اس کے بعد اس نبی آخر الزمان کی آمد کا اعلان کیا اور فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ اللہ نے مجھے تم سب کی طرف رسُول بنا کر بھیجا ہے تاکہ مشرق و مغرب میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تاکہ وہ لوگ جو زندہ ہونا چاہتے ہیں نشانات کے ذریعہ زندہ کئے جائیں اور وہ لوگ جو ہلاک ہونا چاہتے ہیں نشانات کے ذریعہ ہلاک کئے جائیں اور تاکہ دُنیا میں وہ نُور پھیلے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔

آیت ۱۶۰ تا ۱۷۲ :۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موسٰی کے مثیل تھے اِس لئے اِس اعلان کے ساتھ موسٰی کی قوم کے اچھے اور بُرے لوگوں کا ذکر کیا تاکہ اُمتِ محمدیہ اچھے لوگوں کے طریق کو اپنائے اور بُرے لوگوں کے طریق سے بچے۔

آیت ۱۷۳ تا ۱۷۵ :۔

سلسلہ انبیاء کے بیان کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم میں سے انہی کے تخم سے انہی کی اولاد کو توحید کی گواہی کے لئے چن لیتا ہے تاکہ بعد میں وہ یہ عُذر نہ پیش کریں کہ ہمیں تو کچھ معلوم نہ تھا جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھا اسی کو اختیار کر لیا۔

آیت ۱۷۶ تا ۱۷۹ :۔

جب بندے پر خدا تعالیٰ کے انعام نازل ہوتے ہیں تو اس کو چاہیئے کہ تواضع اور انکساری دکھائے۔ اِن آیات میں اُس آدمی کی مثال دی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نشانات دکھائے لیکن اس نے ان کی قدر لباس کہنہ سے زیادہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوُا کہ شیطان نے اس کو دبوچ لیا اور اس میں اور ان لوگوں میں جو اللہ تعالیٰ کے نشانات کو جھٹلاتے ہیں کوئی فرق نہ رہا پس انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور اسی سے ہدایت طلب کرنی چاہیئے۔

آیت ۱۸۰ :۔

انبیاء اور اولیاء کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اکثر لوگوں کے طور و طریق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش کی اصل غرض جہنم کا ایندھن بننا ہے۔ اللہ نے ان کو دل اور آنکھیں اور کان دئے ہیں مگر وہ ان کو استعمال نہیں کرتے۔

آیت ۱۸۱ :۔

دین کی اصل غرض تعلق باللہ ہے اور یہ تعلق دُعا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس آیت میں دعا کرنے کا طریق سکھایا اور فرمایا کہ دُعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی متعلقہ صفات کو جوش میں لاؤ۔

آیت ۱۸۲ تا ۱۸۴ :۔

جیسا کہ ابتداء میں بیان کیا جا چکا ہے اِس سورۃ میں خطاب کا رُخ عام ہے۔ انبیاء کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ ہر نبی کے وقت ہوتا ہے حضورؐ کے وقت بھی لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے یعنی کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ تکذیب پر کمربستہ ہو گئے۔ اِن آیات میں ان دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے۔

مکذّبوں کے متعلق فرمایا: وہ ہماری ڈھیل کو غلط نہ سمجھیں ہم انہیں اس جہت سے پکڑیں گے جس کا انہیں علم ہی نہیں۔

آیت ۱۸۵:-

پھر مکذبین کے بعض اعتراضات کا ذکر کیا۔ انہوں نے گریز کا سب سے آسان طریق یہ ڈھونڈا تھا کہ کہتے تھے کہ یہ شخص مجنون ہے۔ فرمایا وہ شخص کیونکر مجنون ہو سکتا ہے جو تمہیں ان عواقب سے آگاہ کرتا ہے جو تمہارے اعمال کا لازمی نتیجہ ہیں۔

آیت ۱۸۶، ۱۸۷:-

پھر فرمایا: تم کیوں زمین و آسمان کے نظام پر غور نہیں کرتے ؟ کیا یہ تمام کاروبار باطل ہے ؟ اگر نہیں تو پھر جس خدا نے تمہاری جسمانی ضروریات کا اس قدر اہتمام کیا ہے کیا وہ تمہاری روحانی ضروریات کا کوئی اہتمام نہیں کرے گا ؟ تم کیوں گمراہی پر اصرار کرتے ہو اور کیوں خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ سے اپنی گمراہی کا اعلان کروا رہے ہو ؟

آیت ۱۸۸:-

قیامت پر ایمان دین کی بنیاد ہے۔ مکذبین فرار کے لئے نت نئے بہانے ڈھونڈتے تھے۔ کبھی کہتے کہ یہ شخص مجنون ہے کبھی کہتے کہ اگر قیامت حق ہے تو پھر کب آئے گی۔ اس آیت میں ان کے دوسرے اعتراض کا ذکر ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ قیامت زمین اور آسمان کے نظام میں مستور ہے۔ جو چیز بنی ہے وہ ٹوٹے گی اور اپنی حالتِ اولیٰ کی طرف رجوع کرے گی۔

آیت ۱۸۹:-

اس آیت میں مقامِ نبوت پر روشنی ڈالی۔ فرمایا: غیب کا علم صرف خدا کو ہے۔ نبی تمہاری طرح کا ایک انسان ہے جس کا کام تمہیں تمہارے اعمال کے عواقب سے اطلاع دینا ہے۔

آیت ۱۹۰، ۱۹۱:-

سابقہ آیات میں نبوت کی ضرورت کے لئے زمین و آسمان کو بطور دلیل پیش کیا تھا۔ ان آیات میں اسکی ضرورت ایک اور مثال سے واضح کی۔ جس طرح انسان اور اس کی زوجہ ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے ہیں، اسی طرح نبی اور اس کی امت ایک ہی طرح کی مخلوق ہیں اور جس طرح مرد کی تسکین عورت سے ہوتی ہے اسیطرح

نبی فطری جوش کے ساتھ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا۔ پھر جس طرح خاوند کے ذریعہ عورت حاملہ ہوتی ہے اور اس سے ایک نیا وجود معرضِ ظہور میں آتا ہے اسی طرح مرید کو اپنے پیر کے ذریعہ رُوحانی طور پر حمل ہوتا ہے اور وہ اس کے نتیجہ میں اپنے اندر ایک نئے وجود کو جنم دیتا ہے۔ پھر بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تکبر کرنے لگتا ہے اور بلعم باعور کی طرح دوبارہ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۹۲ تا ۱۹۹:-

جب شرک کا تذکرہ آگیا تو گریز کرکے اس مضمون کو کھول کر بیان کر دیا اور بتایا کہ یہ کس قدر غیر معقول اور بیہودہ مسلک ہے۔ فرمایا: خدا تو وہ ہے جو اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے لیکن یہ بت تمہاری حفاظت تو کیا کریں گے خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتے۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے:

أَهَذا ربٌ يبول الثعلب برأسه

کہ کیا یہ رب ہے کہ لومڑ اس کے سر پر پیشاب کرتا ہے اور وہ اس کو روک نہیں سکتا۔

آیت ۲۰۰ تا ۲۰۳:-

جب انسان کامل توحید پر عمل پیرا ہوتا ہے تو وہ تمام مخلوق کو عیال اللہ سمجھنے لگتا ہے اور فطرتی جوش سے ان کی خدمت کرنے لگتا ہے۔ پس شرک کے بیان کے ساتھ عفو اور امر بالمعروف کے بیان کو منسلک کر دیا۔ لیکن کامل توحید تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس وادی میں بہت سے خار اور کانٹے ہیں۔ قدم قدم پر شیطان رخنہ اندازی کرتا ہے۔ فرمایا: ان رخنوں سے بچنے کا یہ طریق ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے کہ وہ اسے شیطان کے حملوں سے بچائے اور اس کی یاد میں محو ہو جائے اور شیطان کے ساتھیوں سے قطع تعلق کرلے۔

آیت ۲۰۴:-

سابقہ آیات میں کافروں کے بعض اعتراضات کا رد کیا گیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم نے ان کو کئی نشانات دکھائے ہیں لیکن وہ آنکھیں رکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور کان رکھتے ہوئے نہیں سنتے۔ اس جگہ ان کی فطرت کے ایک اور پہلو سے نقاب اٹھایا۔ فرمایا: جب ان کے پاس تازہ نشان آنے میں دیر ہو جاتی ہے تو وہ سابقہ نشانوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے تجھے طنزاً کہتے ہیں کہ تو کوئی نشان گھڑ لے۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ تُو ان سے کہہ دے: میں خود بخود کچھ نہیں کر سکتا میں تو اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ قرآن نشانات سے بھرا پڑا ہے۔ یہ ہدایت اور رحمت کا خزانہ ہے، لیکن ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں۔

آیت ۲۰۵:-

جب قرآن کا بلند مقام واضح کیا تو اس کی عظمت کے پیشِ نظر فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی اور توجہ کے ساتھ سُنو۔

آیت ۲۰۶، ۲۰۷:-

قرآن کی غرض بندے کو اللہ سے ملانا ہے۔ پس قرآن کے ذکر کے ساتھ ذکرِ الٰہی کا ذکر بھی کر دیا اور پھر اس ذکر کے آداب بھی بتا دیئے۔

سُورۃ کی ابتدا قرآن کے ذکر سے ہوئی تھی اس کا خاتمہ قرآن اور صاحبِ قرآن ہی کے ذکر سے کیا تاکہ مضمون کے دونوں سرے آپس میں مل جائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الٓمّٓصٓ ②

میں اللہ ہوں، بہت جاننے والا، صادق القول والفعل۔ ◉

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ③

اے رسول! یہ کتاب تجھ پر اس لئے نازل کی گئی ہے تاکہ تُو اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائے اور تاکہ یہ مومنوں کے لئے نصیحت کا ذریعہ بنے۔ پس اس کتاب کے باعث تیرے دل میں کوئی پریشانی نہیں آنی چاہیئے ◉

حَرَجٌ کے معنی شک بھی ہو سکتے ہیں۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ④

لوگو! جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسی کی پیروی کرو۔ اپنے رب کے سوا کسی اور کو کارساز نہ بناؤ ہم تو تمہیں نصیحت کرتے ہیں لیکن تم نصیحت کم ہی قبول کرتے ہو ◉

وَلَا تَتَّبِعُوا: وَلَا تَتَّخِذُوا (جلالین) وَلَا تَقُولُوا (کشاف)

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۵﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۶﴾

کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ہے چنانچہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت نازل ہوا یا اس وقت نازل ہوا جبکہ وہ قیلولہ کر رہے تھے۔ اور جب ہمارا عذاب ان پر نازل ہوا وہ اس کے سوا کچھ اور نہ کہہ پائے: بیشک ہم ظالم تھے ◉

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۸﴾

ہم ان لوگوں سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔ ہم تمام واقعات اپنے ذاتی علم کی بناء پر انہیں ترتیب وار بتائیں گے۔ ہم اس وقت غیر حاضر نہیں تھے ◉

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٩﴾

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٠﴾

اُس دن تمام اعمال کا پُورا پُورا وزن کیا جائے گا اور وہی لوگ بامُراد ہوں گے جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا۔ لیکن وہ لوگ جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا اپنی جان کی بازی ہار دیں گے کیونکہ وہ ہمیشہ ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے ◉

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿١١﴾ ع ۱۱ / ۸

لوگو! ہم نے تمہیں زمین میں اقتدار بخشا اور تمہارے لئے اس میں معیشت کے سامان مہیا کئے۔ لیکن پھر بھی تم شکر نہیں کرتے ◉

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿١٢﴾

ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں شکل و صورت عنایت کی، پھر ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کی اطاعت کرو۔ چنانچہ سب ملائکہ نے اس کی اطاعت کی لیکن ابلیس نے نہ کی۔ اور وہ کیونکر کرتا۔ اطاعت کرنا تو

اس کی فطرت ہی نہ تھی ◉

صَوَّرْنٰكُمْ : اس کے معنی خوگر صورت بنایا، یا تصوّرات دئے بھی ہو سکتے ہیں۔ صَوَّرْنٰكُمْ میں حقیقی اور تمثیلی، انفرادی اور نوعی ہر طرح کی صورت دینا آجاتا ہے۔

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ : جیسا کہ لسان العرب میں سجد کے ماتحت لکھا ہے اِس جگہ لام اَجَل کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اِس اعتبار سے اِس آیت کے معنے ہوں گے آدم کی وجہ سے (یعنی اِس وجہ سے کہ ہم نے آدم کو پیدا کیا ہے) ہمیں سجدہ کرو۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ : یہاں اِلَّا استثناءِ منقطع ہے۔

ساجد : عابد کے وزن پر اسم فاعل بمعنی اسم صفت ہے۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑬

اللہ نے ابلیس سے کہا : جب مَیں نے تجھے اطاعت کا حکم دیا تھا تو کس چیز نے تجھے اطاعت سے روکا۔ ابلیس نے جواب دیا : مَیں اس سے بہتر ہوں۔ تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے گیلی مٹّی سے ◉

اَلَّا تَسْجُدَ : یہ اصل میں ان تسجد ہے لا زائدہ ہے جو تاکید کے لئے آیا ہے۔ آگ اور گیلی مٹّی سے پیدا کرنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ فطرت میں تیزی اور نرمی رکھی۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں آیا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (۲۱ : ۳۸) یعنی انسان کو تیزی سے پیدا کیا گیا ہے یعنی اس کی طبیعت میں تیزی رکھ دی گئی ہے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ⑭

اللہ نے کہا: ہماری درگاہ سے دُور ہو جا۔ تیرے لئے کسی طور جائز نہ تھا کہ تُو اس جگہ تکبّر سے کام لیتا۔ نکل جا! تُو کم ظرفوں میں سے ہے ◉

ابلیس تو اپنے آپ کو انسان سے بہتر قرار دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تُو تو ہے ہی کم ظرف۔

قَالَ اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ابلیس نے کہا: مجھے ان لوگوں کے جی اُٹھنے کے دن تک مُہلت دے ◉

یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ سے مراد قیامت کا دن بھی ہو سکتا ہے اور وہ دن بھی جب انسان اپنے اُوپر ایک موت وارد کر کے حیاتِ نَو پاتا ہے جس کا ذکر قرآن نے یَحۡیٰی مَنۡ حَیَّ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ (۸ : ۴۳) کے الفاظ سے کیا ہے۔

قَالَ اِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ ﴿۱۶﴾

اللہ نے کہا: جا تُو بھی ان میں شامل ہو جا جنہیں ہم نے مہلت دے رکھی ہے ◉

ابلیس نے اپنی طرف سے بہت تیر مارا تھا اور کہا تھا کہ مجھے اجازت دے کہ میں تیرے بندوں کو ورغلاؤں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: تُو اس میدان کا پہلا شہسوار نہیں، تیرے علاوہ اور بھی ہیں، جا ان میں شامل ہو جا۔ تُو اور تیرے اگلے اور تیرے پچھلے سب زور لگا لو۔ تم ہمارے رسولوں پر غالب نہیں آ سکو گے۔

اِس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: تُو کبھی کا اُن لوگوں میں شامل ہے جنہیں ہم نے مہلت دے رکھی ہے۔ یعنی جس دن تُو نے ہمارے نبی کا انکار کیا اسی دن سے شیاطین کے گروہ میں شامل ہے۔

قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَہُمۡ صِرَاطَکَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۱۷﴾

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مِنۡ خَلۡفِہِمۡ

وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

ابلیس نے کہا: چونکہ تُو نے مجھے لعنتی قرار دیا ہے میں لوگوں کو ورغلانے کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر گھات میں بیٹھا رہوں گا۔ پھر میں ان پر ان کے سامنے اور ان کے پیچھے سے، ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے حملہ کروں گا۔ اور تُو دیکھے گا کہ ان میں سے اکثر تیرا شکر ادا نہیں کریں گے ◉

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ: غَیٌّ اور غَوٰی (مصدر) کے معنی ہیں بھٹک جانا۔ گمراہ ہونا۔ لعنتی ہونا۔ برباد ہونا۔ ناکام اور نامراد ہونا۔ خائب و خاسر ہونا۔ ہلاک ہونا۔ زندگی کا خراب ہونا۔

اِغْوَاء (مصدر) کے معنی ہیں گمراہ کرنا۔ لعنتی بنانا (یا قرار دینا)۔ ناکام اور نامراد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ زندگی کا خراب کرنا۔ (لسان۔ راغب۔ رازی)

مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ... الخ اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: میں ان پر ان اطراف سے حملہ کروں گا جن کا انہیں علم ہے (مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ) اور ان اطراف سے حملہ کروں گا جن کا انہیں علم نہیں (مِنْ خَلْفِهِمْ) اور ان اطراف سے حملہ کروں گا جن کا اگر وہ چاہتے تو ان کو علم ہو جاتا (عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ) (بیضاوی)۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۹﴾

اللہ نے کہا: ہماری درگاہ سے نکل جا، خوار اور راندہ ہوا۔ ان میں سے وہ لوگ جو تیری پیروی کریں گے تو سمجھ رکھ کہ میں تم سب سے جہنم کو

بھر دوں گا ●

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ مکالمہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے بالمشافہ کیا تھا؟ اس میں علماء کو اختلاف ہے۔ صائب رائے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مکالمہ اپنے رسول کے ذریعہ کیا، یا یہ تصویری زبان میں واقعات کا بیان ہے۔

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٠﴾

اور اللہ نے آدم سے کہا: تو اور تیرے ساتھی اس باغ میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن تم اس درخت کے پاس نہ جانا، اگر تم گئے تو تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا ●

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿٢١﴾

لیکن ان پر ان کی عریانی کو ظاہر کرنے کے لئے جو ان سے چھپی ہوئی تھی شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا: اللہ نے تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے تاکہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں دوام حاصل نہ

نہ ہو جائے ◉

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے "تاکہ تم فرشتہ بن جاؤ" کے الفاظ سے کیا مراد تھی۔ ظاہر ہے کہ اس کی مراد یہ نہ تھی کہ تمہاری قلب ماہیت ہو جائے گی اور تمہیں کثیف جسم کے بدلہ لطیف جسم دے دیا جائے گا۔

بعض دفعہ کمال مشابہت کے اظہار کے لئے حرفِ تمثیل گرا دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنے کی بجائے کہ وہ گدھے کی طرح ہے یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ گدھا ہے (دیکھو مختصر المعانی۔ التشبیہ) پس ان الفاظ سے شیطان کی مراد یہ تھی کہ تاکہ تم فرشتوں کی طرح نہ بن جاؤ۔

قرآن کریم کے مطابق فرشتوں کا کام اللہ کے پیغامات کو لے جانا (۳۵: ۲) اس کی تحمید و تقدیس کرنا (۴۰: ۸، ۳۹: ۷۶) اس کی کامل اطاعت کرنا (۲: ۳۵، ۱۶: ۵۰) وغیرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ شیطان کی مراد ان باتوں میں سے کوئی نہ تھی۔

زیر بحث آیت کے علاوہ فرشتہ کا لفظ تمثیلی رنگ میں قرآن مجید میں صرف ایک دفعہ استعمال ہوا ہے، جبکہ صاحباتِ یوسف نے کہا: إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (۱۲: ۳۲) یعنی یہ تو کوئی انوکھا فرشتہ ہے۔ یہاں یہ لفظ شیطان نے استعمال کیا ہے اور وہاں صاحباتِ یوسف نے۔ پس کیا قائل کی مشابہت کے اعتبار سے اور کیا ماحول کی مناسبت کے اعتبار سے اور کیا یفسر بعضہ بعضا کی رو سے دونوں جگہ ایک ہی سے معنی ابھر رہے ہیں۔ صاحباتِ یوسف نے جب یوسف کو فرشتہ کہا تو ان کی مراد اس کے حسن و جمال کو تمثیلاً بیان کرنا تھی۔ اور شیطان نے جب کہا کہ تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا گیا ہے تاکہ تم فرشتے نہ بن جاؤ تو اس کی مراد یہ تھی کہ اس طرح تمہارا رنگ و روپ نکھر آئے گا۔ اگر تو شجرہ سے مراد وہ درخت لیا جائے جس کا پھل کھانے سے حیوانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں تو شیطان کی مراد یہ تھی کہ تم اس کا پھل کھاؤ گے تو اس کے نتیجہ میں تمہارا رنگ و روپ نکھر آئے گا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ حیوانی قوتوں کے مناسب استعمال سے مرد و زن کے چہرہ پر بشاشت اور رونق آجاتی ہے۔ اور اگر شجرہ سے مراد ابلیس سے رشتہ و ناطہ ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح تم ایک خوبصورت نسل کے مورث بنو گے۔ ان اعتبارات سے لَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ سے مراد اول الذکر صورت میں اپنی اولاد کے ذریعہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنا ہے اور ثانی الذکر صورت میں زمین میں تمکنت نصیب ہونا ہے۔

وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

اور اس نے انہیں قسم کھا کر کہا : میں تمہارے خیرخواہوں میں سے

ہوں ⦿

قَاسَمَ : مقاسمۃ (مصدر) سے ماضی کا صیغہ ہے۔ مقاسمۃ مفاعلۃ کے وزن پر ہے جس میں اشتراکِ عمل یا مبالغہ پایا جاتا ہے۔ مبالغہ تو ظاہر ہے۔ اشتراکِ عمل کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے شیطان کو اللہ کی قسم دے کر کہا : سچ کہہ کہ تو ہمارا خیر خواہ ہے اور اس نے جواب میں قسم کھا کر کہا : میں تمہارا خیر خواہ ہوں (کشاف)

بہر حال یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی محاورہ میں مفاعلہ محض مبالغہ کے لئے کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ ممکن ہے کسی کے دل میں خیال پیدا ہو کہ ۲ : ۱۰ کے ماتحت تو ہم نے لکھا ہے کہ مخادعۃ کی نسبت خدع میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ سو جاننا چاہیئے : والفعل اذا غولب فیہ (الفاعل) کان ابلغ منہ اذا جاء بلا مقابلۃ معارض ومبار استصحبت ذالک (بیضاوی ۲ : ۱۰) یعنی مقابلہ کی نسبت مجرد فعل میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے (کیونکہ کسی کے مقابلہ میں شکست کھانا اتنی کمزوری کو ظاہر نہیں کرتا جتنا کہ مجرد شکست خوردہ ہونا) چنانچہ معارض (مقابلہ میں لڑنے والا) سے عارض (لڑنے والا) میں اور مبار (مقابلہ میں نیک) سے بر (نیک) میں زیادہ مبالغہ ہے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

چنانچہ شیطان نے دھوکہ سے ان کو ان کے مقام سے نیچے گرا دیا

اور جب انہوں نے درخت سے کھایا تو ان کی عُریانی ان پر ظاہر ہو گئی اور وہ اپنے آپ کو باغ کے پتّوں سے ڈھانپنے لگے۔ اُس وقت ان کے ربّ نے ان کو پکارا اور کہا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ◉

تدلیۃ اور ادلاء کے معنی ہیں کسی چیز کو اُونچے درجہ سے نچلے درجہ پر بھیجنا (بیضاوی ولسان)

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

وہ کہنے لگے: اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب اگر تُو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ ◉

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

اس پر اللہ نے آدم اور اس کے ساتھیوں سے کہا: یہاں سے ایک دوسرے کے دشمن ہو کر نکل جاؤ۔ تم ایک خاص وقت تک زمین میں قیام کرو گے اور فائدہ اٹھاؤ گے ◉

قَالَ: الخطاب لآدم وحوّاء وذرّیتهما (بیضاوی۔ جلالین۔ روح البیان)

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ: فی موضع الحال ای متعادین (بیضاوی وروح البیان)

فِى الْاَرْضِ: ارض کے معنی بلاد کے بھی ہوتے ہیں (لسان)

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿۲۶﴾ ع ۲ ۱۵ ۹

اور اس کے ساتھ اس نے یہ بھی کہا: تم زمین ہی میں جیو گے اسی میں مرو گے اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔

اَلْاَرْض کا لفظ قرآن نے بے شمار جگہ جنس کے لئے استعمال کیا ہے مثلاً فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵:۱۳) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (۱۰:۴، ۸:۱۱، ۲۵:۶۰، ۳۹:۵۸، ۵۷:۵۹)

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج انسان چاند پر جا چکا ہے اور مریخ پر جانے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ پس یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ تمام انسان زمین میں ہی جئیں گے، یہیں مریں گے اور یہیں سے روزِ آخرت کو نکالے جائیں گے۔

سو جاننا چاہیئے کہ اَلْاَرْض کا لفظ اپنے معانی کے اعتبار سے وسیع ہے۔ یہ لفظ جنس کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور زمین کے بعض ٹکڑوں کے لئے بھی۔ اگر خطاب عام ہے یعنی تمام نوع انسانی اس میں شامل ہے تو اَلْاَرْض سے مراد جنس ہے اور اگر خطاب ایک مخصوص شخص اور اس کے متبعین کو ہے تو اس سے مراد ایک خاص خطۂ ارض ہے اور مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ میں دوسری ہجرت کی پیشگوئی ہے۔

پھر ان الفاظ میں یہ پیشگوئی بھی مضمر معلوم دیتی ہے کہ نسلِ انسانی ایک عرصہ تک اس زمین میں رہے گی اس کے بعد یہ زمین رہائش کے قابل نہیں رہے گی اور اس میں رہنے والے تمام لوگ مر جائیں گے اور انسان ہجرت کر کے کسی اور کرّہ میں چلے جائیں گے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں کوئی کلمہ حصر نہیں پس اگر بعض لوگ کچھ عرصہ کے لئے اس زمین سے باہر بھی چلے جائیں تو یہ بات اس آیت کے منافی نہیں۔

پھر یہ بھی مدِ نظر رہنا چاہیئے کہ وہ لوگ جو اس زمین سے باہر جاتے ہیں اپنی زمین کو ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ خورونوش کا سامان، ہوا، لباس وغیرہ ہر ایک چیز یہاں سے لے کر جاتے ہیں۔ سو اگرچہ من وجہٍ وہ زمین سے

باہر چلے جاتے ہیں یہ وجہ وہ زمین ہی میں ہوتے ہیں پس وہ چاند میں جا کر بھی فِيْهَا تَحْيَوْنَ سے باہر نہیں ہوتے۔ اسی طرح اگر وہ زمین سے باہر اپنے سپٹنک میں مرتے ہیں تو اپنی زمین ہی میں مرتے ہیں کیونکہ سپٹنک زمین ہی کا حصہ ہے۔ اور اگر یہ اعتراض ہو کہ یہ بات بھی ممکن ہے کہ وہ سپٹنک سے باہر یا اپنے زمینی لباس سے باہر مر جائیں تو ہم کہیں گے کہ جب تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ہو جاتا تمہارا اعتراض جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو وہ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ کی شق میں آ جائے گا۔

یہ بھی جائز ہے کہ فِيْهَا میں حذف مضاف ہو اور آیت کے معنی ہوں فی اسبابها تحیون و فی اسبابها تموتون۔ حذف مضاف کی مثالوں سے قرآن بھرا پڑا ہے یعنی زمینی اسباب کے باعث ہی تم زندہ رہو گے اور انہی قوانین کے ماتحت تمہاری موت واقع ہو گی۔

یہ بھی جائز ہے کہ فِيْهَا اور مِنْهَا کی ضمائر مستقر اور متاع کی طرف راجع ہوں اور آیت کے معنی ہوں فی طلبها تحیون و فی طلبها تموتون و من طلبها تخرجون یعنی تمہاری زندگی اور موت استقرار و متاع کی طلب میں گزرے گی لیکن جب تمہاری بعثت ہو گی اور تمہیں ایک نئی زندگی دی جائے گی تو تم اس طلب لاحاصل سے نکل جاؤ گے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾

اے بنی آدم! ہم نے تمہیں ایسا لباس بھی دیا ہے جو تمہاری عریانی کو ڈھانکتا ہے۔ اور ایسا لباس بھی دیا ہے جو تمہاری زینت کا باعث ہے لیکن یاد رکھو کہ سب لباسوں سے بہتر تقویٰ کا لباس ہے اللہ کا تمہیں لباس دینا اس کے نشانات میں سے ایک نشان ہے جو اس لیے دیا گیا ہے تاکہ انسان نصیحت حاصل کریں ◉

اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا: اَنْزَلْنَا کے معنی خَلَقْنَا بھی ہو سکتے ہیں (بیضاوی۔جلالین و روح البیان) جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (۳۹ : ۷)، وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (۵۷ : ۲۶)۔ علامہ رازی کہتے ہیں اَنْزَلْنَا کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ بادلوں سے پانی نازل کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اشیاء پیدا ہوتی ہیں جن سے لباس بنتا ہے۔ چوپاؤں اور لوہے کا نازل ہونا بھی اسی اعتبار سے ہے۔ علامہ لوہے کے نزول کی تشریح نہیں فرماتے بہر حال آج ثابت ہو گیا ہے کہ لوہا سورج کی شعاعوں کے نتیجہ میں بنتا ہے۔ قرآن نے اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

رِيْش پرندے کے پروں کو کہتے ہیں۔ چونکہ وہ اس کے لئے لباس اور زینت کا کام دیتے ہیں اس لئے استعارۃً ریش کا لفظ لباس بلکہ خوبصورت لباس کے لئے بولتے ہیں (لسان۔لین۔اقرب و رازی)

وَ رِيْشًا: رِيْش صفت ہے اس سے پہلے موصوف (لباسًا) محذوف ہے (روح البیان) گویا آیت کے معنی ہیں انزلنا عليكم لباسين۔ لباسًا يواری سوآتكم و لباسًا يزيّنكم (رازی) ای و لباسًا ریشًا۔ ریشًا کا عطف یواری پر اس لئے نہیں لیا جا سکتا کہ یواری فعل ہے اور ریشًا اسم اور اسم کا عطف فعل پر جائز نہیں۔

لِبَاسُ التَّقْوٰى: تقویٰ کے لباس سے ایسا لباس بھی مراد ہو سکتا ہے جو تقویٰ کے اصولوں کو مدّ نظر رکھے اور خواہ مخواہ جسم کی عریانی نہ کرتا پھرے۔ آجکل جو مغربی عورتوں کا لباس ہے جس کا مقصد جسم کو چھپانا نہیں بلکہ ظاہر کرنا ہے کسی طور پر لِبَاسُ التَّقْوٰى نہیں کہلا سکتا۔

اس سے مجازاً مراد تقویٰ بھی ہو سکتا ہے۔ گویا جس طرح فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ (۱۶ : ۱۱۳) میں لباس کی اضافت جوع اور خوف کی طرف کی ہے یہاں تقویٰ کی طرف کی ہے۔ اس اعتبار سے لِبَاسُ التَّقْوٰى کے معنی ہیں کہ جس طرح لباس انسان کے ستر کو ڈھانکنے کا کام دیتا ہے اسی طرح تقویٰ انسان کی کمزوریوں کو ڈھانکتا ہے۔ اور جس طرح لباس انسان کی تزئین کا سبب ہوتا ہے اسی طرح تقویٰ بھی اسے روحانی طور پر مزیّن کرتا ہے۔

پہلے زمانہ میں لوگ ننگے رہتے تھے آجکل پھر عریانی (Newdism) کی تحریک زوروں پر ہے۔ قرآن نے لباس کی غرض عریانی کو ڈھانکنا اور زینت کا باعث ہونا بتایا ہے۔ پس لباس سے زینت حاصل

کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اسے عریانی چھپانے کی بجائے اس کے نمود کا ذریعہ نہ بنا لیا جائے اور تقویٰ کی حدود کی پابندی کی جائے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۸﴾

اے بنی آدم! دیکھو! کہیں شیطان تمہیں بھی اسی طرح فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو ڈالا تھا کہ انہیں جنت سے نکال دیا تھا، اس نے ان دونوں سے ان کا لباس چھین لیا تھا تاکہ ان کی عریانی ان پر ظاہر کرے۔ وہ اور اس کی ذریت تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیاطین کو کافروں کا دوست بنا دیا ہے ◉

شیطان کی خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ ہے کہ وہ سامنے آ کر حملہ نہیں کرتا بلکہ چھپ کر حملہ کرتا ہے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ: ای فتنۃ کفتنۃ ابویکم باخراج (ابلاغ، بیضاوی و روح البیان)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا

وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

جب یہ مشرک لوگ کوئی بےحیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی سنّت پر عمل پیرا پایا ہے اور اللہ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

اے رسول! تو ان سے کہہ: اللہ بےحیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کی حقیقت کا تمہیں کوئی علم نہیں ◉

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۳۰﴾

کہہ: میرے رب کا حکم تو یہ ہے کہ انصاف قائم کرو۔ اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں کہوں کہ عبادت کے وقت ہمیشہ اپنی پوری توجہ قائم کرو اور اسے فرمانبرداری کے ساتھ پکارو۔ یاد رکھو! جس طرح اس نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے اسی طرح تم اس کی طرف واپس لوٹو گے ◉

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ: اس کے اعراب کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ (ھو) معطوف علی اَمَرَ بتقدیر قل لئلا یلزم عطف الانشاء علی الاخبار

(کشاف ۔ رازی و رُوح البیان) یعنی اس کا عطف اَمَرَ پر ہے اور اس سے پہلے قُل محذوف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ جملہ خبریہ ہے اور اَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ جملہ انشائیہ ہے اس لئے ان کا ایک دوسرے پر عطف نہیں ہو سکتا۔

۲۔ یہ بِالْقِسْطِ پر معناً معطوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے "وقال اقیموا وجوھکم (جلالین) یہ توجیہ پہلی توجیہ کے مقابلہ میں کمزور ہے۔

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

کچھ لوگ تو ایسے ہیں جنہیں اس نے ہدایت دے دی ہے اور کچھ ایسے ہیں جنہیں گمراہ قرار دینا واجب ہو چکا ہے۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور پھر بھی سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ◉

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۲﴾ ع

اے بنی آدم! جب بھی تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی زینت کا اہتمام کرو۔ کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یاد رکھو! وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ◉

زینت: امام راغب کہتے ہیں کہ زینت وہ ہے جو انسان کو نہ اس دنیا میں نہ آخرت میں بدنما کرے۔

یہ تین قسم کی ہے :-

۱ - جو نفس سے تعلق رکھتی ہے مثلاً علم اور اعتقاداتِ حسنہ جیسا کہ فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹ : ۸)

۲ - جو بدن سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ فرمایا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ (۳۷ : ۶)

۳ - خارجی مثلاً مال وجاہ جیسا کہ فرمایا زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ (۳ : ۱۴)

شاعر کہتا ہے ع زینۃ المرء حسن الادب یعنی آدمی کی زینت حُسنِ ادب ہی ہے (مفردات) -

اِس جگہ زینت اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز حضورِ قلب کے ساتھ ادا کی جائے، اپنے بال بچوں کو بھی نماز میں شامل کیا جائے اور اپنے لباس کا اسی طرح اہتمام کیا جائے جس طرح کہ اس کے کرنے کا حق ہے۔ اکثر لوگ امراء اور رؤسا کے پاس جاتے وقت تو اپنے بہترین لباس پہنتے ہیں لیکن خدا کے حضور حاضر ہوتے وقت اپنی پتلون اُتار کر پاجامہ پہن لیتے ہیں تاکہ اس کی شکن نہ ٹوٹ جائے۔ اگر دل میں ایسا خیال آئے تو چاہیئے کہ ضرور اس پتلون کو مسلمان کیا جائے اور خدا کے حضور اس کی شکن توڑ دی جائے کیونکہ پتلون کی شکن ٹوٹنا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ دل میں شکن پڑ جائے۔

مَسْجِد : مَفْعِل کے وزن پر سُجود (مصدر) سے اسمِ ظرف ہے یعنی سجدہ کرنے کی جگہ، مسجد۔ برعایت تسمیۃ الشیئ باسم محلہ یہ لفظ سجدہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور چونکہ برعایت تسمیۃ الشیئ باسم جزءہٖ سجدہ کا لفظ نماز کے لئے بھی بولتے ہیں مسجد کے معنی نماز کے بھی ہیں چنانچہ بیضاوی۔ جلالین۔ رُوح البیان۔ رازی وغیرھم نے اِس جگہ اس کے معنی صلوٰۃ بھی کئے ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۲﴾

اے رسول تو ان سے پوچھ : کس نے اللہ کی پیدا کی ہوئی زینت بخش چیزوں کو اور اچھی غذاؤں کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں منع کیا ہے ؟

پھر کہہ : یہ تمام چیزیں اس زندگی میں صرف مومنوں کا حق ہیں اور قیامت کے دن صرف انہی کو ملیں گی۔

جس طرح ہم نے یہ بات کھول کھول کر بیان کر دی ہے اسی طرح ہم اپنی آیاتیں اصحابِ علم و نظر کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ◉

قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡیَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

میرے رب نے صرف بے حیائی کی باتیں، خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ درپردہ، گناہ اور ناحق زیادتی منع کی ہے۔ اور اُس نے تمہیں اِس بات سے بھی منع کیا ہے کہ تم ان چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جن کی الوہیت کے بارے میں اُس نے کوئی محکم دلیل نازل نہیں کی، اور اِس بات سے بھی کہ تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہو جن کی حقیقت کا تمہیں کوئی علم نہیں ◉

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

ہر ایک قوم کی مہلت کا ایک وقت مقرر ہے اور جب ان کا مقررہ
وقت آن پہنچتا ہے تو نہ وہ اسے لمحہ بھر کے لئے ٹال سکتے ہیں اور
نہ اس سے بھاگ سکتے ہیں ◉

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ
اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۶﴾

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے میرے رسول آئیں۔
جو تمہیں میری آیات سنائیں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور
اپنی اصلاح کریں گے۔ اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم ◉

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۷﴾

لیکن جو لوگ ہماری آیات کا انکار کریں گے اور انہیں تکبّر کے
ساتھ ردّ کریں گے، وہ دوزخ کے مکین ہوں گے۔ وہ ہمیشہ وہیں
رہیں گے ◉

آیت ۳۶ میں جہاں مقصود کلام محبّت و موانست کا رشتہ قائم کرنا ہے واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی
ہے لیکن آیت ۳۷ میں جہاں مقصود کلام زجر و توبیخ ہے جمع متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ دیکھئے تمہید!

التفاتِ ضمائر۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

دیکھو! اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے یا اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے: یہ لوگ اپنی تقدیر کا لکھا پاتے رہیں گے حتیٰ کہ جب ہمارے فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے: کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ اس وقت وہ کہیں گے: وہ تو ہمیں چھوڑ گئے ہیں اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے ◉

يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ: کتاب کے معنی تقدیر، قانون وغیرہ ہیں یعنی جس تقدیر اور قانون کو انہوں نے اپنے لئے قبول کیا اس کے مطابق ان کے اعمال کا نتیجہ ان کو ملتا رہے گا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ

حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَاۤءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

تب اللہ اُن سے کہے گا: جاؤ! تم بھی اسی جہنّم میں جاؤ جہاں تم سے پہلی جن و انس کی قومیں جا چکی ہیں۔

جب کوئی قوم جہنّم میں داخل ہو گی تو اپنی پیشرو قوم پر لعنت بھیجے گی حتیٰ کہ جب تمام کے تمام لوگ یکے بعد دیگرے اس میں پہنچ جائیںگے تو متّبعین اپنے لیڈروں کے متعلق کہیں گے: اے ہمارے ربّ! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے تُو انہیں جہنّم کا دُہرا تہرا عذاب دے۔

اللہ کہے گا: تم میں سے ہر ایک کے لئے دوہرا تہرا عذاب ہے لیکن تمہیں ایک دوسرے کے حال کی خبر نہیں ہو گی۔ ◉

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ: اُخریٰ بلحاظ دخول یا بلحاظ مرتبہ (بیضاوی)

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۴/۸

اس وقت لیڈر اپنے متبعین سے کہیں گے: تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم بھی اپنے اعمال کی سزا بھگتو ◉

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ

لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

یاد رکھو! جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبّر کے ساتھ انہیں ردّ کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنّت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے گزر نہ جائے۔ ہم مجرموں کو اسی طرح ان کے اعمال کا بدلہ دیتے ہیں ◉

انجیل میں ہے: اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو (متی ۱۹: ۲۴)

قرآن نے اس کی تصحیح کی اور فرمایا یہ حکم مکذّبوں کے لئے ہے۔

جمل کے معنی اونٹ، بڑی مچھلی، کھجور کا درخت یا جہاز کے رسّہ کے ہیں (لسان-اقرب ومنجد)

جمل بمعنی اونٹ کی تمثیل پر بعض علماء نے انگلی رکھی ہے۔ انہوں نے اس کی دوسری قراءتوں جُمَّلُ جُمَلٌ اور جُمْلٌ کے پیشِ نظر موٹے رسّے کے معنوں کو ترجیح دی ہے۔

میرے نزدیک اونٹ کی تمثیل میں زیادہ خوبصورتی ہے مقصود بیان یہ ہے کہ مکذّب کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مستبعد ہے۔ اگر اس تباعد کو اس طرح بیان کیا جائے کہ یہ اتنا ہی مشکل ہے جتنا موٹے رسّے کا سوئی کے ناکہ سے گزرنا تو اس میں کسی قدر امکان کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ موٹا رسّہ سیدھا ہوتا ہے اور سننے والے کے دل میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ رسّے کو تار تار کر کے سوئی کے ناکہ سے گزارا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ اتنا ہی مشکل ہے جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گزرنا تو اس سے امکان کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ کیا اس کے حجم اور ضخامت کے اعتبار سے اور کیا اس کے ٹیڑھاپن اور بے ڈھنگاپن کی وجہ سے اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گزرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ پس اونٹ کی تمثیل مفہوم کو بہتر ادا کرتی ہے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

اُن کے لئے دوزخ ہی بچھونا ہو گا اور دوزخ ہی اوڑھنا۔ ہم ظالموں کو اسی طرح (ان کے اعمال کا) بدلہ دیتے ہیں ◉

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے جنت کے مکین ہیں، وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے ◉

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْھٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ہم ان کے دلوں سے کدورت نکال دیں گے۔ ان کے محلات کے

نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے : اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ یقیناً ہمارے رب کے رسول سچائی لے کر آئے تھے۔

پھر ان کو ایک آواز آئے گی جو کہے گی: یہ وہ باغِ بہشت ہے جو تمہارے اعمال کے بدلہ تمہیں ہمیشہ کے لئے دے دیا گیا ہے (۴۳)۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ: تحت قصورهم (جلالین)

تَحْتِهِمْ کے معنی تحت امرھم بھی ہوسکتے ہیں چنانچہ ۴۳ : ۵۱ میں بیضاوی نے یہ معنی کئے ہیں۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: نہریں ان کے حکم پر چلیں گی۔

رازی نے اس کے معنی استعارۃً مکاشفات اور سعاداتِ روحانیہ کئے ہیں۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۙ (۴۴)

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۘ (۴۵)

اور اہلِ جنت اہلِ دوزخ سے کہیں گے: ہمارے رب نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا ہم نے اسے سچا پایا ہے۔ کیا جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا ہے؟ وہ کہیں گے:

ہاں۔

اس وقت ایک پکارنے والا دونوں فریقوں کے درمیان کھڑا ہو کر پکارے گا: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو اللہ کی راہ سے اعراض کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اس میں کجی دکھلائیں اور آخرت کا انکار کرتے تھے ◉

یَصُدُّوْنَ : لازم بھی ہے اور متعدّی بھی یعنی خود رکتے تھے یا لوگوں کو روکتے تھے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾

اہلِ دوزخ اور اہلِ جنّت کے درمیان ایک پردہ ہوگا۔ اور اعراف پر بعض لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی علامت سے پہچانیں گے۔ وہ اہلِ جنّت سے جو ابھی جنّت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن داخل ہونے کی اُمید رکھتے ہوں گے کہیں گے: تم پر سلامتی ہو ◉

اَعْرَاف : عُرْف کی جمع ہے۔ عُرْف کے معنی ہیں بلند یا اعلیٰ مقام یا معرفت کا مقام۔ یہ لفظ قرآن میں صرف اس آیت اور آیت ۴۹ میں آیا ہے۔

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ ع ۵ ۸ ۱۲

اور جب ان کی آنکھوں کا رُخ اہلِ دوزخ کی طرف کیا جائے گا
تو وہ کہیں گے : اے ہمارے ربّ! ہمیں ان ظالموں میں داخل
نہ کر ◉

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَہُمۡ بِسِیۡمٰہُمۡ
قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡکُمۡ جَمۡعُکُمۡ وَ مَا کُنۡتُمۡ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾

اَہٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُہُمُ اللّٰہُ بِرَحۡمَۃٍ ؕ
اُدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡکُمۡ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿۵۰﴾

پھر اہلِ اعراف کافروں کو جنہیں وہ ان کی علامتوں سے پہچانیں گے
پکار کر کہیں گے : تمہاری تعداد اور تمہارا تکبّر تو تمہارے کسی کام
نہ آیا۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے
تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے نہیں نوازے گا ۔

پھر وہ اہلِ جنّت سے مخاطب ہو کر کہیں گے: جنّت میں داخل ہو
جاؤ۔ تمہارے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ غم ◉

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا
مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا
عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۱﴾

الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَہۡوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ

الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور اہلِ دوزخ اہلِ جنّت کو پکار کر کہیں گے: کچھ پانی یا وہ رزق جو اللہ نے تمہیں دیا ہے ہمیں بھی مرحمت کرو۔

وہ کہیں گے: اللہ نے یہ چیزیں کافروں پر حرام کر رکھی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا تھا اور جنہیں دُنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج ہم ان کو اسی طرح بھول جائیں گے جس طرح وہ اس دن کی پیشی کو بھول گئے اور ہماری آیات کا انکار کرتے رہے۔ ◉

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۳﴾

ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جسے ہم نے کھول کھول کر بیان کیا ہے اور جو تمام علوم پر مشتمل ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ ◉

عَلٰى عِلْمٍ: یہ فاعل (اللہ) کا حال بھی ہو سکتا ہے اور مفعول (کتاب) کا بھی (بیضاوی واملاء)
اول الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: جسے ہم نے اپنے علم تام سے کھول کھول کر بیان کیا ہے۔
یعنی جس میں ایسی تفصیلات پائی جاتی ہیں جنہیں انسانی علم بیان نہیں کر سکتا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ

الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ‌ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ‌ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ع ۶ ۱۳

کیا وہ اس کتاب کے عواقب کے انتظار میں ہیں۔ لیکن جس دن اسکے عواقب ظاہر ہو جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے اسے پہلے سے بھلا دیا تھا کہیں گے: بے شک ہمارے رب کے رسول سچائی لے کر آئے تھے۔ کیا کوئی ہمارا بھی شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے؟ یا کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہم واپس دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تا کہ وہ اعمال کریں جو ان اعمال سے مختلف ہوں جو ہم پہلے کرتے تھے؟

اس دن پکارنے والا پکارے گا: یہ لوگ اپنی جانوں کی بازی ہار چکے ہیں اور ان کے خود ساختہ معبود ان کو چھوڑ چکے ہیں ◉

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَـهُ الۡخَـلۡقُ وَالۡاَمۡرُ‌ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۵۵﴾

لوگو! تمہارا رب اللہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر اپنے عرش پر قائم ہو گیا۔ وہ رات کو دن کا اور دن کو رات کا لباس پہناتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کا تیزی سے تعاقب کرتے ہیں۔ اس نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کئے ہیں جو سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہی خالق ہے اور وہی حاکم۔ اللہ تمام فیوض کا سرچشمہ ہے، تمام جہانوں کا رب ◉

یَوْمٌ کے معنی دن اور وقت کے ہیں (لسان) اِس جگہ اِس کے معنی وقت کے ہیں۔ چونکہ اُردو زبان میں بھی دن کا لفظ وقت کے لئے بول لیتے ہیں ہم نے ترجمہ دن ہی کے لفظ سے کیا ہے۔

یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ: اِس کے معنی یغشی الّیل بالنّھار اور یغشی النھار بالّیل دونوں ہوسکتے ہیں۔ علامہ رازی کہتے ہیں یحتمل ان یکون المراد یُلحق الیل بالنھار اوان یکون المراد النھار بالیل۔

یغشی الّیل بالنھار کے معنوں کی تائید دوسری قرأت یَغْشَی الَّیْلُ النَّھَارَ سے ہوتی ہے (نیز دیکھو بیضاوی وجلالین) چونکہ اِس جگہ دونوں باتوں کا بیان مقصود ہے ہم نے ترجمہ میں تفسیری انداز اختیار کیا ہے۔

یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا: یطلب کل منھما الاٰخر (جلالین) آج زمین کی گردش سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ جس تیزی سے زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اسی تیزی سے سایہ اور روشنی ایک دوسرے کا تعاقب کر رہے ہیں۔

تَبٰرَكَ: بَارَكَ سے تَفَاعَلَ کے وزن پر فعلِ ماضی ہے۔ اس کی گردان نہیں ہوتی۔

تَبٰرَكَ اللّٰہُ اپنی ساخت کے اعتبار سے جملہ خبریہ ہے۔ جملہ خبریہ بعض دفعہ دعائیہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اِس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: تمام برکت اللہ ہی سے ڈھونڈ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

اپنے ربّ کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو۔ یاد رکھو! وہ حد سے
بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ◉

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ
خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

اور مُلک میں اس کے حالات سنورنے کے بعد فساد برپا نہ کرو۔ اور
اللہ کو اِس طرح پکارو کہ تمہیں اس کا خوف بھی ہو اور اس سے
امّید بھی۔ یاد رکھو! اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے ◉

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ
حَتّٰٓى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا
بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ
الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

ہم ہی ہیں جو انزالِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو اپنی رحمت کا مبشّر
بنا کر بھیجتے ہیں۔ اور جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اُٹھا لیتی
ہیں تو ہم ان بادلوں کو کسی مُردہ بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں اور
وہاں مینہ برساتے ہیں اور اِس طرح قسم قسم کے پھل زمین سے
نکالتے ہیں۔ دیکھو! جس طرح ہم آسمان کے پانی سے مُردہ زمین کو
زندہ کرتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ یہ تمثیل ہم
تم سے اِس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ◉

بُشْرًا : بُشُرً کا مخفف جو کہ بَشُوْرٌ کی جمع ہے۔ یا بشرہ سے اسم ذات بمعنی لبشارت (لسان)

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى : الاشارة الیٰ احیاء البلد (بیضاوی و روح البیان)

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ : ضربت لکم ایہا القوم ھٰذا المثل لتعتبروا (طبری)

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے پہلے واحد غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے بعد میں جمع متکلّم کا۔ ہم نے سب جگہ جمع متکلم کے صیغہ سے ترجمہ کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو بات سمجھنے میں دِقّت نہ ہو۔

اِس جگہ محض التفات ضمائر سے یہ مضمون ادا کر دیا ہے کہ جب رحمت آنکھوں سے دُور رہوتی ہے رحمت بھیجنے والا نظروں سے اوجھل ہوتا ہے، لیکن جب رحمت کا انزال ہوتے لگتا ہے تو وہ پردۂ غیب سے نکل کر سامنے آ جاتا ہے۔ پس اے اصحابِ علم و نظر کیا تم رحمت کے پیہم نشانات دیکھ کر بھی آنکھیں بند کئے رہوگے ؟ دیکھو! آسمانی پانی سے مُردہ زمین زندہ ہو رہی ہے پھر تم عقل و دانش کا دعویٰ کرنے کے باوجود کیوں آبِ حیات سے مُنہ موڑ رہے ہو۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۵ / ۱۴

جب آسمان سے پانی برستا ہے تو اچھی زمین سے اپنے رب کے حکم سے اچھی نباتات نکلتی ہے لیکن ردّی زمین سے صرف ردّی نباتات نکلتی ہے۔ جس طرح ہم نے اِس تمثیل کو مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے اسی طرح ہم اپنی آیات کو اپنے شکرگزار بندوں کے لئے مختلف زاویوں سے بیان کرتے ہیں ◉

اِس مضمون کو شیخ سعدیؒ نے اِن الفاظ میں ادا کیا ہے ؎

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ❊ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ: ان هٰذا مثل ضربه الله تعالیٰ للمؤمن والكافر بالارض الخيرة والارض السبخة، وشبه نزول القرآن بنزول المطر (رازی) یعنی اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن کی مثال اچھی زمین سے اور کافر کی مثال شور زمین سے دی ہے اور قرآن کو آسمانی پانی سے تشبیہ دی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۶۰﴾

دیکھو! ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اس عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ جو اس قدر ہولناک ہوگا کہ اس کے نازل ہونے کا دن ہولناک شمار ہونے لگے گا ◉

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۱﴾

اس کی قوم کے سرداروں نے کہا: ہم تجھے کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا پاتے ہیں ◉

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۲﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٣﴾

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

اس نے کہا : اے میری قوم ! مجھ میں گمراہی کی کوئی بات نہیں۔ مَیں تو تمام جہانوں کے ربّ کا رسُول ہوں۔ مَیں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہیں نیک نصیحت کرتا ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ کیا تم اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو؟ اور کیا تمہیں یہ بات عجیب معلوم دیتی ہے کہ تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعہ تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آئے تاکہ وہ تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرائے اور تم اس سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے ؟ ◉

آیت ۶۲۔ لٰکِنِّیْ : لکن استدراک کے لئے آیا ہے یعنی گمراہ ہونا تو ایک طرف رہا مَیں تو اللہ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تمہیں ہدایت دوں۔

آیت ۶۴۔ اَوَعَجِبْتُمْ : والواو للعطف علیٰ محذوف ای اکذبتم وعجبتم (بیضاوی۔جلالین ورازی)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ ع ۸ ۱۵

لیکن ان لوگوں نے اس کا انکار کیا۔ چنانچہ ہم نے اس کو اور اسکے

ساتھیوں کو کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری
آیات کا انکار کیا تھا غرق کر دیا۔ بیشک وہ نابینا لوگ تھے ⦿

عَمِیْنَ : عمون کی حالت نصبی وجری۔ عَمُوْن اور عَمٍ اَعْمٰی کی جمع ہیں جس کے معنی ہیں دونوں آنکھوں سے اندھا، دل کا اندھا۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٦﴾

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا:
اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
کیا تم میری بات پر غور نہیں کرو گے اور اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں
کرو گے؟ ⦿

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ : الفاء للعطف علی مقدر۔ ای الا تتفکرون فلا تتقون (روح البیان)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٧﴾

اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تمہیں جہالت میں مبتلا پاتے
ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے ⦿

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٨﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

اس نے کہا: اے میری قوم مجھ میں جہالت کی کوئی بات نہیں مَیں تو تمام جہانوں کے ربّ کا بھیجا ہُوا رسُول ہوں۔ مَیں تمہیں اپنے ربّ کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا قابلِ اعتماد خیرخواہ ہوں۔ کیا تمہیں یہ بات عجیب معلوم دیتی ہے کہ تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعہ تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آئے تاکہ وہ تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرائے؟ اُس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے تمہیں نوح کی قوم کے بعد زمین کی بادشاہت عطا کی اور قوّت و قامت میں ترقّی دی۔ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب زندگی بسر کرو ◉

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

انہوں نے کہا: کیا تُو ہمارے پاس اِس لئے آیا ہے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ اگر تُو سچّا ہے تو لے آ وہ عذاب جس سے تُو ہمیں ڈراتا ہے ◉

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

اس نے کہا، تم پر اللہ کا عذاب اور غضب واجب ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ رکھے ہیں اور جن کے بارے میں اللہ نے کوئی بُرہان قاطع نازل نہیں کی؟ اگر یہی بات ہے تو تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں ◉

وَقَعَ: وجب او حق او نزل علیکم علی ان المتوقع کالواقع (بیضاوی وجلالین) جب کوئی خبر ماضی کے صیغہ میں بیان کی جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ اس کا وقوع پذیر ہونا ایسا یقینی ہے کہ گویا وہ واقع ہو چکی ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع ۹ ۸ ۱۶

آخرکار ہمارا عذاب نازل ہوا اور ہم نے ہُود اور اس کے ساتھیوں کو نجات دی اور ان لوگوں کی جڑوں کو کاٹ دیا جو ہماری آیات کا انکار کرتے تھے اور ان پر ایمان نہیں لاتے تھے ◉

فَاَنْجَیْنٰهُ : الفاء فصیحة کما فی قوله تعالیٰ فانفجرت ای فوقع فانجینا هودًا (روح البیان) دوسری جگہ اس عذاب کی تفصیل ریحًا صرصرًا (تند آندھی) کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ (۴۱ : ۱۶)

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح نشان آ چکا

ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے بطورِ نشان ہے۔ اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اسے کوئی گزند نہ پہنچانا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ایک دردناک عذاب تمہیں دلوچ لے گا۔ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا۔ اور تمہیں زمین میں تمکنت عطا فرمائی۔ چنانچہ تم میدانوں میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتے ہو۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد برپا نہ کرتے پھرو ◉

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے، جو ان لوگوں میں سے تھے جنہیں وہ ذلیل سمجھتے تھے کہا: کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کا پیغمبر ہے؟

انہوں نے کہا: ہم اس کے تمام پیغام پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں ◉

استکبر: اس نے تکبر کیا، سرکشی کی یا اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔ عام اس سے کہ اس میں بڑائی والی بات پائی جاتی ہو یا نہ (لسان)

سرداروں نے سوال کیا تھا کہ کیا تم اسے پیغمبر مانتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ پیغمبر ہی نہیں اس کے تمام پیغام پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ علم بیان میں اس طرزِ کلام کو صنعتِ تعدیل کہتے ہیں۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

متکبّر لوگوں نے کہا: ہم ہر اُس چیز کا انکار کرتے ہیں جس پر تم ایمان لاتے ہو ○

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾

قصہ کوتاہ یہ کہ انھوں نے اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم کو تکبّر کے ساتھ ٹھکرا دیا اور صالح سے کہا: اے صالح! اگر واقعی تو اللہ کا رسول ہے تو ہم پر وہ عذاب لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے ○

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾

آخرکار ایک زلزلے نے ان کو دبوچ لیا اور صبح کو وہ اپنے گھروں میں اوندھے مُنہ پڑے پائے گئے ○

فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ﴿٧٩﴾

اور صالح انہیں یہ کہتا ہوا چھوڑ کر چل دیا: اے میری قوم! مَیں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیرخواہی کی، لیکن تم خیرخواہوں کو پسند نہیں کرتے ○

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۱﴾

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور ہم نے لوط کو بھیجا اور اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بےحیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی قوم نے نہیں کی؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے آتے ہو۔ اور ایک اسی عادت پر کیا موقوف ہے، تم وہ لوگ ہو جو ہر بات میں حد سے گزر گئے ہو ◉

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ : والمعنی کانه قال لهم: انتم مسرفون فی کل الاعمال فلا یبعد منکم ایضًا اقدامکم علی هٰذا الاسراف (رازی) بل هٰهنا للخروج من قصة الی قصة (املاء)

علامہ بیضاوی کہتے ہیں: بل هٰهنا اضراب من محذوف مثل لا عذر لکم۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی یوں ہوں گے: تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ تم تو وہ قوم ہو جو تمام باتوں میں حد سے گزر گئے ہو۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۳﴾

اس کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ کہتے: لوط اور اس کے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ بڑے پارسا لوگ ہیں ◉

اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ: یہ الفاظ طنزاً استعمال کئے گئے ہیں (کشاف)

فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾

چنانچہ ہم نے لوط اور اس کے اہل و عیال کو سوائے اس کی بیوی کے جس نے پیچھے رہنا پسند کیا بچا لیا اور اس کی قوم پر پتھروں کی سخت بارش کی۔ پس اے دیکھنے والے دیکھ کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا ◉

وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا: اس کی تفصیل دوسری جگہ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ (۱۵: ۷۴) کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔

وَاِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے بیّن نشان آ چکا ہے۔ پس پُورا ناپو اور پُورا تولو۔ اور لوگوں کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور ملک کے حالات سُدھرنے کے بعد اس میں فساد برپا نہ کرو۔ اگر تم میری باتوں پر ایمان لاؤ گے تو اس میں سراسر تمہاری ہی بھلائی ہے ◉

کَیْل (مصدر) مکیال کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے جس کے معنی ناپنے کا آلہ ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ (۱۱: ۸۶) کَیْل کے معنی مایکال بہ بالکیل بھی ہو سکتے ہیں یعنی وہ چیز جو ناپی جائے (کشاف ورازی)

بخسہ کے معنی ہیں اس نے اسے کم کیا، ناقص کیا پس وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ کے یہ معنی بھی ہیں کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو اور یہ بھی کہ اچھی چیز دکھلا کر ناقص چیز نہ دو۔ اَشْيَآءَهُمْ کے الفاظ لا کر یہ بتلایا ہے کہ جس چیز کے لینے کا خریدار نے سُودا کیا ہے وہ دراصل اس کی ہو چکی ہے پس اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔ لسان نے اس کے معنی لا تظلموھم کئے ہیں یعنی لوگوں کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور ہر ایک راہ پر ہتوے بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ان لوگوں کو جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اللہ کی راہ سے روکو اور اللہ کی راہ میں کجی نکالتے رہو۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور اللہ نے تمہیں برکت دی۔ اور مفسدوں کے انجام کو پیشِ نظر رکھو ◉

وَإِن كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنكُمْ ءَامَنُوا۟ بِٱلَّذِىٓ أُرْسِلْتُ بِهِۦ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ فَٱصْبِرُوا۟ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿٨٨﴾

اگر تم میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو میری تعلیم پر ایمان لاتا ہے اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لاتا تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ یاد رکھو! اس سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔

قَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ لَنُخْرِجَنَّكَ يَٰشُعَيْبُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَآ أَوْ لَتَعُودُنَّ فِى مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَٰرِهِينَ ﴿٨٩﴾ قَدِ ٱفْتَرَيْنَا عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِى مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّىٰنَا ٱللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّعُودَ فِيهَآ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا ٱفْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِٱلْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْفَٰتِحِينَ ﴿٩٠﴾

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا : اے شعیب ! دو باتوں میں سے ایک ہو کر رہے گی۔ یا تو ہم تجھے، اور ان لوگوں کو جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ یا تم سب ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ گے۔

اس نے کہا : کیا، باوجود اس کے کہ ہم اس سے بیزار ہیں ہمیں تمہارے دین میں واپس آنا ہوگا؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس لوٹ آئیں جبکہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے تو ہم اللہ پر افتراء کرنے والے ٹھہریں گے۔ ہمارے لئے کسی طور پر جائز نہیں ہے کہ تمہارے دین میں واپس لوٹ آئیں۔ ہم تو وہی کچھ چاہتے ہیں جو ہمارا رب چاہتا ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ہم اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچا فیصلہ کر، تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ⦿

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ: یعنی اگر ہم تمہارے دین سے بیزاری کے باوجود اس پر ایمان کا اعلان کریں تو یہ اعلان منافقت پر مبنی ہوگا اور در اصل ہم اللہ پر افتراء باندھ رہے ہوں گے اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش کرنے والے ٹھہریں گے۔

اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے دین میں واپس آنے کا اعلان کریں تو در اصل یہ اس بات کا اعلان ہوگا کہ اب تک ہم اللہ پر افتراء باندھتے رہے تھے۔

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ: ہم نے ترجمہ میں اِلَّا کو استثناء منقطع لیا ہے (المنار) اگر اسے استثناء متصل لیا جائے تو آیت کے معنی ہوں گے کہ ہم اسی صورت میں تمہارے دین میں واپس لوٹ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کی مرضی ہو اور چونکہ یہ محال ہے کہ اللہ کی مرضی معبودانِ باطلہ کی پرستش ہو اس لئے ہمارا تمہارے دین میں واپس لوٹنا بھی محال ہے۔ اس قسم کی دلیل کو تعلیق بالمحال کہتے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ

شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۱﴾

اس پر اس کی قوم کے کافر سرداروں نے لوگوں سے کہا: اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو تم ہلاک ہو جاؤ گے ◉

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۳﴾

آخرکار ایک زلزلہ نے ان کو دبوچ لیا اور صبح کو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے پائے گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا اپنے گھروں میں یوں پائے گئے کہ گویا کبھی ان میں رہتے ہی نہ تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا وہی ہلاک ہوئے ◉

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۴﴾ ع ۱۱

اور شعیب انہیں یہ کہتا ہوا چھوڑ کر چل دیا: اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیرخواہی کی۔ اب میں ان لوگوں پر کیا افسوس کروں جن کا شیوہ انکار تھا ◉

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا

بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٥﴾

ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا تو اس کے رہنے والوں
کو سختی اور تنگی میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں ◉

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٦﴾

پھر ہم نے ان کے دُکھ کو سُکھ سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ پھلے
اور پھولے اور کہنے لگے کہ دُکھ اور سُکھ تو ہمارے آباؤاجداد کے بھی
شاملِ حال رہے ہیں۔ پھر ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور انہیں
گمان بھی نہ تھا کہ یُوں پکڑے جائیں گے ◉

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٧﴾

اگر اُن بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے
تو ہم ان پر آسمانی اور زمینی برکات کے دروازے کھول دیتے۔
لیکن اُنہوں نے اپنے نبیوں کا انکار کیا۔ چنانچہ ہم نے انہیں انکی

بدکرداریوں کی وجہ سے پکڑ لیا ◉

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۸﴾

کیا اِن بستیوں کے رہنے والے اِس بات سے مامون ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو اس وقت نازل ہو جبکہ وہ سو رہے ہوں؟◉

أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹۹﴾

یا کیا اِن بستیوں کے رہنے والے اس بات سے مامون ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کو اس وقت نازل ہو جبکہ وہ کھیل کود میں مشغول ہوں؟◉

أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۲ ۲

کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیروں سے مامون ہیں؟ لیکن سوائے اس قوم کے جس کی قسمت میں بربادی لکھی ہے کوئی اپنے آپ کو اللہ کی تدبیروں سے مامون نہیں سمجھتا ◉

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۱﴾

کیا اُن لوگوں پر جو اپنے سے پہلے لوگوں کے بعد مُلک کے وارث
بنے ہیں یہ بات واضح نہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کی کوتاہیوں
کے بدلے کبھی کے پکڑ چکے ہوتے؛ بات صرف اتنی ہے کہ ہم نے ان کے
دلوں پر مُہر لگا دی ہے اور وہ سُن نہیں سکتے ◉

اَوَلَمْ يَهْدِ: يتبين (جلالين)

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن کے حالات ہم تجھ سے بیان کر رہے ہیں۔ ان کے
پاس ان کے رسُول روشن دلائل لے کر آئے لیکن وہ لوگ اس چیز
پر ایمان لانے کے نہیں تھے جس کا وہ پہلے ہی سے انکار کر چکے
تھے۔ یوں اللہ کافروں کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے ◉

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو بدعہد پایا، بلکہ
ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو نافرمان پایا ◉

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

ان رسولوں کے بعد ہم نے موسٰی کو اپنے نشان دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ لیکن انہوں نے ہمارے نشانوں سے ناقدری کی۔ پس اے دیکھنے والے دیکھ مفسد لوگوں کا کیا انجام ہوا ! ۔

مِنْ بَعْدِهِمْ : الضمير للرسل فی قوله ولقد جاءتهم رسلهم (آیت ۱۰۲) او للامم (بیضاوی) یعنی ہم کی ضمیر یا تو رسولوں کی طرف راجع ہے یا اُمتوں کی طرف۔

فَظَلَمُوْا بِهَا : ظلم کے معنی ہیں وضع الشی فی غیر موضعه (لسان) یعنی کسی چیز کو اصل مقام کی بجائے کسی دوسری جگہ رکھنا۔ نشانات کا مقام یہ تھا کہ ان پر ایمان لایا جاتا لیکن انہوں نے ان پر ایمان لانے کی بجائے ان کا انکار کیا۔ گویا ان کا حق ادا نہ کیا اور نا قدری کی۔

فَظَلَمُوْا بِهَا کے معنی ظلموا الناس بسببها لما صدوهم عن الایمان بها، اوظلموا انفسهم بسببها (شوکانی) بھی ہو سکتے ہیں۔ یعنی لوگوں کو ان سے روک کر ان پر ظلم کیا یا خود ان کا انکار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾

فرعون نے موسٰی سے کہا: اے فرعون ! میں رب العالمین کا فرستادہ

ہوں۔ مجھے صرف یہ حق ہے کہ میں اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہوں۔ میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشان لے کر آیا ہوں۔ پس اپنے رب کا حکم مان اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر دے ◉

فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

فرعون نے کہا: اگر تو کوئی نشان لے کر آیا ہے تو اسے پیش کر۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو کوئی نشان دکھا ◉

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۸﴾

اس پر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا اور اچانک وہ ایک جیتا جاگتا اژدہا تھا ◉

۱۳ ع ۹ ۲

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ اور اچانک وہ دیکھنے والوں کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا! ◉

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

فرعون کی قوم کے سرداروں نے باہم مشورہ کرتے ہوئے کہا: یہ
شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے
نکال دے پس بتاؤ تمہارا کیا مشورہ ہے؟ ◉

۲۶ : ۳۶ میں یہی الفاظ فرعون کی طرف منسوب ہیں۔ دراصل ان دونوں بیانات میں کوئی تضاد نہیں۔
قرآن کا قاعدہ ہے کہ مضمون کے ایک پہلو کو ایک جگہ بیان کر دیتا ہے اور دوسرے پہلو کو دوسری جگہ۔ جب
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا اور یدبیضا کے معجزات دکھا کر فرعون کو ساکت کر دیا تو اس نے اپنے سرداروں
سے مشورہ طلب کیا اور انہوں نے فرعون کا سوال اپنی اسمبلی میں دہرایا اور پھر یک زبان ہو کر مشورہ دیا۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۳﴾

جب سردار آپس میں مشورہ کر چکے تو انہوں نے فرعون سے کہا:
موسیٰ اور اس کے بھائی کو توقف میں رکھ اور شہروں میں ہرکارے
بھیج کہ وہ ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر کے تیرے حضور پیش کریں ◉

اس آیت کے بعد اس بات کا بیان کہ فرعون نے ان کے مشورہ کے مطابق حکم دیا چھوڑ دیا ہے کیونکہ
یہ مفہوم مابعد کی آیات سے خود بخود پیدا ہو رہا ہے۔ البتہ یونس : ۸۰ میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ
فرعون نے حکم دیا کہ ہر ایک ساحر علیم کو بلایا جائے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جگہ اور یونس : ۸۰ میں فرعون کے سردار بکل ساحر علیم
بلانے کا مشورہ دیتے ہیں لیکن شعراء : ۳۸ میں ان کے مشورہ کو بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ کے الفاظ سے ادا کیا
ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو اس جگہ اور یونس : ۸۰ میں دوسری قراءت سَحَّارٍ عَلِيْمٍ کی ہے لیکن قرآن
نے دونوں جگہ مختلف الفاظ لا کر ایک نکتہ پیدا کیا ہے۔ شعراء میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ اور
مکالمہ بیان کیا گیا ہے جس میں فرعون کلیتہً لاجواب ہو گیا تھا پس اس کے سرداروں میں سے بعض نے اس احساس
کے پیش نظر سَحَّارٍ کا لفظ استعمال کیا جو کہ مبالغہ کا مفہوم لئے ہوئے ہے۔ قرآن نے ان ہی کا لفظ استعمال

کرکے اس ماحول کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی یہ لفظ غمازی کر رہا ہے۔ گویا یہ بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے وہ تمام لوگ اس قدر مرعوب ہوگئے تھے کہ ان میں سے بعض برملا کہہ اُٹھے کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں پوری پوری قوت استعمال کرنی پڑے گی۔ یوں سمجھ لو کہ قرآن نے تمام اسمبلی کی قلبی کیفیت کو ادا کرنے کے لئے ان لوگوں کا لفظ استعمال کیا جو کہ اپنی قلبی کیفیت کو چھپا نہ سکے تھے۔ یا یوں کہہ لو کہ اگرچہ اسمبلی نے فرعون کے پاس ادب کی وجہ سے ساحرِ علیم کا لفظ ہی استعمال کیا تھا لیکن وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ سحّارِ علیم کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ سبحان اللہ! کیا حسین کلام ہے کہ محض ایک لفظ کے آنے سے ایک مضمون ادا کر دیا ہے ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

قصہ کوتاہ یہ کہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمیں بڑا انعام ملے گا ◉

اَجْرًا: التنکیر للتعظیم (کشاف۔ بیضاوی)

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

فرعون نے کہا: ہاں ضرور ملے گا۔ اور یہی نہیں تم ہمارے خاص مصاحبین میں شامل کر لئے جاؤ گے ◉

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

پھر وہ موسیٰ سے مخاطب ہو کر بولے : یا تو پہلے تُو اپنا کرتب پیش کر، یا ہم کرتے ہیں ◉

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

موسیٰ نے کہا: جو تمہیں پیش کرنا ہے پیش کرو۔

اور جب انہوں نے اپنا کرتب پیش کیا تو لوگوں کی نظریں باندھ دیں اور ان پر دہشت طاری کر دی اور بہت بڑا دھوکہ دیا ◉

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۚ ﴿۱۱۸﴾

اور ہم نے موسیٰ کو الہام کیا۔ اور کہا کہ اپنا عصا میدان میں پھینک دو اور دیکھو! وہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی تمام سحر بافیاں تلپٹ کر گیا ◉

تَلْقَفُ مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار اور حرکت کے اظہار کے لئے لایا گیا ہے۔ لقف کے معنی ہیں اس نے سرعت سے پکڑا یا نگلا۔ (لسان و رازی)

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ ﴿۱۱۹﴾

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۚ ﴿۱۲۰﴾

پس سچ سچ ثابت ہو گیا اور جادوگروں کی تمام بناوٹیں باطل ہو گئیں۔ فرعون اور اس کے ساتھی عین میدان میں مغلوب ہو گئے۔

اور ذلیل ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے ◉

انقلبوا کے معنی صاروا اور رجعوا دونوں ہو سکتے ہیں (بیضاوی) یعنی وہ ذلیل ہو گئے یا ذلیل ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

اور جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے ◉

اُلقِیَ مجہول کا صیغہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو پا کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے۔ کانّما القاھم ملق (کشاف و شوکانی) گویا کوئی بیرونی طاقت ان کو سجدے میں گرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

مجہول کے صیغہ سے سرعت کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے یعنی من سرعۃ ما سجدوا صاروا کانّھم القاھم غیرھم (رازی) وہ اس طرح فوراً سجدے میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت نے پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

وہ کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے ہیں، اس پر جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ◉

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

فرعون نے کہا: کیا تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے ہو؟ یہ ایک سازش ہے جو تم نے مل کر اس شہر میں کی ہے تا کہ تم اس کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال دو۔ تم اس کا نتیجہ جلد ہی دیکھ لوگے۔ یاد رکھو! میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا اور پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا ◉

اٰمَنْتُمْ بِهٖ میں ضمیر اللہ کی طرف بھی جا سکتی ہے اور موسیٰ کی طرف بھی۔ ۲۰ : ۷۲ میں یہی مضمون ادا کرتے ہوئے اٰمَنْتُمْ لَهٗ کہا ہے جس کے معنے ہیں: کیا تم نے موسیٰ کی اتباع کی یا موسیٰ کی وجہ سے اللہ پر ایمان لائے۔

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ع ۱۴ / ۱۸

انہوں نے کہا: ہمیں بالآخر اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تجھے ہم میں اس کے سوا کیا عیب نظر آیا ہے کہ جب ہمارے پاس اللہ کے نشانات آئے ہم ان پر ایمان لے آئے؟ پھر وہ اللہ کے حضور رو بہ دعا ہو کر کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمیں صبر و ہمت دے اور اسلام پر موت عطا کر ◉

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ: تعیب منا (کشاف)

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

اور فرعون کے سرداروں نے اس سے کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو کھلا چھوڑ دے گا کہ تیرے ملک میں فساد برپا کریں اور کیا تو موسیٰ کو اجازت دے گا کہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے جواب دیا: ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے۔ ہمیں ان پر مکمل اختیار ہے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

اس پر موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی مدد مانگو اور صبر و ہمت سے قائم رہو، ملک اللہ کا ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ آخری فیصلہ انہی لوگوں کے حق میں ہوتا ہے جو اللہ کو اپنی ڈھال بناتے ہیں۔

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اس کی قوم کے لوگوں نے کہا: ہمیں تیرے آنے سے پہلے بھی اذیت دی گئی اور تیرے آنے کے بعد بھی دی جا رہی ہے۔

موسیٰ نے کہا: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ملک کا وارث بنا دے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو ◉

عَدُوٌّ کا لفظ جمع کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ فرمایا وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (۱۸: ۴۹) اگر اس کا ترجمہ دشمن کیا جائے تو اس سے مراد فرعون ہوگا۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

اور ہم نے فرعون کی قوم پر قحط مسلّط کیا اور ان کے پھلوں میں کمی کی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ◉

فَاِذَا جَاۗءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰي وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا

طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

مگر ان کا حال یہ تھا کہ جب انہیں کوئی آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ یہ ہمارا حق ہے لیکن اگر انہیں کوئی مصیبت آتی تو اسے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست پر محمول کرتے۔ یاد رکھو! ان کی تمام مصیبتوں کا منبع اللہ ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر اس بات کو نہیں جانتے ◉

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

ان لوگوں سے موسیٰ نے کہا: تو ہمیں فریب دینے کے لئے جو چاہے نشان لے آ۔ ہم تجھ پر ایمان لانے کے نہیں ◉

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

پس ہم نے ان پر بلاؤں کا طوفان، ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا جو تمام کھلے کھلے نشانات تھے۔ لیکن انہوں نے تکبر دکھایا اور وہ کیوں ایسا نہ کرتے؟ گناہ تو ان کی فطرت بن چکا تھا ◉

اِن بلیات کی تفصیل خروج ۷ تا ۱۰ میں بیان کی گئی ہے۔

مُجْرِمِیْنَ: مجرم اسم فاعل بطور اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿١٣٥﴾

اور جب ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! اپنے رب کو اس عہد کا واسطہ دے کر جو اس نے تجھ سے کیا ہے ہماری مدد کے لئے پکار۔ اگر تُو نے یہ عذاب ہم سے ٹال دیا تو ہم ضرور تیری بات مان لیں گے اور ضرور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے ◉

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿١٣٦﴾

لیکن جونہی ہم ان کا عذاب ایک معین مدت کے لئے دور کر دیتے وہ فوراً ہی اپنا وعدہ توڑ دیتے ◉

اِلَىٰٓ اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ: اس کے لفظی معنی ہیں: اس مدت تک جس کو وہ بہر حال پہنچنے والے تھے یعنی جس سے بھاگ کر وہ نہیں جا سکتے تھے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ ﴿١٣٧﴾

ان کی اس بار بار کی وعدہ شکنی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے ان سے انتقام لیا۔ ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی پروا نہیں کرتے تھے ●

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۵ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور ہم نے اس ملک کے مشرقی اور مغربی حصے جنہیں ہم نے برکت بخشی تھی اس قوم کو عطا کر دئے جن پر ظلم ڈھایا جاتا تھا۔ اس طرح ان کے صبر کی وجہ سے تیرے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا۔ اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی تمام صنعتیں اور ان کے محل خاک میں ملا دئے ●

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر کے پار لے گئے اور وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔
اس پر بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ان کے معبودوں کی مانند کوئی معبود بنا۔
اس نے کہا: تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ ان کا کاروبار تباہ ہو کر رہے گا اور ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے ◉

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

موسیٰ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: کیا میں اس بات کے باوجود کہ اس نے تمہیں تمام قوموں پر فضیلت دی ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں؟ ◉

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۗ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ ع ۱۶

اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو جبکہ ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی۔ وہ تمہیں دردناک عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اور یہ تمہارے رب کی طرف سے ایک بہت بڑی آزمائش تھی ◉

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ان پر دس راتیں مستزاد کیں،

اس طرح اُس کے ربّ کی چالیس راتوں کی میعاد پوری ہو گئی۔

جاتے وقت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میرے بعد میری قوم میں میری نیابت کرنا اور لوگوں کی اصلاح کرنا اور مفسدوں کی راہ پر نہ چلنا ◉

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ چلّہ کشی انبیاء اور اولیاء کا دستور رہا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا

تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر پہنچا اور اس کے ربّ نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا: اے میرے ربّ! مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ مَیں تیرا دیدار کروں۔

اس نے کہا: تجھے میرے جلوہ کی برداشت نہیں۔ اِس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہ گیا تو تو میرا جلوہ دیکھ لے گا۔

اور جب اس کے ربّ نے پہاڑ پر تجلّی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا: پاک ہے تیری ذات، مَیں تیرے حضور جھکتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں ◉

ہر ایک طالب پر اللہ کی تجلّی اس کی طاقت کے مطابق ہوتی ہے۔ سورہ النجم میں حضور سرورِ کائنات فداہ رُوحی وجنانی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر دو تجلّیوں کا ذکر ہے۔ ایک کے متعلق تو فرمایا دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (۹، ۱۰) کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور اللہ تعالیٰ حضورؐ کی طرف جھکا حتّٰی کہ محبوب اور محبّ کے درمیان وتر سے کم فاصلہ رہ گیا۔ گویا تو من شدی من تو شدم والا معاملہ ہو گیا۔ دوسری کے متعلق فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (۱۸) کہ حضورؐ نے جب دیدارِ یار کیا تو حضورؐ کی آنکھ نہ ہی تابِ نظّارہ نہ لا سکنے کے سبب ٹیڑھی ہوئی اور نہ ہی پس منظر کی طرف بڑھی۔ گویا جب حضور فداہ ابی و امی صلّی اللہ علیہ وسلّم اس مقام پر پہنچے جہاں جبریل کے پر جلتے تھے تو گرمی نظارہ کے باوجود حضورؐ کی آنکھ جھپکنے نہ پائی اور وہ کیونکر جھپکتی۔ وہ تو اپنا ہی حُسن دیکھ رہی تھی۔ ایک ہی وجود تھا اور ایک ہی

جان سے

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم
آں چناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

قَالَ يٰمُوسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اللہ نے کہا: اے موسیٰ! مَیں نے تجھے اپنے پیغام اور کلام سے مشرف کر کے اس زمانہ کے تمام لوگوں میں سے چن لیا ہے۔ پس جو عنایات مَیں نے تجھ پر کی ہیں اُن سے بہرہ ور ہو اور میرا شکر بجا لا۔

حضرت موسیٰ اس تجلّی کو دیکھنا چاہتے تھے جو فداہ ابی و امی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدّر تھی۔ جب اس تجلّی کے عنوان کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے از راہِ تسلّی فرمایا کہ دیکھ مَیں نے تجھے اس زمانہ کے تمام لوگوں پر منتخب کیا ہے۔ پس جو کچھ مَیں نے تجھے دیا ہے اس پر قناعت کر اور میرا شکر بجا لا اور اس چیز کی تمنّا نہ کر جس کی برداشت کی تجھ میں طاقت نہیں۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ

يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور ہم نے موسٰی کے لئے تختیوں پر تمام ضروری ضروری چیزیں لکھ دیں یعنی نصائح اور تمام ضروری احکام کی تفصیل، اور کہا: ان کو مضبوطی سے تھام اور اپنی قوم کو ہدایت کر کہ ان کی عمدہ تعلیم کو اپنائیں۔ میں جلد ہی تجھے نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔ میں ان لوگوں کو جو زمین میں بے جا تکبر کرتے ہیں اپنے نشانات سے برگشتہ کر دوں گا۔ یہ لوگ اگر تمام نشانات بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر سیدھا راستہ دیکھیں گے تو اس پر نہیں چلیں گے۔ لیکن اگر ٹیڑھا راستہ دیکھیں گے تو اس پر ضرور چلیں گے۔ ان کی یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور ان کی پروا نہ کی ﴿۱۴۶﴾

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ: علامہ شوکانی کہتے ہیں واسند الله سبحانه الكتابة الى نفسه تشريفا للمكتوب فى الالواح وهى مكتوبة بامره سبحانه، کہ اللہ تعالیٰ کا الواح کی تحریر کو اپنی طرف منسوب کرنا ان کے مندرجات کے شرف کے اظہار کے لئے ہے۔ دراصل وہ اس کے حکم سے لکھی گئی تھیں۔ ایسے طرزِ کلام کی مثال قرآن میں کثرت سے ملتی ہے چنانچہ فرمایا وجعل لكم من الفلك والانعام ما تركبون (۴۳ : ۱۳) اور اس نے (یعنی اللہ نے) تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

مَوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا: من كل شيءٍ کا بدل محلی ہے (شوکانی)

يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا: يجوز ان يراد بالاحسن البالغ فى الحسن مطلقاً (بیضاوی، کشاف ورازی)

دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد فساق کا آخری ٹھکانہ یعنی جہنم ہے، یا فساق کے وہ مقامات جو قہرِ الٰہی کے سبب ویران کر دیئے گئے (رازی و بیضاوی)۔

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت کے دن کی پیشی کے منکر ہیں۔ وہ اپنے کئے کا پھل پا کر رہیں گے ◉

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

اور موسیٰ کے جانے کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنایا ـــ ایک جسد بےجان ـــ جس میں سے بچھڑے کی آواز نکلتی تھی۔

کیا وہ اتنی سی بات بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ نہ وہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ ان کی رہنمائی کرتا ہے؟ لیکن باوجود اس کے انہوں نے اسے اپنا معبود بنا لیا۔ بے شک وہ ظالم لوگ تھے ◉

اس آیت میں بتایا ہے کہ زندہ خدا اپنے بندوں کو ہدایت دیتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ اَيۡدِيۡهِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ يَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَيَغۡفِرۡ لَنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۱۵۰﴾

جب انہیں اپنی گمراہی کا احساس ہوا اور وہ پشیمان ہوئے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمارا گناہ معاف نہ کیا تو ہم تباہ ہو جائیں گے ◉

سُقِطَ فِيٓ اَيۡدِيۡهِمۡ کے مفسرین نے مختلف معنی کئے ہیں۔ زجاج کا کہنا ہے کہ اس کے معنی ہیں سقط الندمُ فی ایدیھم (رازی) یعنی ندامت ان کے ہاتھوں میں گر پڑی۔

صاحب کشاف کہتا ہے: انما یقال لمن ندم سُقط فی یدہ لان من شان من اشتد ندمه ان یعض یدہ غما فیصیر ندمه مسقوطا فیھا لان فاہ قد وقع فیھا یعنی یہ محاورہ نادم کے لئے بولتے ہیں کیونکہ جب وہ بہت نادم ہوتا ہے تو غم سے اپنے ہاتھ کاٹتا ہے اور گویا اس طرح اس کی ندامت اس کے ہاتھوں میں گر پڑتی ہے کیونکہ اس کا منہ ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ رازی نے اس کی کئی اور توجیہات بھی کی ہیں لیکن مشہور توجیہات یہی دو ہیں۔

قاضی کہتا ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ ندامت گناہ کی معرفت کے بعد ہی ہوتی ہے (رازی)
اِس جگہ یہ جاننا ضروری ہے کہ تقدیم و تاخیر سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ سے سہو ہو گئی اور جو بات پہلے کہنا تھی وہ بعد میں کہہ دی۔ اِس کے صرف یہ معنی ہیں کہ بعض دفعہ ایک واقعہ جو بعد میں ظہور پذیر ہوا ہوتا ہے اسے بعض وجوہ کی بناء پر پہلے بیان کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ اِس جگہ ان کی ندامت پر زور دینا مقصود تھا اِس لئے نتیجہ پہلے بیان کر دیا اور وجہ ندامت بعد میں بیان کی۔ اِس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے قرآن نے کئی مقامات پر خبر پر زور دینے کے لئے مبتدا حذف کر دیا ہے اور صرف خبر بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے یا بعض جگہ خبر کو مبتدا سے اور مفعول کو فاعل سے پہلے بیان کر دیا ہے۔

علّامہ رازی، قاضی کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کچھ ضروری نہیں کہ اِس جگہ تقدیم و تاخیر مانی جائے کیونکہ جب انسان کوئی بات بلا سوچے سمجھے کرتا ہے تو پہلے وہ نادم ہوتا ہے اس کے بعد وہ سوچنے لگتا ہے اور اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے غلط قدم اُٹھایا تھا۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

اور جب موسٰی اپنی قوم کی طرف غصّہ اور افسوس سے بھرا ہوا لوٹا تو کہنے لگا: جو کچھ تم لوگوں نے میرے بعد کیا بہت ہی بُرا کیا۔ کیا تم نے اپنے ربّ کے حکم سے اتنی جلد روگشی اختیار کر لی؟

اور اس نے تختیوں کو زمین پر پھینک دیا اور اپنے بھائی ہارون کا سر پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ اس پر ہارون نے اس سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری قوم نے مجھے ضعیف جانا قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔ پس مجھے بے عزت کر کے میرے دشمنوں کو خوش نہ کر اور میرا شمار ظالموں کے ساتھ نہ کر ◉

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ: اتر کتموہ (کشاف، بیضاوی و لسان) اس کے معنی اعجلتم وعد

ربکم (کشاف وبیضاوی) بھی ہوسکتے ہیں یعنی کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کے ظہور کے لئے جلدی کی۔

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ : قرآن یہ نہیں کہتا کہ حضرت موسیٰ نے ہارون کے سر کے بال پکڑ کر اسے کھینچا بلکہ یہ کہتا ہے کہ اس کا سر پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

رَاْس (سر) جسم کا بالاترین عضو ہونے کی وجہ سے طاقت اور عزت کا نشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لفظ رئیس یعنی سردار کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ رمی فلان منه فی الراس کے معنی ہیں اس نے اس سے سرکشی کی۔ رمیتُ منك فی الراس کے معنی ہیں تیری میرے متعلق بُری رائے ہے اور تُو مجھے دیکھ نہیں سکتا۔

یاد رہے کہ یہ قصہ اعراف اور طٰہٰ میں دو جگہ بیان ہوا ہے۔ اِس جگہ یہ ذکر ہے کہ موسیٰ نے ہارون کو سر سے پکڑ کر گھسیٹا لیکن ہارون اس کے جواب میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے سر سے پکڑ کر نہ گھسیٹ۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ مجھے بے عزت نہ کر۔ لیکن طٰہٰ ۹۳-۹۵ میں کہیں موسیٰ کے ہارون کا سر اور داڑھی پکڑنے کا ذکر نہیں۔ موسیٰ صرف اتنا کہتے ہیں مَامَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ (۹۳، ۹۴) یعنی جب تُو نے دیکھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تجھے اِس بات پر آمادہ کیا کہ تُو میری اطاعت نہ کرے؟ کیا تجھے اتنی جرأت ہوئی کہ میری نافرمانی کرے؟ لیکن ہارون اس کے جواب میں کہتا ہے کہ مجھے سر اور داڑھی سے نہ پکڑ۔ گویا اعراف میں یہ ذکر ہے کہ موسیٰ نے اسے سر سے پکڑ کر گھسیٹا لیکن ہارون اسے بے عزتی پر محمول کرتا ہے اور طٰہٰ میں یہ ذکر ہے کہ موسیٰ نے اسے لعنت ملامت کی اور ہارون اسے داڑھی اور سر سے پکڑنے پر محمول کرتا ہے۔ اِن دونوں مقامات کو یکجا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سر یا سر اور داڑھی سے پکڑنے کے معنی بے عزت کرنا ہے۔ سر کے متعلق تو ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ یہ عزت اور طاقت کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ داڑھی پکڑنے کا محاورہ اکثر زبانوں میں موجود ہے۔ چنانچہ عربی میں لَحَی فلاناً۔ انگریزی میں He bearded him اور اُردو میں "اس نے اس کی داڑھی نوچ لی" کم وبیش ایک ہی مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ مولانا روم اپنی مثنوی میں فرعون اور موسیٰ کے مکالمہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

سبلتت را بر کنند یک یک قدر۔ تا بدانی کالقدر یعمی الحذر

سبلتت تیز تر یا آں عاد ۔ کہ ہمی لرزید از دم شاں بلاد

(دفتر چہارم ص ۲۴۴ شعر نمبر ۲۲۵۱، ۲۲۵۲ نسخہ چھاپ لندن۔ طبع امیر کبیر ۱۳۳۶ ہجری)

یعنی قضا و قدر تیری داڑھی نوچ لے گی۔۔۔۔کیا تیری داڑھی عاد کی شان و شوکت سے زیادہ ہے جس کے دَم سے ملک لرز جاتے تھے۔

جہاں تک یَجُرُّہٗۤ اِلَیْهِ (۱ اس نے اس کا سر اپنی طرف کھینچا) کے الفاظ کا تعلق ہے اسے علم بیان میں الاستعارة المرشحة کہتے ہیں یعنی استعارہ کو آگے بڑھانا اور مکمّل کرنا (مختصر المعانی) اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہیں کہ سکندر نے ہندوستان پر شیر کی طرح حملہ کیا اور ایک بہت بڑے علاقہ کو لقمہ بنا لیا۔یہاں سکندر کو صرف شیر سے تشبیہ دینے پر اکتفا نہیں کی بلکہ ایک عظیم علاقہ کو اس کا لقمہ بنا کر استعارہ کو آگے بڑھا دیا ہے۔ قرآن نے ۲ : ۱۶ میں فرمایا: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی۔پس نہ ہی ان کی تجارت پھلی پھولی اور نہ ہی وہ تجارت کی راہوں پر چلے۔یہاں ہدایت اور گمراہی کے لئے خرید و فروخت کا لفظ استعمال کرنے کے بعد استعارہ کو مکمّل کیا اور فرمایا کہ تجارت کا مقصد تو مال کو بڑھانا ہوتا ہے مگر یہ لوگ تو راس المال بھی کھو بیٹھے ہیں۔اسی طرح ۳۵ : ۲۳ میں پہلے کفار کو مُردے کہا اور پھر فرمایا کہ وہ اپنی قبروں میں پڑے ہیں اور سُن نہیں سکتے۔یَجُرُّہٗۤ اِلَیْهِ کے استعارہ میں ایک خوبصورتی یہ ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ کا مقصد ہارون کو دھتکارنا نہیں بلکہ گلے لگانا تھا۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

ع ۱۸ / ۸

اس پر موسیٰ نے دعا کی: اے میرے ربّ! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر تو تمام رحم کرنیوالوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ◉

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

اللہ نے کہا: ان لوگوں پر جنہوں نے بچھڑے کو خدا بنا لیا ان کے رب کا غضب نازل ہو گا اور انہیں دنیوی زندگی میں ذلت اور رسوائی نصیب ہو گی۔ جھوٹے خدا بنانے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

البتہ وہ لوگ جنہوں نے بُرے کام کئے لیکن اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے وہ دیکھیں گے کہ تیرا رب ایسے لوگوں کے لئے بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہُوا تو اس نے تختیاں اٹھا لیں جن کی تحریروں میں اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی ◉

وَفِيْ نُسْخَتِهَا: الجملۃ حال من الالواح (املاء)

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ

قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ
مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ
خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾
وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ
اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ
وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ۚ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ
عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ
الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ

عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ ع ۱۹/۶/۹

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستّر آدمی ہمیں مقررہ وقت پر ملنے کے لئے چنے۔ اور جب اُن پر زلزلہ آیا تو موسیٰ کہنے لگا: اے میرے رب! اگر تُو چاہتا تو اُنہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا۔ کیا تُو ہمیں اس فعل کے نتیجہ میں جو ہم میں سے بعض جہلاء نے کیا ہے ہلاک کر دے گا؟ جو کچھ ہُوا وہ تو تیری طرف سے محض ایک آزمائش تھی۔ تُو ایسی آزمائشوں سے جسے چاہتا ہے گمراہ قرار دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ تُو ہمارا نگہبان ہے۔ پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تُو بہت ہی بخشنے والا ہے۔ ہمارے لئے اِس دُنیا میں بھی اور اگلی دُنیا میں بھی احسان کا حکم صادر فرما۔ ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اللہ نے کہا: مَیں جس پر چاہتا ہوں اپنا عذاب نازل کرتا ہوں لیکن میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ مَیں اسے ان لوگوں کی تقدیر میں لکھوں گا جو میرا تقویٰ اختیار کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے جو رسُولوں کے سردار، نبیوں کے سرتاج، عرب الاعراب کی پیروی کریں گے، جس کی بشارت وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی پائیں گے، جو اُنہیں نیک اعمال بجا لانے کا حکم دے گا اور بُرے اعمال سے روکے گا، ان کے لئے پاک چیزیں حلال قرار دے گا اور ناپاک چیزیں حرام قرار دے گا اور ان کا وہ بوجھ اُتار دے گا جس کے نیچے وہ

دبے ہوئے ہوں گے اور ان کی وہ زنجیریں کاٹ دے گا جن میں
وہ جکڑے ہوئے ہوں گے پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائیں گے
اور اس کی عزت کریں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی
پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ نازل ہو گا وہی فلاح پانے والے
ٹھہریں گے ◉

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى
لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَ
يُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى
يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٩﴾

اے رسول! تو لوگوں سے کہہ: اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں جو
تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں، اس اللہ کا جو زمین و آسمان کا
بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور
وہی مارتا ہے۔ پس اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبیوں کا سرتاج
اور عرب الاعراب ہے، جو اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتا
ہے، ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ◉

وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰٓ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِٱلْحَقِّ وَبِهِۦ يَعْدِلُونَ ﴿١٦٠﴾

موسیٰ کی قوم میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو کلماتِ
حق سنا کر راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور حق و انصاف

کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں ◉

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

ہم نے موسیٰ کی قوم کو بارہ قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کیا۔ اور جب اس کی قوم نے موسیٰ سے پانی طلب کیا ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی اور کہا: اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ اور جب وہ ہمارا حکم بجا لایا تو اس پتھر میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور ہر ایک گروہ کو اپنا اپنا گھاٹ معلوم ہو گیا۔ اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور کہا: جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں انہیں کھاؤ اور پیو۔ لیکن انہوں نے ہماری نعمتوں کی ناقدری کی۔ مگر اس طرح انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا، اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا ◉

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ : دیکھو نوٹ زیر آیت ۲ : ۵۸ -

وَ إِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۶۲)

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب اُن سے کہا گیا تھا: جاؤ، اس بستی میں رہو اور اس میں جہاں سے تم چاہو کھاؤ اور پیو اور یہ دعا کرو: اے ہمارے رب! ہمارے بوجھ ہلکے کر دے، اور تم اس بستی کے دروازوں میں پوری پوری فرمانبرداری کے ساتھ داخل ہونا۔ اگر تم ہمارے حکم کی تعمیل کرو گے تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کے کام میں برکت ڈالیں گے۔

یہ مضمون ۲: ۵۹ میں بھی بیان ہوا ہے۔ وہاں فرمایا ہے وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ۔ دونوں مقامات پر عبارت میں کچھ فرق ہے۔ قرآن کا قاعدہ ہے کہ ایک مقام پر حسبِ ضرورت ایک تفصیل کو بیان کرتا ہے اور دوسرے مقام پر دوسری تفصیل کو۔ اس سے اختصار کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور مضمون کے بعض باریک نکات بھی اُبھر آتے ہیں۔

۲: ۵۹ میں مضمون اِذْ قُلْنَا سے شروع ہوتا ہے اور یہاں اِذْ قِيْلَ لَهُمْ سے۔ پس معلوم ہوا کہ اس جگہ ۲: ۵۹ کے مضمون کی تشریح کی گئی ہے۔

۲: ۵۹ میں اُدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ کے مقابل پر یہاں اُسْكُنُوْا لا کر یہ بتلایا ہے کہ اُدْخُلُوْا کے یہ معنی نہیں کہ تم اس قریہ میں عارضی طور پر داخل ہو بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس میں سکونت اختیار کرو اور اس کو اپنا وطن بناؤ۔

۲: ۵۹ میں فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا ہے اور یہاں وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ ہے۔

اگر فَکُلُوْا میں فاء نتیجہ کے لئے لی جائے تو وَکُلُوْا میں واؤ حالیہ لی جائے گی۔ اور اگر فَکُلُوْا میں فاء تعقیب کے لئے لی جائے تو وَکُلُوْا میں واؤ ترتیب کے لئے لی جائے گی۔ گویا دونوں صورتوں میں ایک ہی معنی ہوں گے۔

۲ : ۵۹ میں رَغَدًا کو بیان کرنا اور یہاں اس کو حذف کرنا اِس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ وہاں اس کا استعمال اطناباً کیا گیا ہے۔ چونکہ ۲ : ۵۹ میں مخاطب کا صیغہ ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں بیان کرنے میں اطناب سے کام لیا ہے یعنی بات کو لمبا کیا ہے تاکہ اس سے تکرار کا فائدہ حاصل ہو۔ چونکہ یہ مضمون پہلے بیان کیا جاچکا ہے یہاں اختصار کے پیشِ نظر تکرار کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۲ : ۵۹ میں وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ فرمایا ہے اور یہاں وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا فرمایا ہے۔ گویا ترتیب اُلٹ دی ہے۔ ۲ : ۵۹ میں وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ منصوب علی الحال ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا قَائِلِیْنَ حِطَّةٌ یعنی دروازہ میں حطّۃ کی دعا مانگتے ہوئے داخل ہو۔ دونوں ترتیبیں لاکر یہ بیان کیا ہے کہ اپنے بوجھ ہلکا ہونے کی دعا تم نے دروازہ میں داخل ہونے کے ساتھ ساتھ کرنی ہے۔ اسے ٹونے ٹوٹکے کے طور پر استعمال نہیں کرنا کہ دروازہ میں داخل ہونے کے بعد خالی مُنہ سے حطّۃ حطّۃ کہتے جاؤ۔ یہ ایک قلبی کیفیت ہے جو تم پر دروازہ میں داخل ہونے سے پہلے وارد ہونی چاہیئے اور بعد تک رہنی چاہیئے۔ ۲ : ۵۹ میں چونکہ خطاب ہے اِس لئے معنوی ترتیب مدِّنظر رکھی گئی ہے یعنی یہ کہا گیا ہے کہ اصل مقصد تو فرمانبرداری ہے مگر یہ مقصد دعا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس جگہ چونکہ تشریح ہے اِس لئے فعلی ترتیب بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے بوجھ ہلکے ہونے کی دعا مانگو اس کے نتیجہ میں تمہیں فرمانبرداری نصیب ہو گی۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ سُورۃ بنی اسرائیل سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل یروشلم میں ۲ دو دفعہ داخل ہوئے اور دونوں دفعہ اپنی سرکشی اور عدوان کے نتیجہ میں نکال دئے گئے۔ ان دونوں مقامات میں ۲ مختلف ترتیبیں اختیار کرنے سے ان دونوں واقعات کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کے تمام قصص پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔ بقرہ اور اعراف میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے دراصل یہ ایک پیشگوئی ہے۔ اس کی تفصیل بنی اسرائیل میں فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا (۱۰۵) وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (۹) کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل تیسری بار پھر یروشلم میں داخل ہوں گے اور پھر نکالے جائیں گے۔ احادیث سے معلوم

ہوتا ہے کہ اس وقت مسیح ظاہر ہو چکا ہو گا چنانچہ فرمایا ان الشجر والحجر ینادی یا روح اللہ ھذا یھودی (مسند احمد بسلسلہ روایات جابر بن عبد اللہ) کہ اس وقت کوئی شجر و حجر کسی یہودی کو پناہ نہیں دیگا بلکہ پکار پکار کر کہے گا کہ اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

لیکن ہمارے حکم کی تعمیل کرنا تو درکنار ظالموں نے ہمارے حکم کے الفاظ بدل ڈالے، چنانچہ ہم نے ان کے ظلم کے سبب ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا ◉

۲ : ۶۰ میں بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ہے اور یہاں بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ گویا فسق کو ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ ظلم کے معنی ہیں وضع الشیئ فی غیر محلہ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام تو اس بات کے متقاضی تھے کہ ان کی اتباع کی جاتی لیکن ان لوگوں نے اتباع کرنے کی بجائے الفاظ ہی بدل ڈالے۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

اور ان سے پوچھ اُن بستی والوں کا کیا حال ہوا جو سمندر کے

کنارے آباد تھے، جب انہوں نے سبت کے احکام سے سرکشی کرنا اپنا وطیرہ بنا لیا، جب سبت کے دن مچھلیاں پانی کی سطح پر نمودار ہوتی تھیں لیکن جب سبت کا دن نہ ہوتا تھا وہ ان کے سامنے نہ آتی تھیں؟

جس طرح ہم نے ان لوگوں کی نافرمانیوں کی سزا پہلے دی تھی، اسی طرح ہم پھر ان کو ان کی نافرمانیوں کی سزا دیں گے ◉

حِیۡتَانُھُمۡ میں مچھلیوں کی نسبت ان کی طرف کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے وہ مچھلیاں انہی کے لئے پیدا کی تھیں لیکن آزمائش کی خاطر ان پر سبت کی پابندی لگادی تھی۔

وَاِذۡ قَالَتۡ اُمَّةٌ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمَا ۙ اللّٰهُ مُهۡلِكُهُمۡ اَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ قَالُوۡا مَعۡذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾

ہاں تو ان سے ان بستی والوں کا حال پوچھ جبکہ وہ سبت کے احکام سے سرکشی کرتے تھے اور جبکہ ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا: تم کس لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا یا کم از کم سخت عذاب دینے والا ہے اور انہوں نے جواب دیا: ہم یہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہم اپنے رب کے حضور بری الذمہ قرار دئے جائیں اور تاکہ شاید یہ لوگ تقوٰی کی راہ اختیار کر لیں ◉

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ

السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

جب وہ لوگ ان باتوں کو بھول گئے جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو جو دوسروں کو بری باتوں سے روکتے تھے نجات دی اور ظلم کرنے والوں کو ان کی نافرمانی کے سبب سخت عذاب میں مبتلا کر دیا ◉

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۷﴾

جب وہ لوگ ان اعمال سے باز آنے کی بجائے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا تکبر کی راہ پر چل نکلے ہم نے تو انہیں بیک جنبش لب ذلیل بندر بنا دیا ◉

قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ : دیکھو نوٹ زیر آیت ۲ : ۶۶۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۸﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے اعلان کیا تھا کہ وہ

ان پر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو مسلّط کرے گا جو انہیں
دردناک عذاب دیتے رہیں گے۔ یاد رکھ! جب تیرا رب پکڑنے لگتا ہے
تو بہت جلد پکڑتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا،
بار بار رحم کرنے والا ہے ◉

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ
دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور ہم نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے اور قوم قوم کرکے زمین پر بکھیر دیا۔
ان میں سے بعض نیکوکار ہیں اور بعض نہیں۔ اور ہم ان کی آزمائش
کبھی آسائش پہنچا کر اور کبھی تکلیف دے کر کرتے رہے ہیں تاکہ وہ
اپنی کج روی سے باز آجائیں ◉

يَرْجِعُوْنَ: ينتهون۔ فيرجعون عمّا كانوا عليه (بیضاوی وجلالین)

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ
عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ
يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ
الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا
فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ان کے بعد ایک ایسی قوم ان کے پیچھے آئی جو کتابِ الٰہی کے وارث بنے۔ ان کا حال یہ ہے کہ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر دنیوی مال حاصل کرنے کے درپے رہتے ہیں اور کہتے ہیں: ہماری خطا معاف کر دی جائے گی۔ لیکن اگر انہیں دوبارہ ایسا ہی مال حاصل ہونے کا موقع ملے تو وہ اس کو بلا تامل لے لیں گے۔

کیا ان سے وہ عہد نہیں لیا گیا تھا جس کا ذکر ان کی کتاب میں موجود ہے جسے وہ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہیں گے؟ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں آخرت کا گھر اس مال سے جو وہ حاصل کرتے ہیں بہت بہتر ہے۔ کیا وہ اتنی سی بات نہیں سمجھتے؟ ◉

يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى: من حلال وحرام (جلالین وشوکانی)۔ حلال وحرام کا مضمون وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ سے پیدا ہو رہا ہے۔

وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ: ممّا یاخذ هؤلاء (بیضاوی ورازی وروح البیان)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: اس کی دوسری قراءت افلا یعقلون ہے (بیضاوی)۔ اصل میں خطاب کا صیغہ ہے جو زجر میں شدت پیدا کرنے کے لئے لایا گیا ہے (دیکھو تمہید: التفاتِ ضمائر) چونکہ اردو زبان اس طرز بیان سے نا آشنا ہے ترجمہ میں غائب ہی کا صیغہ رکھا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

رہے وہ لوگ جو کتابِ الٰہی کو مضبوط تھامتے ہیں اور نماز کو قائم
کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں
کریں گے جو اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں کوشاں رہتے ہیں ◉

مصلح اَصلح سے اسم فاعل بمعنی اسم صفت یعنی ایسا شخص جو ہمیشہ اپنی اور معاشرہ کی اصلاح
میں کوشاں رہتا ہے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ
وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا
فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے طور کو ان کے سر پر سائبان کی
طرح اٹھا رکھا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ ان پر گرا کہ گرا۔ اس وقت
ہم نے ان سے کہا: جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی کے
ساتھ تھامے رہو اور اس کے مکتوبات کو ذہن نشین رکھو تاکہ تم متقی
بن جاؤ۔ ◉

اِس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تورات کا دعویٰ صرف متقی بنانے کا تھا لیکن قرآن هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ
ہے یعنی متقیوں کو عارف اور عارفوں کو ولی بناتا ہے۔ اتّقا کے مقام کا کمال فنا ہے۔ لیکن قرآن فنا کے بعد بقا
اور بقا کے بعد لقا کے مقامات تک پہنچاتا ہے۔ وما احسن صنعۃ۔ وہ صرف یہی نہیں کہتا کہ اپنی رضا کی
رضا کے تابع کر دو (۴: ۱۲۶) وہ ایک زندہ خدا کو پیش کرتا ہے جو اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
(۲: ۱۸۷) کے مطابق ان لوگوں کو جو اس کی طلب میں فنا ہو جاتے ہیں ایک نئی زندگی بخشتا ہے اور اس کے
بعد ان لوگوں سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ وہ اسے بمصداق نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ
الْوَرِيْدِ (۵۰: ۱۷) شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب پاتے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

دیکھ! تیرا رب بنی آدم سے انہی کے تخم سے انہی کی اولاد کو اپنی خدمت کے لئے چن لیتا ہے اور ان کو اپنے ہی لوگوں کے خلاف گواہ کھڑا کرتا ہے۔ اور ان سے پوچھتا ہے: کیا میں تمہارا رب نہیں؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اور ہم اس بات کی گواہی دیتے رہیں۔

وہ یہ اس لئے کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو: ہم تو توحید سے بالکل ناآشنا تھے۔ یا یہ نہ کہہ سکو: ہمارے آباؤ اجداد نے ہم سے پہلے شرک کی راہ اختیار کی۔ ہم تو ان کے بعد انکی نسل میں پیدا ہوئے۔ کیا تو ہمیں جھوٹ بنانے والوں کے افعال کی پاداش میں ہلاک کر دے گا؟ ◉

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

جس طرح ہم نے یہ بات کھول کھول کر بیان کر دی ہے اسی طرح ہم اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں اور اندھی تقلید سے باز آجائیں ●

وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۔ و کا عطف محذوف پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یہ ہے لیتدبروها و لعلّهم یرجعون (جلالین)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

اُنہیں اس شخص کے حالات سُنا جسے ہم نے اپنے نشانات عطا کئے۔ لیکن نشانات کا یہ لبادہ اس نے کینچلی کی طرح اُتار کر پھینک دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہ ہوگیا ●

فَانْسَلَخَ مِنْهَا، خرج بکفرہ کما تخرج الحیّة من جلدها (جلالین)

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

اگر ہم چاہتے تو ان نشانات کے طفیل اسے اعلیٰ مقامات تک پہنچا دیتے لیکن وہ زمین کی طرف جُھک گیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگا۔ اس کی حالت کُتے کی طرح ہے۔ اگر تو اسے دھتکارتا

ہے تو بھی وہ ہانپتا اور زبان نکالتا ہے اور اگر تو اُسے چھوڑ دیتا ہے تو بھی وہ ہانپتا اور زبان نکالتا ہے۔ یہی حالت اُس قوم کی ہے جو ہمارے نشانات کو جھٹلاتی ہے۔ تُو اُنہیں یہ قصہ سُنا تاکہ وہ غور کریں ◉

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ: مال الى الدنيا او الى السفالة (بیضاوی) ارض سے یہاں مراد دُنیا یا پستی ہے۔

سَآءَ مَثَلًا ِالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

کیا ہی بُری حالت ہے اُس قوم کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اپنی جانوں پر ظلم کیا ◉

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

صحیح راہ پر چلنے والے وہی لوگ ہیں جن کی اللہ رہنمائی کرتا ہے۔ رہے وہ لوگ جن کو وہ گمراہ قرار دے دیتا ہے، سو وہ سراسر گھاٹے میں ہیں ◉

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ

بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

ہم نے بہت سے جن و انس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور ان کے کان تو ہیں مگر وہ ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ وہ چوپائیوں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے۔ وہ جہالت کے پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں ◉

جیسا کہ نصِ صریح وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱ : ۵۷) سے ثابت ہے تمام جن و انس کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ پس ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ کے یہ معنی نہیں کہ ان میں سے بعض کی پیدائش کی اصل غرض دوزخ کی بھٹی کو گرم کرنا ہے۔ اس سے صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ وہ اس جوش سے جہنم کی طرف لپک رہے ہیں گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اُنہیں جہنم ہی کے لئے پیدا کیا تھا۔ یہ الفاظ اسی طرح کے ہیں جس طرح ماں جب بچہ کو بار بار تنبیہہ کرنے کے بعد مارتی ہے تو کہتی ہے: مَیں نے تجھے اِسی غرض کے لئے جنا تھا یعنی مَیں نے تو تجھے اِس غرض کے لئے نہیں جنا تھا لیکن تیرے افعال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مَیں نے تجھے اِسی غرض کے لئے جنا تھا کہ ہر وقت تیری پٹائی کرتی رہوں۔ علامہ زمخشری اِس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں ويقال لمن كان غريقًا فی بعض الامور: ما خلق فلان الا لكذا کہ جب کوئی آدمی کسی بات میں مستغرق ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ اِسی بات کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

تمام اچھے نام اللہ کے لئے ہیں۔ پس تم اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو جو اس کے ناموں کے بارے میں الحاد کی راہوں پر قدم مارتے ہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ عنقریب اپنے کئے کا پھل پائیں گے ◉

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى : اچھے ناموں سے مُراد وہ نام ہیں جو اللہ کے لئے اچھے ہیں۔ اہلِ شرع ایسے ناموں کو جو اسم مفعول ہوں ذاتِ باری کے لئے جائز نہیں سمجھتے۔ اسماء سے مُراد صفات بھی ہو سکتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو ان کا ذکر کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ نام یہ ہیں :-

۱۔الرحمٰن ۲۔الرحیم ۳۔الملك ۴۔القدوس ۵۔السّلام ۶۔المؤمن
۷۔المھیمن ۸۔العزیز ۹۔الجبّار ۱۰۔المتکبّر ۱۱۔الخالق ۱۲۔الباری
۱۳۔المصوّر ۱۴۔الغفار ۱۵۔القھّار ۱۶۔الوھّاب ۱۷۔الرزاق ۱۸۔الفتاح
۱۹۔العلیم ۲۰۔القابض ۲۱۔الباسط ۲۲۔الخافض ۲۳۔الرافع ۲۴۔المعز
۲۵۔المذل ۲۶۔السمیع ۲۷۔البصیر ۲۸۔الحکم ۲۹۔العدل ۳۰۔اللطیف
۳۱۔الخبیر ۳۲۔الحلیم ۳۳۔العظیم ۳۴۔الغفور ۳۵۔الشکور ۳۶۔العلی
۳۷۔الکبیر ۳۸۔الحفیظ ۳۹۔المقیت ۴۰۔الحسیب ۴۱۔الجلیل ۴۲۔الکریم
۴۳۔الرقیب ۴۴۔المجیب ۴۵۔الواسع ۴۶۔الحکیم ۴۷۔الودود ۴۸۔المجید
۴۹۔الباعث ۵۰۔الشھید ۵۱۔الحق ۵۲۔الوکیل ۵۳۔القویّ ۵۴۔المتین
۵۵۔الولیّ ۵۶۔الحمید ۵۷۔المحصی ۵۸۔المبدی ۵۹۔المعید ۶۰۔المحیی
۶۱۔الممیت ۶۲۔الحیّ ۶۳۔القیّوم ۶۴۔الواجد ۶۵۔الماجد ۶۶۔الواحد
۶۷۔الاحد ۶۸۔الصمد ۶۹۔القادر ۷۰۔المقتدر ۷۱۔المقدّم ۷۲۔المؤخر
۷۳۔الاوّل ۷۴۔الآخر ۷۵۔الظاھر ۷۶۔الباطن ۷۷۔الوالی ۷۸۔المتعالی
۷۹۔البرّ ۸۰۔التوّاب ۸۱۔المنتقم ۸۲۔العفوّ ۸۳۔الرءوف ۸۴۔مالك الملك
۸۵۔ذوالجلال والاکرام ۸۶۔المقسط ۸۷۔الجامع ۸۸۔الغنی ۸۹۔المغنی

۹۰- المانع ۹۱- الضارّ ۹۲- النافع ۹۳- النور ۹۴- الهادی
۹۵- البدیع ۹۶- الباقی ۹۷- الوارث ۹۸- الرشید ۹۹- الصّبور
(رُوح البیان)۔

ع ۲۲ ۱۲ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

ہماری مخلوق میں ایسے لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو کلماتِ حق سُنا کر راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں ◉

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

رہے وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں، سو ہم اُنہیں بتدریج اُس جہت سے پکڑیں گے جس کا اُنہیں کوئی علم نہیں ◉

الاستدراج: الاخذ بالتدریج (شوکانی)

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

مَیں اُنہیں ڈھیل دئے جا رہا ہوں لیکن میرا مواخذہ بڑا شدید ہو گا ◉

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ : ان اخذی شدید و انّما سماہ کید الأن ظاھرہ احسان وباطنہ خذلان (بیضاوی، کشاف وشوکانی) یعنی اِس جگہ کید (جس کے لفظی معنی چال یا تدبیر کے ہیں) سے مراد مواخذہ ہے کیونکہ یہ ایک ایسی چال ہے جس کی ظاہری صورت کچھ اَور ہے اور حقیقت کچھ اَور یعنی ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر بڑے انعام واکرام ہو رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نامرادی، بربادی اور

ذلّت کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۵﴾

کیا انہوں نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی پر جنوں کا کوئی اثر نہیں ؟ اس کی تو ساری کوشش یہ ہے کہ انہیں آنے والے خطرات سے صاف صاف آگاہ کرے ◉

کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جنوں کا الزام لگایا تھا اِس آیت میں اس کا جواب دیا ہے۔ فرمایا: وہ تمہارے ساتھ رہا ہے تم اس کے حالات بخوبی جانتے ہو۔ کیا کبھی کسی مجنوں نے بھی وہ اخلاق دکھائے جو تم نے رسولِ عربیؐ میں دیکھے۔ کیا وہ شخص مجنوں ہے جو اپنی تمام ہمت اور کوشش تمہیں خطرات سے آگاہ کرنے پر صرف کر رہا ہے ؟ اے سوچنے والو کچھ تو سوچو !

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

کیا وہ زمین و آسمان کے نظام اور اُن چیزوں پر جو اللہ نے پیدا کی ہیں غور نہیں کرتے ؟ کیا وہ غور نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ ان کی اَجل قریب آن پہنچی ہو ؟ اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو اسکے بعد کِس بات پر ایمان لائیں گے ؟ ◉

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

جسے اللہ گمراہ قرار دے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ وہ ایسے لوگوں کو گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے ◉

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

اے رسول! وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پُوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی۔ تُو اُن سے کہہ: اس کا علم صرف میرے ربّ کو ہے۔ وہ اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ وہ زمین و آسمان کے نظام میں مستور ہے۔ جب آئے گی تو اچانک آئے گی۔

وہ تجھ سے اس کے متعلق اِس طرح سوال کرتے ہیں گویا تجھے اس کا پُورا پُورا علم ہے۔ تُو اُن سے کہہ: اس کا علم صرف اللہ کو ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے ◉

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: خفیت فی السمٰوٰت والارض (رازی) اس کے یہ معنی بھی

ہوسکتے ہیں کہ وہ گھڑی زمین و آسمان پر بھاری ہوگی۔

حَفِيٌّ : فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ حَفِیَ عن الشئ کے معنی ہیں اس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا۔ چونکہ بہت سوالات کرنے والا اور بات کا کھوج نکالنے والا علم میں پختہ ہوتا ہے اِس لئے حَفِیٌّ کا لفظ عالم کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ (بیضاوی و شوکانی)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ ع ۲۳ / ۱۳

تُو اُن سے کہہ : سوائے اس اختیار کے جو اللہ کی مشیت نے مجھے دیا ہے مجھے اپنے نفع و نقصان پر کوئی اختیار حاصل نہیں۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو مَیں اپنے لئے بھلائیاں ہی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ ان لوگوں کو جو مجھ پر ایمان لاتے ہیں آنے والے خطرات سے آگاہ کروں اور ان نعماء کی خوشخبری دوں جو ان کے لئے مقدر ہیں ﴿۱۸۹﴾

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا

لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور جس جنس سے اس نے مرد کو پیدا کیا اسی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ اور جب مرد عورت کو ڈھانپ لیتا ہے تو وہ ایک ہلکا سا بوجھ اُٹھا لیتی ہے اور پھر اس بوجھ کو اُٹھا کر چلتی پھرتی ہے۔ اور جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے تو وہ میاں بیوی دونوں اپنے ربّ کو پُکار کر کہتے ہیں: اگر تو ہمیں تندرست لڑکا عطا فرمائے تو ہم ہمیشہ تیرا شُکر ادا کریں گے ◉

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا: من جنسها (کشاف، بیضاوی وشوکانی) دوسری جگہ فرمایا جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا (۱۶: ۷۲)

صَالِحًا: ولداً سویا قد صلح بدنه (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی و رُوح البیان)

اِس آیت میں بتایا ہے کہ مرد اور عورت ایک ہی جنس اور ایک ہی جوہر سے پیدا کئے گئے ہیں۔ قرآن سے پہلے لوگوں کا خیال تھا کہ عورت خلقت کے اعتبار سے گھٹیا قسم کی مخلوق ہے۔ چنانچہ عہد نامہ جدید میں لکھا ہے کہ مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی (۱۔کرنتھیوں ۱۱: ۹) اِسی طرح ہندو مت میں اس کا کوئی مقام نہیں حتّٰی کہ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مرد کے ساتھ ستی ہو جائے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ دونوں کی جنس ایک ہی ہے اور دونوں کے ایک دوسرے پر برابر کے حقوق ہیں وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ (۲: ۲۲۹)

نیز لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا کہہ کر بتایا کہ وہ صرف بچے جننے کی مشین نہیں وہ مرد کے لئے ذہنی، جسمانی اور رُوحانی، ہر قسم کی تسکین کا باعث ہے۔

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

لیکن جب وہ اُنہیں تندرست لڑکا عطا کر دیتا ہے تو وہ اسی چیز کی وجہ سے جو اس نے انہیں دی معبودانِ باطلہ کو اس کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ لیکن وہ ان چیزوں سے بہت بلند و بالا ہے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں ◉

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ : بِہٖ من الاصنام (جلالین)

اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۴﴾

کیا وہ ان چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں، جو نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتی ہیں نہ اپنی ہی مدد کر سکتی ہیں؟ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بُلاؤ تو وہ تمہارے پیچھے نہیں چلیں گے۔ ان کے لئے یکساں ہے خواہ تم ان کو بُلاؤ، خواہ خاموش رہو ◉

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

مُشرکو! وہ بُت جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پُکارتے ہو تمہاری طرح اللہ کے قانون کے پابند ہیں۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ وہ

بھی خدا ہیں تو ان کو پکارو اور کچھ ایسا بندوبست کرو کہ وہ تمہیں
جواب دیں ◉

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ: الّذین جعلتموهم اٰلهة هم عباد الله كما انتم عباد له مع انكم اكمل منهم، لانكم احياء تنطقون وتمشون وتسمعون وتبصرون، وهذه الاصنام ليست كذٰلك ولكنها مثلكم فى كونها مملوكة لله مسخرة لامره (شوکانی) یعنی جنہیں تم خدا بناتے ہو وہ تمہاری طرح اللہ کے عبد ہیں اس کے علاوہ تم ان سے اکمل ہو کیونکہ تم زندہ ہو، کلام کرتے ہو، چلتے پھرتے ہو، دیکھتے اور سُنتے ہو، لیکن یہ سب محض جسدِ بے جان ہیں، البتہ جس طرح تم خدا تعالیٰ کے قانون کے تابع ہو یہ بھی ہیں۔

علّامہ زمخشری فرماتے ہیں: قوله عباد امثالكم۔ استهزاء بهم اى قصارى امرهم ان يكونوا احياء عقلاء، فان ثبت ذٰلك فهم عباد امثالكم لا تفاضل بينكم، ثم ابطل ان يكونوا عبادا امثالهم فقال: اَلهم ارجل يمشون بها (کشاف) یعنی ان بتوں کو عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ استہزاءً کہا گیا ہے۔ گویا فرمایا کہ وہ نہ تو زندہ ہیں، نہ سُوجھ بُوجھ رکھتے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے بھی تو زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے عبد ہوتے اور انہیں تم پر اور تمہیں ان پر کوئی فضیلت نہ ہوتی۔ لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ وہ تو تمہاری طرح کے بندے بھی نہیں۔ نہ ان کے پاؤں ہیں کہ چلیں، نہ ان کی آنکھیں ہیں کہ دیکھیں، نہ ان کے کان ہیں کہ سُنیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان بُتوں کو عباد اِس لئے کہا گیا کہ وہ انسانی شکل پر بنائے گئے تھے (رُوح البیان)

اِس اعتبار سے اَمْثَالُكُمْ کے معنے ہیں: جو تمہارے بنائے ہوئے تمثلات ہیں۔

اِس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ الّذی جو کہ اسم موصول ہے کے عام طور پر معنیٰ "جو شخص" کئے جاتے ہیں لیکن عربی روزمرّہ کے اعتبار سے اس کے معنیٰ "جو چیز" کرنے بھی جائز ہیں۔ چنانچہ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (۲: ۲۱۶) کی تفسیر جلالین الّذی سے کرتا ہے۔ علّامہ شوکانی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں سألوا عن الشیئ الّذی ینفقونه ماهو؟ قرآن مجید میں آیا ہے ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (۸۳: ۱۸) یعنی ان سے کہا جائے گا یہ وہ عذاب ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔

منجد میں الّذی کے ماتحت لکھا ہے وقع فلان فى اللّتيا والّتى (اللّتیا الّتی کا

اسم تصغیر ہے الّتی الّذی کا مؤنث ہے) ای فی الصغیرۃ و الکبیرۃ من الدواھی یعنی وہ چھوٹی اور بڑی مصیبتوں میں گرفتار ہوگیا۔

لین میں اَلَا کے نیچے یہ شعر درج ہے:۔

اَلَا اصْطِبَارَ لِسَلْمٰی اَمْ لَهَا جَلَدٌ
اِذَا الاقِی الَّذِی لَاقَاهُ اَمْثَالِی

یعنی کیا سلمیٰ کو صبر نہیں یا وہ سخت دِل ہے کہ مجھے وہ کچھ پہنچا ہے جو میرے جیسے عاشقوں کو پہنچتا ہے؟

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : انهم الهة (بیضاوی وجلالین)

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۶﴾ اِنَّ وَلِيِّـۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۷﴾

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سُنتے ہیں؟

اے رسول! تُو ان سے کہہ: تم اپنے خداؤں کو جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے پکارو اور پھر تم اور تمہارے خدا مل کر میرے خلاف سازش کرو اور مجھے کوئی مُہلت نہ دو۔ لیکن یاد رکھو میرا نگہبان اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے۔ اس کا

دستور ہے کہ وہ تمام نیکو کاروں کی نگہبانی فرماتا ہے ◉

ثُمَّ كِيْدُوْنِ : انتم وشركاؤكم (بیضاوی، روح البیان وشوکانی)

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۹﴾

رہے وہ بُت جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو سو نہ وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بُلاؤ تو وہ تمہاری بات نہیں سُنیں گے۔ اے شخص! تجھے نظر آتا ہے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن دراصل وہ کچھ نہیں دیکھ رہے ہوتے ◉

اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى : یعنی تمہیں ہدایت دینا تو درکنار وہ تم سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔ اِس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں الیٰ ان یهدوكم الیٰ ما تحصلون به مقاصدكم من الكيد وغيره (روح البیان) یعنی اگر تم ان سے اپنی سازشوں کے بارے میں رہنمائی طلب کرو تو وہ تمہاری بات نہیں سُنیں گے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر تم اُنہیں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے بُلاؤ تو وہ تمہاری بات نہیں سُنیں گے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۲۰۰﴾

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۱﴾

اے انسان! عفو کو اپنا شیوہ بنا۔ نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ اگر تجھے کبھی شیطانی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگ۔ یاد رکھ! وہ بہت سننے والا، بہت جاننے والا ہے ◉

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾

متقیوں کا دستور یہ ہے کہ جب کوئی شیطانی خیال بار بار ان کے دل میں آنے لگتا ہے تو وہ یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ایلو! یکایک ان کی آنکھیں دیکھنے لگتی ہیں ◉

طَٰٓئِفٌ: طاف یطوف سے اسم فاعل ہے یعنی ایسی چیز جو طواف کرے۔ ارد گرد پھرے۔

وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾

رہے شیاطین کے ساتھی، سو شیاطین انہیں گمراہی میں اور بڑھاتے ہیں اور انہیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ◉

وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ: ای واخوان الشیاطین یمدّھم الشیاطین (بیضاوی، جلالین وروح البیان)

ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ: ای لایمسکون من اغوائھم حتّٰی یردّونھم بالکلیۃ۔ یقال اقصر عن الشیٔ اذا کفّ عنہ (روح البیان) یعنی انہیں گمراہ کرنے سے نہیں رکتے حتّٰی کہ انہیں مکمل طور پر گمراہ کر لیتے ہیں۔ اقصر عن الشیٔ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رک گیا۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

اے رسول! جب تُو ان کے پاس کوئی نشان لے کر نہیں آتا تو وہ کہتے ہیں: تُو نے خود بخود کوئی نشان کیوں نہیں گھڑ لیا؟
تُو اُن سے کہہ: مَیں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرا ربّ مجھ پر نازل کرتا ہے۔ یہ قرآن تمہارے ربّ کی طرف سے آئے ہوئے کُھلے کُھلے نشانات پر مشتمل ہے اور ماننے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ◉

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۵﴾

مومنو! جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو توجّہ اور خاموشی سے سُنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ◉

وَاَنْصِتُوْا: چُپ رہو۔ خاموشی سے سُنو (لسان ولین)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ السجدة

اے شخص! اپنے ربّ کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ،

آواز بلند کئے بغیر، صُبح و شام یاد کر۔ اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ وہ لوگ جو تیرے رب کی حضوری میں ہیں اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے۔ وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور صرف اسی کو سجدہ کرتے ہیں ◉

سُورَةُ الْاَنْفَالِ

ربطِ آیات

جیسا کہ سُورۃ اعراف کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے اُس سے پہلی سورتوں میں یہودیوں، عیسائیوں اور مُشرکوں سے خطاب تھا۔ سُورۃ اعراف میں خطاب کا رُخ عام ہوگیا تھا لیکن مُنکرینِ حق دعوت قبول کرنے کی بجائے تشدّد پر اُتر آئے حتّٰی کہ نوبت جنگ وجدال تک پہنچ گئی چنانچہ سُورۃ انفال اور سُورۃ توبہ میں جنگ کے متعلق بعض اہم اُمور پر بحث کی گئی ہے۔

آیت ۲:-

اِسلام سے پہلے مالِ غنیمت لشکر میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ قومی اور سماجی فلاح کے کاموں میں خرچ کا تصوّر مفقود تھا۔ قرآن نے بتایا کہ اس کے اصل حقدار صرف اللہ اور رسُول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حصّہ ہمیشہ قومی فلاح کے کاموں میں خرچ کر دیتے تھے۔ پس اس حکم کے یہ معنی ہوئے کہ اس مال کا ایک حصّہ فلاحی کاموں میں ضرور خرچ ہونا چاہیئے۔

چونکہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں لوگوں کے درمیان جھگڑے پیدا ہونے کا امکان تھا اس لئے اس کے ذکر کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اپنے جھگڑے ختم کرو اور آپس میں مصالحت اختیار کرو کیونکہ جب کوئی قوم آپس میں جھگڑنے لگتی ہے تو اسکی قوّتِ مدافعت ضائع ہو جاتی ہے ؎

برقے کہ بخود بپیچد میرد بہ سحاب اندر

آیت ۳ تا ۵:-

آپس کے جھگڑے دُنیاداری کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ پس جب یہ فرمایا کہ آپس کے جھگڑے دُور کرو تو انہیں دُور کرنے کا بہترین طریق بھی بتا دیا۔ فرمایا: ذکرِ الٰہی کرو اور قرآن کو پڑھو اور پڑھاؤ اور اپنے تمام امور میں اللہ پر توکّل کرو اور نماز قائم کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

جب انسان خود اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو دوسروں کے مال کے لئے جھگڑا نہیں کرے گا۔

آیت ۶، ۷:۔

فرمایا: تقسیم غنیمت کے متعلق مومنوں کا اختلاف اسی نوعیت کا ہے جس طرح جنگِ بدر کے متعلق تھا لیکن واقعات نے ثابت کر دیا کہ جنگِ بدر میں اللہ کا فیصلہ ہی درست تھا پس مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق بھی اسی کا فیصلہ درست ہے۔

آیت ۸ تا ۱۵:۔

جنگِ بدر کے واقعہ کے متعلق کسی قدر تفصیل بیان کی۔

آیت ۱۶، ۱۷:۔

جنگِ بدر کا ذکر ہوا تو جنگ کے اُصول بیان فرمائے۔ فرمایا: مومن کے لئے جنگ میں پیٹھ دکھانا قطعاً حرام ہے۔ اس کے لئے صرف دو ہی راستے ہیں، فتح یا شہادت۔

آیت ۱۸، ۱۹:۔

پھر بدر کے واقعہ کی طرف عود کیا اور فرمایا کہ اس وقت بظاہر تم نے کافروں کو قتل کیا تھا لیکن در اصل اللہ نے کیا تھا۔ اسی طرح بظاہر رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کنکریاں پھینکی تھیں لیکن در اصل اللہ ہی نے پھینکی تھیں کیونکہ اللہ نے اس کے نتیجہ میں آندھی چلائی اور کافروں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔

آیت ۱۹:۔

فرمایا: جس طرح اللہ نے جنگِ بدر میں کافروں کی چالیں بیکار کر دیں وہ ہمیشہ اسی طرح کرے گا۔

آیت ۲۰:۔

بدر کے واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے مکہ سے چلتے وقت دُعا کی تھی کہ اے اللہ اس لشکر کو کامیاب کر جو تیرے نزدیک زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ اب دیکھ لو خود تمہاری ہی دُعا نے تمہارے خلاف فیصلہ کر دیا ہے۔ پس بہتر ہے کہ اَب مسلمانوں کے ساتھ مزید لڑائی جھگڑا نہ کرو۔

آیت ۲۱ تا ۲۵:۔

کافروں کو نصیحت کرنے کے ساتھ مومنوں کو بھی نصیحت کی۔ فرمایا: اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو اور کافروں اور منافقوں کی طرح نہ بنو۔ اگر تم رسُول کی آواز پر لبیک کہو گے تو اِس طرح تمہیں ایک نئی زندگی

عطا ہوگی:۔

آیت ۲۶ :۔

پھر فرمایا: اگر تم قومی طور پر رسُول کی آواز پر لبیک نہیں کہوگے تو ایک ایسے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے جو گیہوں کے ساتھ گھن کو بھی پیس دے گا۔ اِس آیت میں ایک نہایت عمدہ فلسفہ بیان کیا ہے۔ جب کوئی قوم مُشکلات میں گھِر جاتی ہے تو اس وقت کسی کا یہ عُذر اس کے کام نہیں آتا کہ مَیں تو جاگتا تھا میری قوم سو رہی تھی۔ ایسے مواقع پر ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ قوم کو بیدار کرے۔ اگر کوئی شخص خود بیدار ہے لیکن دوسروں کو بیدار نہیں کرتا تو وہ بھی اس عذاب سے حصّہ پاتا ہے جو تمام قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

آیت ۲۷ تا ۳۰ :۔

اللہ تعالیٰ نے تحریص کے طور پر اپنے پہلے انعامات کا ذکر کیا۔ فرمایا: ایک وقت تھا کہ تم پر ہر طرف سے ظلم ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ حالت بدل دی اور تمہاری مدد کی۔ پس اَب بھی اگر تم اللہ اور اس کے رسُول کے ساتھ دیانتداری کا معاملہ کروگے اور اپنے اموال اور اولاد سے اللہ اور رسُول سے زیادہ محبّت نہیں کروگے تو وہ تمہیں ایسی شاندار فتح عنایت فرمائے گا کہ حق اور باطل میں کُھلی کُھلی تمیز ہو جائے گی۔

آیت ۳۱، ۳۲ :۔

جب مومنوں پر پہلے انعامات کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ ہی کفار کی ان سازشوں کا ذکر بھی کر دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ رُوحی وجنانی کے خلاف کرتے تھے۔ کبھی آپؐ کو قید کرنے کی تجویز کرتے تھے، کبھی قتل کرنے کی اور کبھی مُلک بدر کرنے کی۔ فرمایا: اللہ نے ان کی تمام تدبیروں کو ناکارہ کر دیا۔ یخرجون کو مکر کہہ کر یہ پیشگوئی کی ہے کہ آخر کار حضورؐ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوں گے۔

پھر فرمایا کہ بجائے اس کے کہ کافر اپنی تدبیروں کی ناکامی دیکھ کر ہوش میں آتے اور ایمان لاتے ان کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: اس کلام میں کونسی عجیب بات ہے؟ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام پیش کر سکتے ہیں۔

آیت ۳۳ :۔

فرمایا: وہ ایسا کلام کیونکر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ کلام محض لفّاظی اور خوبصورت بندشیں نہیں۔ یہ ایک معجزہ ہے جس کے وہ خود گواہ ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ اگر یہ کلام سچّا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا

ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر- پھر کہا: کیا یہ امرِ واقعہ نہیں کہ جب رسُول نے ایک مٹھی بھر کنکریاں ان کی طرف پھینکیں تو آسمان سے ان پر کنکر برسنے لگے اور انہوں نے سخت ہزیمت اُٹھائی اور ایک دردناک عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

آیت ۳۴ :-

مندرجہ بالا دلیل کے جواب میں کفار نے کہا کہ بدر کا واقعہ ہمارے مطالبہ کے اتنی دیر بعد ہوا ہے پس اس کا ہمارے مطالبہ سے کیا تعلق ہے۔ یہ تو محض ایک حادثہ ہے۔ فرمایا: تمہارا مطالبہ تو اسی وقت پورا کیا جاسکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول اور صحابہ کی خاطر عذاب میں تاخیر کر دی کیونکہ یہ رسُول کی عظمت کے خلاف تھا کہ وہ تم میں موجود ہو اور تم پر عذاب نازل ہو۔ اسی طرح یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ تم میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی موجود ہو جو صُبح و شام حمد و ثنا اور استغفار کرتے ہوں اور باوجود اس کے اللہ تم پر عذاب نازل کر دے۔

آیت ۳۵ :-

کفار نے اس کے جواب میں کہا: (یاد رہے کہ قرآن کا قاعدہ ہے کہ اکثر سوال و جواب میں سے ایک درج کر دیتا ہے۔ دوسرا عبارت کے سیاق و سباق سے خود بخود معلوم ہو جاتا ہے) بدر تو ایک حادثہ تھا فَیَوْمٌ عَلَیْنَا وَیَوْمٌ لَنَا کبھی ہماری شکست ہوتی ہے اور کبھی فتح۔ بات تو تب ہے کہ ہم پر پھر گرفت ہو۔

فرمایا: ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ اب تم میں رسُول ہے جس کی پاسِ عزّت کی خاطر ہم اپنا ہاتھ روک لیں نہ وہ لوگ ہیں جن کے نالہ ہائے نیم شبی بلاؤں کو آسمان سے اُترنے سے روک لیتے ہیں تمہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ بدر کے بعد تم استغفار کرتے لیکن اس کے برعکس تم اپنی شرارتوں میں بڑھ گئے ہو اور مسجدِ حرام سے لوگوں کو روکتے ہو۔ پس یاد رکھو! تمہیں ضرور عذاب دیا جائے گا اور سُن رکھو کہ اس کی صُورت یہ ہوگی کہ تم سے کعبہ کی تولیت چھین کر مسلمانوں کو دے دی جائے گی (جو لوگ کعبہ کو اپنی ذاتی ملکیّت سمجھتے ہیں اور لوگوں کو حج کرنے سے روکتے ہیں انہیں اِس آیت پر غور کرنا چاہیئے)

آیت ۳۶ :-

جب کعبہ کی تولیت چھیننے کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ ہی ان کا حقِ تولیت منسُوخ کرنے کی ایک اَور وجہ بیان کر دی۔ فرمایا: کعبہ تو خدا کا گھر ہے اور خدا کی عبادت کے لئے وقف ہے متولّی کا کام ہے کہ وقف کو دوسرے مقصد کے لئے استعمال نہ کرے۔ لیکن یہ کیسے متولّی ہیں کہ کعبہ میں خدا کی عبادت کرنے کی بجائے تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں۔

آیت ۳۷ :-

اُوپر کی آیات میں فتح مکّہ کی کُھلے کُھلے الفاظ میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ اِس آیت میں اس کی مزید وضاحت فرمائی۔ فرمایا: کفار اسلام کو مٹانے کے لئے جتنا چاہیں مال خرچ کریں ان کے لئے حسرت اور نامرادی لکھی ہے۔ وہ آخر کار مغلوب ہوں گے۔ اور ان میں سے جو لوگ مغلوب ہو جانے کے بعد بھی کُفر پر اصرار کریں گے واصلِ جہنّم ہوں گے۔

آیت ۳۸ :-

فرمایا: ان کا مغلوب ہونا اور مومنوں کا غالب آنا اِس لئے ضروری ہے کہ یہ کُفر اور ایمان کی جنگ ہے اور اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ گندگی کے ڈھیر کو علیحدہ کرکے اس کو آگ دکھا دے۔ پھر فرمایا: گندگی کے ڈھیر کو علیحدہ کرنے میں تو خود تم نے مدد کی ہے کہ اللہ کے رسُول اور دعائیں کرنے والی جماعت کو اپنے ہاں سے نکال دیا ہے۔ اب آگ لگانی رہتی ہے سو وہ ہم لگا دیں گے۔

آیت ۳۹ :-

آخری تنبیہ کے طور پر فرمایا: بدر کے واقعہ سے سبق حاصل کرو۔ اگر تم باز آ گئے تو ہم تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیں گے لیکن اگر تم نے ہمارے رسُول کا تعاقب نہ چھوڑا تو یاد رکھو جو سلوک پہلے مکذّبین کے ساتھ ہوا تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔

آیت ۴۰، ۴۱ :-

فتح مکّہ کی پیشگوئی کرنے کے بعد اور کافروں کو تنبیہ کرنے کے بعد مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا: کفار ہماری تنبیہ پر کان نہیں دھرتے اور فتنہ و فساد پر آمادہ ہیں۔ پس تم ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک کہ مُلک سے بدامنی اور فتنہ دُور نہ ہو جائے اور یہ اُصول تسلیم نہ کر لیا جائے کہ حقوق اللہ کے بارہ میں جزا سزا کا حق صرف اللہ کو ہے۔

آیت ۴۲ :-

جب قتال کے جاری رکھنے کا حکم دیا تو آیت ۲ کے مضمون کی توضیح کی۔ فرمایا: تمہیں کثرت سے غنائم ملیں گے۔ اگرچہ آیت ۲ کے مطابق ان پر کلیتہً اللہ ہی کا حق ہے لیکن اس کی دلداری نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غنائم کے چار حصّے تم لشکر میں تقسیم کرو اور پانچواں حصّہ قومی فلاح و بہبود اور غرباء اور یتامٰی کی دیکھ بھال کے لئے خرچ کرو۔

اس حکم کی تاکید کے لئے یومِ بدر کو بطور دلیل پیش کیا۔ گویا کہ فرمایا کہ غنائم تو اللہ کی مدد سے ملتے ہیں پس ان کا

ایک حصہ اللہ کے حکم کے ماتحت خرچ کرنا کسی پر گراں نہیں گزرنا چاہیئے۔

آیت ۴۳ تا ۴۵:۔

اسی مضمون کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بدر میں غنائم تو ایک طرح سے ہم نے تمہیں زبردستی دئے تھے ورنہ اگر بات تم پر اور کفار پر چھوڑ دی جاتی تو کچھ بعید نہ تھا کہ تم دونوں فریق لڑائی سے گریز کرتے۔

آیت ۴۶ تا ۴۸:۔

قتال کے حکم کی طرف عود کرتے ہوئے فرمایا کہ جنگ میں ثابت قدمی دکھاؤ اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرو اور اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ رو۔

آیت ۴۹:۔

قرآن کا قاعدہ ہے کہ باہم متعلق مضامین کو اِس طرح بیان کرتا ہے کہ پہلے ایک مضمون کا ایک پہلو بیان کرتا ہے اور پھر دوسرے کا۔ اور اس کے بعد باری باری ان کے اہم حصّے بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ گویا کہ گلاب کے سفید پھُول کے بعد سُرخ پھُول اور سُرخ پھُول کے بعد سفید پھُول چُنتا چلا جاتا ہے حتّٰی کہ تمام مضمون ایک گلدستہ کی صُورت اختیار کر لیتا ہے۔ اِسی طرزِ کلام کی رعایت سے قتال کے حکم کے بعد بدر کے واقعہ کا ایک اَور پہلو نمایاں کیا۔ فرمایا: پہلے تو شیطان نے کفار کو بڑے سبز باغ دکھائے تھے اور یہ کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا لیکن جب اس نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ آدمی نہیں موتیں ہیں تو وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور کہنے لگا: مَیں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (آثار میں آیا ہے کہ یہ الفاظ سراقہ بن مالک نے کہے تھے)

آیت ۵۰:۔

فرمایا: اس وقت منافق اور ضعیف الایمان لوگ یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ورنہ وہ صریح ہلاکت کو اختیار نہ کرتے۔

آیت ۴۹ اور ۵۰ میں جو واقعات بیان کئے گئے ان کے بیان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کافروں کا شیوہ تکبّر اور خود نمائی تھا اور مومنوں کا ذکرِ الٰہی اور رسُول کی اطاعت۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں قلیل اور حقیر تھے انہوں نے ان کو شکستِ فاش دی۔

آیت ۵۱، ۵۲:۔

فرمایا: کافر دُنیا ہی میں ذلیل نہیں ہوئے آخرت میں بھی ان کے لئے ذِلّت ہے۔

آیت ۵۳ تا ۵۶:۔

فرمایا: کافر وہی کچھ کر رہے ہیں جو ان کے پیشرو کرتے تھے۔ پس ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو اُن سے پہلے مکذّبین کے ساتھ کیا گیا تھا۔

آیت ۵۷، ۵۸:۔

اِن آیات میں جنگ کے مزید اُصول بیان کئے۔ فرمایا: وہ کافر جو تجھ سے صلح کا عہد وپیمان کرتے ہیں اور پھر اس عہد کو توڑ دیتے ہیں ان کو ایسی مار دے کہ ان کے پچھلوں کو بھی ہوش آ جائے۔

آیت ۵۹:۔

ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ لوگ جنگ میں ہر قسم کا دھوکہ جائز سمجھتے ہیں۔ بائیبل ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جبکہ اسرائیلیوں نے دشمن کو دغا دے کر ان پر حملہ کیا۔ آجکل کی مہذّب قوموں کا بھی یہی دستور ہے کہ وہ جب اپنے دشمن سے معاہدہ کرتے ہیں تو اس کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ دشمن کو غافل کر دیا جائے اور اس کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر جب مناسب سمجھیں اس پر حملہ کر دیں لیکن قرآن ہر قسم کی عہد شکنی سے منع کرتا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ باور کرنے کے وجوہ موجود ہوں کہ کافر اپنے عہد سے پھر جائیں گے اور ان پر اچانک حملہ کر دیں گے تو ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اِس بناء پر ان پر اچانک حملہ کر دیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ کافروں کا عہد علی الاعلان منسوخ کریں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے معلوم ہو کہ انہوں نے معاہدہ سے کوئی ناجائز فائدہ حاصل کیا ہے۔

آیت ۶۰:۔

جب مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اگر تم یہ سمجھو کہ کافر اپنا معاہدہ قائم نہیں رکھیں گے تو معاہدہ علی الاعلان منسوخ کر دو تو طبعاً دِل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اِس طرح تو کافروں کو اچانک حملہ کرنے اور معاہدہ سے فائدہ اُٹھانے کا موقع مِل جائے گا۔ فرمایا: اس کا فکر نہ کرو۔ وہ ہم سے بھاگ کر نہیں جا سکتے۔ یعنی اگر تم اللہ کے حکم پر عمل کرو گے تو آخری نتیجہ تمہارے حق میں ہوگا۔

جب قومیں جنگ کرتی ہیں تو جو بات سب سے زیادہ ان کے پائے استقامت میں خم نہیں آنے دیتی ان کا یہ یقین ہوتا ہے کہ ہم راستی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ پس اگرچہ کافر عہد شکنی کر کے عارضی فائدہ حاصل کر لیں،

مسلمان اِس مستحکم یقین پر قائم ہوں گے کہ ہم حق و انصاف کے قیام کے لئے جنگ لڑ رہے ہیں۔پس کافروں کے عارضی فائدہ کے باوجود مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہے گا۔

آیت ۶۱ :-

پھر جنگ کے مزید اُصول بتائے۔فرمایا: دشمن کے مقابلہ کے لئے پُوری پُوری تیاری کرو اور سرحدوں پر اپنے رسالوں (Cavalry) کو ہر وقت تیار رکھو اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن تم پر اچانک حملہ نہیں کر سکے گا بلکہ وہ اور اس کے مددگار تم سے خائف رہیں گے۔افسوس کہ آجکل مسلمانوں نے قرآن کے ان اصولوں کو پسِ پُشت ڈال دیا ہے۔وہ جنگ محض نعروں سے جیتنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے مکمّل تیاری نہیں کرتے۔ پھر ان کے علماء اور لیڈر قوم میں یکجہتی اور اتّحاد پیدا کرنے کی بجائے انتشار پیدا کرتے رہتے ہیں اور اس کا نام جمہوری حقوق کی بحالی رکھتے ہیں۔

آیت ۶۲ :-

قرآن کے نزدیک جنگ بذاتِ خود مقصد نہیں بلکہ اس کا مقصد فتنہ و فساد کو روکنا ہے۔اِسی لئے قرآن صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے اور اس کے ساتھ یہ حکم بھی دیتا ہے کہ جب دشمن صُلح کی طرف مائل ہو تو اس کی پیشکش کو قبول کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ اب وہ کمزور ہے لہذا اسے مکمّل طور پر کُچل دینا چاہیئے۔ دیکھو! کس قدر صُلح و آشتی پر مبنی تعلیم ہے۔آج کونسی مہذب قوم ہے جو قرآن کے بتائے ہوئے کردار سے بہتر کردار دکھلا سکتی ہے۔

آیت ۶۳ تا ۶۵ :-

کافروں کی صُلح کی پیشکش اِس طرح قبول کرنے سے قدرتی طور پر دِل میں ہچکچاہٹ پیدا ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ مبادا وہ دفع الوقتی کے طور پر صُلح کرلیں اور بعد میں دھوکہ دے جائیں۔فرمایا: پہلے بھی تو اللہ ہی نے تمہیں فتح عطا کی تھی اور تمہارے دِلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبّت اور اُلفت کے ایسے جذبات پیدا کر دئے تھے جو تم تمام دُنیا کی دولت خرچ کرکے بھی پیدا نہیں کر سکتے۔پس کیا تم سمجھتے ہو کہ ایسی متّحد قوم جس کے شاملِ حال اللہ کی نُصرت ہے کافروں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جائے گی؟ سُبحان اللہ! کیا پاک تعلیم ہے کہ ہر وقت صُلح کا دروازہ کُھلا ہے۔

آیت ۶۶ :-

پھر اصل مضمون کی طرف عَود کیا اور فرمایا کہ جنگ چند لوگوں کا کام نہیں۔ اِس کے لئے پُوری قوم کو تیار کرنا چاہیئے اور صبر و ہمّت اور غور و خوض سے کام لینا چاہیئے۔ اگر تم ان اقدار کو قائم رکھو گے تو تم اپنے سے دس گُنا کافروں کا مقابلہ کر سکو گے۔

آیت ۶۷:-

اگرچہ عام قاعدہ یہ بتایا کہ مومنوں کی مُستعد اور فعال قوم اپنے سے دس گُنا کافروں پر بھاری ہوتی ہے لیکن بطور استثناء کے فرمایا کہ ابھی تک چونکہ تم نے نہ مکمّل تیاری کی ہے نہ فنونِ حرب اچھی طرح سیکھے ہیں لہٰذا فی الحال تم اپنے سے دوچند لوگوں پر غالب آسکو گے۔ اِس جگہ یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قُدسی کا نتیجہ یہ تھا کہ "الآن" کی یہ قید زیادہ دیر نہ رہی اور مسلمان جلد ہی فنونِ حرب پر حاوی ہو گئے اور اپنے سے دوگنا بلکہ اس سے بھی دہ چند دشمنوں کو پے در پے شکست دیتے رہے۔

آیت ۶۸:-

جنگ کے ذکر میں جنگی قیدیوں کا ذکر بھی آگیا۔ فرمایا: نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ یُونہی کافروں کو قید کرتا پھرے۔ وہ صرف ان کافروں کو قید کر سکتا ہے جو میدانِ جنگ میں پکڑے جائیں۔

آیت ۶۹:-

فرمایا: جنگ کی اصل غرض فدیہ وصول کرنا نہیں۔

آیت ۷۰:-

جب یہ فرمایا کہ جنگ کی اصل غرض فدیہ وصول کرنا نہیں تو طبعاً خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اموالِ غنیمت بھی لینے چاہئیں یا نہیں۔ فرمایا: اگر تم انہیں جائز طریق سے اپنے استعمال میں لاؤ تو یہ تمہارے لئے جائز ہیں۔

آیت ۷۱:-

پھر قیدیوں کے ذکر کی طرف عود کیا اور فرمایا کہ ان کو اسلام کی تبلیغ کرو۔

آیت ۷۲:-

ممکن تھا کہ بعض قیدی دفع الوقتی کے لئے ایمان کا اعلان کر دیں اور بعد میں کافروں کے لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑیں۔ فرمایا: اِس خطرہ کے پیشِ نظر تم نیک کام سے ہاتھ نہ کھینچو۔ اگر وہ بددیانتی کرینگے تو جس طرح اللہ نے تمہیں پہلے فتح عنایت کی ہے پھر کر دے گا۔

آیت ۷۳ :-

جنگ کے باب میں یہ بہت اہم سوال ہے کہ آیا مسلمانوں پر ان مسلمانوں کی نُصرت فرض ہے جو متحارب قوم کے باشندے ہیں اور آیا وہ ان سے اپنی مدد کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ فرمایا: تمام مہاجر اور انصار ایک قوم ہیں لیکن وہ لوگ جنہوں نے ابھی ہجرت نہیں کی نہ تم پر ان کی نُصرت فرض ہے نہ تم ان سے اپنی مدد کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ البتہ اگر ان پر ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے زیادتی کی جائے تو تم پر ان کی مدد فرض ہے۔

آیت ۷۴ :-

اِس آیت میں باہمی تعاون کے اُصول کا فلسفہ بیان کیا۔ فرمایا: اِس وقت تمام کفار اسلام کے خلاف ایک قوم کی صُورت میں صف آرا ہو چکے ہیں تم ان کا تبھی مقابلہ کر سکو گے کہ تم میں باہمی اخوّت اور ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ پیدا ہو۔ اگر تم اپنے کمزور بھائیوں پر ظلم ہوتا دیکھ کر آنکھیں موند لوگے تو زمین فتنہ وفساد سے بھر جائیگی۔

آیت ۷۵ :-

چونکہ اِس وقت کُفر اسلام پر چاروں طرف سے یلغار کر رہا تھا، فرمایا: حقیقی مومن وہی ہیں جو ہجرت کر کے مرکزِ اسلام میں جمع ہو گئے ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کو پناہ دی اور ان کی مدد کی۔

آیت ۷۶ :-

فرمایا: اس کے بعد بھی جو لوگ ہجرت کر کے آئیں گے وہ تمہارے بھائی بند ہوں گے اور ان کو تمام شہری حقوق ملیں گے۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بندی پر بہت زور دیا تھا حتیٰ کہ بعض انصار اپنی بیویوں کو طلاق دے کر مہاجرین میں تقسیم کرنے پر آمادہ ہو گئے اور بعض نے ان کو اپنی جائیداد میں شریک کرنے کی تجویز پیش کی، اِس لئے ضروری تھا کہ یہ مسئلہ حل کر دیا جاتا کہ آیا ایسے لوگ ورثہ میں شریک ہیں کہ نہیں۔ فرمایا: بے شک تم ایک دوسرے کے بھائی ہو لیکن وراثت رشتہ داری کے اُصولوں پر ہی چلے گی۔

خلاصہ

اِس سورۃ میں مومنوں کو جنگ کے لئے تیار کیا گیا ہے اور جنگ اور اس کے بعد کے پیدا ہونیوالے بعض ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں ۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ②

اے رسُول! وہ تجھ سے اموالِ غنیمت کے متعلق پُوچھتے ہیں۔ کہہ: اموالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسُول کے لئے ہیں۔ پس سُوءِ ظن سے کام نہ لو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے اختلافات دُور کرو اور اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو، اگر تم سچے مومن ہو تو ایمان کا تقاضا یہی ہے ◉

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ : هٰذا تحريجٌ من الله على المؤمنين ان يصلحوا ذات بينهم حيث اختلفوا فى الانفال (شوكانى)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ علّامہ رازی فرماتے ہیں وارضوا بما حكم رسول الله یعنی رسول اللہ کے فیصلے کو دل سے مانو۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : فانّ الايمان يقتضى ذالك (بيضاوى) اکثر نحوی جن میں علّامہ بیضاوی شامل

ہیں شرط کو جوابِ شرط کے بعد لانا جائز نہیں سمجھتے۔ وہ ایسے مواقع پر جوابِ شرط محذوف مانتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳

مومن صرف وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دِل خوف سے لرزنے لگتے ہیں اور جب اُنہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے، جو صرف اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اس رزق سے جو ہم نے اُنہیں دیا ہے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ◉

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

یہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس اعلیٰ درجات، مغفرت اور نہایت عُمدہ رزق ہے ◉

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۷﴾

اموالِ غنائم کے متعلق ہمارا حکم بعض مؤمنوں پر اسی طرح گراں گزرا ہے جس طرح تیرے ربّ کا تجھے حق کے قیام کے لئے تیرے گھر سے نکالنا مؤمنوں کے ایک گروہ پر گراں گزرا تھا۔ وہ حق کے کُھل چکنے کے بعد بھی حق کے بارے میں تجھ سے اِس طرح جھگڑتے تھے گویا کہ اُنہیں موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور وہ موت کو دیکھ رہے ہیں ◉

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ : خبر مبتدا محذوف، تقديره: هٰذه الحال فی کراهتهم اِياها کحال اخراجك للحرب فی کراهتهم لهٗ (بیضاوی)

شوکانی کہتا ہے: قيل كما اخرجك متعلق بقوله: لَهُمْ دَرَجٰتٌ، ای هٰذا الوعد للمؤمنين حق فی الاٰخرة كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ یعنی بعض لوگوں نے اِس کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ جس طرح تیرے ربّ نے تجھے حق کے قیام کے لئے تیرے گھر سے نکالا تھا حالانکہ مومنوں کے ایک گروہ پر یہ بات سخت گراں گزر رہی تھی اسی طرح یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ : اليه (جلالین)

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹﴾

مومنو! وہ وقت بھی یاد کرو جب اللہ نے دو میں سے ایک گروہ تمہارے قبضہ میں دینے کا وعدہ کیا تھا۔تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں غیرمسلح گروہ ملے لیکن اللہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی پیشگوئیاں پوری کر کے سچ کو سچ ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔پس اس نے جس طرح چاہا کیا تاکہ وہ سچ کو سچ ثابت کر دے اور باطل کو باطل کر دکھائے خواہ مجرم لوگ اِس بات کو ناپسند کرتے ہوں ◉

فان قلت بمَ یتعلق قوله: لِيُحِقَّ الْحَقَّ، قلت بمحذوف تقديره: ليحق الحق و يبطل الباطل۔ (کشاف، بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان)

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۱۰﴾

وہ وقت بھی یاد کرو جب تم اپنے ربّ سے فتح و نصرت کی دُعا مانگتے تھے اور اس نے تمہاری دُعا سُنی اور فرمایا: مَیں تمہاری مدد یکے بعد دیگرے آنے والے ہزار فرشتوں کے ساتھ کروں گا ◉

مُرْدِفِيْنَ: متتابعين (شوکانی) متبعين بعضهم ببعض اومتبعين ايا هم المؤمنين (کشاف) یعنی ایک کے بعد ایک آنے والے یا مومنوں کے پیچھے آنے والے۔اِس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ جو مومنوں کے لئے بطور ردافہ کام کریں گے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ج وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۵

اللہ نے یہ فرشتے تمہیں خوشخبری دینے کے لئے بھیجے تھے تاکہ اِس طرح

تمہارے دِل مطمئن ہوں۔ یاد رکھو! فتح و نصرت صرف اللہ کے ہاں سے
آتی ہے۔ اللہ ہر بات پر غالب ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉
وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ : نزول الملائكة (رازی وشوكانی) الامداد (بیضاوی و رُوح البیان)

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١٢﴾

وہ وقت بھی یاد کرو جب اللہ نے تم پر ہلکی سی نیند طاری کر دی تاکہ
تم امن محسوس کرو۔ اور اس نے تم پر آسمان سے پانی نازل کیا تاکہ
تمہیں پاک کر دے اور شیطانی نجاست سے نجات دے اور تاکہ تمہارے
دِلوں کو مضبوط کر دے اور اِس طرح تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے ◉
والضمیر فی 'بِهِ' للماء ویجوز ان یکون للربط (کشاف)

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٣﴾

اے رسُول! وہ وقت بھی یاد کر جب تیرے ربّ نے ملائکہ سے کہا:
مَیں تمہارے ساتھ ہوں پس مومنوں کے قدم جماؤ۔
مومنو! مَیں عنقریب کافروں کے دِل میں خوف ڈالوں گا۔ پس ان کے

سر تن سے جُدا کرو اور ان کی پور پور پر ضرب لگاؤ ◉

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۴﴾

ان کے ساتھ یہ سلوک اِس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسُول کی مخالفت کی۔ یاد رکھو! جو اللہ اور اس کے رسُول کی مخالفت کرتا ہے وہ دیکھے گا کہ اللہ کی سزا بہت سخت ہے ◉

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۵﴾

کافرو! یہ تمہاری سزا ہے۔اس کا مزہ چکھو اور یہ بھی یاد رکھو کہ کافروں کے لئے جہنّم کا عذاب بھی مقدّر ہے ◉

ذٰلِكُمْ : العقاب (کشاف وجلالین)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ ﴿۱۶﴾

مومنو! جب جنگ میں تمہاری کافروں سے مڈبھیڑ ہو تو پیٹھ نہ دکھاؤ ◉

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۷﴾

یاد رکھو! سوائے اس کے کہ اس کا مقصد جنگ کی چال ہو یا کسی
دوسرے لشکر سے ملنا ہو جو شخص جنگ کے دن کافروں کو پیٹھ
دکھائے گا اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانا
جہنّم ہو گا۔ اور کیا ہی بُرا ہے یہ ٹھکانا! ◉

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ
رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ
بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

مومنو! کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا تھا۔ انہیں اللہ نے قتل کیا
تھا۔

اے رسُول! جب تُو نے کنکریاں پھینکیں تو تُو نے نہیں پھینکیں۔
اللہ نے پھینکی تھیں۔ اس تمام کاروبار سے اس کا مقصد یہ تھا کہ
مومنوں پر اپنا احسان نازل فرمائے۔ یاد رکھو! اللہ بہت سُننے والا،
بہت جاننے والا ہے ◉

وَمَا رَمَيْتَ : جنگِ بدر کے وقت حضور نے مُٹھی بھر کنکریاں لے کر کافروں کی طرف پھینکیں اور اسی وقت
ایک تیز آندھی ان کی طرف چلی جس سے ان کی آنکھوں میں ریت اور کنکر پڑنے لگے۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

اللہ کے ڈھنگ ایسے ہی ہیں۔ یاد رکھو! اللہ کافروں کی تدبیروں کو باطل
کر کے رہے گا ◉

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۱۶

کافرو! اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ ہو چکا۔ اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ لیکن اگر تم وہی کچھ کرو گے جو تم نے پہلے کیا تھا تو ہم بھی وہی کچھ کریں گے جو ہم نے پہلے کیا تھا اور تمہارا جتھہ خواہ کتنا ہی بھاری ہو تمہارے کسی کام نہ آئے گا۔ یاد رکھو! اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ◉

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ ج

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور رسول کا حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو ◉

عَنْهُ : الضمير فی عَنْهُ عائد الی الرسول، لان طاعة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم هی من طاعة الله، ومن یطع الرّسول فقد اطاع الله۔ ویحتمل ان یکون هذا الضمیر راجعًا الی الله والی رسوله کما فی قوله۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ وقیل الضمیر راجع الی الامر الّذی دلّ علیه اطیعوا (شوکانی) یعنی عنه میں ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ بموجب نص صریح مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۴ : ۸۱) رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہو جیسا کہ فرمایا وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (۹ : ۶۲) (یعنی کمال اتحاد کی وجہ سے واحد ضمیر لائی گئی ہے) بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اَطِيْعُوْا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں ضمیر امر کی طرف جاتی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو کہتے تو ہیں کہ ہم نے سُن لیا لیکن سُنتے نہیں ◉

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

یاد رکھو! اللہ کے نزدیک بدترین خلائق وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ◉

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

اگر اللہ کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی تو وہ ان کو کسی نہ کسی طور سے سُنا دیتا۔ لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ اگر اب وہ اُنہیں سُنا بھی دے تو وہ بے رُخی کے ساتھ مُنہ پھیر دیں گے ◉

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

مومنو! جب اللہ کا رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہارے
لئے حیاتِ نَو کا پیغام رکھتی ہے تو اللہ اور اس کے رسُول کی فرمانبرداری
کرو۔ یاد رکھو! اللہ آدمی اور اس کے دِل کے درمیان حائل ہے اور
اسی کی طرف تم سب کو لَوٹ کر جانا ہے ◉

دَعَاكُمْ: یہاں ضمیر اسی طرح واحد آئی ہے جس طرح آیت ۲۱ میں آئی ہے۔

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

اور اس عذاب سے ڈرو جس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ صرف ظالموں پر
نہیں آتا۔ یاد رکھو! اللہ کا عذاب سخت ہے ◉

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً: اِس جگہ نحویوں نے سوال اُٹھایا ہے کہ جواب الامر میں تردد پایا جاتا ہے پس اس میں نون تاکید کیونکر آگیا۔

اِس کے کئی جواب دئے گئے ہیں۔ ذیل میں دو جواب جو سب سے بہتر نظر آتے ہیں درج کئے جاتے ہیں۔

ایک جواب تو یہ ہے کہ جب جواب الامر نہی کے معنی دے تو نون تاکید لانا افصح ہے مثلاً ہم کہتے ہیں: انزل عن الدابۃ لا تطرحنك۔ ای ان تنزل عنها لا تطرحنك یعنی تُو سواری سے اُتر۔ اگر تُو اُتر پڑا تو یہ تجھے ہرگز نہیں گرائے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ فرمایا ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ (نمل: ۱۹) ای ان تدخلوا لا يحطمنكم یعنی اگر تم اپنے گھروں میں داخل ہو گئے تو سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں ہرگز نہیں روندیں گے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے ان اصابتکم لا تصیب الظالمین منکم خاصۃ ولکنها تعمکم عذابِ الٰہی سے ڈرو کہ اگر یہ نازل ہُوا تو تم میں سے صرف ظالموں پر ہی نازل نہیں ہوگا (کشاف، بیضاوی، رازی وشوکانی)

دوسرا جواب یہ ہے کہ لَا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً، نہی فی موضع وصف لفتنۃ ہے۔ (کشاف وشوکانی) یعنی یہ فتنہ کی صفت کے طور پر واقع ہُوا ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے

معنی ہوں گے: اور اس عذاب سے ڈرو جس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ صرف ظالموں پر نہیں آتا۔

وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

وہ وقت بھی یاد کرو جب تم ملک میں تھوڑے تھے اور ہر طرف سے دبائے جاتے تھے۔ تمہیں ہر آن یہ خوف دامنگیر رہتا تھا کہ کہیں لوگ تم پر ناگہاں یلغار نہ کر دیں۔ لیکن اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی خاص تائید سے تمہیں فتح و نصرت عطا کی اور تمہیں کھانے کے لئے پاک چیزیں عطا کیں تاکہ تم اس کا شکر بجا لاؤ ◉

مُسْتَضْعَفُوْنَ: مقھورون (روح البیان)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مکہ میں تم مظلوم اور مقہور تھے لیکن اللہ نے تمہیں مدینہ میں پناہ دی اور پھر جنگ بدر میں تمہیں اپنی خاص مدد کے ساتھ فتح عطا کی اور پھر غنائم تم پر حلال کئے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ دیدہ دانستہ ان امانتوں میں خیانت کرو جو تمہارے سپرد کی گئی ہیں ◉

وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اس کے اعراب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(ا) تَخُوْنُوْٓا مجزوم ہے اور لَا تَخُوْنُوْا پر عطف ہے گویا آیت کی تقدیر ہے ولا تخونوا

امٰنٰتکم وانتم تعلمون ۔ اِن معنوں کی تائید اس کی دوسری قراءت ولا تخونوا بھی کرتی ہے (رازی) اِس اعتبار سے معنی متن میں کئے گئے ہیں (رازی، بیضاوی، املاء و رُوح البیان)

(ب) تخونوا منصوب ہے اور اِس کی نصب لا تخونوا کے جواب کے طور پر آنے کی وجہ سے ہے (یاد رہے کہ امر کے جواب میں مضارع پر جزم اور نہی کے جواب میں نصب آتی ہے) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہونگے: مومنو! اللہ اور اس کے رسُول کی خیانت نہ کرو لیکن اِس حکم پر عمل کرنا تو درکنار تم میں سے بعض دیدہ دانستہ ان امانتوں میں خیانت کرتے ہو جو تمہارے سپرد کی گئی ہیں (املاء و بیضاوی)

وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کے ایک معنی تو وہ ہیں جو اُوپر بیان کئے گئے ہیں ۔ اِس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں: مومنو! اللہ اور اس کے رسُول کی خیانت نہ کرو ۔ اگر تم امانت میں خیانت کروگے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم صاحبِ علم و نظر ہو کر امانت میں خیانت کر رہے ہو (رازی)

یا: مومنو! اللہ اور اس کے رسُول کی خیانت نہ کرو اگر تم امانت میں خیانت کروگے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ تم خیانت کے نتائج سے واقف ہوتے ہوئے خیانت کر رہے ہو (کشاف)

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۹﴾ ع ۳/۱۷

یاد رکھو کہ تمہاری اولادیں اور تمہارے اموال محض ایک فتنہ ہیں ۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ کے حضور تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے ◉

یعنی اگر تم اللہ کی رضا کو ان چیزوں پر ترجیح دوگے ۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّ یُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۰﴾

مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے تمام ڈر دُور کر دیگا، تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ یاد رکھو! اللہ بہت بڑے فضل کا مالک ہے ●

فُرْقَان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں۔ مفسّرین نے اِس جگہ اِس کے مندرجہ ذیل معنی کئے ہیں:۔

۱۔ ما یفرّق بینکم وبین ما تخافون (جلالین وبیضاوی) یہ معنی متن میں دئے گئے ہیں۔

۲۔ نصرًا یفرّق بین الحقّ والباطل (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان، شوکانی) یعنی تمہیں ایسی فتح دے گا جو حق و باطل میں تمیز کرنے والی ہوگی۔

۳۔ ھدایۃ فی قلوبکم تفرقون بھا بین الحق والباطل (بیضاوی، رازی و رُوح البیان) یعنی تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کی مدد سے تم حق و باطل میں تمیز کر سکو گے۔

۴۔ ظھورًا یشھر امرکم ویبث صیتکم من قولھم بتّ افعل کذا حتّٰی سطع الفرقان ای الصبح (کشاف وبیضاوی) یعنی ایسے عجائبات کا ظہور کرے گا کہ تمہیں دُنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا اور تمہارا ڈنکا دُنیا میں بجنے لگے گا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۱﴾

اے رسُول! وہ وقت بھی یاد کر جب کافر تیرے خلاف تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا ملک بدر کر دیں۔ وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ ان کی تدبیروں کا توڑ کر رہا تھا۔ یاد رکھو!

اللہ کی تدبیروں کے مقابلہ میں کوئی تدبیر نہیں چلتی ◉

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ : جیسا کہ تمہید میں بتایا جا چکا ہے عربی محاورہ کے مطابق جب وہی فعل جواباً آئے تو اسکے معنی اس فعل کے ابطال کے یا اس کی سزا کے ہوتے ہیں۔ پس يَمْكُرُ اللّٰهُ کے معنی ہیں اللہ ان کی تدبیروں کا توڑ کر رہا تھا یا ان کی تدبیریں ان کے منہ پر مار رہا تھا یا ان کی تدبیروں کی ان کو سزا دینے کا فیصلہ کر رہا تھا (دیکھو بیضاوی، شوکانی و روح البیان)

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ کہتے ہیں : ہم نے یہ کلام سن لیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ اس میں پہلے لوگوں کے قصے کہانیوں کے سوا کیا رکھا ہے ◉

قَدْ سَمِعْنَا هٰذَا الْكَلَامَ (روح البیان)

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

اے رسول! وہ وقت بھی یاد کر جب کفار نے کہا : اے ہمارے رب! اگر یہ قرآن تیری طرف سے آئی ہوئی سچائی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب نازل کر ◉

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

لیکن اللہ ان کو اس وقت تک عذاب دینے کا نہیں تھا جب تک تُو ان میں تھا۔ اور نہ ہی اللہ ان کو اس وقت تک عذاب دیگا جب تک وہ اس سے بخشش طلب کرتے رہیں گے ◉

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ : اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں : اور نہ اللہ ان کو اس وقت تک عذاب دینے کا تھا جب تک ان میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اس سے بخشش طلب کرتے رہتے تھے۔ اسی مضمون کو ۴۸ : ۲۶ میں اِن الفاظ میں ادا کیا ہے : لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَاۗءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

لیکن اب جو وہ لوگوں کو مسجدِ حرام سے روکتے ہیں ان کے پاس کیا عذر ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے ؟ یاد رکھو ! یہ لوگ مسجدِ حرام کے متولّی نہیں۔ اس کے متولّی تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اپنا حرزِ جان بناتے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے ◉

اِس آیت میں صاف صاف پیشگوئی فرمادی گئی کہ عنقریب مسجدِ حرام کی تولیت کفار سے چھین کر مسلمانوں

کو دے دی جائے گی۔ اِس آیت میں مسجدِ حرام کے آئندہ متولیوں کے لئے بھی تنبیہہ ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں اور لوگوں کو مسجدِ حرام کے طواف سے نہ روکیں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۶﴾

وہ مسجدِ حرام کے متولی کیونکر ہو سکتے ہیں (یا عذاب سے کیونکر بچ سکتے ہیں) جب کہ خانہ کعبہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا ہے۔

کافرو! تم نے عذاب طلب کیا! بس اب اس عذاب کا مزہ چکھو جو تمہارے انکار کا نتیجہ ہے ◉

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ : مساق الكلام تقريرا ستحقاقهم للعذاب اوعدم ولايتهم للمسجد (بیضاوی)

فَذُوقُوا الْعَذَابَ : واللام يحتمل ان يكون للعهد والمعهود ائتنا بعذاب اليم (بیضاوی) فا نتیجہ کے لئے آیا ہے پس اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے: قلتم ائتنا بعذاب اليم۔ فذوقوا العذاب۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿۳۰﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ

بَعۡضَہٗ عَلٰی بَعۡضٍ فَیَرۡکُمَہٗ جَمِیۡعًا فَیَجۡعَلَہٗ فِیۡ جَہَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ ع ۱۸

کافر اپنے اموال لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنے مال خرچ کریں گے۔ پھر ان کا یہ فعل ان کے لئے حسرت کا موجب ہو گا۔اور آخرکار وہ مغلوب ہوں گے اور ان میں سے ان لوگوں کو جو کُفر پر اصرار کریں گے ہانک کر جہنّم کی طرف لے جایا جائے گا تاکہ اللہ خبیث لوگوں کو پاک لوگوں سے جُدا کر دے پھر خبیث لوگوں کو ایک دوسرے پر لادے اور پھر انہیں اکٹھا کر کے جہنّم میں داخل کر دے۔ یاد رکھو! یہی وہ لوگ ہیں جو اپنا سب کچھ ہار چکے ہیں ◉

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا : ای الّذین ثبتوا علی الکفر (بیضاوی و رُوح البیان)
یُحۡشَرُوۡنَ : یساقون (بیضاوی، جلالین و رُوح البیان)

قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ یَّنۡتَہُوۡا یُغۡفَرۡ لَہُمۡ مَّا قَدۡ سَلَفَ ۚ وَ اِنۡ یَّعُوۡدُوۡا فَقَدۡ مَضَتۡ سُنَّتُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۹﴾

اے رسُول! تُو کافروں سے کہہ دے کہ اگر وہ اپنی حرکات سے باز آ گئے تو ان کے پچھلے قصور معاف کر دئے جائیں گے لیکن اگر انہوں نے وہی کچھ کیا جو وہ پہلے کرتے تھے تو ہم ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ہم نے ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا تھا ◉

فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ : ای سنتنا فیھم فکذا نفعل بھم (جلالین)

وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۴۱﴾

مومنو! کافروں سے جنگ جاری رکھو حتّٰی کہ فتنہ و فساد دُور ہو جائے اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جزا سزا کا حق صرف اللہ کو ہے۔

اگر وہ تمہاری ثابت قدمی کے نتیجہ میں فتنہ و فساد سے باز آ جائیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ان نیّتوں کو جانتا ہے جو ان کے اعمال کی محرّک ہیں لیکن اگر وہ امن کی راہوں سے مُنہ موڑیں تو یاد رکھو! اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ کیا ہی اچھا ہے نگہبان! کیا ہی اچھا ہے مددگار!! ◉

فَاِنِ انْتَھَوْا : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

بِمَا یَعْمَلُوْنَ : ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اور موصولہ بھی۔ متن میں اسے مصدریہ لے کر معنی کئے گئے ہیں۔ اگر اسے موصولہ لیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے : اللہ ان کے اعمال کو جانتا ہے۔

الجزء ۱۰

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا

عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۲

اِس بات کو اچھی طرح جان لو کہ جو مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصّہ اللہ، اس کے رسول، قریبی لوگوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن نازل کی تھی جس دن حق اور باطل میں تمیز کر دی گئی تھی یعنی جس دن مسلمانوں اور کفار کے لشکر ایکدوسرے کے سامنے آئے تھے تو تم اس حکم کو کبھی فراموش نہیں کرو گے ◉

قُرْبٰی مصدر ہے جو اسم ذات کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ذو القربٰی میں ذو، القربٰی کی طرف مضاف ہوا ہے اِس کے معنی ہیں قرابت والا، قریبی رشتہ دار۔

عربی روزمرّہ کے مطابق ذو القربٰی ہونے کے لئے رشتہ دار ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ فرعون نے ساحروں سے کہا وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۲۶ : ۴۳)۔ اِسی طرح ملائکہ کے لئے (۴ : ۱۷۳) اور نیک لوگوں کے لئے (۸۳ : ۲۹) مُقَرَّبُوْنَ کا لفظ آیا ہے۔ نساء : ۳۷ میں وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی کے معنی کشاف اور بیضاوی نے الّذی قرب جوارہ کئے ہیں یعنی ایسا ہمسایہ جو نزدیک بستا ہو۔ نوف البکالی نے اس کے ایک معنی مسلم کے کئے ہیں (شوکانی)

اِس آیت میں ذو القربٰی کی تعیین نہیں فرمائی گئی۔ مفسّرین کا اِس میں اختلاف ہے۔ عام طور پر اِس سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب لئے جاتے ہیں (بنو شمس اور بنو نوفل نہیں لئے جاتے) بعض نے کہا ہے کہ ھو مخصوص بفقرا ئھم (بیضاوی) یعنی یہ حق ذو القربٰی میں سے صرف غریبوں وغیرہ کا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ رسُول اور ذو القربٰی کا حِصّہ ساقط ہو گیا (بیضاوی و رازی) بعض فقہا کے نزدیک رسُول کا حق رسُول کے جانشین یعنی امامِ وقت کو پہنچتا ہے۔

قرآن نے ذوالقربٰی کے لفظ کو مُطلق رکھا ہے۔ پس اگر اسلامی حکومت کبھی یہ فیصلہ کرے کہ یہ حصہ جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے عزیز واقارب یا عامۃ المسلمین کی بہبود کے لئے خرچ کیا جائے گا تو ایسا فیصلہ قرآنی الفاظ کے منافی نہیں ہوگا۔

اس جگہ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ حضورؐ اپنا حصّہ اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتے تھے۔ حضور نے خیبر کے غنائم آنے پر فرمایا مالی ممّا افاء اللہ علیکم الا الخمس والخمس مردود فیکم (رازی) یعنی میرے لئے اللہ کے دئے ہوئے غنائم میں سے صرف پانچواں حصہ ہے اور یہ حصّہ بھی تمہاری بہبود کے لئے تم پر ہی خرچ کر دیا جاتا ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ڏ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۳﴾

اُس دن تم وادی کے ورلے سرے پر تھے اور کفار اس کے پرلے سرے پر۔ اور قافلہ تم سے نشیب جگہ پر تھا۔ اگر تم دونوں فریق ایک دوسرے سے جنگ کرنے کا معاہدہ کرتے تو تم اپنا عہد نبھانے میں مختلف الرائے ہوتے۔ لیکن اللہ نے تم دونوں فریقوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ وہ اِس بات کو پُورا کر دے جس کا فیصلہ ہو چکا تھا اور تاکہ وہ جو بُرہانِ قاطع سے ہلاک ہو چکے تھے ہلاک ہو جائیں اور وہ جو بُرہانِ قاطع سے زندہ ہو چکے تھے زندگی حاصل کریں۔ یاد رکھو! اللہ بہت

سُننے والا، بہت جاننے والا ہے ◉

لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ: لخالف بعضكم بعضا، فثبطكم قلتكم وكثرتهم عن الوفاء بالعهد وثبطهم ما في قلوبهم من المهابة لرسول الله صلى الله عليه وسلّم (كشاف وشوكانى) یعنی تم اپنی قلّت اور کفار کی کثرت کی وجہ سے اور کفار رسُولِ خدا کی ہیبت کی وجہ سے اپنا عہد نبھانے سے گریز کرتے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۚ وَّلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

اس دن اللہ نے تجھے خواب میں ان کو تھوڑے کر کے دکھایا تھا۔ اگر وہ تجھے ان کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم میں سے بعض جی چھوڑ دیتے اور درپیش معاملہ میں جھگڑا کرنے لگتے، لیکن اللہ نے تمہیں بچا لیا۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے ◉

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۵﴾ ع ۵

دیکھو! جب تم ان کے آمنے سامنے ہوئے تو اللہ نے انہیں تمہاری نظروں میں تھوڑے کر کے دکھایا اور تمہیں ان کی نظروں میں تھوڑے کر کے دکھایا تاکہ اللہ اس بات کو پُورا کر دے

جس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ یاد رکھو! تمام اہم اُمور بالآخر اللہ ہی کے حضور فیصلہ کے لئے پیش ہوتے ہیں ◉

دیکھو نوٹ زیر آیت ۳ : ۱۴۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۶﴾

مومنو! جب تمہارا کسی لشکر سے سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم اپنے مقصد کو پا لو ◉

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بددل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہَوا اُکھڑ جائے گی۔ استقلال سے کام لو۔ یاد رکھو! اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو استقلال سے کام لیتے ہیں ◉

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۸﴾

تم ان لوگوں کا طریق اختیار نہ کرو جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان و شوکت دکھاتے ہوئے نکلے۔ ان کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، لیکن اللہ انکے تمام اعمال سے باخبر ہے ◉

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۹﴾ ع ۶

وہ وقت بھی یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھائے اور کہا: آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب نہیں آسکتا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن جب اس نے دونوں لشکر دیکھے تو اپنی ایڑیوں کے بل پھر گیا اور کہنے لگا: میرا تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس کی سزا بہت سخت ہے ◉

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

حَكِيْمٌ ﴿۵۰﴾

اس وقت منافق اور دل کے مریض کہہ رہے تھے : مومنوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ اللہ زبردست قدرتوں کا مالک، صاحبِ حکمت ہے ◉

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ : یعنی ضعیف الاعتقاد لوگ (جلالین)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۙ ﴿۵۲﴾

اے دیکھنے والے ! اگر تُو وہ نظّارہ دیکھے کہ جب فرشتے کافروں کی رُوحیں نکالیں گے اور ان کے مُونہوں پر اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگائیں گے اور کہیں گے : ذرا آگ کے عذاب بھی چکھو ! یہ تمہارے اپنے ہی افعال کا نتیجہ ہے ورنہ اللہ اپنے بندوں پر ذرّہ بھر ظلم روا نہیں رکھتا، تو تیرے رونگٹے کھڑے ہو جائیں ◉

لَوْ تَرٰٓى : جواب لو محذوف (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی و رُوح البیان)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۵۳﴾

ان لوگوں کے طریق بھی وہی ہیں جو فرعون کی قوم اور اُن سے پہلے لوگوں کے تھے۔ انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا۔ سو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے عوض پکڑ لیا۔ یاد رکھو! اللہ بڑی قوتوں کا مالک، بڑی سخت سزا دینے والا ہے

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

اللہ نے اُن لوگوں سے یہ سلوک اس لئے روا رکھا کہ اگرچہ اللہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اس کو اس وقت تک بدبختی سے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی خوشحالی کو بدحالی سے نہیں بدل دیتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ان کے اقوال کو سُنتا، ان کے افعال کو جانتا ہے

ذٰلِكَ : ذالك العذاب (کشاف)

لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا : بالنقمة (بیضاوی، جلالین)

حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ : يبدلوا ما بهم من الحال الى حال اسوأ (بیضاوی، جلالین وشوکانی)

كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا اٰلَ

فِرۡعَوۡنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۵۵﴾

بے شک ان لوگوں کے طریق وہی ہیں جو فرعون کی قوم اور ان سے پہلے لوگوں کے تھے۔ انہوں نے اپنے ربّ کی آیات کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے عوض ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے فرعون کی قوم کو ان کے گناہوں کے عوض غرق کیا۔ یہ تمام کے تمام ظالم تھے ◉

كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ : ای داب ھولاء مثل داب آل فرعون (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی و رُوح البیان)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۚ ﴿۵۶﴾

اَلَّذِيۡنَ عٰهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾

اے رسول! اللہ کے نزدیک بدترین خلائق وہ لوگ ہیں جو کفر میں ایسے راسخ ہوئے کہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے یعنی وہ لوگ جن سے تو نے معاہدہ کیا لیکن جب بھی تو ان سے معاہدہ کرتا ہے وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور خدا سے بالکل نہیں ڈرتے ◉

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا : اصرّوا علی الکفر و رسخوا فیہ (بیضاوی و رُوح البیان)

فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۵۸﴾

پس اگر یہ لوگ تجھے لڑائی میں مل جائیں تو ان کا ایسا حال کر کہ ان کو دیکھ کر وہ لوگ بھی جو ان کے پیچھے ہیں منتشر ہو جائیں اور نصیحت حاصل کریں ◉

فَشَرِّدۡ بِهِمۡ : بالتنكيل بهم (رازی وجلالین)

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ ﴿۵۹﴾ ع

اور اگر تجھے کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو وہ عہد جو تُونے ان سے کر رکھا ہے اِس طرح منسُوخ کر کہ عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چُھوٹنے پائے۔ یاد رکھ! اللہ خیانت کرنے والوں سے محبّت نہیں کرتا ◉

فَانۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ : عَهۡدَهُمۡ (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی و رُوح البیان)

خوف کے معنی خوف اور علم دونوں ہوتے ہیں۔ تَخَافَنَّ میں نونِ تاکید اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تیرا خوف یا علم محض گمان پر مبنی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تیرے پاس اس کے لئے حتمی وجوہ موجود ہونے چاہئیں۔ دیکھو! کس قدر انصاف پر مبنی تعلیم ہے کہ اگر تمہیں معلوم ہؤا ہے کہ کوئی معاہد قوم تمہیں دھوکہ دینے لگی ہے تو بجائے اس کے کہ تم بھی اس بناء پر اُن سے دھوکہ کرو ان کا عہد ان کے علم میں لاکر منسُوخ کرو اور اس تمام معاملہ میں کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے یہ معلوم ہو کہ تم نے انصاف کے تقاضوں کو پُورا نہیں کیا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۶۰﴾

کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ وہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں بھاگ سکتے ◉

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

مومنو! ان کے مقابلہ کے لئے اپنی تمام قوت کے ساتھ تیاری کرو اور سرحدوں پر اپنے گھوڑوں کو ان کے مقابلہ کے لئے تیار رکھو۔ اس طرح تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے اپنا رُعب رکھو گے۔ یاد رکھو! جو کچھ بھی کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو تمہیں پُورا پُورا واپس دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ◉

رِبَاطِ الْخَيْلِ : رَبَطَ کے معنی ہیں اس نے باندھا۔ رِباط اسم مصدر ہے اس کے معنی مُرَابَطَة یعنی مدِّمقابل کے مقابل پر باندھنا ہیں۔

یہ بھی جائز ہے کہ رِبَاط رَبِیط کی جمع ہو، جس طرح فَصِیل کی جمع فصال ہے۔ ربیط کے معنی ہیں مَرْبُوط یعنی بندھی ہوئی چیز۔ اس اعتبار سے رِبَاطُ الْخَیْل کے معنی بندھے ہوئے گھوڑے ہوں گے (دلین)

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ: اَعِدُّوْا میں فاعل کا حال ہے (املاء و روح البیان)

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۲﴾

اے رسول! اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تُو بھی صلح کی طرف مائل ہو۔ اللہ پر توکل رکھ۔ یاد رکھ! وہ سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے ◉

فَاجْنَحْ لَهَا: اَیْ لِلسَّلْمِ وَالتَّانِیْثُ لِحَمْلِهٖ عَلٰی نَقِیْضِهِ الَّذِیْ هُوَ الْحَرْبُ وَهِیَ مُؤَنَّثَةٌ اَوْ لِكَوْنِهٖ بِمَعْنَی الْمُسَالَمَةِ اَیِ الْمُصَالَحَةِ (روح البیان) وَاُنِّثَ الْهَاءُ فِیْ لَهَا لِاَنَّهٗ قَصَدَ بِهَا قَصْدَ الْفِعْلَةِ وَالْجَنْحَةِ كَقَوْلِهٖ: اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ، اَرَادَ مِنْ بَعْدِ فِعْلَتِهِمْ (رازی)

وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۳﴾ۙ

اگر ان کا ارادہ صلح کی پیشکش کر کے تجھے دھوکہ دینا ہے تو یاد رکھ کہ تیرے لئے اللہ کافی ہے۔ وہی وہ ذات ہے جس نے اپنی تائید سے تجھے فتح عطا کی اور مومنوں کے ذریعہ تیری مدد کی ◉

وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ: بِاِظْهَارِ الصُّلْحِ (کشاف، جلالین و روح البیان)

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

اور اس نے مومنوں کے دِلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبّت کا جذبہ پیدا کیا۔ اگر تو رُوئے زمین کی تمام دولت بھی خرچ کر دیتا تو تُو انکے دِل میں ایک دوسرے کے لئے محبّت کا جذبہ پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ نے ان کے درمیان محبّت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ وہ ہر بات پر غالب ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

اے نبی! اللہ تیرے لئے اور ان مومنوں کے لئے جو تیری پیروی کرتے ہیں کافی ہے ◉

وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ: يَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ لِلْعَطْفِ عَلَى الْاِسْمِ الشَّرِيْفِ. وَالْمَعْنٰى: حَسْبُكَ اللّٰهُ وَحَسْبُكَ الْمُؤْمِنُوْنَ؛ اَىْ كَافِيْكَ اللّٰهُ وَكَافِيْكَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَيَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ بِمَعْنٰى مَعَ كَمَا تَقُوْلُ: حَسْبُكَ وَزَيْدًا دِرْهَمٌ، وَالْمَعْنٰى: كَافِيْكَ وَكَافِى الْمُؤْمِنِيْنَ اللّٰهُ. (کشاف، بیضاوی، املاء، شوکانی وروح البیان)

متن میں وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کو محلاً منصوب لے کر معنی کئے گئے ہیں۔ اگر اسے محلاً مرفوع لیا جائے تو آیت کے معنی ہوں گے: اے نبی، اللہ اور وہ مومن جو تیری پیروی کرتے ہیں تیرے لئے کافی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۶﴾

اے نبی! مومنوں کو جنگ کے لئے اُبھار۔ اگر تم میں بیس مستقل مزاج لوگ ہوں گے تو وہ دو سو کافروں پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں ایک سو ایسے لوگ ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھ سے کام نہیں لیتے◉

اِس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ فرمایا کہ تم میں سے بیس دو سو پر غالب آئیں گے تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ایک سو ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔ علامہ رازی یہ سوال اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ غالباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے لشکر بیس یا سو کی تعداد میں بھیجتے تھے۔

میرے نزدیک اِس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف اتنا کہا جاتا کہ تم میں سے بیس مستقل مزاج لوگ دو سو پر غالب آئیں گے تو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ یہ حکم (یا خبر) صرف اِس قدر تعداد کے لئے ہے۔ تکرار سے یہ فائدہ حاصل ہؤا ہے کہ موجودہ صُورت میں عبارت پڑھ کر طبیعت پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اس میں ایک عام قاعدہ بتا یا ہے کہ تم اپنے سے دہ چند دشمن پر غالب آسکو گے۔

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ: قرآن مجید سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ایمان انسان کی صلاحیتوں کو بیدار کر دیتا ہے اور مومنوں کا یہ طرّہ امتیاز ہو جاتا ہے کہ وہ ہر میدان میں سبقت لینے لگتے ہیں چنانچہ فرمایا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا (۷۹: ۵) اس کے برعکس کفر خصوصاً بُت پرستی انسان کی صلاحیتوں کو مُردہ کر دیتی ہے اور اس کی سمجھ کو ماؤف کر دیتی ہے۔ اِس آیت میں یہ بتا یا ہے کہ تم نُورِ ایمان سے منوّر ہو اور وہ قوم ہو جو بنظر بنور اللہ کے حکم کے ماتحت آتی ہے۔ لیکن کافر نُورِ ایمان سے منوّر نہیں۔ اِس لئے ان کی

صلاحیتیں اس طرح بیدار نہیں جس طرح تمہاری ہیں۔

یہ آیت مسلمانوں کے لئے تازیانہ کا حکم رکھتی ہے۔ ان کو سوچنا چاہئیے کہ کیا وجہ ہے کہ ہر میدان میں کافر ان سے آگے نکل رہے ہیں۔ کہیں اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ انہوں نے سوچ بچار سے کام لینا بند کر دیا ہے اور کافروں نے قرآن کے اس حکم پر عمل شروع کر دیا ہے! خدا کے حضور محض لیبل کوئی چیز نہیں اصل چیز مغز ہے۔

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

فی الحال اللہ نے تم پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تم میں کہیں کہیں کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں سو مستقل مزاج لوگ ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں ایک ہزار ایسے لوگ ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ یاد رکھو! اللہ مستقل مزاج لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے ◉

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؛ وَهٰذَا الْقَيْدُ مُعْتَبَرٌ فِيْمَا سَبَقَ اَيْضًا۔ تَرَكَ ذِكْرُهٗ تَعْوِيْلًا عَلٰى ذِكْرِهٖ هٰهُنَا (روح البیان)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰي يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٨﴾

نبی کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ ملک میں جنگ کے بغیر لوگوں کو
قید کرے۔ تم لوگ دُنیا کے عارضی اموال حاصل کرنا چاہتے ہو لیکن
اللہ تمہیں آخرت کی بھلائی دینا چاہتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ ہر بات پر
غالب ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉

اِس آیت کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ نبی کے لئے جائز ہے کہ ملک میں جنگ کرتا پھرے۔ نصِ صریح اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (۲۲ : ۴۰) سے صاف ثابت ہے کہ قرآن صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ ۴۷ : ۵ میں صاف فرما دیا ہے کہ قیدی صرف جنگ کے دَوران رکھے جا سکتے ہیں جنگ کے بعد ان کو رہا کرنا ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ رُخصت ہے حکم نہیں۔

تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا : وَسُمِّیَ عَرَضًا لِاَنَّهٗ سَرِیْعُ الزَّوَالِ (شوکانی)

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۶۹﴾

مومنو! اگر اللہ کی پہلے سے جاری شدہ تقدیر تمہارے آڑے نہ آتی
تو تم فدیہ لینے کی وجہ سے بہت بڑے عذاب میں مُبتلا ہو جاتے ◉

اِس جگہ جنگِ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کفار کے ستّر قیدی پکڑے ہوئے آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ رُوحی وجنانی نے ان کے بارے میں مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔ اکثر نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن حضرت عمرؓ اور سعد نے کہا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ حضورؐ نے اکثریت کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

محمد اسد نے اپنے انگریزی ترجمہ میں فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ کے معنی On account of (all the captives) You took کئے ہیں۔ وہ آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اگر تم قیدیوں کو قتل کر دیتے تو تم پہ عذاب نازل ہوتا۔ اگرچہ پہلے کسی مُفسّر کا یہ معنی کرنا میرے علم میں نہیں آیت

کی عبارت اِن معنوں کی متحمل ہوسکتی ہے۔

اِس آیت میں فِيْمَآ اَخَذْتُمْ کے معنی اگر فدیہ بھی لئے جائیں تو فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (۴۷ : ۵) کے پیشِ نظر اس کے صرف یہ معنی ہوں گے کہ تمہارے لئے زیادہ بہتر یہ تھا کہ تم ان کو احسان کرکے چھوڑ دیتے۔ چنانچہ تاریخ بتا تی ہے کہ ان قیدیوں میں سے اکثر اسلام لے آئے تھے۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ ع ۹ ۵

مومنو! تم پر مالِ غنیمت حلال ہے۔ پس جو مالِ غنیمت کہ تمہیں حاصل ہو اسے جائز اور اچھے طریق پر اپنے استعمال میں لاؤ۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یاد رکھو۔ اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

فَكُلُوْا : عُبِّرَ بِالْاَكْلِ عَنْ اِنْفَاقِ الْمَالِ (راغب)

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ : وَالْفَاءُ لِلتَّسْبِيْبِ وَالسَّبَبُ مَحْذُوْفٌ۔ تَقْدِيْرُهٗ اُبِيْحَتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ فَكُلُوْا (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی و روح البیان) یعنی فاء نتیجہ کے لئے آیا ہے اور اس سے پہلے سبب محذوف ہے۔ گویا آیت کے معنی ہیں: مومنو! تم پر غنائم حلال کئے گئے ہیں پس انہیں اپنے استعمال میں لاؤ۔

حَلٰلًا طَيِّبًا : یہ مصدر (اَكْلًا) کی صفت بھی ہوسکتا ہے اور مغنوم کا حال بھی (کشاف، بیضاوی، رازی و شوکانی) اوّل الذکر صورت کے اعتبار سے متن میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ آخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: پس مالِ غنیمت سے حلال اور طیّب مال اپنے استعمال میں لاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ

اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۱﴾

اے نبی ! ان قیدیوں سے جو تم لوگوں کی قید میں ہیں کہو اگر اللہ تمہارے دلوں میں کوئی نیکی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے تمہیں اس سے بہتر دے دیگا اور نیز تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔ یاد رکھو ! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

وہ لوگ جو آیت ۶۹ کے یہ معنی لیتے ہیں کہ جنگی قیدیوں کو قتل کر دینا اولیٰ تھا اِس آیت پر غور کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء بھی ہوتا کہ ان کو قتل کر دیا جائے تو پھر ان کو تبلیغ کرنے کے کیا معنی۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۲﴾

اگر یہ قیدی تجھ سے دغا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اس سے پہلے بھی اللہ سے دغا کر چکے ہیں اور اس کے نتیجہ میں وہ انہیں تیرے قبضہ میں دے چکا ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉

فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ : فَاَمْكَنَكَ مِنْهُمْ (بیضاوی وشوکانی) اَمْكَنَ کے دو مفعول آتے ہیں۔ پہلا محذوف ہے۔

اِس آیت میں یہ بتایا ہے کہ رسول سے دغا کرنا اللہ سے دغا کرنا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ

اَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰۤـئِكَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يُهَاجِرُوۡا مَا لَـكُمۡ مِّنۡ وَّلَايَتِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا‌ ۚ وَاِنِ اسۡتَـنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۷۳﴾

یاد رکھو! وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان کو پناہ دی اور ان کی مدد کی، ایک دوسرے کے دوست اور محافظ ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے لیکن اُنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت نہیں کی تم پر ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ تاہم اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد کا مطالبہ کریں تو تم پر ان کی مدد فرض ہے۔ لیکن تم ان کی مدد اس قوم کے خلاف نہیں کر سکتے جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ قائم ہے۔ یاد رکھو! اللہ تمہارے تمام اعمال دیکھتا ہے ◉

مَا لَـكُمۡ مِّنۡ وَّلَايَتِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ: اِس کے ایک معنی تو متن میں دئیے گئے ہیں۔ اِس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تم ان سے دوستی اور حفاظت کا مطالبہ نہیں کر سکتے گویا نہ تم پر ان کی مدد فرض ہے نہ تمہارا ان سے کسی مدد کا مطالبہ جائز ہے۔

آیت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بعض حالات میں ان کی مدد کر سکتے ہو لیکن ان سے اُن کے اہلِ وطن کے خلاف مدد کا مطالبہ کسی صورت میں نہیں کر سکتے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۭ﴿۷۴﴾

کفار ایک دوسرے کے دوست اور محافظ ہیں۔پس اگر تم باہم معاونت کے حکم پر عمل نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد پیدا ہو جائے گا ◉

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۵﴾

یاد رکھو! وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ان کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور انہیں عمدہ رزق دیا جائے گا ◉

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷۶﴾ ع

اور وہ لوگ بھی تم میں سے ہیں جو اس کے بعد ایمان لائیں گے اور ہجرت کر کے تمہارے پاس آ جائیں گے اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ تاہم اللہ کے حکم کے مطابق رشتہ دار ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ یاد رکھو! اللہ ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے ◉

مِنۡۢ بَعۡدُ: ای من بعد الھجرۃ الاولیٰ۔ (رُوح البیان)

اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ: فی التوارث (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان)

سُورَةُ التَّوبَةِ

ربطِ آیات

جیساکہ سُورہ انفال کے ماتحت لکھا گیا ہے انفال اور توبہ کا مضمون ایک ہی ہے یعنی جنگ کے متعلق بعض اہم امور پر بحث۔

آیت ۱:-

انفال آیت ۵۹ میں فرمایا تھا کہ اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ کفار اپنے عہد کا پاس نہیں کریں گے اور تمہیں غافل پاکر تم پر حملہ کر دیں گے تو بغیر کوئی ناجائز فائدہ اُٹھائے اس عہد کو منسُوخ کر دو۔

اِس جگہ فرمایا: چونکہ مُشرک اپنا عہد توڑ چکے ہیں لہذا تمہیں بھی اس سے بَری الذمہ قرار دیا جاتا ہے۔

آیت ۲، ۳:-

پھر مُشرکوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہیں چار مہینے کی مُہلت ہے۔ اس کے بعد تم سے جنگ شروع کر دی جائیگی بہتر ہے کہ تم اپنے سابقہ معاندانہ رویّہ کو ترک کر دو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں دردناک عذاب ملے گا۔

آیت ۴:-

فرمایا: یہ حکم ان مُشرکوں پر اطلاق نہیں پاتا جنہوں نے اپنا عہد نہیں توڑا۔

آیت ۵:-

آیت ۴ کی تصریح کے بعد جو کہ جُملہ معترضہ کے طور پر تھی پھر اصل مضمون کی طرف عَود کیا۔ آیت ۳ میں مُشرکوں سے خطاب تھا کہ اب اپنے اعمال کی پاداش کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اِس آیت میں مومنوں سے خطاب ہے۔ فرمایا: ان پر ایسی شدید گرفت کرو کہ ان کو کہیں امان نہ ملے لیکن اگر وہ توبہ کریں اور تمہاری برادری میں شامل ہونا چاہیں اور اس کے تمام قوانین پر عمل پیرا ہونے کے لئے رضامند ہوں تو ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔

آیت ۶:-

چونکہ جنگ کی اصل غرض قیامِ امن تھا اِس لئے فرمایا کہ اگر جنگ کے دَوران کوئی مُشرک اسلام کے متعلق تحقیق کرنا چاہتا ہے تو اسے کلام اللہ سُناؤ اور پھر واپس اس کے مامن پر پہنچا دو۔

اِس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل غرض تبلیغ ہے۔ تلوار کے زور سے کسی کو مسلمان بنانا مقصود نہیں اگر یہی مقصود ہوتا تو پھر یہ حکم کیوں دیا جاتا کہ اسے کلام اللہ سُنا کر واپس اس کے مامن پر پہنچا دو۔ اس صُورت میں تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اگر وہ ایمان نہیں لاتا تو پھر اس کو قتل کر دو۔

آیت ۷ :۔

اِس آیت میں مُشرکوں کا عہد منسوخ کرنے کی وجہ بیان فرمائی۔ فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کا پاس نہیں کرتے۔ پھر فرمایا: ان میں سے جو لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی ان سے کئے گئے عہد پر قائم رہو۔

آیت ۸ تا ۱۲ :۔

اِن آیات میں سابقہ مضمون کی تصریح کی۔ فرمایا: مُشرکوں کا یہ حال ہے کہ اگر انہیں غلبہ میسّر آجائے تو نہ کسی قرابت کا پاس کریں گے نہ عہد کا۔ وہ زبانی جمع خرچ تو بہت کچھ کرتے ہیں لیکن ان کے دِل زہر سے بھرے ہوئے ہیں۔ پس اگر وہ تمہارے معاشرہ کا جُزو بننے پر راضی ہیں تو تم انہیں اپنے معاشرہ میں شامل کر لو لیکن اگر اس کے بعد وہ پھر عہد شکنی کرتے ہیں تو ان کے رؤسا سے جنگ کرو اور اس کے بعد ان کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہ کرو۔

آیت ۱۳ تا ۱۶ :۔

جب جنگ ٹھن گئی تو قوم کو اس کے لئے تیار کیا اور مختلف دلائل سے جنگ کی اہمیّت کی طرف توجہ دلائی۔

آیت ۱۷، ۱۸ :۔

سورہ انفال میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ اب خانہ کعبہ کی تولیت مُشرکوں سے چھین کر مومنوں کو دے دی جائیگی۔ یہاں اسی مضمون کی طرف عَود کیا ہے۔ فرمایا: کافر اللہ کی مساجد کو کیا آباد کریں گے ان کو تو صرف مومن ہی آباد کر سکتے ہیں۔

آیت ۱۹ تا ۲۲ :۔

پھر فرمایا: مُشرک تو صرف حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور بیت اللہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں محض اِتنی سی خدمت سے تولیت کا حق پیدا نہیں ہوتا یہ حق تو ان لوگوں کا ہے جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی راہ میں اپنی جانوں کی بازی لگاتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ چونکہ اَب دونوں گروہوں میں جنگ ٹھن گئی ہے لہذا تائیدِ

ایزدی صرف انہی لوگوں کے ساتھ ہو گی جو اللہ کی راہوں پر چلتے ہیں۔ وہی کامیاب ہوں گے اور وہی جنّت کے وارث ہوں گے۔

آیت ۲۳، ۲۴:۔

کفر و اسلام کی اِس جنگ نے عرب کو ۲ گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ مومن اور کافر۔ فرمایا کہ اگر تمہارے باپ اور بھائی بند بھی کفار کے گروہ میں شامل ہو گئے ہیں تو اَب وہ تمہاری دوستی کے حقدار نہیں رہے کیونکہ مومن کی شان یہی ہے کہ وہ تمام رشتوں سے خدا اور رسُول کے رشتے کو افضل سمجھتا ہے۔

آیت ۲۵ تا ۲۷:۔

جب جنگ کی ترغیب دی تو اللہ پر توکّل کرنا سکھایا۔ فرمایا: پہلے بھی اللہ نے تمہیں کئی میدانوں میں فتح عطا فرمائی تھی۔ پھر جنگِ حنین کے واقعہ کی طرف توجّہ دلائی اور فرمایا: اس وقت تم اپنی کثرت کی وجہ سے مغرور ہو رہے تھے چنانچہ باوجود تمہاری کثرت کے تمہیں ہزیمت ہوئی لیکن اس کے بعد اللہ نے تم پر رحم کیا اور تمہیں اطمینانِ قلب عطا فرمایا اور فرشتوں کے لشکر سے تمہاری مدد فرمائی اور کافروں کو یہ سزا دی کہ ان کی فتح شکست میں بدل دی۔ البتہ جو کافر خدا کی نصرت کے نظّارے دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

آیت ۲۸:۔

جب مسجدِ حرام کی تولیت کے وعدے پُورے ہونے کا وقت آ گیا تو فرمایا: مُشرک نجس ہیں پس مسجدِ حرام کی تولیت کے تو کیا معنی اس سال کے بعد وہ اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں گے۔

اِس حکم کے بعد یہ خیال پیدا ہونا ضروری تھا کہ اِس طرح تو اہلِ مکّہ بھُوکوں مَر جائیں گے کیونکہ اگر کفار حج کے لئے نہیں آ سکیں گے تو مکّہ کی آمدنی ختم ہو جائے گی۔ اِس کے جواب میں فرمایا: تم فکر نہ کرو۔ اللہ اپنے فضل سے تمہاری فراخی کا بندوبست کرے گا (چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فراخی کا ایک بندوبست تو یہ کیا کہ اسلام آناً فاناً تمام عرب میں پھیل گیا اور حجاج کی کوئی کمی نہ رہی اور دوسرا یہ کہ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں کثرت سے غنائم آنے لگے)

آیت ۲۹:۔

پھر اصل مضمون کی طرف عَود کیا اور فرمایا: کفار سے اس وقت تک جنگ لڑو جب تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ نہیں دے دیتے۔

آیت ۳۰ تا ۳۳ :-

جب یہ ذکر کیا کہ مُشرک اپنے شرک کی وجہ سے مسجدِ حرام کی تولیت کے قابل نہیں رہے تو طبعًا خیال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ تولیت یہودیوں اور عیسائیوں کے سپرد ہونی چاہیئے۔ فرمایا یہ بھی مُشرک ہیں۔ یہود عزیر کو ابن اللہ بنائے بیٹھے ہیں اور عیسائی مسیح کو۔ پھر ان لوگوں نے اپنے مشائخ اور علماء کو خدا بنا رکھا ہے اور اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش میں مصروف ہیں حالانکہ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ دینِ حق کو مُشرکوں کے علی الرغم غلبہ عطا فرمائے گا۔

آیت ۳۴، ۳۵ :-

آیت ۳۱ میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں نے اپنے مشائخ اور علماء کو خدا بنا رکھا ہے۔ اِس جگہ ان مشائخ اور علماء کے کردار کو واضح کیا۔ فرمایا: یہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں، اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، سونے اور چاندی کے ڈھیر جمع کرتے ہیں اور اس جہنّم کی تیاری کر رہے ہیں جس میں انہی کے خزانے گرم کرکے ان کے ماتھوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں پر داغ لگائے جائیں گے۔

آیت ۳۶ :-

جب کافروں سے عام جنگ کا اعلان کیا تو جنگ کی بعض حدود کا ذکر بھی کر دیا۔ عربوں میں دستور تھا کہ اشہر الحرم کے چار مہینے جنگ سے کنارہ کش رہتے تھے۔ فرمایا: یہ ایسا دستور ہے جو قائم رکھے جانے کے لائق ہے، پس تم اس کو قائم کرو۔ البتہ اگر کفار ان مہینوں میں تم سے جنگ کرنے میں پہل کریں تو بے شک تم انہی مہینوں میں ان کی سرکوبی کرو۔

آیت ۳۷ :-

اشہر الحرم کے ذکر کے ساتھ نسی یعنی حُرمت والے مہینوں میں اپنی مرضی سے ردّوبدل کرنے کے دستور کی مذمّت کی۔

آیت ۳۸ تا ۴۱ :-

اِس کے بعد پھر اصل مضمون یعنی جہاد کی طرف عَود کیا اور مختلف پیرایوں سے اس کی طرف توجّہ دلائی۔ پھر فرمایا: اگر تم رسول کی مدد سے پہلوتہی کروگے تو اللہ اسے تمہارے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دے گا۔ اس نے اس وقت بھی اس کی مدد کی تھی جب وہ اور اس کا ساتھی غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے تھے اور کافر غار کے مُنہ پر پہنچ گئے تھے۔ پس رسُول کی نصرت تو ہو کر رہے گی تم تباہ ہو جاؤ گے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ بہانہ سازی نہ کرو اور جس طرح بن

پڑے جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔

آیت ۴۲:۔

پھر پیچھے رہنے والے منافقوں کا ذکر کیا۔ فرمایا: یہ لمبے سفر سے ڈر کر جہاد کے لئے نہیں نکلے۔ اگر چھوٹا سفر اور سہل الحصول فائدہ ہوتا تو نکل پڑتے۔

آیت ۴۳ تا ۴۵:۔

رسُول سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے یہ بات ٹھیک نہیں کی کہ ان کا عذر قبول کر کے انہیں گھر پر بیٹھنے کی اجازت دے دی کیونکہ ایسی اجازت مومن نہیں مانگتے، صرف منافق مانگتے ہیں۔

آیت ۴۶:۔

پھر اِسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اگر واقعی ان کا ارادہ جہاد پر جانے کا ہوتا تو یہ پہلے سے اس کے لئے تیاری کرتے۔ چونکہ انہوں نے پہلے سے تیاری نہیں کی اِس لئے ان کا یہ بہانہ کہ فوری طور پر انہیں گھر رہنے کی ضرورت پیش آگئی ہے محض عذرِ لنگ ہے۔

آیت ۴۷ تا ۵۲:۔

پھر پیچھے رہنے والے منافقوں اور ان کے نامعقول عذروں کا ذکر کیا اور ان کی اندرونی حالت سے پردہ اُٹھایا اور فرمایا کہ دراصل تمہارے لئے ان کا پیچھے رہنا ہی مفید تھا۔

اس کے بعد ان کی بعض کچّی اور بیہودہ باتوں کا ذکر کیا اور ان میں سے بعض کا جواب دیا۔

آیت ۵۳، ۵۴:۔

پھر فرمایا: ان کا چندہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اصل حکم یعنی جہاد سے پہلوتہی کر رہے ہیں اور اعتقاداً اور عملاً مسلمانوں کے معاشرہ میں شامل نہیں۔

آیت ۵۵:۔

بعض لوگوں کو ان کی دولت اور نفری دیکھ کر گمان ہو سکتا تھا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں نہ اپنے فرزندوں کو بھیجتے ہیں اور نہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اور اِس طرح سب کچھ بچا لیتے ہیں۔ فرمایا: تم اِس دھوکہ میں نہ پڑو۔ یہ تو ان کے لئے عذاب کا سامان تیار کرنے کا ایک طریق ہے۔

آیت ۵۶، ۵۷:۔

پھر فرمایا: باوجود اس کے کہ یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں وہ تمہارے ساتھ نہیں۔ وہ محض بُزدلی کی وجہ سے تمہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ بِلوں میں گھُس جائیں گے لیکن جہاد کے لئے انہیں نکلیں گے۔

آیت ۵۸، ۵۹:-

منافقوں کی ایک علامت تو یہ بتائی کہ وہ جہاد سے فرار اختیار کرتے ہیں۔ دوسری یہ بتائی کہ وہ صدقات کی تقسیم میں اللہ کے رسول کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ اگر انہیں کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجاتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو بگڑ جاتے ہیں۔

آیت ۶۰:-

پھر صدقات کے خرچ کی مدات تفصیلاً بتلائیں۔

آیت ۶۱ تا ۷۰:-

اِن آیات میں منافقوں کی مختلف علامات بتائیں اور پھر فرمایا کہ ان کا حال اپنے پیشرو کافروں سے جُدا نہیں جو مختلف انبیاء کے وقتوں میں ہوتے ہیں۔

آیت ۷۱، ۷۲:-

منافقوں کے ذکر کے ساتھ مومنوں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

آیت ۷۳:-

اِس سُورت میں جہاد کا ذکر ہو رہا تھا جو کافروں کے خلاف تھا لیکن اِس آیت میں نبی کو حکم دیا کہ کفار اور منافقین دونوں سے جہاد کرے۔ اِس سے معلوم ہؤا کہ جنگ جیتنے کے لئے باہر کے دشمن اور اندر کے دشمن دونوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

آیت ۷۴ تا ۷۹:-

اِن آیات میں منافقوں کی مختلف حرکات کا ذکر کیا اور ان کی بدعہدی وغیرہ کے قصّے بیان کئے۔

آیت ۸۰:-

فرمایا: ان کی مغفرت ناممکن ہے۔ خواہ رسُول بھی ان کی مغفرت کے لئے دعا مانگے وہ معاف نہیں کئے جائینگے۔

آیت ۸۱، ۸۲:-

منافقوں کے تخلف کا پھر ذکر کیا۔ فرمایا: انہوں نے گرمی کا بہانہ کر کے جنگ سے گریز کیا لیکن اب دوزخ کی گرمی سے وہ کیونکر بچیں گے۔

آیت ۸۳، ۸۴:-

فرمایا: اے رسول! اس کے بعد نہ کبھی جنگ میں ان کو اپنے ہمراہ جانے کی اجازت دینا نہ مرنے پر ان کی مغفرت کی دعا کرنا۔

آیت ۸۵:-

فرمایا: ان کے مال اور ان کی اولاد ان کے لئے راحت کی بجائے فتنہ کا باعث بن گئے ہیں۔

آیت ۸۶ تا ۹۰:-

اِن آیات میں پیچھے رہنے والے منافقوں کا اور ان کے حیلوں بہانوں کا مزید ذکر کیا اور ان پر مومنوں کی فضیلت بیان کی اور بتایا کہ ان کا کیا انجام ہوگا۔

آیت ۹۱ تا ۹۳:-

چونکہ پیچھے رہنے والوں میں منافقوں کے علاوہ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو فی الواقع معذور تھے، جو جانے کے لئے جان و دل سے تیار تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے رختِ سفر بہم نہ کر سکے، اِس لئے ان آیات میں ان سے اعتراض کو دُور کر دیا اور اسے صرف ان اغنیاء کے لئے خاص کر دیا جو بغیر کسی جائز عذر کے پیچھے رہے۔

آیت ۹۴ تا ۹۶:-

فرمایا: تم لوگوں کی واپسی پر منافق طرح طرح کے عذر پیش کریں گے لیکن ان کے عذر قابلِ پذیرائی نہیں۔

آیت ۹۷، ۹۸:-

اِن آیات میں منافق بدوؤں کا ذکر کیا کہ وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اللہ کی راہ میں چندہ دینے کو چٹی سمجھتے ہیں اور اِس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے چکّر میں آجاؤ۔

آیت ۹۹:-

جب اعراب میں سے منافقین کا ذکر کیا تو حسبِ دستور ان میں سے نیک لوگوں کا ذکر بھی کر دیا۔

آیت ۱۰۰:-

اِسی ضمن میں مہاجرین اور انصار میں سے نیک لوگوں کا ذکر بھی کر دیا۔

آیت ۱۰۱:۔

آیات ۹۹، ۱۰۰ جُملہ معترضہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے بعد پھر منافق بدوؤں کا ذکر کیا۔

آیت ۱۰۲ تا ۱۰۴:۔

اس کے بعد ان میں سے ان لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے سچّی توبہ کر لی۔ فرمایا: اے رسول! ان کا چندہ قبول کرا اور ان کو پاک کر اور ان کے لئے دُعا کر کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ اور ان کے چندے قبول کرتا ہے۔

آیت ۱۰۵:۔

توبہ کرنے والوں کے لئے فرمایا کہ ان سے کہہ: تم جو چاہو عمل کرو۔ اللہ، اس کا رسُول اور مومن تم پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں اور آخرکار تمہیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔

آیت ۱۰۶:۔

بعض پیچھے رہنے والے ایسے تھے جو اپنے کئے پر نادم ہوئے اور ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ فرمایا: بعض ایسے بھی ہیں جن کے مقدمہ کا ابھی فیصلہ نہیں ہوُا اور وہ حکم کی انتظار میں ہیں۔

آیت ۱۰۷:۔

منافقوں کے ذکر میں ان منافقوں کا ذکر بھی کر دیا جنہوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی تا کہ اسے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کے لئے اڈّہ بنائیں۔

آیت ۱۰۸:۔

فرمایا: اے رسول! تُو اِس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھنا۔ نماز تو اُس مسجد میں پڑھنی چاہیئے جس کی بُنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو۔

آیت ۱۰۹:۔

اِس آیت میں اِس مسجد کا جس کی بُنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی اور اس کا جس کی بُنیاد فتنہ و فساد پر رکھی گئی ایک نہایت خوبصورت مثال سے مقابلہ کیا۔

آیت ۱۱۰:۔

فرمایا: مسجدِ ضرار اس کے بانیوں کے دِلوں میں ہمیشہ کھٹکتی رہے گی۔

آیت ۱۱۱:-

منافقوں کے ذکر کے ساتھ مجاہدوں کا ذکر بھی فرما دیا۔ فرمایا: انہوں نے اپنی جان کے عوض اللہ سے جنت خرید لی ہے۔

آیت ۱۱۲:-

پھر ان مجاہدوں کی دیگر خصوصیات کا ذکر کیا۔

آیت ۱۱۳:-

اِس سُورۃ کے مضمون سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مُشرک اللہ اور رسُول کے دشمن ہیں اور ان سے برسرِپیکار ہیں پس فرمایا کہ نبی اور مومنوں کے لئے ان کے لئے بخشش کی دُعا کرنا زیبا نہیں خواہ وہ اُن کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت ۱۱۴:-

اِس پر سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر مُشرکوں کے لئے مغفرت کی دُعا مانگنا جائز نہیں تو ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لئے دُعا کیوں مانگی تھی۔ اس کے جواب میں فرمایا: ابراہیم کا دعا کرنا اس وعدہ کا پاس تھا جو اس نے اپنے باپ سے کر رکھا تھا۔ نیز یہ دُعا اس نے اس وقت کی تھی جبکہ ابھی اس کے باپ کی خدا دشمنی پُوری پُوری ظاہر نہ ہوئی تھی ورنہ جب اس کی خدا دشمنی ظاہر ہوگئی تو ابراہیم نے اس سے قطع تعلقی کا اظہار کر دیا۔

آیت ۱۱۵:-

اِس آیت کا ربط تفسیری نوٹوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔

آیت ۱۱۶:-

جب آیت ۱۱۵ میں بتایا کہ اللہ مومنوں پر یُونہی گرفت نہیں کرتا تو لازماً ان کے دِلوں میں وفاداری کا جذبہ موجزن ہوا۔ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان سے کہا کہ وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ تم صرف اس کو اپنا دوست اور مددگار بناؤ۔

آیت ۱۱۷:-

اس کے بعد اللہ کے اس سلوک کا ذکر کیا جو اس نے ان مومنوں کے ساتھ کیا تھا جنہوں نے تنگی کے وقت رسول کا ساتھ دیا۔

آیت ۱۱۸:-

پھر ان تین صحابہ کی معافی کا ذکر کیا جن کا پیچھے رہنے پر مقاطعہ کر دیا گیا تھا۔

آیت ۱۱۹:-

اس کے بعد مومنوں کو تقویٰ کی طرف توجہ دلائی جو کہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

آیت ۱۲۰، ۱۲۱:-

اِسلامی معاشرہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز جہاد کے دَوران پیچھے رہنا ہے چنانچہ اس مضمون کی طرف پھر عَود کیا اور جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد گنوائے۔

آیت ۱۲۲:-

جنگ اصل غرض نہیں۔ اصل غرض تعلیمِ دین ہے۔ اس لئے جہاد کے مضمون کے ساتھ علمِ دین حاصل کرنے کے مضمون کو منسلک کر دیا تا کہ اس کی اہمیت واضح ہو جائے۔

آیت ۱۲۳:-

ممکن ہے علمِ دین کے ذکر کے ساتھ بعض کوتاہ فہم لوگ یہ سمجھتے کہ چلو چھٹی ہوئی اب پھر کبھی جہاد کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لہٰذا اس کے بعد پھر جہاد کا ذکر کیا۔ اِس آیت میں جنگ جیتنے کے دو بڑے اصول بتائے۔ ایک تو یہ کہ پہلے اپنے قریب کا علاقہ صاف کرو۔ دوسرا یہ کہ جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو تو ایسی سختی سے لڑو کہ اسے دوبارہ سامنے آنے کی ہمت نہ رہے۔

آیت ۱۲۴، ۱۲۵:-

پھر منافقین کا ذکر کیا کہ جب کوئی سُورت نازل ہوتی ہے تو وہ تمسخر اُڑاتے ہیں کہ کیا اس سے تمہارا ایمان بڑھا۔ فرمایا: اس سے مومنوں کا ایمان بڑھتا ہے اور کافروں کا کُفر بڑھتا ہے۔

آیت ۱۲۶، ۱۲۷:-

پھر فرمایا: منافقین ہر سال ایک دو بار امتحان میں ڈالے جاتے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے اور جب کوئی نئی سُورت نازل ہوتی ہے تو بجائے اپنے ایمان کو زندہ کرنے کے رسُول کی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

آیت ۱۲۸:-

جب مومنوں اور منافقوں کا ذکر ختم ہو گیا تو رسولِ خدا کا ذکر فرمایا۔ فرمایا: اے بنی نوع انسان تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہاری تکالیف شاق گزرتی ہیں اور جو تمہارے اصلاحِ احوال کے لئے بیتاب ہے اور مومنوں کے لئے بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے پس اس پر ایمان لاؤ۔

آیت ۱۲۹:-

پھر رسول سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو ان سے کہہ کہ میرے لئے اللہ کافی ہے میرا اسی پر توکل ہے مجھے تمہاری حکومت کی ضرورت نہیں میرا رب بہت بڑی حکومت کا مالک ہے ۔

سُورَةُ التَّوبَةِ

اِس سُورۃ کے کئی نام ہیں۔ علّامہ زمخشری نے اس کے مندرجہ ذیل نام بیان کئے ہیں:۔

۱۔ اَلتَّوْبَۃ : یہ نام اس سُورۃ کی آیت ۱۰۴ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ پر مبنی ہے۔

۲۔ اَلْفَاضِحَۃُ : فضیحت کے معنی بدنامی اور رُسوائی کے ہیں۔ اَلْفَاضِحَۃُ اِس سے اسم فاعل ہے اِسے الفاضحہ اِس لئے کہتے ہیں کہ یہ تمام منافقین کی بدکرداریوں کو فاش کرتی ہے کبھی کہتی ہے وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ (۴۹) کبھی کہتی ہے وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ (۵۸) کبھی کہتی ہے وَمِنْھُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ ھُوَ اُذُنٌ (۶۱) اور کبھی کہتی ہے وَمِنْھُمْ مَّنْ عٰھَدَ اللّٰہَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِہٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۷۵)۔

۳۔ اَلْبَحُوْث : بَحَثَ کے معنی ہیں اس نے کھودا۔ بحوث فعول کے وزن پر اسم فاعل ہے۔ اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقین کے اسرار کھود کھود کر ظاہر کرتی ہے۔

۴۔ اَلْمُبَعْثِرَۃُ : یہ بعثر سے اسم فاعل ہے۔ بعثر کے معنی ہیں بَحَثَ۔ بعثرۃٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو کھود کر ظاہر کرنا۔ اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ سُورۃ منافقین کے اندرونی حالات کرید کرید کر ظاہر کرتی ہے۔

۵۔ اَلْمُقَشْقِشَۃُ : یہ قَشْقَشَ سے اسم فاعل ہے۔ قشقشھم بکلامہ کے معنی ہیں سبعھم واذاھم (لسان ومنجد) اس نے انہیں ملامت کی اور دُکھ دینے والی بات کہی۔ چونکہ یہ سورۃ منافقوں سے بیزاری اور بریّت کا اعلان کرتی ہے اور ان کو ملامت کرتی ہے اِس لئے اس کو یہ نام دیا گیا ہے۔

۶۔ اَلْمُخْزِیَۃُ : یہ اَخْزٰی سے اسم فاعل ہے۔ اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقوں کو ذلیل اور رُسوا کرتی ہے۔

۷ - اَلْمُثِیْرَۃُ : ثَوَّرَالْاَمْرَ کے معنی ہیں بحثہ (منجد) المثیرۃ اَثَارَ سے اسم فاعل ہے۔ اِس کے معنی ہیں جو منافقین کے اسرار کھود کر ظاہر کرتی ہے۔

۸ - اَلْحَافِرَۃُ : حَفَرَ کے معنی ہیں اس نے کھودا۔ حافرۃ اس سے اسم فاعل ہے۔ اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقوں کے حالات کھود کرید کر ان کے متعلق پُورا پُورا علم دیتی ہے۔

۹ - اَلْمُنَکِّلَۃُ : یہ تنکیل سے اسم فاعل ہے۔ تنکیل کے معنی ہیں عبرت۔ چونکہ اس میں منافقوں کے لئے عبرت ہے اِس لئے اسے المنکلۃ کہتے ہیں۔

۱۰ - اَلْمُدَمْدِمَۃُ : دمدم علیہ کے معنی ہیں کَلَّمَہٗ مُغْضَبًا اس نے اس کے ساتھ غضب کیساتھ کلام کیا۔ چونکہ یہ سُورۃ منافقین کے ساتھ غضب کے ساتھ کلام کرتی ہے اِس لئے اَلْمُدَمْدِمَۃُ کہلاتی ہے۔

۱۱ - اَلْمُشَرِّدَۃُ : یہ شَرَّدَ سے اسم فاعل ہے۔ شَرَّدَہٗ کے معنی ہیں اس نے اسے دھتکارا۔ المشردۃ کے معنی ہوئے جو منافقوں کو دھتکارتی ہے۔

۱۲ - سُوْرَۃُ الْعَذَاب

علّامہ رازی نے بحوالہ کشاف مندرجہ بالا نام بیان کئے ہیں۔ علّامہ شوکانی نے ان میں سے سوائے المشردہ کے باقی سب نام بیان کئے ہیں۔

قرآن میں صرف یہی ایک سُورۃ ہے جس سے پہلے تسمیہ نہیں آیا۔ اس کی کئی توجیہہ بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ چونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سلامتی اور امان کا نشان ہے اور اِس سُورۃ میں براُت کا اظہار ہے اِس لئے اسے تسمیہ سے شروع نہیں کیا گیا (جلالین، رازی و شوکانی)

بعض علماء کا قول ہے کہ چونکہ انفال اور توبہ کا مضمون ایک ہی ہے اِس لئے اِس کے لئے علیحدہ عنوان نہیں آیا (کشاف و بیضاوی)

علّامہ رازی کہتے ہیں کہ اِس سُورۃ کے ابتداء میں تسمیہ کا نہ لکھا جانا اِس بات کی دلیل ہے کہ جن سورتوں کے ابتداء میں تسمیہ لکھا جاتا ہے وہ ان سورتوں کا حصّہ ہے اور ان کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے ؂

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ ①

مومنو! یہ اللہ اور اس کے رسُول کی طرف سے اعلان ہے کہ وہ اس معاہدہ سے بری الذمّہ ہیں جو تم نے ان مُشرکوں سے کیا جنھوں نے اسے توڑ دیا ہے ◉

اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ : والمعنى انّ الله ورسوله برئيان من العهد الّذى عاهدتم به المشركين (بیضاوی)

اَلْمُشْرِكِيْنَ میں ال عہد کے لئے ہے۔یعنی وہ مُشرک جنھوں نے کہ اپنا عہد توڑ دیا ہے۔اس کی وضاحت مابعد کی آیات سے ہو رہی ہے۔ علّامہ زمخشری کہتے ہیں: فنَبذ العهدُ اِلى الناكثين۔

فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ②

مُشرکو! تمہیں اجازت ہے کہ چار مہینے تک جہاں چاہو ملک میں گھومو لیکن اِس بات کو خوب جان لو کہ تم اللہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کافروں کو ذلیل کر کے رہے گا ◉

اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ : لا تفوتونه بالهرب (کشاف، بیضاوی، رازی و رُوح البیان)

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾

اللہ اور اس کے رسُول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسُول کا اُن مُشرکوں سے کوئی واسطہ نہیں جنہوں نے اپنا عہد توڑ دیا ہے۔

مُشرکو! اگر تم اپنی حرکات سے باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے اچھا ہو گا۔ لیکن اگر تم نے سلامتی کی راہوں سے مُنہ موڑا تو یاد رکھو کہ تم اللہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

اے رسُول! ان کافروں کو بتا دے کہ ایک دردناک عذاب ان کا انجام ہے ◉

اَلْحَجِّ الْاَكْبَرِ کی مختلف توجیہات پیش کی گئی ہیں۔

۱۔ چونکہ عمرہ بھی حج اصغر ہے اس لئے حج کو اَلْحَجّ الْاَكْبَر کہا گیا ہے۔ } کشاف وبیضاوی
۲۔ اَلْحَجّ الْاَكْبَر سے مُراد حجۃ الوداع ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ

عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④

یاد رکھو! ہمارا یہ اعلان ان مُشرکوں سے تعلق نہیں رکھتا جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انہوں نے اپنے عہد میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پُشت پناہی نہیں کی۔پس تم نے جو معاہدہ ان سے کر رکھا ہے اس کو اس مدّت تک نبھاؤ جو تم نے ان سے مقرر کر رکھی ہے۔ یاد رکھو! اللہ نیکوکاروں سے محبّت رکھتا ہے ◉

لین (Lane) انتقص حقه کے ایک معنی He defrauded him کرتا ہے۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

مومنو! جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مُشرکوں کو جنھوں نے اپنا عہد توڑا ہے جہاں پاؤ قتل کر دو۔ انہیں قید کرو، ان کا محاصرہ کرو اور ہر ایک راہ پر ان کی گھات میں بیٹھو۔لیکن اگر وہ اپنے افعال سے توبہ کریں، نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان سے تعرض نہ کرو۔ یاد رکھو! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ : الناكثين (بیضاوی)

مَرْصَدٍ : ممر (کشاف ، بیضاوی ، جلالین ولسان)
نَخَلُّوا سَبِيْلَهُمْ : فدعوهم ولا تتعرضوا لهم (کشاف ، بیضاوی، جلالین وروح البیان)

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ ع

اے رسُول ! اگر مُشرکوں میں سے کوئی تجھ سے اللہ کا کلام سُننے کے لئے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے۔ پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ مُشرک ایک ایسی قوم ہیں جو حقیقت سے ناآشنا ہے ◉

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ : جاء طالبًا لاستماع القرآن (رازی و کشاف) یہ معنی مابعد کی عبارت سے پیدا ہو رہے ہیں۔
ذٰلِكَ : الامر (کشاف ، بیضاوی، شوکانی وروح البیان)

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧﴾

بھلا اللہ اور اس کا رسُول عہد توڑنے والے مُشرکوں کے عہد کا

کیونکر پاس کر سکتے ہیں ؟ رہے وہ مُشرک جن سے تم نے مسجدِ حرام
کے نزدیک معاہدہ کیا سو جب تک وہ تم سے کئے ہوئے عہد پر قائم
رہیں تم اُن سے کئے ہوئے عہد پر قائم رہو۔ یاد رکھو! اللہ نیکوکاروں
سے محبّت کرتا ہے ◉

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ : یستحق ان یُراعٰی حقوقہٗ و یحافظ علیہ الی تمام المدۃ (رُوح البیان)

كَيْفَ وَإِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ إِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَأَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ ⑧

ان لوگوں سے تم کیونکر عہد کر سکتے ہو جن کا حال یہ ہے کہ اگر وہ
تم پر غالب آ جائیں تو کسی قربت یا معاہدہ کا پاس نہیں کریں گے؟
وہ تمہیں خالی باتوں سے خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انکے
دِل ان کی باتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر عہد شکن
ہیں ◉

يُرْضُوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ : افواہ فم کی جمع ہے۔فم کے معنی ہیں: مُنہ۔یہاں یہ لفظ کلام کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔یہ استعارہ کی ایک قسم ہے کہ بعض دفعہ کسی چیز کو اس کے آلہ کے نام سے پکارتے ہیں۔اسے تسمیۃ الشئی باسم اٰلتہٖ کہتے ہیں (مختصر المعانی۔الحقیقت والمجاز ص ۳۷۳)

وَتَأْبٰى قُلُوْبُهُمْ : ما یتفوہ بہ افواھھم (بیضاوی و رُوح البیان)

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾

وہ اللہ کی آیات پر حقیر چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی راہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ کیا ہی بُرے ہیں وہ افعال جو وہ کرتے ہیں ◉

صَدُّوْا کو اگر متعدی لیا جائے تو آیت کے معنی ہوں گے: اور اس کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہ کسی مومن کے بارے میں قرابت یا عہد کا پاس نہیں کرتے۔ یہ لوگ تمام حدود کو توڑ چکے ہیں ◉

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

اگر یہ لوگ اپنے افعال سے توبہ کریں، نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ دیکھو! ہم اپنی آیات اہلِ علم و نظر کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ◉

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اگر یہ لوگ اپنے حلفیہ عہد کر چکنے کے بعد توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفار کے رؤساء سے جنگ کرو تاکہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں۔ یاد رکھو! وہ کسی عہد و پیمان کو نہیں جانتے ◉

اَيْمَانَهُمْ : مواثيقهم (جلالين) عهودهم (رازی)

لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ : عهود (جلالین)

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کیا تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنے حلفیہ عہد توڑ دئے اور رسول کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا اور تم سے جنگ کی ابتداء کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ یاد رکھو! اللہ اِس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرو ◉

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : جواب شرط محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے فان قضية الايمان ان لا يخشى المومن الا ربه (کشاف، بیضاوی و روح البیان)

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

مومنو! اُن سے جنگ لڑو۔ اگر تم نے اللہ کا حکم مانا تو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے سزا دے گا، ان کو رُسوا کرے گا، اور تمہیں ان پر غلبہ دیگا، اور مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا، اور ان کے دلوں کا بخار نکال دے گا۔ یاد رکھو! اللہ جس پر چاہتا ہے اپنا رحم بار بار کرتا ہے۔ اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ : اِنَّهٗ يَشْفِىْ مِنْ اَلَمِ الْغَيْظِ (رازی)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع

کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہیں یُونہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جہاد کیا اور اس کے اور اس کے رسُول اور مومنین کے سوا کسی اَور کو دلی دوست نہیں بنایا الگ کرکے نہیں دیکھ لیا؟ یاد رکھو! اللہ تمہارے تمام اعمال اور ان کے محرّکات سے واقف ہے ◉

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ

فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

مُشرکوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ خود اپنے کُفر پر گواہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ◉

مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ : مَاصَحَّ لَهُمْ (کشاف وبیضاوی)

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللهِ : فِيْهَا وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا : اَنْ يُّرَادَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَاِنَّمَا قِيْلَ مَسَاجِدَ لِاَنَّهٗ قِبْلَةُ الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا وَاِمَامُهَا، فَعَامِرُهٗ كَعَامِرِجَمِيْعِ الْمَسَاجِدِ، وَلِاَنَّ كُلَّ بُقْعَةٍ مِنْهُ مَسْجِدٌ وَالثَّانِيْ اَنْ يُّرَادَ جِنْسُ الْمَسَاجِد (کشاف)

یعنی یہاں مساجد کے دو معنے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس سے مُراد مسجدِ حرام ہے کیونکہ وہ تمام مساجد کا قبلہ ہے۔ پس گویا اسکو آباد کرنے والا تمام مساجد کو آباد کرتا ہے۔ اسے مساجد کہنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کا چپہ چپہ مسجد ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مُراد مساجد کی جنس یعنی مجموعہ مساجد ہے۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کر سکتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں ڈرتے۔ عجب نہیں کہ یہ لوگ اپنی منزل کو پا جائیں ◉

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللهِ : اَيْ اِنَّمَا تَسْتَقِيْمُ عِمَارَتُهَا لِهٰؤُلَاءِ الْجَامِعِيْنَ

لِلْكَمَالَاتِ الْعِلْمِيَّةِ وَالْعَمَلِيَّةِ، وَمِنْ عِمَارَتِهَا تَزْيِيْنُهَا بِالْفَرْشِ وَ تَنْوِيْرُهَا بِالسُّرُجِ وَإِدَامَةُ الْعِبَادَةِ وَالذِكْرِ وَدَرْسِ الْعِلْمِ فِيْهَا وَصِيَانَتُهَا عَمَّا لَمْ تُبْنَ لَهُ (بیضاوی وکشاف) یعنی مسجدوں کی آبادی میں ان کی تزئین، ان میں روشنی کرنا، ان میں عبادت اور ذکر کرنا اور ان میں درس وتدریس کرنا اور انہیں ان چیزوں سے بچانا جس کے لئے وہ نہیں بنیں شامل ہے (گویا مساجد کی آبادی میں ان کی ہر قسم کی دیکھ بھال شامل ہے)

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲

کیا تم مسجدِ حرام کے پانی پلانے والوں اور اس کی دیکھ بھال کرنے والوں کو ان لوگوں کے برابر ٹھہراتے ہو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ لوگ برابر نہیں۔ یاد رکھو! اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو عدل کا پاس نہیں کرتے ◉

سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: اَجَعَلْتُمْ اَصْحَابَ سِقَايَةِ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ (شوکانی، کشاف، بیضاوی، جلالین ورازی)

ظلم کے معنی ہیں وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ (لسان)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

یاد رکھو! وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے مقصود کو پا گئے ◉

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾

ان کا رب ان کو اپنی خاص رحمت، اپنی رضا اور ایسے باغات کی بشارت دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں ◉

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔ یاد رکھو! اللہ کے حضور اجر کے بڑے سامان ہیں ◉

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

مومنو! اگر تمہارے باپ دادا اور بھائی بند کُفر کو ایمان پر ترجیح

دیتے ہیں تو تم ان کو دوست نہ بناؤ۔ یاد رکھو! تم میں سے جو لوگ ان کو دوست بناتے ہیں ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں ◉

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۳

اے رسُول! تُو ان سے کہہ دے: اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے قبیلہ والے اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارا وہ سامانِ تجارت جس کے نہ بکنے کا تمہیں خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں تمہیں اللہ اور اس کے رسُول اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرما دے۔ یاد رکھو! اللہ نافرمانوں کی رہنمائی نہیں کرتا ◉

تِجَارَۃٌ: اِس کے معنی تجارت اور سامانِ تجارت دونوں ہیں (اقرب ولسان)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ

ضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ ۚ﴿۲۵﴾

مومنو! اللہ نے جنگ کے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی۔ تم حنین کی جنگ کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت سے مغرور ہو رہے تھے لیکن یہ تمہارے کسی کام نہ آئی اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر ایسے بھاگے کہ پیچھے ہی کو بھاگتے گئے ◉

مَوَاطِنَ : مَوطِن کی جمع ہے۔ مَوطِن کے معنی ہیں میدانِ جنگ۔ یہ اصل میں ظرفِ مکان ہے جو بعض دفعہ ظرفِ زمان کے طور پر بھی استعمال ہوجاتا ہے (کشاف وبیضاوی)

(و) اذکروا (يَوۡمَ حُنَيۡنٍ) (کشاف جلالین ورازی)

مُدۡبِرِيۡنَ : منهزمين۔ والادبار الذهاب الیٰ خلف (بیضاوی)

ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۶﴾

اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول اور مومنین کو اپنی خاص رحمت سے اطمینانِ قلب عطا فرمایا، اور ان کی مدد کے لئے ایسے لشکر نازل کئے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے، اور کافروں کو سزا دی۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے ◉

ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

اس کے بعد اللہ جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا۔ اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

مومنو! مُشرک پلید لوگ ہیں۔ پس وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں۔ اور اگر تمہیں اس وجہ سے مفلسی کا خوف ہو تو یاد رکھو کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

نَجَسٌ: اِس کے معنی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی پلیدی کے ہیں (کشاف، بیضاوی، رازی و شوکانی)۔ بعض مفسّروں نے اس کے معنی صرف باطنی پلیدی لئے ہیں شاید اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ آجکل کے کافر آجکل کے مسلمانوں سے زیادہ پاک صاف ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام انسان کو رُوحانی، ذہنی اور جسمانی ہر ایک قسم کی صفائی کی تلقین کرتا ہے اور شرک انسان کو تمام قسم کی ناپاکیوں میں ملوّث کرتا ہے۔ بہت سی جسمانی ناپاکیاں ایسی ہیں کہ مُشرکوں کے نزدیک وہ ناپاکیاں نہیں۔ مثلاً ان کے ہاں بول و براز کے بعد

استنجا کرنے اور کھانے پینے کے بعد کلّی کرنے کا دستور نہیں۔ اسلام جسمانی صفائی پر اِس قدر زور دیتا ہے کہ اِنسائیکلوپیڈیا بریٹینکا میں لکھا ہے کہ دوسرے مذاہب میں Cleanliness is next to godliness یعنی جسمانی صفائی کا رُتبہ رُوحانی صفائی کے بعد آتا ہے لیکن اسلام میں Cleanliness is part of godliness یعنی جسمانی صفائی رُوحانی صفائی کا جُزوِ لاینفک ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۴

مومنو! اہلِ کتاب کے ان لوگوں سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر اور جو اس چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسُول نے حرام قرار دیا ہے حرام قرار نہیں دیتے اور دینِ حق کو قبول نہیں کرتے حتّٰی کہ وہ محکومیّت کا جؤا پہن کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ◉

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح

اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی خالی باتیں ہیں۔ وہ ان کافروں کی بات کی نقل اتارتے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ان پر اللہ کی مار ہو۔ شیطان ان کو ورغلا کر کس سمت لئے جا رہا ہے! ◉

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور اپنے مشائخ اور مریم کے بیٹے مسیح کو اپنا رب بنا رکھا ہے حالانکہ انہیں صرف ایک خدا کی بندگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بہت بلند و بالا ہے جن کو یہ اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں ◉

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے کے سوا کسی اور بات پر راضی نہیں۔ اور اگر کافروں کو یہ بات ناگوار ہے تو ہوا کرے ◉

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ: جَوَابُ لَوْ مَحْذُوْف لِدَلَالَةِ مَا قَبْلَهُ عَلَيْهِ (بیضاوی وروح البیان)

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾

وہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا دے۔ اور اگر مُشرکوں کو یہ بات ناگوار ہے تو ہُوا کرے ◉

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَیَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿ۙ۳۴﴾

مومنو! ان علماء اور مشائخ میں سے اکثر لوگ لوگوں کا مال ناجائز طریق سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ اختیار کرنے سے روکتے ہیں. یہ وہ لوگ ہیں جو سونے اور چاندی کے ذخائر جمع کرتے ہیں اور اُنہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ۔ اے بشارت دینے والے! تُو انہیں ایک دردناک عذاب کی بشارت دے ◉

یَّوۡمَ یُحۡمٰی عَلَیۡهَا فِیۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکۡوٰی بِهَا جِبَاهُهُمۡ

وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

یہ عذاب اس دن واقع ہو گا جب یہی سونا اور چاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کے ماتھے، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اور پھر ان سے کہا جائے گا: یہ خزانے تم نے اپنی جانوں کے لئے اکٹھے کئے تھے، اب ذرا ان کے اکٹھا کرنے کا مزہ بھی چکھ لو ◉

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہے۔ یہ اللہ کا قانون اس دن سے ہے جبکہ اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے۔ ان میں سے چار مہینے مقدس ہیں۔ یہ قائم رہنے کے لائق دستور ہے۔ ان مہینوں کی بے حرمتی کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ البتہ اگر ان مہینوں میں مشرک تم سے لڑیں تو تم تمام کے تمام اکٹھے ہو کر ان سے لڑو جس طرح کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے ہو کر تم سے لڑتے ہیں۔ اور خوب جان لو کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس کا تقویٰ

اختیار کرتے ہیں ◉

فِيهِنَّ : بِهَتْكِ حُرْمَتِهَا (کشاف وبیضاوی)

اکثر مفسرین کے نزدیک فِیْهِنَّ کی ضمیر کا مرجع اَلْاَرْبَعَةُ الْحُرُم ہے۔ ابنِ عباس کے نزدیک اس کا مرجع الشھُور اِثْنَا عَشَرَ ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے کہ بارہ مہینے یعنی ہمیشہ فتنہ وفساد سے بچے رہو (رازی)

كَآفَّةً : اِس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ تم تمام اکٹھے ہوکر لڑو اور یہ بھی کہ تم تمام مُشرکوں سے لڑو۔ پہلی صُورت میں یہ معنی اُبھرتے ہیں کہ یہ شیطان کا بھرپور وار ہے جس میں اس نے اپنی تمام جمیعت اکٹھی کر لی ہے۔ پس تم بھی اس کا مقابلہ اپنی پوری جمیعت کے ساتھ کرو۔ دوسری صورت میں یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ کسی کافر کا قُربت یا دوستی کی وجہ سے لحاظ نہ کرو۔ سب کے ساتھ لڑو کیونکہ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (۸) جب ان کا بس چلتا ہے تو وہ تم سے کسی رشتہ داری یا دوستی کے عہد کا پاس نہیں کرتے۔

قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً : یہاں ال عہد کے لئے ہے اور اس سے مراد وہ مُشرک ہیں جو مسلمانوں سے حُرمت والے مہینوں میں بھی جنگ کرتے ہیں۔ گویا البقرۃ : ۲۱۸ کا مضمون دوسرے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

حُرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کا دستور کُفر میں بڑھنے کی علامت ہے۔ اِس طریق سے ان کے عمائد کافروں کو ان کی گمراہی میں اور بڑھاتے ہیں۔ وہ کسی سال تو اس ادل بدل کو جائز قرار دیتے ہیں اور کسی سال اسے ناجائز قرار دے دیتے ہیں۔ اس ادل بدل سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے

کہ جس تعداد کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کریں۔
اور پھر وہ اس موافقت سے یہ فائدہ حاصل کرتے ہیں کہ جس چیز کو اللہ
نے حرام قرار دیا ہے اسے حلال قرار دے لیتے ہیں۔ ان کے عمائد ان کے
اعمال ان کو خوشنما کر کے دکھاتے ہیں۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ
منکر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ◉

نَسِیْٓءُ مصدر ہے اس کے معنی ہیں: تاخیر کرنا۔
عرب کا قدیم سے دستور تھا کہ ذوالقعدہ، ذوالحج، محرّم اور رجب کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان میں کسی قسم کا جنگ وجدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل بعض مرتبہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو الاشھر الحرم سے خارج کر دیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینہ کو الاشھر الحرم میں شامل کر دیا ہے۔ اِس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر دیتے لیکن اپنی مرضی سے انکے تعیّن میں ردّ وبدل کر دیتے۔ اِس قسم کا ردّ وبدل نَسِیٔ کہلاتا تھا۔ (غریب اللغات)

یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: معناه: ان كبراءهم یضلونهم بحملهم على هٰذا التاخیر فی الشهور، فاسند الفعل الى المفعول كقوله فی هٰذه الآیة (زیّن لهم سوء اعمالهم) ای زیّن لهم ذالك حاملو هم علیه (رازی) یعنی ان کے عظماء نسی کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔ اِس جگہ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کیا گیا ہے جس طرح کہ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ میں کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ ان لوگوں نے جنہوں نے انہیں بد اعمال کی طرف رغبت دی ان کے بُرے افعال ان کو خوشنما کر کے دکھلا دیئے۔

علّامہ شوکانی اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اِنَّ الَّذِیْ سَنَّ لَهُمْ ذَالِكَ یَجْعَلُهُمْ ضَالِّیْنَ بِهٰذِهِ السُّنَّةِ السَّیِّئَةِ: یعنی جو لوگ ان کے لئے یہ سُنّت اور قانون مقرر کرتے ہیں ان کو اس طرح گمراہ کرتے ہیں۔

یُحِلُّوْنَهٗ: النَّسِیْٓءُ (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی و رُوح البیان)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۳۸﴾

مومنو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین سے پیوست ہو جاتے ہو؟ کیا تم دُنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو؟ لیکن یاد رکھو کہ آخرت کے مقابلہ میں دُنیوی زندگی کے سازوسامان بالکل حقیر ہیں ◉

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۵ وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

یاد رکھو! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تمہیں ایک دردناک عذاب دیگا اور تمہاری جگہ ایک اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ سُن رکھو! اللہ ہر بات پر قادر ہے ◉

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ

وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اگر تم رسول کی مدد نہیں کروگے تو اللہ اس کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے اس وقت کی جب کہ کافروں نے اسے اس حال میں نکال دیا تھا کہ وہ صرف دو میں سے ایک تھا۔ اور جیسا کہ اس نے اس وقت کی جبکہ وہ دونوں غار میں چھپے ہوئے تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم مت کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ اللہ نے اس کو اطمینانِ قلب عطا فرمایا اور اسکی مدد ان لشکروں سے کی جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے اور کافروں کی بات ہیچ کرکے دکھا دی۔ یاد رکھو! اللہ ہی کا بول بالا ہے۔ اللہ ہر بات پر غالب ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ : فيه وجهان احدهما الّا تنصروه فسينصره من نصره حين لم يكن معه الّا رجلٌ واحد۔ والثانى انّه اوجب له النصرة وجعله منصورًا فى ذالك الوقت فلن يخذل من بعده (کشاف) یعنی اس کے معنی دو طرح پر ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر تم اس کی مدد نہیں کروگے تو اللہ اس کی مدد اسی طرح کرے گا جس طرح اس نے اس وقت کی تھی جب کہ اس کا صرف ایک ساتھی تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اگر تم اس کی مدد نہیں کروگے تو اللہ اس کی مدد ضرور کرے گا کیونکہ جس نے اس کو پہلے بغیر مدد کے نہیں چھوڑا اب کیونکر چھوڑ دے گا۔

پہلے معنی بیضاوی، رازی و رُوح البیان نے بھی کئے ہیں۔

ثَانِيَ اثْنَيْنِ : یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جس کے معنی احد اثنین ہیں (کشاف، جلالین، رازی و رُوح البیان)

صاحبِ کشاف کہتا ہے کہ یہ اسی قسم کا محاورہ ہے جس قسم کا ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ہے جس کے معنی ہیں تین میں سے ایک۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِس جگہ نَصَرَهُ اللّٰهُ کی هاء کا حال ہے (املاء)

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ: ظرف لنصرہ لانّہ بدلٌ من اذ الاولیٰ ومن قال العامل فی البدل غیر العامل فی المبدل قدّر ھنا فعلًا اٰخر ای نصرہ اذ ھما (املاء) یعنی ب اذ اخرجہ میں اذ کا بدل ہے لہذا نصرہ کا ظرف ہے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ مُبدل کا عامل بدل کا عامل نہیں ہوسکتا وہ اِس جگہ نصرہ مقدر مانتے ہیں۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ: عَلَيْهِ میں هاء کی ضمیر کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں ہوسکتے ہیں (بیضاوی، وشوکانی) صاحبِ املاء اور علّامہ رازی کے نزدیک اس کا مرجع صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ علّامہ رازی اِس کے مندرجہ ذیل دلائل دیتے ہیں:-

۱۔ ضمیر سوائے خاص قرینہ کے اپنے سے قریب ترین اسم کی طرف لوٹتی ہے۔ اِس جگہ قریب ترین اسم "صَاحِبِهٖ" ہے۔

۲۔ خوف کی حالت حضرت ابوبکر پر وارد ہوئی تھی پس سکینت بھی آپ ہی کے لئے اُتری۔

۳۔ اگر یہ مانا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سکینت اُتری تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ حضور اس سے قبل خائف تھے۔ لیکن یہ بات فَلَا تَحْزَنْ سے باطل ہوتی ہے۔

اگر اس کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا جائے تو کچھ غلط نہیں کیونکہ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا کا جُملہ جو کہ لاریب حضور کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ پر عطف ہے اور معطوف اور معطوف علیہ میں شرکتِ احوال لازم ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

مومنو! جہاد کے لئے نکلو، بے سروسامانی کی حالت میں یا سازوسامان کے ساتھ اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اِس میں

تمہاری اپنی ہی بھلائی ہے۔ اگر تم جانتے کہ تمہاری بھلائی کس بات میں ہے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہاری بھلائی اِسی بات میں ہے ◉

خِفَافًا وَّثِقَالًا : خِفَافًا کے معنی ہیں ہلکے اور ثِقَالًا کے معنی ہیں بھاری۔ اِس کی مفسّرین نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ بطیبِ خاطر یا مشقّت کی حالت میں، سواری پر یا پاپیادہ، بغیر سامانِ جنگ کے یا سامانِ جنگ کے ساتھ، صحت کی حالت میں یا بیماری کی حالت میں (کشاف و بیضاوی) عُسر و یُسر میں (شوکانی)

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : جواب شرط محذوف ہے (بیضاوی، جلالین و رُوح البیان)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۶ ۱۲

اے رسُول! اگر سہل الحصول فائدہ ہوتا اور معمولی سفر ہوتا تو وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے ہیں ضرور تیرے ساتھ چلتے۔ لیکن کٹھن سفر اُنہیں بہت دُور کا سفر نظر آیا۔

مومنو! وہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھا کھا کر تم سے کہیں گے: اگر ہم سے بن پڑتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے۔ یہ لوگ اپنی جانوں کو خود ہلاک کر رہے ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ جھُوٹ کے عادی ہیں ◉

عَرَضًا قَرِيْبًا : سَهْلَ الْمَاخَذْ (بیضاوی و جلالین)

سَفَرًا قَاصِدًا : متوسط اور معمولی سفر یعنی آسان اور قریب کا سفر۔ (رازی)

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾

اے رسول! اللہ تجھے اِس بات کے بَد اثرات سے بچائے۔ تُو نے انہیں پیچھے رہنے کی کیوں اجازت دی؟ تجھے چاہیئے تھا کہ تھوڑی دیر توقف کرتا حتیٰ کہ تُو سچّے لوگوں کو پرکھ لیتا اور ـُٹوں کو جان لیتا ◉

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ : عفو کے معنی مٹانا ہیں۔ عَفَا اللّٰهُ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ اس سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ کا مشہور شعر ہے ؎

عَفَاكَ اللّٰهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبْ
جَزَاكَ اللّٰهُ فِی الدَّارَيْنِ خَيْرًا

ترجمہ: اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے اور دارین میں نیک اجر دے۔

حتّٰی: اِس سے پہلے وَهَلَّا تَوَقَّفْتَ محذوف ہے (کشاف وبیضاوی)

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾

وہ لوگ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تجھ سے کبھی پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگیں گے تاکہ اِس طرح اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بچ جائیں۔ اللہ تقویٰ شعار لوگوں

کو خوب جانتا ہے ◉

لَا يَسْتَاْذِنُكَ... اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ : فی اَنْ يُّجَاهِدُوْا (بیضاوی وروح البیان) اَوْ اَنْ يَّسْتَاْذِنُوْكَ فی التَّخَلُّفِ كَرَاهَةً اَنْ يُّجَاهِدُوْا (بیضاوی وجلالین)

مؤخر الذکر اعتبار سے معنی متن میں کئے گئے ہیں۔ فِی اَنْ يُّجَاهِدُوْا کے اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: وہ لوگ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تجھ سے کبھی یہ مطالبہ نہیں کریں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے معذور رکھا جائے۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

پیچھے رہنے کی اجازت تو صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک کی وجہ سے تردّد میں پڑے ہوئے ہیں ◉

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ : فِی التخلف (بیضاوی، جلالین، رُوح البیان وشوکانی)

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

اگر ان کا ارادہ جنگ کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ جنگ کی تیاری کرتے۔ لیکن اللہ کو ان کا نکلنا پسند نہ تھا۔ پس اس نے انہیں کاہل بنا دیا۔ چنانچہ ان سے کہا گیا: تم گھر پر بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھو ◉

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ ہو کر نکلتے تو تمہیں مفلوج کرنے کے سوا تمہاری قوّت میں کوئی اضافہ نہ کرتے اور تمہارے درمیان اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر چکر لگاتے تاکہ تمہارے اندر کوئی فتنہ برپا کریں۔ تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی باتوں پر کان دھرتے ہیں۔ اللہ ایسے ظالموں کو خوب جانتا ہے ◉

سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ: اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو ان کی باتوں پر کان دھرتے ہیں اور یہ بھی کہ جو تمہاری باتیں سُن کر ان تک پہنچاتے ہیں (کشاف، بیضاوی، رازی و رُوح البیان)

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

اے رسُول! ان لوگوں نے اِس سے پہلے بھی فتنہ برپا کرنا چاہا تھا اور تیرے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے تھے لیکن وہ بات جس نے ہو کر رہنا تھا ہو کر رہی اور ان کی ناپسندی کے باوجود اللہ کا دین غالب آ گیا ◉

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ: دبّروا لك الحيل والمكايد ودوّروا الآراء فی ابطال امرك (کشاف وبیضاوی) تقليب الامر: تصريفه من وجهٍ الی وجهٍ وترديده لاجل التدبير

(رازی و روح البیان)

حق کے معنی ہیں سچ۔ ایسی بات جس کا وقوع پذیر ہونا واجب ہو (لسان)

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾

ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو تجھ سے کہتے ہیں: ہمیں پیچھے رہنے کی اجازت دے اور ہمیں فتنہ میں نہ ڈال۔ یہ لوگ فتنہ میں تو پہلے ہی سے پڑے ہوئے ہیں اور جہنّم نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے ◉

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾

اگر تجھے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو اُنہیں بُرا لگتا ہے اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوشی کے مارے تیرے پاس سے یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں: ہم نے پہلے سے احتیاط کر لی تھی ◉

قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

اے رسول! تُو اُن سے کہہ: سوائے اس چیز کے جو اللہ نے

ہمارے لئے مقدر کر رکھی ہے کسی چیز کی ہم تک رسائی نہیں۔ وہ ہمارا کارساز ہے۔ اور مومنوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے ◉

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: تم ہمارے لئے دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمہارے لئے دو نحوستوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہیں یعنی یہ کہ اللہ تمہیں خود عذاب دے یا ہمارے ہاتھوں سے دلوائے۔ پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں ◉

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ: احدی السوئیین (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی و رُوح البیان)

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

کہہ: خواہ تم اپنے مال برضاء و رغبت خرچ کرو یا مجبوری سے خرچ کرو تمہارا چندہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ تم ایک نافرمان قوم ہو ◉

اَنْفِقُوْا امر کا صیغہ ہے جو خبر کے معنی دے رہا ہے (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی و رُوح البیان)

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

ان کے چندے قبول ہونے میں بجز اس کے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں۔ جب نماز کے لئے آتے ہیں تو کاہلی کے مارے ہوئے ہوتے ہیں، اور جب اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو بددلی سے خرچ کرتے ہیں ◉

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اے شخص! ان کے اموال اور اولاد کی کثرت تجھے تعجب میں نہ ڈالے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ ان کو دُنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں ایسی حالت میں نکلیں جبکہ وہ سراسر کافر ہوں ◉

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ میں كٰفِرُوْنَ اسم فاعل بطور اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ

لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں۔ وہ تم میں سے
نہیں۔ وہ ایک بزدل قوم ہیں ◉

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا
اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

اگر انہیں کوئی جائے پناہ یا غار یا گھسنے کے لئے کوئی جگہ مل جائے تو
خودسر ہو کر اس کی طرف بھاگ نکلیں گے ◉

مَغٰرٰتٍ : مغارۃٌ کی جمع یعنی غاریں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا
مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾

اے رسول! ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو تجھ پر صدقات کے
بارے میں الزامات لگاتے ہیں۔ اگر انہیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے
تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کچھ نہ دیا جائے تو بگڑ جاتے ہیں ◉

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا
حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ
اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

۷/۱۳ ع

ان کے لئے بہت بہتر ہوتا کہ وہ اس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے انکو دیا تھا راضی ہوجاتے اور کہتے: ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں انعام دے گا اور اس کا رسول بھی ہم پر نظرِ کرم کرے گا۔ ہم تو تمام امیدیں اللہ ہی سے لگائے بیٹھے ہیں ◉

وَلَوْ اَنَّهُمْ: جواب لَو محذوف (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی و روح البیان)

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

یاد رکھو! صدقاتِ واجبہ صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور اس شعبہ کے عملہ کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہیں جن کی تالیفِ قلب منظور ہے اور ان گردنوں کو چھڑوانے کے لئے ہیں جو غلامی میں پھنسی ہوئی ہیں اور ان لوگوں کی مدد کے لئے ہیں جن پر قرض کی ادائیگی واجب ہوچکی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہیں اور مسافروں کے لئے ہیں۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوُا حکم ہے۔ اللہ ہر بات کو جانتا ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

الصَّدَقٰتُ: مفسّرین اِس جگہ الف ولام کی رعایت سے الصَّدَقٰتُ سے مراد صدقاتِ واجبہ لیتے ہیں۔

وَفِي الرِّقَابِ: فی فک الرّقاب (بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی و روح البیان)

الْغٰرِمِيْنَ: غارم غرم سے اسم فاعل ہے۔ غرم کے معنی ہیں اس نے دیت، قرض یا ٹیکس یا جرمانہ جو اس پر واجب تھا ادا کیا۔ پس غارم کے معنی ہیں جس پر قرض وغیرہ ادا کرنا واجب ہو۔

وَفِي سَبِيلِ اللهِ : وللمصرف فِي سَبِيلِ اللهِ (بیضاوی) اکثر علماء نے اس کے معنی جہاد فی سبیل اللہ کئے ہیں بعض نے اس کو عام رکھا ہے۔

وَابْنِ السَّبِيلِ : آیت کی تقدیر ہے انما الصدقٰت لا بن السبیل۔ ابن السبیل کے معنی ہیں: مسافر (لسان) یا ایسا مسافر جو گھر سے دُور ہو (راغب) یا ایسا شخص جو کثرت سے سفر کرے (لسان)

پس اس آیت کے مفہوم میں سرائے، مہمان خانے اور ٹورسٹ انز وغیرہ بنانا بھی آجاتا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

منافقین میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو نبیوں کے سردار کو دُکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو صرف کان ہی کان ہے۔

کہہ: تمہارے لئے کیا ہی اچھا ہے یہ کان! وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے، مومنوں کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے سراسر رحمت ہے۔ یاد رکھو! ان لوگوں کے لئے جو اللہ کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں ایک دردناک عذاب مقرر ہے ◉

النَّبِيَّ : عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب کسی اسم پر الف لام آجائے تو اس کے معنی اپنی جنس میں کامل کے ہوتے ہیں چنانچہ الرّجل کے معنی ہیں الکامل فی الرجولیّۃ (تفصیل کے لئے دیکھو نوٹ زیر آیت ۲ : ۲) اسی طرح النّبیّ کے معنی ہیں ایسا نبی کہ اس کے مقابلہ میں کسی اور کو نبی نہیں کہا جا سکتا یعنی نبوّت کا ماحصل، نبیوں کا سردار، خاتم الانبیاء۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن نے النّبیّ اور الرّسول کا لفظ صرف سرورِ کائنات فداہ ابی

وامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کیا ہے۔

هُوَ اُذُنٌ: سمی بالجارحة للمبالغة کانه من فرط استماعه صار جملته آلة السماع کما سمی الجاسوس عینا لذالك (بیضاوی، کشاف، ورازی) یعنی مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کے ایک حصّہ کا نام دے دیا گیا گویا کہ وہ اتنا سُنتا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے جاسُوس کے لئے عینٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسے تسمیة الشئ باسم جزئه کہتے ہیں۔ (مختصر المعانی)

اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ: اِس کی تقدیر حذف مضاف کے ساتھ اذن ذی خیر لکم بھی ہوسکتی ہے (املاء) یعنی بھلائی کرنے والے کا کان۔ علّامہ زمخشری کہتے ہیں اُذُنُ خَيْرٍ كَقَوْلِكَ رَجُلُ صِدْقٍ یعنی یہ ترکیب اسی طرح ہے جس طرح کہتے ہیں رَجُلُ صِدْقٍ۔ پھر فرماتے ہیں کَاَنَّهٗ قِيْلَ نَعَمْ هُوَ اُذُنٌ وَلٰكِنْ نِعْمَ الْاُذُنُ (کشاف) یعنی وہ کان تو ہے لیکن تمہارے لئے کیا ہی اچھا ہے یہ کان! پھر فرماتے ہیں وَيَجُوْزُ اَنْ يُّرِيْدَ هُوَ اُذُنٌ فِی الْخَيْرِ وَلَيْسَ بِاُذُنٍ فِیْ غَيْرِ ذَالِكَ یعنی اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ ایسا کان ہے جو صرف تمہاری بھلائی کے لئے سُنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سُنتا۔ مؤخر الذکر اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: وہ ایسا کان ہے جو تمہاری بھلائی کے لئے وقف ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

مومنو! وہ تمہارے پاس اللہ کی قسمیں کھا کھا کر معذرت کرتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کر لیں۔ لیکن اللہ اور اس کا رسول اِس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو راضی کیا جائے۔ اگر وہ مومن ہیں تو اُنہیں چاہیئے کہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کی کوشش کریں ◉

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ: عَلٰی مَعَاذِيْرِهِمْ فِيْمَا قَالُوْا (بیضاوی، کشاف، جلالین، رازی، شوکانی و رُوح البیان)

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ : وتوحيد الضمير لتلازم الرضاءين او لانّ التقدير والله احقّ ان يرضوه والرّسول كذالك (بيضاوى، كشاف وجلالين) يعنى يُرْضُوْهُ میں واحد کی ضمیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔ یا آیت کی تقدیر ہے کہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے اور اسی طرح رسول بھی اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسکو راضی کیا جائے۔

اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ : جوابه محذوف۔ اى۔ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ فَلْيُرْضُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (شوکانی) یعنی اس کا جواب محذوف ہے اور آیت کی تقدیر ہے کہ اگر وہ سچے مومن ہیں تو اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ مقدر ہے جس میں وہ ایک مدت مدید تک رہے گا۔ یہ بہت ہی بڑی رسوائی ہے ◉

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

منافق خوف کا اظہار کرتے ہیں کہ کہیں مومنوں پر کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے جو ان کو منافقوں کے دل کی باتیں بتا دے۔

اے رسول! تُو ان سے کہہ: تم اپنے مذاق میں مگن رہو۔ جس بات کا تمہیں ڈر ہے اللہ اسے ظاہر کر کے رہے گا ⦿

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ: كَانَ اِظْهَارُ الْحَذَرِ مِنْهُمْ بِطَرِيْقِ الْاِسْتِهْزَاءِ (رُوح البیان) یعنی ان کا اظہارِ خوف استہزاء کے طور پر ہے۔

اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ: وَالضَّمِيْرُ فِيْ "عَلَيْهِمْ وَتُنَبِّئُهُمْ" لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَفِيْ "قُلُوْبِهِمْ" لِلْمُنَافِقِيْنَ وَيَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ الضَّمَائِرُ لِلْمُنَافِقِيْنَ لِاَنَّ السُّوْرَةَ اِذَا نَازِلَةٌ فِيْ مَعْنَاهُمْ فَهِيَ نَازِلَةٌ عَلَيْهِمْ (کشاف وبیضاوی) یعنی عَلَيْهِمْ اور تُنَبِّئُهُمْ کی ضمائر کا مرجع مومن ہیں اور قُلُوْبِهِمْ کی ضمیر کا مرجع منافق ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ تمام ضمائر کا مرجع منافق ہوں کیونکہ جب کوئی سُورۃ ان کے بارے میں نازل ہوتی ہے تو گویا انہی پر نازل ہوتی ہے۔

صاحبِ انموذج کہتے ہیں: علیٰ ھٰھنا بمعنی فی کہ اِس جگہ علیٰ فی کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے گویا آیت کے معنے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی سُورۃ نازل ہو۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۚ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸/۱۴

اے رسُول! اگر تُو اُن سے پُوچھے کہ تم باتیں کیوں بناتے ہو تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف شغل اور مذاق کی باتیں کر رہے تھے۔ ان کے اِس جواب پر تُو ان سے کہہ: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اُڑا رہے تھے؟ عُذر نہ تراشو۔ تم نے ایمان کے اقرار کے بعد

کفر کی روش اختیار کر لی ہے۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تو ایک گروہ کو سزا دیں گے کیونکہ جُرم تمہاری فطرتِ ثانیہ بن چکا ہے ◉

نَخُوضُ وَنَلْعَبُ : فی الحدیث (جلالین)

مُجْرِمِيْنَ : مجرم اسم فاعل بمعنی اسم صفت ہے۔

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ : زجر کے اظہار کے لئے خطاب سے غیبت کی طرف التفات کیا ہے۔ چونکہ اُردو زبان اِس طرزِ کلام سے ناآشنا ہے ترجمہ میں خطاب ہی کا صیغہ رکھا ہے۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہ بُری باتوں کی تلقین کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے منع کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے وقت اپنی مُٹھیاں بھینچ لیتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بُھلا دیا ہے پس اس نے بھی اُنہیں بُھلا دیا ہے۔ یاد رکھو! منافق پکّے فاسق ہیں ◉

بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ : ای متشابهة فی النفاق کابعاض الشئ الواحد (بیضاوی، جلالین وروح البیان) یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اِس طرح مشابہ ہیں گویا ایک ہی کل کے پُرزے ہیں۔

يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ : شحاً فی المبار والصدقات والانفاق فی سبیل اللہ (کشاف، بیضاوی وجلالین) یعنی اس کے معنی ہیں نیکی کے کاموں، صدقات اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بُخل برتنا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے جہنّم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ اس میں ایک مدّتِ مدید تک رہیں گے۔ وہ ان کے لئے کافی ہے۔ اللہ نے ان کو اپنی درگاہ سے دھتکار دیا ہے۔ ان کے لئے ایک دائمی عذاب ہے ◉

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

منافقو! تم اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے اور مال اور اولاد بھی تم سے زیادہ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے دُنیوی حصّہ کے مزے لُوٹ لئے۔ تم نے بھی اپنے حصّہ کے مزے اسی طرح لُوٹے جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے اپنے

حصہ کے مزے لوٹتے تھے۔ اور تم نے بھی اسی طرح بیہودہ باتیں کیں جیسے
جس طرح وہ کرتے تھے۔ یاد رکھو! یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اس
دنیا میں اور آخرت میں ضائع ہوگئے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو سراسر
گھاٹے میں ہیں ◉

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ: الكاف محلها رفع على انتم مثل الذين من قبلكم، او نصب على ما فعلتم مثل ما فعل الذين من قبلكم (کشاف وبیضاوی) یعنی کاف محل رفع میں ہے۔ گویا آیت کے معنی ہیں: تم بھی اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح ہو یا کاف محل نصب میں ہے اور آیت کے معنی ہیں: تم نے بھی وہی کچھ کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۵ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۞

کیا ان کو اپنے سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں، نوح اور عاد اور ثمود کی قوم کی اور ابراہیم کی قوم کی اور مدین کے لوگوں کی، اور ان بستیوں کی جو اوندھی پڑی ہیں؟ ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلائل کے ساتھ آئے لیکن انہوں نے ان کا انکار کیا اور ہلاک کر دیئے گئے۔ اللہ سے یہ بعید تھا کہ ان پر ظلم کرتا، بات یہ ہے کہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے ◉

اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ : اس کے بعد فکذبوھم فاھلکوا (جلالین و روح البیان) کا مضمون محذوف ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے محافظ ہیں۔ وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ اللہ ہر چیز پر غالب ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۱۵

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا

ہے جو نہروں سے شاداب ہوں گے اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ایسی فرحت بخش رہائش گاہوں کا وعدہ کر رکھا ہے جو عدن کے باغات میں واقع ہوں گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کو اللہ کی خوشنودی نصیب ہو گی۔ اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے ◉

عَدَنَ بِہٖ کے معنی ہیں اس نے اِس جگہ سکونت اختیار کرلی۔ پس جنّٰتِ عَدْنٍ کے معنی ہمیشہ قائم رہنے والے باغ بھی ہوسکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَدْنٌ دَارُ اللّٰهِ لَمْ تَرَهَا عَيْنٌ وَلَمْ تَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ لَا يَسْكُنُهَا غَيْرُ ثَلَاثَةٍ، النبيون والصديقون والشهداء۔ ويقول الله تعالى طوبى لمن دخلها (کشاف، بیضاوی و روح البیان) یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اِس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں یعنی نبی، صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خوش بخت ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

اے نبیوں کے سردار! کفار اور منافقوں کے ساتھ جہاد کر اور ان پر سختی کر۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے! کیا ہی بُری ہے یہ منزل! ◉

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

عَذَابًا اَلِيمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿۷۴﴾

(جب منافقوں سے ان کی دریدہ دہنی کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو) وہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں: ہم نے کوئی بات نہیں کہی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کفر بکا اور اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کی روش اختیار کی اور ایسی چیز کا قصد کیا جسے حاصل نہ کر سکے۔ انکی نفرت کی سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے دولت بخشی۔ اگر وہ توبہ کریں گے تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر وہ انکار کریں گے تو اللہ انہیں اس دنیا میں اور آخرت میں ایک دردناک عذاب دے گا۔ اور تمام روئے زمین پر نہ ان کا کوئی دوست ہو گا نہ مددگار ◉

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ: فھو من تاکید المدح بما یشبه الذم (شوکانی) یعنی یہ ایسی مدح ہے جو ذم سے مشابہت رکھتی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ان میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے نوازے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور نیکوں کی روش اختیار کریں گے ◉

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا تو انہوں نے بخل سے کام
لیا اور اللہ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ اور وہ کیوں نہ پھیرتے اطاعت
سے رُوگردانی تو ان کی فطرت بن چکی تھی ◉

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾

چنانچہ اللہ نے انہیں اس وعدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے جو انہوں
نے اس سے کیا تھا اور ان کے جھوٹوں کی وجہ سے یہ سزا دی کہ انکے
دلوں میں اُس دن تک جس دن کہ وہ اُس کے حضور پیش ہوں گے
نفاق کو جگہ دے دی ◉

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿٧٨﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے خفیہ عزائم اور خفیہ مشوروں
کو جانتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ تمام پوشیدہ اُمور سے پوری طرح
واقف ہے ◉

سِرَّهُمْ : مَا اَسَرُّوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ مِنَ الْعَزْمِ عَلٰی اِخْلَافٍ (کشاف، بیضاوی و روح البیان)

اَلْغَیْبُ : اَلْغَیْبُ مَاغَابَ عَنِ الْعُیُوْنِ وَلَوْ كَانَ حُصِّلَ فِی الصُّدُوْرِ (لسان) یعنی غیب وہ ہے جو آنکھوں سے چھپا ہوا ہو اگرچہ دل میں موجود ہو۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ

الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

یہ لوگ ان مومنوں پر طنز کرتے ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی خوشی سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اور ان پر بھی جن کے پاس اپنی محنت کے پھل کے سوا راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں اور ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ انہیں ان کے مذاق کی سزا دے گا۔ ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدّر ہے ◉

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۱۰

اے رسول! خواہ تُو ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگ خواہ نہ مانگ ان کے لئے یکساں ہے۔ اگر تُو ان کے لئے ستّر بار بھی مغفرت کی دعا مانگے گا تو بھی اللہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا۔ اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ◉

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ خَرَجَ الْكَلَامُ مَخْرَجَ الْاَمْرِ وَمَعْنَاهُ الشَّرْطُ - اَىْ اِنْ شِئْتَ اِسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ وَاِنْ شِئْتَ لَا تَسْتَغْفِرْ فَالْاَمْرَانِ مُتَسَاوِيَانِ فِىْ عَدَمِ النَّفْعِ الَّذِىْ هُوَ الْمَغْفِرَةُ وَالرَّحْمَةُ (روح البیان) یعنی اگرچہ اس جگہ امر کا صیغہ استعمال کیا ہے اس کے معنی

شرط کے ہیں۔ یعنی خواہ تو ان کے لئے مغفرت مانگ خواہ نہ مانگ مغفرت اور رحمت کے حصول میں دونوں باتوں کا نتیجہ ایک ہی سا ہوگا۔

سَبْعِيْنَ مَرَّةً : وَالسَّبْعُوْنَ جَاءَ مَجْرَى الْمَثَلِ فِيْ كَلَامِهِمْ لِلتَّكْثِيْرِ (کشاف) یعنی سبعون کا لفظ عربوں میں کثرت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾

وہ لوگ جنہیں اللہ نے پیچھے چھوڑ دیا اللہ کے رسول کے بعد گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہیں۔ ان کو یہ بات ناگوار گزری کہ اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: گرمی میں گھر سے مت نکلو۔

اے رسول! تو ان سے کہہ: جہنم کی آگ اس گرمی سے بہت زیادہ سخت گرم ہے۔

کاش کہ وہ اتنی سی بات سمجھتے ◉

مُخَلَّف : اسم مفعول ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں وہ جو پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں: اَلَّذِيْنَ خَلَّفَهُمُ اللّٰهُ اَوِ الشَّيْطٰنُ اَوْ كَسَلُهُمْ اَوِ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی ان کو پیچھے چھوڑنے والا اللہ یا شیطان یا ان کی سستی یا مومن ہو سکتے ہیں۔

خِلٰفَ : اس کے معنی بعد اور مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں (کشاف، بیضاوی، شوکانی و روح البیان)

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

وہ تھوڑا ہنسیں گے اور زیادہ روئیں گے۔ ان کے اعمال کی یہی جزاء ہے ◉

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا: اِخْبَارٌ عَمَّا يَئُوْلُ اِلَيْهِ حَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اَخْرَجَهٗ عَلٰى صِيْغَةِ الْاَمْرِ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى اَنَّهٗ حَتْمٌ وَاجِبٌ (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی و روح البیان) یعنی اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے اس کے معنی خبر کے ہیں۔ امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجبی ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

اے رسول! اگر تیرا خدا تجھے واپس (مدینہ میں) لے آوے، اور تو ان کے کسی گروہ سے ملے اور وہ تیرے ساتھ جہاد پر جانے کی اجازت مانگیں تو تو ان سے کہہ: تم میرے ہمراہ کبھی جہاد کے لئے نہیں نکلو گے اور میری معیّت میں کبھی دشمن سے نہیں لڑو گے۔ تم نے پہلی مرتبہ گھر پر بیٹھنا پسند کیا۔ پس اب پیچھے بیٹھ رہ جانے والوں کے ساتھ گھر ہی پر بیٹھو ◉

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ : اس میں خفیف طنز ہے کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ جن کا کام پیچھے رہنا ہوتا ہے تم بھی گھر پر بیٹھے رہو۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ : الرجع مصیر الشیء الی المکان الذی کان فیه (رازی)

فَاِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ اِلَى الْمَدِیْنَةِ وَ فِیْهَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُتَخَلِّفِیْنَ (بیضاوی)
رَجَعَ متعدی ہے (رجوع لازم) رَجَعَ کے معنی ہیں وہ اس جگہ واپس آیا جہاں کہ وہ پہلے تھا پس آیت کے معنی ہیں کہ اگر اللہ تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

اے رسول! اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو تو کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرے ◉

مِنْهُمْ : اَحَدٌ کی صفت ہے (املاء)
مَاتَ : اَحَدٌ کی دوسری صفت ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مِنْهُمْ مَاتَ کی ضمیر کا حال ہو (املاء)

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ان کے مال اور ان کی اولاد تجھے تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ
ان کے ذریعہ انہیں اس دنیا میں عذاب دے اور یہ کہ اس طرح انکی
جانیں کفر کی حالت میں نکلیں ◉

وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ: چونکہ منافقوں کو مال و اولاد اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اس لئے یہ نعمت ان کے لئے عذاب کا موجب بن جاتی ہے حتیٰ کہ اپنی آخری گھڑیوں میں بھی وہ انہی کے دھندے میں پڑے رہتے ہیں اور یاد خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان
لاؤ اور اس کے رسول کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے صاحب
مقدرت لوگ تجھ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگتے ہیں اور کہتے
ہیں: ہم کو چھوڑ دے تاکہ ہم معذوروں کے ساتھ گھر پر بیٹھے
رہیں ◉

القٰعِدِيْنَ: اَلَّذِيْنَ لَهُمْ علة وعذر فی التخلف (کشاف، بیضاوی، شوکانی و روح البیان)

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

انہوں نے پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ شمار ہونا پسند کیا۔ اللہ

نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے اور وہ اپنے بُرے بھلے کو
نہیں سمجھتے ◉

خَوَالِف: خَالِفٌ اور خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَةٌ کے معنی ہیں پیچھے رہنے والی عورت۔ خَالِفَةٌ
اُس عورت کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھلائی نہ ہو (بیضاوی)

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

اس کے برعکس رسُولؐ اور وہ لوگ جو ایمان میں اس کے شریک ہیں
اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یہی وہ
لوگ ہیں جن کے لئے دین اور دُنیا کی بھلائیاں مقدّر ہیں۔ یہی وہ
لوگ ہیں جو اپنے مقصود کو پا گئے ◉

اَلْخَيْرٰتُ: خَیْر کی جمع۔ مَنَافِعُ الدَّارَیْنِ لِاِطْلَاقِ اللَّفْظ (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جو نہروں سے شاداب
ہیں اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے ◉

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ

وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

بدوؤں میں سے وہ لوگ جن کا کام بہانہ سازی ہے رسول کے پاس آئے تاکہ انہیں پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جھوٹ بولا تھا گھروں ہی میں بیٹھے رہے۔ عنقریب ان میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ایک دردناک عذاب ملے گا ◉

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

کمزوروں اور مریضوں اور ان لوگوں پر جو خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتے کچھ نہیں پیچھے رہنے میں کوئی الزام نہیں۔ بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہوں۔ نیکوکاروں کے خلاف کسی اقدام کی گنجائش نہیں۔

یاد رکھو! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ ◉

حَرَجٌ: اثم فی التاخر (بیضاوی، جلالین، روح البیان)

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ

أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾

اسی طرح ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں کہ جب وہ تیرے پاس اس لئے آئے کہ تو ان کے لئے سواری مہیا کرے تو تو نے ان سے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ وہ واپس لوٹ گئے اور ان کی آنکھیں اس غم سے اشکبار تھیں کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ◉

لِتَحْمِلَهُمْ: آثار میں آتا ہے کہ بعض صحابہؓ صرف جُوتی کا مطالبہ لے کر آئے تھے کیونکہ وہ تپتے ہوئے صحراؤں میں اتنا لمبا سفر ننگے پاؤں نہیں کر سکتے تھے اور حضورؐ اُن کو جُوتی بھی مہیا نہ فرما سکے (بیضاوی)

اگرچہ محاورہ میں لِتَحْمِلَهُمْ کے یہی معنی ہیں کہ تا کہ تُو ان کے لئے سواری مہیا کرتے لیکن قرآن کے الفاظ اِس بات کے متحمل ہیں کہ ان کا مطالبہ صرف جُوتی کا ہو اور حضور یہ مطالبہ بھی پورا نہ فرما سکے ہوں۔

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَـْٔذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

الزام تو ان لوگوں پر ہے جو صاحبِ مقدرت ہونے کے باوجود تجھ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ شمار ہونا پسند کیا۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے اور وہ اپنے بُرے بھلے کو نہیں جانتے ◉

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

مومنو! جب تم جہاد سے واپس لوٹو گے تو وہ تمہارے سامنے طرح طرح کے عُذر تراشیں گے۔

اے رسول! اس وقت تُو ان سے کہہ: بہانہ بازی نہ کرو۔ہم تمہاری بات پر یقین کرنے کے نہیں۔ اللہ نے ہمیں تمہارے حالات سے اطلاع دے دی ہے۔ اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال پر نظر رکھیں گے۔ اور آخرکار تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہو گا جو ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہ تمہیں تمہارے سارے اعمال اور ان کے محرکات سے آگاہ کر دے گا ◉

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾

جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو وہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر

معذرت کریں گے تاکہ تم ان سے تعرض نہ کرو۔

تم اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ گندگی ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے، ان کے اعمال کا بدلہ ◉

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ۔ لیکن اگر تم اُن سے راضی ہو بھی جاؤ تو اُنہیں اس کا کیا فائدہ ہے کیونکہ اللہ نافرمان لوگوں سے کبھی راضی نہیں ہوتا ◉

اِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ ؛ ورضاكم وحدكم لا ينفعهم (كشاف، بيضاوى وروح البيان)

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

بدو لوگ کفر اور نفاق میں بہت بڑھے ہیں اور اس بات کے بہت اہل ہیں کہ اس شریعت کی حدود کو نہ سمجھیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔ اللہ ہر بات کو جانتا ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ۗ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

عَلِيمٌ ﴿۹۸﴾

بدووں میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں۔ وہ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے چکر میں آ جاؤ۔ گردشِ ایام انہی کے نصیبِ حال ہو۔ اللہ ہر بات کو سنتا ہے، ہر بات کو جانتا ہے ◉

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ: یہ خبر بھی ہو سکتی ہے اور دعا بھی (بیضاوی)

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲

لیکن بدووں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کا قرب اور رسول کی دعائیں حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بے شک! ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اللہ عنقریب ان کو اپنی رحمت کے سایہ تلے لے آئے گا۔ یاد رکھو! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

اِنَّهَا: نَفَقَتُهُمْ (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی و روح البیان)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

رہے وہ مہاجر اور انصار جنہوں نے ایمان اور اطاعت میں سبقت اور پہل کی اور وہ لوگ جنہوں نے احسن طریق سے ان کی پیروی کی۔ سو اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ اس نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جو نہروں سے شاداب ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے ◉

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ۚ

ان بدووں میں سے جو تمہارے گردوپیش رہتے ہیں اور اہلِ مدینہ میں سے بعض لوگ منافق ہیں۔ وہ نفاق میں ماہر ہو چکے ہیں۔

اے رسول! تو اُنہیں نہیں جانتا۔ ہم اُنہیں جانتے ہیں۔ ہم عنقریب اُنہیں دُو بار عذاب دیں گے۔ یہی نہیں، وہ ایک بہت بڑے عذاب میں بار بار ڈالے جائیں گے ◉

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ : تمھّروا فیہ (کشاف)

یُرَدُّوْنَ : الردُّ صرف الشیئ ورجعہ وھو بناءٌ للتکثیر (لسان) یعنی جب وہ جہنّم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پکڑ کر اس میں واپس ڈال دئے جائیں گے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ انہوں نے ایک بُرے عمل کے ساتھ ایک اچھے عمل کو ملا دیا ہے۔ اغلب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے۔ یاد رکھو! اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ۔

وَاٰخَرَ سَيِّئًا : معطوف علی عملًا، تقول خلطتُ الحنطۃ والشعیر (املاء)

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

اے رسول! اپنے اموال میں سے جو کچھ وہ اللہ کی رضا کے لئے صدقِ دل سے پیش کرتے ہیں قبول کر۔ تو اِس طرح ان کو پاک کرے گا اور ان کی ترقّی کے سامان مہیّا کرے گا۔ اور ان کے لئے دعا بھی مانگ۔ تیری دُعا

ان کے لئے رحمت اور برکت کا موجب ہوگی۔ اللہ سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے ◉

اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ: دورِ حاضر کے ایک مفسر نے جو دعا کے قائل نہیں اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دعا صرف ذہنی تسکین کا باعث ہوتی ہے حالات کو نہیں بدل سکتی۔ قرآنِ مجید کی نصِ صریح سے دعا کے مؤثر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲ : ۱۸۷) یعنی جب میرا بندہ صورتِ دعا بن کر مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں ضرور اس کی دعا سنتا ہوں۔ خدا کے فضل سے اُمتِ محمدیہ میں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو ذاتی تجربہ کی بنا پر قبولیتِ دعا کی سچائی پر گواہ ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر دعا نہیں تو مذہب بھی نہیں۔

سَکَنٌ: اسم مصدر ہے جو بطور اسم ذات کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے مختلف معنی ہیں:۔

ا۔ تسکین: اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے کہ وہ لوگ اللہ کی راہ میں غفلت برتنے کے سبب پریشان حال تھے اور تیری دعا ان کی اِس پریشانی کو دُور کر دے گی یعنی اس کے نتیجہ میں ان کو اطمینان ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔

ب۔ ابنِ عباس نے اس کے معنی رحمۃً لھم بھی کئے ہیں (رازی) لغت میں اس کے معنی رحمت اور برکت بھی دئے گئے ہیں (لسان ولین) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تیری دعا ان کے لیے رحمت اور برکت کا موجب ہوگی۔

ج۔ اِس کے معنی آگ کے بھی ہیں چنانچہ شاعر کہتا ہے

اَقَامَھَا بِسَکْنٍ وَاَدْھَانٍ (لسان ولین)

اس نے (نیزے کے ڈنڈے کو) آگ اور تیل سے سیدھا کیا۔

علامہ رازی کہتے ہیں کہ اِس آیت کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انکی رُوحوں کو جلا دی اور وہ نُور سے منور ہو گئے اور ان کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔

د۔ حدیث میں آیا ہے اللّٰھم انزل علینا فی ارضنا سَکَنَھَا (لسان ولین) یعنی اے خدا ہمارے ملک میں بارش برسا۔ گویا سَکَنٌ کے معنی بارش کے بھی ہیں کیونکہ وہ باعثِ تسکین ہوتی ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تیری دعا ان کے لئے بارانِ رحمت کا کام دیتی ہے اور وہ مُردوں کی صف سے نکل کر زندوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ذ۔ سکینت اس حالت کو بھی کہتے ہیں جو نزولِ وحی سے پہلے وارد ہوتی ہے۔ چنانچہ لسان لکھتا ہے فی حدیث زید بن ثابت: کنت الی جنب رسول اللہ صلی اللہ علیہ فغشیتہ السکینۃ۔ یرید ما کان یعرض لہٗ من السکون والغیبۃ عند نزول الوحی۔ یعنی زید بن ثابت کہتے ہیں: میں حضور کے پاس تھا کہ حضور کو سکینت نے ڈھانپ لیا۔ اور اس سے مُراد وہ سکون کی حالت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نزولِ وحی کے وقت ہوتی تھی جبکہ حضور دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔

اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تیری دعا انہیں دُنیا و مافیہا سے کاٹ کر اللہ کے حضور کھڑا کر دیتی ہے۔ یعنی اس کے نتیجہ میں وہ ذہابِ الی اللہ کے ارفع مقامات تک پہنچ جاتے ہیں۔

ر۔ اِس کے معنی امن اور راحت کے بھی ہیں (لسان ولین) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تیری دُعا ان کے لئے دارین میں امن اور راحت کی ضامن ہے۔

ز۔ اِس کے معنی اعتماد اور سہارا کے بھی ہیں (لسان ولین) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تیری دعا کے نتیجہ میں ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا سیکھتے ہیں اور ان پر یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس پر اعتماد کر کے تمام مُشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور وہ مال جو وہ صدقِ دِل سے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں قبول کرتا ہے اور کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے؟ ◉

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: تم جو چاہو عمل کرو اللہ، اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال پر کڑی نظر رکھیں گے اور عنقریب تمہیں اس خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہو گا جو ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہ تمہیں تمہارے تمام اعمال اور ان کے محرکات کھول کھول کر بیان کر دے گا ◉

اِعْمَلُوْا: ماشئتم (بیضاوی، جلالین و روح البیان)۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

پیچھے رہنے والوں میں سے ایک دوسرا گروہ بھی ہے جن کا معاملہ اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ خواہ وہ ان کو سزا دے خواہ ان کی توبہ قبول کر لے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

مُرْجَوْنَ: مُرْجیٰ یعنی مُرْجَوٌ کی جمع، اسم مفعول بمعنی مُعَلَّق۔ مُنْتَظَر۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۗ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾

منافقوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کو تقویت دینے کے لئے اور مومنوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کو کمین گاہ بہم پہنچانے کے لئے جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول سے برسرِ پیکار چلا آتا ہے ایک مسجد تیار کی ہے۔

جب ان سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے یہ شرارت کیوں کی تو وہ قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہمارا مقصد بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ لیکن اللہ برملا کہتا ہے کہ جھوٹ بولنا ان کی سرشت بن چکا ہے ◉

اِس آیت میں اس مسجد کا ذکر ہے جو ابو عامر کے ساتھیوں نے مدینہ کے نواح میں بنائی تھی۔ تاریخِ اسلام میں یہ مسجد ضرار کے نام سے موسوم ہے۔

شهد الله : قضى الله - قال الله - بيّن الله (لسان)

يشهد الله کے معنی ہیں اللہ یہ فیصلہ صادر فرماتا ہے یا کہتا ہے یا گواہی دیتا ہے یا کھول کر بیان کرتا ہے یا جانتا ہے یا اپنے علم کی بنیاد پر کہتا ہے۔

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾

اے رسول! تو اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھ۔ وہ مسجد جس کی بنیاد اسا پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اِس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے۔ اس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اپنے آپ کو پاک صاف رکھنا پسند کرتے ہیں۔ یاد رکھ! اللہ اُن لوگوں کو پسند کرتا

ہے جو اپنے آپ کو پاک صاف رکھیں ◉

لَا تَقُمْ : لَا تصل (جلالین)

قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کہیں رکوع اور کہیں سجدہ کا لفظ آیا ہے۔ علم بیان میں اسے تسمیة الشئ باسم جزءہ کہتے ہیں (مختصر المعانی : الحقیقة والمجاز) یعنی کسی چیز کو اس کے جزء کے نام سے پکارنا۔

فِيْهِ رِجَالٌ : فِيْهِ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں نے مسجد کو اپنا گھر بنا لیا ہے۔

الْمُطَّهِّرِيْنَ : یہ اصل میں اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ ہے (جلالین)

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور اس کی رضاجوئی پر رکھی یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے کنارہ پر رکھی جو اس ندی کا کنارہ ہے جسے پانی کے بہاؤ نے کھوکھلا کر دیا ہے اور وہ گرنے والا ہے۔ اور پھر وہ عمارت اس کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑی۔ یاد رکھو اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو موقع اور محل کا خیال نہیں رکھتے ◉

شَفَا : کنارہ

جُرُفٍ : ندی نالے کا وہ کنارہ جس کا نچلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو (لسان)

هَارٍ : گرنے والا۔ هَارٍ يَهُوْرُ سے اسم فاعل ہے۔ هَارَه کے معنی ہیں اس نے (عمارت کو) منہدم کیا۔

انْهَارَ: منہدم ہوا۔ گرا۔

ظلم کے معنی ہیں وضع الشئ فی غیر محلہٖ (لسان) یعنی کسی چیز کو غلط مقام پر رکھنا۔

اِس آیت میں صنعت ترشیح ہے۔ پہلے ان کی عمارت کی بنیاد کھوکھلے کنارہ پر رکھی اور پھر استعارہ کی تکمیل ان کے اور عمارت کے جہنّم کے گڑھے میں گرنے سے کی۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ إِلَّآ أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ۱۳/۲

وہ عمارت جو اُن لوگوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دِلوں میں کھٹکتی رہے گی حتیٰ کہ اِن کے دل پارہ پارہ ہو جائیں گے۔ یاد رکھو! اللہ ہر بات کو جانتا ہے، اس کا ہر حکم حکمت سے پُر ہے ◉

حَكِيْمٌ: فیما امر بہدم بنیانہم (بیضاوی و روح البیان)۔

اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجد ضرار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۗ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۗ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾

اللہ نے مومنوں سے ان کا جان و مال خرید لیا ہے اور ان سے جنّت کا

وعدہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ لڑتے ہیں، مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اِس معاملہ میں اللہ نے کیا ہے اور جس کا ذکر تورات اور انجیل اور قرآن میں ہے۔ کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پُورا کرنے والا ہے ؟ مومنو! اِس سَودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے خوشیاں مناؤ۔ ایسا سَودا کر لینا بہت ہی بڑی کامیابی ہے ◉

ے۔ اے کہ میگوئی چرا جامے بہ جانے مے خری
ایں سخن با ساقیِ ما گو کہ ارزاں کردہ است

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا: حَقًّا وَعْدًا کی صفت ہے اور وَعْدًا منصوب بفعل محذوف ہے (املاء) گویا آیت کی تقدیر ہے وعدھم علیه (ای علیٰ ذالك الامر) وَعْدًا حَقًّا۔ عَلَيْهِ کے معنی لازم علیه بھی ہو سکتے ہیں۔ اِس اعتبار سے آیت کی تقدیر ہوگی: وعدھم وعدًا حَقًّا لازم علیه: یعنی اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کیا ہے جس کا پُورا کرنا اس پر فرض ہے۔ اِس صورت میں عَلَيْهِ وَعْدًا حَقًّا کا حال ہوگا۔

فِي التَّوْرٰىةِ : متعلق بمحذوف: ای وعدًا ثابتًا فیھا (شوکانی)

ذٰلِكَ : البیع (جلالین)

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

یہی وہ لوگ ہیں جو فطرتی جوش کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کی حمد کرتے ہیں، اس کی راہ میں سفر کرتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں، رکوع و سجود میں مشغول رہتے ہیں، اچھی باتیں کرنے کی تلقین کرتے

ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور اللہ کے احکام بجا لاتے ہیں۔

اے رسول! تو ان مومنوں کو ان انعامات کی بشارت دے جو گمان و بیان سے بالا ہیں ◉

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ . . . : یہ تمام اسم صفت کے صیغے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کا ترجمہ فطرتی جوش کے ساتھ کیا ہے۔

اَلسَّآئِحُوْنَ : سَاحَ کے معنی ہیں۔ اس نے سیاحت کی۔ سَائِحٌ اسم فاعل ہے۔ مفسرین نے اس کے معنے روزے دار بھی کئے ہیں کیونکہ روزہ دار دُنیا سے کٹ کر اللہ کی طرف سفر کرتا ہے۔ اس کے معنے مہاجر الی اللہ بھی ہو سکتے ہیں یعنی ایسا شخص جو دُنیا سے کنارہ کش ہو کر صرف اللہ کا ہو جاتا ہے اور فطرتی جوش کے ساتھ اسکی راہوں پر چلتا ہے۔

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ : لاحکامہ بالعمل بھا (جلالین)۔

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ : وحذف المبشر بہ للتعظیم کانّہ قیل وبشرھم بما یجل عن احاطۃ الافھام وتعبیر الکلام (بیضاوی و روح البیان) یعنی یہاں مبشر بہ کی عظمت کے پیشِ نظر اسے محذوف کر دیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جسے فہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ دوزخ کے مکین ہیں تو اللہ کے نبی اور مومنوں کے لئے زیبا نہیں کہ وہ فوت ہونے والے مشرکین کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ

ہوں ◉

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

رہا ابراہیم کا استغفار سو یاد رکھو کہ ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے استغفار کرنا محض اس وعدہ کی بناء پر تھا جو اس نے اس سے کر رکھا تھا اور جب اس پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا۔ بات یہ ہے کہ ابراہیم بہت رقیق القلب حلیم الطبع تھا ◉

اَوَّاہٌ: اس کے لفظی معنے آہیں بھرنے والے کے ہیں۔ اس کے معنے کثیر التضرع والدعاء (جلالین) اور رقیق القلب بھی ہیں (لسان)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

یہ اللہ کا دستور نہیں کہ وہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ قرار دیدے جب تک کہ وہ ان سے تمام وہ باتیں کھول کر بیان نہیں کر دیتا جن سے انہیں بچنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ ہر بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے ◉

سابقہ آیات کے نتیجہ میں مومن ڈرے کہ وہ اپنے مرے ہوئے عزیز و اقارب کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگنے

رہے ہیں اور اِس طرح ایک غلط فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کے اس خوف کو یہ فرما کر دُور کر دیا کہ جب تک کوئی حکم نازل نہیں ہو جاتا اور اسے کھول کھول کر بیان نہیں کر دیا جاتا اس کو توڑنے کی سزا نہیں دی جاتی۔

یہاں یہ نکتہ بیان کر دیا گیا ہے کہ جب تک قانون نافذ اور شائع نہیں ہو جاتا اس کو توڑنے کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿۱۱٦﴾

زمین و آسمان پر اللہ ہی کی حکومت ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے، وہی موت دیتا ہے۔ تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی نگران ہے نہ مددگار ◉

لَقَدْ تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۷﴾

اللہ نے اپنے نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت اس کی پیروی کی جبکہ لوگوں میں سے ایک گروہ کے دل کج ہو چلے تھے رحم کے ساتھ توجہ کی۔ پھر اس نے ان لوگوں پر بھی رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے۔ بے شک اللہ مومنوں کے حق میں

بہت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ : وفی کاد ضمیر القوم والعائد علیہ الضمیر فی منهم (بیضاوی)۔

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ : تکریر للتوکید ویجوز ان یکون الضمیر للفریق (کشاف) یعنی ثُمَّ تاکید کے لئے آیا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ عَلَيْهِمْ کی ضمیر فَرِيقٍ کی طرف راجع ہو۔ مؤخرالذکر صورت میں آیت کے معنے ہوں گے: پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دِل کج ہو چلے تھے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۱۸ ع ۱۴

اِسی طرح اللہ نے ان تین شخصوں پر بھی رحم کے ساتھ توجہ کی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اُن کا معاملہ یہاں تک طُول پکڑ گیا کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود اِن پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ سے بچنے کی سوائے اِس کے کوئی صورت نہیں کہ اسی کو ملجاء بنایا جائے۔ ہاں! اس نے ان پر رحم کے ساتھ توبہ کی تاکہ وہ اس کی طرف توجہ کر پائیں۔ یاد رکھو! اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

خُلِّفُوْا : تخلفوا عن الغزو او خُلّف امرهم (بیضاوی) یعنی جو جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے یا جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔

حَتّٰٓي : انهم اخروعن قبول التوبة الى هذه الغاية وهى وقت ان ضاقت عليهم

الارض بما رحبت (شوکانی)

- لِيَتُوْبُوْا: اس کا یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے: تاکہ وہ سچی توبہ کرنے کی توفیق پائیں یا: تاکہ وہ ایسی توبہ کر پائیں جو اسکے حضور مقبول ہو۔ اگر اللہ کا فضل شامل نہ ہو تو بیچارے بندے ایسی توبہ کہاں کر سکتے ہیں جو اس کے فضل کو جذب کر لے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

خود بر سرِ آں کوزہ خریدار برآمد

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

مومنو! اللہ کو حرزِ جاں بناؤ اور صادقوں کا طریق اختیار کرو ◉

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ: كونوا على طريقة الصادقين (رازی)

اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں، صادقوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ اس کی دوسری قراءت مِنَ الصَّادِقِيْنَ (بیضاوی) ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَــُٔـوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾

نبی کے شہر کے رہنے والوں اور ان بدوؤں کو جو ان کے گرد و نواح

میں رہتے ہیں یہ زیبا نہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہتے۔ اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر مقدم کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اللہ کی راہ میں کسی پیاس یا سختی یا بھوک سے دوچار ہوتے ہیں یا ایسے سفر کے دوران جو کفار کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا ہے، کوئی قدم اٹھاتے ہیں یا دشمن سے کوئی فائدہ یا نقصان اٹھاتے ہیں تو ان کے حساب میں ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ◉

وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ: اس جگہ ب کا استعمال اسی طرح کا ہے جس طرح ذھب بہ میں ہے (لین)

رغب بنفسہ عنہ: رای لنفسہ علیہ فضلا (لسان) یعنی اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھا۔ اس اعتبار سے آیت کے وہ معنے ہوں گے جو متن میں دیئے گئے ہیں۔

علامہ بیضاوی اس کے معنے کرتے ہیں: ولا یصونوا انفسہم عما لم یصن نفسہ عنہ۔ یعنی اپنی جانوں کو ان مصائب سے بچاتے جن سے رسول نے اپنی ذات کو نہ بچایا۔ جلالین بھی یہی معنے کرتے ہیں۔

وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا: بقتل او اسر او غنیمۃ او ھزیمۃ (کشاف بیضاوی وجلالین)

وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

اسی طرح جب وہ لوگ اللہ کی راہ میں کوئی مال خرچ کرتے ہیں خواہ

وہ تھوڑا ہو یا بہت یا کسی وادی کو طے کرتے ہیں تو یہ بات ان کے حساب میں لکھ لی جاتی ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین اجر دے ◉

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾

ع ۱۵

مومنوں کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ علم دین کے حصول کی خاطر سب کے سب اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ وہ یوں کیوں نہیں کرتے کہ ان کے ہر ایک گروہ میں سے ایک ٹکڑی دین میں دسترس حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے تاکہ جب وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹیں تو اپنی قوم کے لوگوں کو بدی کے نتائج سے آگاہ کریں تاکہ وہ اس راہ سے پرہیز کریں ◉

بعض مفسرین نے اس جگہ لِيَنْفِرُوا سے مراد جہاد کے لئے نکلنا لیا ہے۔ علامہ زمخشری کے نزدیک اس سے مراد دین کا علم حاصل کرنے کے لئے نکلنا ہے۔ سیاق و سباقِ کلام سے علمِ دین ہی کے معنے متبادر الی الفہم ہیں۔ آیت ۹۷ میں بدوؤں کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ دین کو اس لئے نہیں سمجھتے کہ رسول کی مجلس سے دور رہتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾

مومنو! اُن کافروں سے جنگ لڑو جو تمہارے آس پاس رہتے ہیں۔ چاہیئے
کہ وہ تمہاری سختی اور مضبوطی کو محسوس کریں۔
یاد رکھو! اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو اس کا تقویٰ اختیار
کرتے ہیں ◉

الکفّار میں ال عہد کے لئے ہے گویا اس سے مُراد وہ کفّار ہیں جن سے تمہاری لڑائی ٹھن چکی ہے مقصودِ بیان یہ ہے کہ پہلے اپنے اِرد گرد کے دشمنوں کو ختم کرو پھر دُور کا رُخ کرو۔ یہ نہ ہو کہ وہ پیچھے سے تمہارا رابطہ کاٹ ڈالیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾

جب کوئی سُورۃ نازل ہوتی ہے تو منافقوں میں سے بعض لوگ پُوچھتے
ہیں: اس نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھایا ہے۔
بات یہ ہے کہ جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے یہ ان کا ایمان
بڑھاتی ہے۔ اور وہ اس کے نزول پر خوشیاں مناتے ہیں۔ لیکن وہ
لوگ جن کے دِلوں میں روگ ہے یہ ان کی نجاست میں مزید نجاست
کا اضافہ کرتی ہے اور وہ کُفر ہی کی حالت میں مرجاتے ہیں ◉

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال وہ ایک یا دو بار آزمائے جاتے ہیں؟ لیکن پھر بھی نہ وہ توبہ کرتے ہیں، اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے۔ تو منافقوں میں سے بعض ایک دوسرے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں کہتے ہیں: کیا تمہیں کوئی دیکھتا تو نہیں۔ اور پھر وہ رسول کی مجلس سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے ہیں کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

ثُمَّ انصَرَفُوا: عن حضرته (بیضاوی)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

لوگو! تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے۔ وہ بات
جو تمہیں تکلیف دیتی ہے اس پر گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہارے اصلاحِ
احوال کے لئے بیتاب ہے اور وہ مومنوں کے لئے بہت ہی مہربان
بہت ہی رحم کرنے والا ہے ○

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ: علیٰ صلاح شانکم (بیضاوی)

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

اے رسول! اگر یہ لوگ تیری پند و نصیحت کے باوجود تجھ سے
منہ پھیرتے ہیں تو تو ان سے کہہ: میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے
سوا کوئی معبود نہیں مانگیں صرف اسی پر توکل کرتا ہوں۔ وہ ایک
عظیم سلطنت کا رب ہے ○

فَإِنْ تَوَلَّوْا: ف محذوف عبارت پر دال۔

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ: الملك العظيم (بیضاوی) عرش کے معنے تخت، چھت، بیت کے
ہیں (لسان) امام راغبؒ فرماتے ہیں کُنِّیَ بہ عن العزّ و السلطان و المملکۃ یعنی کنایۃً اس کے
معنے غلبہ، تسلّط اور حکومت کے ہیں۔

سورۃ یونس

ربطِ آیات

آیت ۲:-

سورۃ توبہ کو قرآن اور رسولِ عربی فداہ روحی وجنانی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے ختم کیا تھا۔ اِس سورۃ کو قرآن اور حضور ہی کے ذکر سے شروع کیا ہے۔

آیت ۴:-

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کا نکتہ مرکزی خدا تعالیٰ سے متعارف کروانا ہے۔ پچھلی سورۃ میں کافروں کا گھمنڈ توڑ کر اس کی جلالت کا اظہار کیا تھا۔ اِس سورۃ میں اس کی ہستی کے متعلق مختلف عقلی دلائل دئے ہیں چنانچہ فرمایا: وہ خالقِ جمیع کائنات ہے، کوئی اس کی اطاعت سے باہر قدم رکھ کر تمہارے کام نہیں آسکتا۔

آیت ۵:-

پھر کائنات کے بار بار بننے اور ٹوٹنے کی طرف توجہ دلائی (اِس حقیقت کو آج سائنسدانوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ کائنات بنتی ہے اور پھر ٹوٹتی چلی جاتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے) یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ یُونہی توڑ دیا جائے۔ فرمایا اس کی غرض یہ ہے کہ قیامت کو قائم کر کے تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

آیت ۶، ۷:-

پھر شمس و قمر کی تخلیق، رات اور دن کے آگے پیچھے آنے اور کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کی طرف توجہ دلائی۔ جس خدا نے انسان کی سفلی اور عارضی زندگی کے لئے اِس قدر انتظام کیا ہے وہ کیونکر اس کی اخروی اور ابدی زندگی کے لئے کوئی انتظام نہیں کرے گا۔ جس نے ابدی زندگی کے لئے تشنگی پیدا کی ہے وہ اس تشنگی کو دُور کرنے کا سامان بھی مہیّا کرے گا۔

آیت ۸ تا ۱۱:-

جب قیامت پر دلیل قائم ہو گئی تو اس کا نقشہ بھی کھینچ دیا۔ دوزخ سے بھی پردہ اُٹھا دیا اور جنت کی تصویر بھی دکھا دی۔

آیت ۱۲ تا ۱۳

پھر انبیاء کے سلسلہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا، مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے، لیکن ظالموں کا یہ حال ہے کہ جب ہم پکڑتے ہیں تو ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن جب ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں تو وہ ہم سے اِس طرح کنارہ کر لیتے ہیں گویا کبھی ہمیں جانتے ہی نہ تھے۔

آیت

اِس سلسلہ میں قرونِ اولیٰ کے لوگوں کی مثالیں دیں جو اپنے رسولوں کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک کر دیے گئے۔

آیت ۱۵

فرمایا اے دورِ حاضر کے لوگو! جس طرح ہم نے پہلے لوگوں کو زمین میں تمکنت دی تھی تاکہ ان کے اعمال کا جائزہ لیں اسی طرح ہم نے تم کو زمین کی حکومت دی ہے تاکہ تمہارے اعمال کا جائزہ لیں۔

آیت ۱۶

اللہ تعالیٰ کے احسان کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ لوگوں کے دل میں خشیت پیدا ہوتی لیکن جس طرح پہلے لوگوں نے اپنے رسولوں کا انکار کر کے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا کر لیا یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ قرآن پر ایمان لاتے انھوں نے تمسخر کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن ہماری منشاء کے مطابق نہیں ہے کوئی اور قرآن لاؤ یا اسے ہماری منشاء کے مطابق بدل دو۔

فرمایا: اے رسول تو ان سے کہہ: قرآن تو اللہ کا کلام ہے میں اس کو کیونکر بدل سکتا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کی منشاء یہ نہ ہوتی کہ تمہیں ابدی شریعت دی جائے تو میں تمہارے پاس قرآن لے کر نہ آتا۔ رہا میرے من عند اللہ ہونے کا سوال سو تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے درمیان ایک پوری زندگی بسر کی ہے تم خود میری سچائی کے گواہ ہو پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جسے تم نے امین اور صدیق کا خطاب دے رکھا تھا اِس واقعہ میں ایسا بدل گیا کہ انسان تو انسان اللہ پر جھوٹ بولنے لگا۔ کیا انسانی فطرت کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کا دھارا یکلخت بدل جائے۔ تم کیوں عقل استعمال نہیں کرتے؟

آیت ۱۸:۔

پھر اپنی صداقت پر ایک اور دلیل دی۔ فرمایا: اگر میں اللہ پر جھوٹ بولتا ہوں تو میں بہت ہی ظالم ہوں اور اگر تم خدا کے رسول کا انکار کرتے ہو تو تم بہت بڑے ظالم ہو۔ اللہ کا قانون ہے کہ حق و باطل کے معرکہ میں اسکے رسول ہی کامیاب ہوتے ہیں (۵۸: ۲۲) پس تم خود دیکھ لوگے کہ بالآخر کس کو فتح نصیب ہوتی ہے اور کون اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔

آیت ۱۹:۔

اپنی صداقت کی دلیل دینے کے بعد ان کے فاسد عقیدہ کا بطلان کیا اور فرمایا کہ یہ بت تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔

آیت ۲۰:۔

پھر انبیاء کے سلسلہ کی تاریخ کی طرف توجہ دلائی۔ انسان کے تمدن کا آغاز دورِ نبوت سے ہوا ہے نبی لوگوں کو ایک تمدن پر اکٹھا کرتے ہیں لیکن جونہی لوگ اس روشنی سے دور ہو جاتے ہیں بھٹکنے لگتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو کبھی کا لوگوں کو دینِ واحد پر جمع کر دیتا لیکن اس کی تقدیر نے چاہا کہ دائرہ کے دونوں طرنے ملا دئے جائیں اور وہ سلسلہ جو ابوالبشر آدم کے ذریعہ شروع ہوا تھا فداہ روحی وجنانی (ابی و امی) رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا جائے اور حضور کے ذریعہ سے پھر دنیا میں دینِ واحد کو قائم کر دیا جائے۔ یہی کلمۃ سبقت ہے جسے دوسری جگہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (صف ۱۰) کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔ اس کا فیصلہ ہے کہ اس وقت تک دنیا کی صف نہیں لپیٹی جائے گی جب تک کہ تمام اہلِ زمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم کے نیچے جمع نہیں کر دیئے جاتے۔

آیت ۲۱:۔

جب کفار کو یہ بتایا کہ یہ وہی نبی ہے جس نے تمام دنیا کو دینِ واحد پر جمع کرنا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کے دلوں میں رقت پیدا ہوتی وہ تمام ان نشانوں کو جو اب تک دیکھ چکے تھے یک قلم فراموش کر کے کہنے لگے: اسے کیوں ہمارا مطلوبہ نشان نہیں دیا جاتا۔ فرمایا: اے رسول تو ان سے کہہ: مجھے غیب پر کچھ قدرت نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے دئے ہوئے علم کے ماتحت میں یہ کہتا ہوں کہ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ اگر

تم ایمان نہ لائے تو اس کا عذاب آیا چاہتا ہے۔

آیت ۲۲ :-

فرمایا: عذاب بھی آئے گا اور پھر وہ ٹال بھی دیا جائے گا تاکہ تم ایمان لے آؤ لیکن اگر تم نے اپنے ان پیشروؤں کی سُنّت پر عمل کیا جو عذاب ٹلنے کے بعد بیباک ہو جاتے تھے تو یاد رکھو کہ تم اللہ کی تدبیروں سے بھاگ نہیں سکتے۔

آیت ۲۳، ۲۴ :-

اسی مضمون کو ایک مثال سے واضح کیا۔ فرمایا: جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور کشتی ان کی منشاء کے مطابق چلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں لیکن جب کشتی طوفان کی لپیٹ میں آجاتی ہے تو وہ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں لیکن جب اللہ ان کو بچا لیتا ہے تو وہ زمین میں فساد برپا کرنے لگتے ہیں۔

آیت ۲۵ :-

پھر دُنیا کی بے ثباتی اور اللہ کی قدرت کو نہایت عمدہ پیرایہ میں واضح کیا۔ اگر لوگ اس نکتہ کو سمجھ جائیں کہ یہ دُنیا عارضی سرا ہے تو ایمان کے بدلہ کفر کو قبول نہ کریں۔

آیت ۲۶ :-

دُنیا کی بے ثباتی کے ساتھ دار السّلام کا ذکر بھی کر دیا۔

آیت ۲۷ تا ۳۱ :-

پھر نیکوں اور بدوں کے اعمال کے نتائج اور روزِ قیامت کی پیشی کا ذکر کیا۔

آیت ۳۲ تا ۳۴ :-

پھر اصل مضمون کی طرف عَود کیا۔ فرمایا: تمہاری زندگی کے لئے اللہ نے زمین و آسمان کو مسخر کر رکھا ہے۔ اگر ہَوا نہ ہو تو تم کان رکھتے ہوئے سُن نہیں سکتے اور اگر روشنی نہ ہو تو تم آنکھیں رکھتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے۔ پھر تم کیونکر کہتے ہو کہ تم روحانی سُورج کے بغیر محض اپنی عقل سے کام نکال لوگے اور خود بخود مُردہ سے زندہ ہو جاؤ گے۔ تم کیوں نہیں سوچتے؟ کدھر بھٹک رہے ہو؟

آیت ۳۵ تا ۳۷ :-

جب خدا تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کا ذکر کیا تو سوال کیا: کیا تمہارے معبودانِ باطلہ تمہیں ہدایت دے سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو تم حقیقت کو چھوڑ کر خیالی باتوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔

آیت ۳۸، ۳۹:-

آیت ۱۲ میں کفار کا یہ مطالبہ بیان کیا گیا تھا کہ یہ قرآن ہماری منشاء کے مطابق نہیں کوئی اور قرآن لا۔فرمایا: قرآن تو ایسی کتاب ہے کہ اسے سوائے علیم کُل ہستی کے کوئی نہیں بنا سکتا۔اور اگر اسے انسان بنا سکتا ہے تو پھر پُورا قرآن تو بڑی بات ہے تم اس جیسی کوئی ایک ہی سُورۃ بنا کر دکھا دو۔

آیت ۴۰:-

فرمایا: یہ لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے انکار کرتے ہیں حتّٰی کہ ان پیشگوئیوں کے ظہور کا انتظار نہیں کرتے جو قرآن نے کی ہیں۔

آیت ۴۱:-

جب مُنکروں کا ذکر کیا تو اپنے دستور کے مطابق مومنوں کو ان سے ممیز کر دیا۔

آیت ۴۲:-

جب اتمامِ حجّت کر دی تو دل لگتی بات کہی اور فرمایا: تُو ان سے کہہ دے: نہ تم میری وجہ سے پکڑے جاؤ گے اور نہ مَیں تمہاری وجہ سے پکڑا جاؤں گا۔

آیت ۴۳، ۴۴:-

آیت ۴۰ میں فرمایا تھا کہ کافروں کے انکار کا سبب ان کی لاعلمی ہے۔ان آیات میں ان کی لاعلمی کے اسباب بتائے۔فرمایا:- ان کی لاعلمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ آنکھوں، کانوں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔

آیت ۴۵:-

پس اگر وہ خداداد قابلیتوں کو استعمال نہ کر کے دولتِ ایمان سے محروم رہتے ہیں تو اس میں ان کا اپنا ہی قصور ہے۔

آیت ۴۶:-

کافروں کے انکار کے ذکر کے ساتھ ان کو قیامت کی طرف توجہ دلائی اور اس زندگی کی بے ثباتی کا ذکر کیا۔

آیت ۴۷:-

پھر فرمایا: ان کے لئے صرف قیامتِ کبریٰ ہی مقدر نہیں ان پر قیامتِ صغریٰ بھی بار بار آئے گی۔

آیت ۴۸:-

اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کا قانون ہے کہ جب کسی قوم کے پاس رسول آتا ہے تو یا تو وہ ایمان لا کر دینی اور دُنیوی ترقی حاصل کرتی ہے اور یا انکار کر کے دین و دُنیا میں خائب و خاسر ہو جاتی ہے۔

آیت ۴۹:۔

آیت ۴۸ میں کفار کے لئے تہدید تھی۔ وہ اس کے جواب میں بجائے انکساری دکھانے کے کہتے ہیں: اگر ہمارے لئے اس نبی کے انکار کی وجہ سے عذاب مقدر ہے تو وہ کیوں نہیں آتا؟

آیت ۵۰ تا ۵۳:۔

فرمایا: ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ صبر کرو۔ جب عذاب آگیا تو تمہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا اور پھر اسی عذاب پر بس نہیں کیا جائے گا تمہیں جہنم میں ایک دائمی عذاب کے سپرد کر دیا جائے گا۔

آیت ۵۴ تا ۵۶:۔

بجائے اِس کے کہ کفار مزید تنبیہ پر اپنا محاسبہ کرتے اور اللہ سے ڈرتے اُنہوں نے دوبارہ طنز کی اور کہا: کیا واقعی وہ عذاب آنے کو ہے؟ فرمایا: اے رسول تو اُن سے کہہ: ہاں عذاب آئے گا اور ضرور آئے گا اور تم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکو گے اور تمام زمین کی دولت خرچ کر کے بھی اس سے بچ نہیں سکو گے کیونکہ زمین و آسمان میں صرف اللہ کی حکومت ہے۔ آیت ۴ میں جب اس مضمون کا آغاز کیا تھا تو فرمایا تھا کہ زمین و آسمان کا اللہ ہی خالق ہے اور وہی اس کا انتظام چلاتا ہے۔ پھر فرمایا تھا کہ جس نے تمہاری سفلی اور عارضی زندگی کے لئے اتنا وسیع انتظام کر رکھا ہے وہ کیونکر تمہاری دائمی زندگی کا کوئی انتظام نہیں کرے گا۔ جب مضمون کے تمام خدوخال بیان کر دئے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا ذکر کیا۔

آیت ۵۷:۔

پھر فرمایا کہ اس کی صفات میں سے زندہ کرنا اور مارنا بھی ہے۔ پس اگر تم اس سفلی زندگی میں اس کی ان صفات کا ظہور دیکھتے ہو تو یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ وہ رُوحانی طور پر بھی تمہیں فنا اور بقا اور لقاء کے مقامات عطا فرماتا ہے۔

آیت ۵۸، ۵۹:۔

یہی رُوحانی زندگی عطا کرنے کے لئے اس نے تمہیں موعظۃ حسنۃ یعنی قرآن عطا کیا ہے۔ پس اللہ کے اس انعام پر خوشی کے شادیانے بجاؤ۔

آیت ۶۰، ۶۱:-

فرمایا: تمہارا حال تو یہ ہے کہ سفلی زندگی کے لئے جو سامان ہم نے تمہیں عطا کئے ہیں تم بغیر کسی وجہ کے ان میں سے بعض کو اپنے اُوپر حرام قرار دے لیتے ہو۔ پس کیا عجب ہے کہ اُخروی زندگی کے لئے جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے تم اس سے متمتع ہونے سے انکار کر دو۔ لیکن یاد رکھو! قیامت آنے کو ہے۔

پہلی آیات میں قرآن کا اشارۃً ذکر کیا تھا۔ اس آیت میں اسی کا کھُل کر ذکر کیا۔ تاکہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ قرآن کے ساتھ اعمال کی ضرورت کی طرف بھی توجہ دلائی۔ پھر فرمایا کہ جس طرح قانونِ قُدرت کی کتابِ مبین ہر چھوٹے بڑے قانون پر حاوی ہے اسی طرح عالمِ رُوحانی کی کتابِ مبین یعنی قرآن تمام سچائیوں پر مشتمل ہے (یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن نے بار بار قرآن کو کتابِ مبین یا قرآنِ مبین کا نام دیا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو ۵: ۱۶، ۱۲: ۲، ۱۵: ۲، ۲۶: ۳، ۲۷: ۲، ۲۸: ۳، ۳۶: ۷۰)

آیت ۶۲ تا ۶۴:-

جیسا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲: ۳) کے ماتحت بیان کیا گیا ہے قرآن وہ کتاب ہے جو سلوک کی اعلیٰ منازل طے کرواتی ہے۔ جب قرآن کا ذکر کیا اور بتایا کہ اسکا فرو تم آبِ حیواں سے مُنہ موڑ رہے ہو تو ان لوگوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہو گیا جو اپنی پیاس اسی چشمۂ حیواں سے بجھاتے ہیں۔

آیت ۶۵:-

پھر ان انعامات کا ذکر بھی کیا جو قرآن کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔

آیت ۶۶، ۶۷:-

آیت ۱۸ میں فرمایا تھا کہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ قرآن اور مُنکرین کے ذکر کے ساتھ پھر اسی بات کو نئے رنگ میں بیان کیا اور فرمایا کہ تمام قُدرت اور غلبہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور زمین و آسمان کی حکومت اسی کی ہے۔

آیت ۶۸:-

فرمایا: غور کرو۔ اگر تم آنکھیں رکھنے کے باوجود دیکھنے کے لئے سُورج کی روشنی کے محتاج ہو تو رُوحانی سورج کے بغیر کیونکر راہِ ہدایت پا سکتے ہو۔ رات مقصود نہ تھی۔ وہ تو صرف اِس لئے تھی تاکہ تم اپنی طاقتوں کو مجتمع کر لو اور سُورج کی روشنی برداشت کرنے کے قابل بن جاؤ۔ پس جب سُورج نکل آیا ہے تو اب سوتے رہنا بے محل

ہے۔

آیت ۶۹ تا ۷۱:۔

پہلی آیات میں منکرینِ حق کے مختلف فاسد عقائد کا بطلان کیا تھا اور ان کے کئی اعتراضوں کے جواب دئے تھے۔ ان آیات میں ان کے اس عقیدہ کا رد کیا ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا ہوسکتا ہے۔ عیسائی لوگ آج اپنے دنیوی مال و دولت کو اپنے عقیدہ کی صحت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ قرآن نے اس دلیل کو آج سے چودہ سو سال پہلے رد کر دیا ہے۔ فرمایا: جس مقصد کے لئے تم نے بیٹا بنایا ہے وہ مقصد یعنی خدا رسیدہ ہونا تم اس ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتے۔ رہا دنیا کا مال و متاع سو اس کے لئے الگ قانون ہے۔ اگر تمہیں آخر کار ہماری طرف نہ لوٹنا ہو تو یہ بات سمجھ میں آسکتی تھی کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے لیکن اگر بالآخر تمہیں ہمارے حضور پیش ہونا ہے تو اس عارضی متاع سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا جس کو خرچ کر کے تم ایک جان کو بھی ہمارے عذاب سے نہیں بچا سکو گے۔

آیت ۷۲ تا ۷۴:۔

آیت ۱۸ میں بتایا تھا کہ اگر میں مفتری ہوں تو خدا میرے ساتھ مفتریوں والا سلوک کرے گا اور اگر تم سچے نبی کے مکذب ہو تو تمہارے ساتھ مکذبین والا سلوک کیا جائے گا۔ اس کے بعد منکرین کو مختلف طریق سے سمجھایا اور ان کے اوہام باطلہ کی تردید کی۔ جب حجت تمام ہوگئی تو پھر ان کو سابقہ انبیاء کے قصے سنائے جن کے انکار کی وجہ سے منکرین پر عذاب آیا تھا۔ گویا یہ بتایا کہ تمہارے ساتھ وہی کچھ ہوگا جو ان منکرینِ حق کے ساتھ ہوا چنانچہ پہلے نوحؑ کا قصہ بیان کیا۔

آیت ۷۵:۔

پھر مجملاً نوحؑ کے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا۔

آیت ۷۶ تا ۹۴:۔

اور پھر موسیٰؑ اور فرعون اور بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا۔

آیت ۹۵، ۹۶:۔

اور پھر رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اور صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو پہلے تمام منکرین کے ساتھ کیا گیا ہے۔

آیت ۹۷ تا ۹۹:۔

پھر فرمایا: بے شک بعض ایسے ازلی شقی بھی ہوتے ہیں جو اس وقت بھی ایمان نہیں لاتے جب نشانات اِس زور سے دکھائے جاتے ہیں کہ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ اگلوں اور پچھلوں کے تمام نشانات جمع کر دئے گئے ہیں۔ لیکن اس قوم کا حال یونسؑ کی قوم سے مشابہ ہوگا اور بالآخر یہ ایمان لے آئیں گے۔

آیت ۱۰۰ تا ۱۰۲:-

چونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اِس لئے فرمایا کہ ایمان جبر کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس دولت سے نوازتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یورپ کے بعض نقاد آج اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بزورِ شمشیر پھیلا ہے۔ لیکن قرآن کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ اس نے اس اعتراض کا جواب پہلے سے دے رکھا ہے۔

آیت ۱۰۳، ۱۰۴:-

پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا اور فرمایا: اگر یہ لوگ انکار پر اصرار کریں گے تو ان کا بھی وہی حال ہوگا جو پہلے مکذبین کا ہوا۔

آیت ۱۰۵ تا ۱۰۸:-

اِن آیات میں حضورؐ کی طرف سے کفار کے دین سے بریّت کے اعلان کا ذکر ہے اور یہ تہدید بھی شامل ہے کہ بالآخر تمہیں موت کے بعد اسی کے حضور پیش ہونا ہوگا۔ اسی ذکر میں توحید کا مضمون بھی بیان کر دیا گیا ہے جو کہ قرآن کی حقیقی غرض ہے۔

آیت ۱۰۹:-

جب حق کو حق اور باطل کو باطل کر کے دکھا دیا تو رسُول کی زبان سے دعوتِ ایمان دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ مَیں تم پر نگران نہیں یعنی میرا یہ منصب نہیں کہ تمہیں ایمان لانے کے لئے مجبور کروں۔

آیت ۱۱۰:-

آخر میں فرمایا اے رسول تُو قرآن کی پابندی کر اور احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار کر۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تمام سُورۃ اس مضمون کے گرد چکر لگاتی ہے کہ اللہ زمین و آسمان کا حاکم ہے اور اس کی حاکمیت جیسا کہ عالمِ جسمانی پر حاوی ہے اسی طرح عالمِ رُوحانی پر بھی حاوی ہے چنانچہ شروع میں آیت ۴ میں اسکی خالقیت اور حاکمیت کا ذکر کیا، پھر اسکی حاکمیت کے ذکر کو آیت ۵۶، ۶۹، ۱۰۹ میں وضاحت کیساتھ بیان کیا اور آخر میں سُورۃ کا اختتام اسی ذکر کے ساتھ کیا۔

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ (۱۰) اٰيَاتُهَا ۱۰۹ رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

المنزل ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ②

میں اللہ بہت جاننے والا ہوں، یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہے ◉

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ③

کیا لوگوں کو یہ بات بہت عجیب نظر آتی ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص پر یہ وحی کی کہ تمام لوگوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ کر اور مومنوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لئے ان کے ربّ کے حضور عزّت کا مقام ہے۔

لیکن باوجود اس کے کافر کہتے ہیں: یہ شخص کھلے بندوں فریب کر رہا

ہے ◉

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ : اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا کے تقابل کی وجہ سے بعض مفسرین مثلاً جلالین نے النّاس کے معنے "کافر لوگ" کئے ہیں۔ اِس صورت میں ال عہد کے لئے ہوگا۔ اگر ال جنس کے لئے لیا جائے تو النّاس کے معنے تمام لوگ ہوں گے۔ تمام لوگ معنے کر کے بھی تقابل قائم رہتا ہے۔ اِس صورت میں آیت کے معنے ہوں گے : تمام لوگوں کو ڈرا اور ان میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے بشارت دے کہ ان کے لئے عزّت کا مقام ہے۔

اَنَّ لَھُمْ : بِاَنَّ لھم (کشاف، بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان)

قَدَمَ صِدْقٍ : یہ مضاف مضاف الیہ ہے اور اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ قَدَمٌ کے معنے ہیں پاؤں۔ صدق کے معنے ہیں سچائی، قوّت، خیر، خلوص، شرف اور فضیلت۔ اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔

ا۔ القدم: السابقة والمعنى : انهم قد سبق لهم عند الله خير (رازی) یعنی القدم کے معنے السابقة ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں ترجیح دی جائے گی۔

ب۔ ان لهم اجرًا حسنًا (مجمع البیان) یعنی ان کے لئے نیک اجر ہے۔

ج۔ ان لهم منزلة رفيعة (کشاف، بیضاوی، مجمع البیان، شوکانی) یعنی ان کے لئے بلند مرتبہ ہے۔

د۔ ان لهم مقام صدق (رازی، کشاف) یعنی ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ موخرالذکر دونوں صورتوں میں قدم کے معنے مایقدم الیہ کئے گئے ہیں۔

ذ۔ القدم كناية عن العمل الّذی یتقدم فیه (رازی) یعنی قدم سے کنایۃً وہ عمل مراد ہے جو کیا جاتا ہے۔ عمل کو قدم سے اِس لئے تعبیر کیا ہے کیونکہ اقدام ہی کے نتیجہ میں عمل پیدا ہوتا ہے۔ یہ طرزِ بیان اسی طرح ہے جس طرح النعمة کو ید (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں کیونکہ وہ ہاتھ سے دی جاتی ہے۔ اِس طرزِ بیان کو تسمية الشئ باسم سببه یا تسمية المسبب باسم السبب یا تسمية الشئ باسم آلته کہتے ہیں (دیکھو کشاف، رازی، رُوح البیان، مختصر المعانی) اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے : ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمالِ صالحہ موجود ہیں جو انہوں نے کئے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۴﴾

یاد رکھو! تمہارا ربّ وہ اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر متمکن ہو گیا۔ وہ تمام کائنات کا کاروبار چلا رہا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ خود اجازت دے کوئی اس کے حضور کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اِس شان کا ہے اللہ، تمہارا ربّ پس تم صرف اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم غور نہیں کرو گے اور نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟ ◉

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ : ف مقدّر عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۵﴾

تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ وہ

اسے سچ کر کے دکھائے گا۔ وہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس سلسلہ کو دہراتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں پورا پورا بدلہ دے۔

رہے کافر سو انہیں ان کے کفر کے نتیجہ میں پینے کے لئے اُبلتا ہوا پانی اور ایک دردناک عذاب ملے گا ◉

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

وہی ہے جس نے سورج کو بالذات اور چاند کو بالواسطہ روشن بنایا اور اس نے ان دونوں کی منازل مقرر کیں تاکہ تمہیں سالوں کی تعداد اور وقت کا شمار معلوم ہو۔

اللہ نے یہ تمام کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنی آیات علم کے متلاشیوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے ◉

ضِیَآء : اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (لسان)
نُوْر : نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو (لسان)
وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ : الضمیر لهما وانما وحد الضمیر للایجاز (راغب)
وَالْحِسَابَ : حساب الاوقات (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

اِنَّ فِیْ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝٦

رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں اور تمام ان چیزوں میں جو
اس نے زمین و آسمان میں پیدا کی ہیں ان لوگوں کے لیے جو اللہ
سے ڈرتے ہیں نشانات ہیں ◉

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝٧ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٨

وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر
راضی ہو گئے ہیں اور اسی کے ہو کر رہ گئے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری
آیات سے غافل ہیں ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے اعمال کی
سزا ◉

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝٩

لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے ان کا رب ان کے
ایمان کی وجہ سے ان کو ہدایت دے گا۔ وہ ان باغوں میں رہیں گے جہاں

ان کے قدموں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ایسے باغ جہاں خوشیاں اور مسرتیں کھیلتی ہوں گی ◉

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱﴾

وہاں ان کا نعرہ ہو گا: پاک ہے تو اے اللہ! اور وہاں ان کا سلام و آداب ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دینا ہو گا۔ اور ان کی آخری دعا یہ ہو گی کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے ◉

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ: مایحیی بعضهم بعضا او تحیة الملائکة لهم (بیضاوی، رازی، شوکانی، روح البیان) متن میں جو معنی کئے گئے ہیں اس میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف لی گئی ہے اگر یہ مفعول کی طرف لی جائے تو آیت کے معنی ہوں گے: وہاں ان کو سلامتی کی دعا دی جائے گی۔ قرآن میں دوسری جگہ فرمایا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (۱۳: ۲۴، ۲۵)۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اگر اللہ لوگوں کو سزا دینے میں اتنی ہی جلدی کرتا جتنی کہ وہ ان کے ساتھ نیکی کرنے میں کرتا ہے تو اب تک ان کا قصہ تمام ہو چکا ہوتا۔ لیکن ہم سزا دینے میں جلدی کرنے کی بجائے ان لوگوں کو جو ہمارے حضور پیش ہونے کی

توقع نہیں رکھتے سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں ۞

الشَّرَّ : انہ تعالیٰ سمی العذاب شرًّا فی ھٰذہ الاٰیة کما انہ سماہ سیئة فی قولہ: ویستعجلونك بالسیئة قبل الحسنة، وفی قولہ: وجزاء سیئة سیئة مثلھا (رازی)

یعنی اس جگہ اللہ تعالیٰ نے عذاب کو شر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ اس نے دوسری جگہ اسے سیئۃ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (۱۳:۷) وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۴۲:۴۱)

لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ: وضع موضع تعجیلہ لھم بالخیر اشعارًا بسرعة اجابته لھم فی الخیر حتی کان استعجالھم به تعجیلًا لھم (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی) یعنی اس جگہ ان کے ساتھ نیکی کرتے ہیں جلدی کے مضمون کو ان کے لئے خیر کو قبول کرنے میں جلدی کرنے کے مضمون سے ادا کیا ہے گویا ان کے اس سے خیر طلب کرنے میں جلدی کرنے کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ان کے لئے خیر کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

اگر اِسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ کے ظاہری معنی لئے جائیں تو آیت کے معنی ہوں گے: اگر اللہ لوگوں کو سزا دینے میں اتنی ہی جلدی کرتا جتنی کہ وہ بھلائی طلب کرنے میں کرتے ہیں تو اب تک ان کا قصہ تمام ہو چکا ہوتا (رازی)

لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ : لاُمیتوا و اُھلکوا (کشاف، بیضاوی)

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ : عطف علی فعل محذوف دلت علیہ الشرطیة کانہ قیل ولکن لانعجل ولا نقضی فنذرھم امھالًا لھم (بیضاوی، کشاف، شوکانی، روح البیان)

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، کبھی اپنے پہلو پر لیٹا ہوا، کبھی بیٹھا ہوا اور کبھی کھڑا ہوا۔ لیکن جونہی ہم اس کی تکلیف دُور کر دیتے ہیں وہ اِس طرح چل دیتا ہے گویا اس نے کبھی اس تکلیف کے بارے میں جو اسے لاحق تھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

جس طرح اس کو اپنا یہ فعل بھلا لگتا ہے ٹھیک اسی طرح تمام حد سے گزرنے والے لوگوں کو ان کا نفسِ امارہ ان کے اعمال خوشنما کرکے دکھاتا ہے ◉

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ : والتزيين هو اما من جهة الله او من طريق الشيطان او من طريق النفس الامارة بالسوء (شوکانی) ۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

تم سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے باوجود اس کے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلے کھلے نشان لے کر آئے ظلم کی راہ اختیار کی۔ در اصل وہ ایمان لانے والے لوگ ہی نہ تھے۔ جس طرح ہم نے ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا اسی طرح ہم تمام مجرموں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیتے ہیں ◉

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

اب ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین کا وارث مقرر کیا ہے تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل بجا لاتے ہو ◉

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۶﴾

جب ان لوگوں کے سامنے جو ہمارے حضور پیش ہونے کی توقع نہیں رکھتے ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: تُو اس کی بجائے کوئی اور قرآن لا یا اس میں کچھ ردّوبدل کر۔

اے رسول! تُو ان سے کہہ: میرا یہ منصب نہیں کہ میں اسے ازخود بدل دوں۔ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اس دن کے عذاب سے کون بچائے گا ◉

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

کہہ: اگر اللہ کی مرضی یہی ہوتی کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر نہ سناؤں تو میں تمہیں کبھی نہ سناتا اور نہ وہ تمہیں اس کا علم دیتا۔

میں اس کے نزول سے پہلے مدّت العمر تک تم میں رہا ہوں۔ کیا تم غور

نہیں کروگے اور عقل سے کام نہیں لوگے ◉

لَوْشَآءَ اللّٰهُ : ان لا اتلوه علیکم (شوکانی، رُوح البیان)

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ : تم نے خود مجھے امین اور صدیق کا لقب دیا جب میں نے جوانی اور شہوات کے زمانہ میں معمولی سا گناہ نہیں کیا تو کیا اس عمر کو پہنچ کر اللہ پر افتراء باندھنے لگوں گا؟

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : ف مقدر عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے الا تتدبرون فلا تعقلون۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۸﴾

اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر افتراء باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یاد رکھو! ایسے مجرم کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے ◉

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو ان کو نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اور مزید برآں یہ کہتے ہیں: یہ بت اللہ کے حضور ہماری سفارش کریں گے۔

اے رسول! تو ان سے کہہ: کیا تم اللہ کو ان چیزوں کے متعلق بتاتے

ہو جن کی زمین و آسمان میں موجودگی کا اسے کوئی علم نہیں ہے۔ وہ ان چیزوں سے جنہیں تم اس کا شریک ٹھراتے ہو بہت دور اور بہت بلند ہے ◉

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٠﴾

پہلے لوگ ایک ہی قوم تھے۔ پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا جاتا ◉

كَلِمَةٌ : القضاء والتقدير (البحر المحيط)

اِس آیت کو سمجھنے کے لیے سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۴ دیکھ لینی چاہیئے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں بھی لوگ دینِ واحد پر جمع تھے اور آخری ایام میں بھی ان کو دینِ واحد یعنی اسلام پر جمع کر دیا جائے گا تاکہ دائرہ کے دونوں سرے مل جائیں۔ اِس سلسلہ میں آیت هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (۶۱ : ۱۰) نصِ صریح کا حکم رکھتی ہے۔ دینِ واحد سے مراد اسلام بھی ہو سکتا ہے اور دینِ فطرت بھی۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ۔

اِس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے تمام لوگ کفر پر جمع تھے پھر ہم نے رسول بھیجے جس کے نتیجہ میں ان میں اختلاف پیدا ہو گیا یعنی کچھ ایمان لے آئے اور کچھ کفر پر مصر رہے۔

مفسرین نے تینوں معنی کئے ہیں۔ علامہ رازی اور شوکانی پہلے معنوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ کشاف اور روح البیان نے صرف پہلے معنی کئے ہیں بیضاوی نے کھل کر کسی ایک معنی کو ترجیح نہیں دی البتہ پہلے دینِ فطرت پھر دینِ حق اور پھر

کفر و ضلالت کے معنی بیان کئے ہیں۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿۲۱﴾

یہ لوگ کہتے ہیں: آخر اس شخص کو اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں دیا گیا؟

اے رسول! تو ان سے کہہ: غیب کا مالک صرف اللہ ہے۔ تم انتظار کرو، مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ◉

لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ: کفار کا ابتدا سے طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو نہیں مانتے اور یہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نازل نہیں ہوا۔ نشان سے ان کا اصل مقصد ان کا مطلوبہ نشان ہوتا ہے (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، روح البیان)

وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿۲۲﴾

جب ہم لوگوں کو ان کی تکلیف کے بعد اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو وہ ہماری آیات کے خلاف چالیں چلنے لگتے ہیں۔

اے رسول! تو ان سے کہہ: چالیں چلنے میں اللہ تم سے بہت تیز ہے۔ یاد رکھو! ہمارے فرشتے تمہاری تمام چالوں کو لکھ رہے ہیں ◉

أَسْرَعُ مَكْرًا: منکم (بیضاوی، رازی، شوکانی)

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۲۲﴾

وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں لئے پھرتا ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور وہ تمہیں بادِ موافق کے سہارے۔ لئے پھرتی ہیں۔ اور تم اس کے سبب خوشیاں منا رہے ہوتے ہو کہ اچانک ایک تند و تیز آندھی کشتیوں کو گھیر لیتی ہے اور تم پر ہر طرف سے پانی کی موجیں یلغار کرنے لگتی ہیں اور تم یقین کر لیتے ہو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت آن پہنچا ہے۔ اس وقت تم اللہ کو خلوصِ دل سے پکارتے ہو اور کہتے ہو: اگر تو ہمیں اس عذاب سے نجات دے دے تو ہم تیرے شکرگزار بندے بن جائیں گے ◉

فلك: کشتی۔ واحد اور جمع، مذکر اور مؤنث ہر طرح استعمال ہوتا ہے۔

فَرِحُوْا بِهَا: بتلك الريح (بیضاوی، روح البیان)

الدِّیْنَ: طاعت، عادت، حالت (لسان)

یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال کیا ہے پھر وَجَرَیْنَ بِهِمْ سے غیب کا صیغہ استعمال کیا ہے جو اگلی آیت

تک چلتا ہے جیسا کہ علامہ رازی، شوکانی اور صاحبِ رُوح البیان کہتے ہیں الانتقال من لفظ الحضور الی لفظ الغیبة یدل علی المقت والتبعید یعنی خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ناراضگی اور بُعد کے اظہار کے لئے ہے (دیکھو تمہید: التفات ضمائر)

یہ آیت شرط و جزا کی بہترین مثال ہے جس طرح شرط کے تین جزو بیان ہوئے ہیں۔ جزا کے بھی تین جز بیان کئے گئے ہیں۔

شرط	جزا
۱۔ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ	۱۔ جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ
کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوئے۔	کشتیوں کو ایک تند و تیز آندھی گھیر لیتی ہے۔
۲۔ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ	۲۔ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
اور کشتیاں اہل کشتی کو موافق ہوا کے سہارے لئے پھرتی ہیں۔	اور ان پر ہر طرف سے پانی کی موجیں یلغار کرنے لگتی ہیں۔
۳۔ وَفَرِحُوا بِهَا	۳۔ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ
اور وہ اس کے سبب خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔	اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ ان کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا ہے۔

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر جونہی ہم تمہیں نجات دے دیتے ہیں تم زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہو۔

اے لوگو! تمہاری تمام سرکشی کا وبال تمہاری اپنی ہی گردنوں پر پڑے گا۔ تم دُنیوی زندگی کے مزے اُڑا لو بالآخر تمہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہو گا۔ اس وقت ہم تمہیں تمہارے سارے اعمال کھول کھول کر بیان کر دیں گے ◉

مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: اس کے نصب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

ا۔ متاع فی موضع المصدر الموکد، کانہ قیل تتمتعون متاع الحیٰوۃ الدنیا، ویکون المصدر مع الفعل المقدر استئنافًا (شوکانی، بیضاوی، املاء) متن میں اس صورت کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

ب۔ ھو مفعول البغی لانہ بمعنی الطلب (بیضاوی) یعنی متاع الحیٰوۃ الدنیا بغی کا مفعول ہے اور بغی کے معنی طلب کے ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اے لوگو تمہاری دنیوی زندگی کی طلب تمہاری اپنی ہی جانوں کے لئے وبال کی صورت اختیار کرے گی۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۖ حَتّٰٓى إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ أَتٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

دنیوی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا۔ پھر اس پانی کے ذریعہ زمین کی روئیدگی جسے انسان اور چوپائے کھاتے

ہیں پھُولی اور پھلی۔ لیکن عین اس وقت جبکہ زمین اپنے ہرے بھرے زیوروں سے آراستہ پیراستہ ہوئی اور اس کا حُسن نکھر آیا اور اہلِ زمین سمجھنے لگے کہ زمین اور اس کی کھیتی ہمارے قبضہ میں ہے، ہماری قضا رات کو یا دن کو کسی وقت اس پر نازل ہوئی اور ہم نے اس کے کھیتوں کو اُکھیڑ کر پھینک دیا اور وہ یوں معلوم دینے لگی گویا کل تک اس میں کوئی سبزہ و گیاہ نہیں تھا۔ جس طرح ہم نے یہ مثال کھول کھول کر بیان کی ہے اسی طرح ہم اپنی آیات ان لوگوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں ◉

اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ : والضمير فی علیها للارض والمراد النبات الذی هو علیها۔ (شوکانی)

فَجَعَلْنٰهَا : فجعلنا زرعها (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی، روح البیان)

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۶

اس کے برعکس اللہ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ◉

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ : لما نفر عباده عن المیل الی الدنیا بما ضربه لهم من المثل السابق رغبهم فی الدار الآخرة (رازی، شوکانی)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

وہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے نیک جزا ہے اور بہت کچھ اور۔ نہ ان کے منہ پر کالک لگے گی اور نہ وہ ذلیل و رسوا کئے جائیں گے۔ یہی لوگ اہلِ جنت ہیں۔ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے ◉

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۸﴾

رہے وہ لوگ جو بدی کے مرتکب ہوئے، سو انہیں ان کی بدی کا بدلہ ان کی بدی کے مطابق ملے گا اور وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اور کوئی انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ وہ یوں معلوم دیں گے گویا ان کے منہ تاریک رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دئے گئے ہیں۔ یہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں۔ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ◉

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ: من سخط اللہ او من جہت اللہ او من عندہٖ (کشاف، بیضاوی، شوکانی) یعنی انہیں کوئی اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا، یا کوئی اللہ کی جانب سے انہیں بچانے کے لئے نہیں آئے گا، یا اللہ کے حضور کوئی انہیں بچانے والا نہیں ہوگا۔

قِطَعٌ: قِطْعَةٌ (ٹکڑا) کی جمع ہے۔

مُظْلِمًا: مظلم اظلم (تاریک ہو جانا) سے اسم فاعل ہے اس کے معنی ہیں تاریک، سیاہ۔ اس جگہ مُظْلِمًا الَّيْل کا حال واقع ہوا ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٩﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٣٠﴾

لوگو! کچھ اس دن کا دھیان بھی کرو جب ہم تمام لوگوں کو اکٹھا کریں گے
اور پھر ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا کہیں گے : تم اور تمہارے
خودساختہ شریک اپنے مقام پر ٹھہرو۔
پھر ہم انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیں گے اور ان کے
خودساختہ شریک ان سے کہیں گے : تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔
تمہارے اور ہمارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ ہم تمہاری عبادت سے بالکل
بےخبر تھے ◉

مَا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۔ انما عبدوا فی الحقیقۃ اھواءھم (بیضاوی) یعنی تم ہماری
عبادت نہیں کرتے تھے درا صل اپنے ہوائے نفس کی عبادت کرتے تھے۔

هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣١﴾ ع ۳ ۱۰ ۸

اس دن ہر ایک شخص اپنے ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے آگے

بھیجے تھے اور لوگ اللہ، اپنے مالکِ حقیقی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور ان کے تمام خود ساختہ معبود ان سے کھو جائیں گے۔ ◉

هُنَالِكَ: فی ذٰلك المقام او فی ذٰلك الوقت علی استعارة اسم المكان للزمان (كشاف)۔ هُنَالِكَ اصل میں ظرفِ مکان ہے لیکن یہاں اس کے معنی استعارۃً ظرفِ زمان کے لینا جائز ہے۔

مَا اَسْلَفَتْ: ما قدمت من العمل (بیضاوی، جلالین) یعنی وہ اعمال جو اس نے آگے بھیجے تھے۔ اَسْلَفَ کے معنے ہیں: اس نے اس چیز کی قیمت پیشگی ادا کر دی۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق بہم پہنچاتا ہے؟ اور پھر یہ بھی بتاؤ کہ تمہارے کان اور آنکھیں کس کے قبضہ میں ہیں؟ اور کون مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مُردہ کو نکالتا ہے؟ اور کون جملہ اُمور کا انتظام کرتا ہے؟ وہ اس کے جواب میں فوراً کہیں گے: اللہ۔ اس پر تُو ان سے کہہ: کیا تم یہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اللہ کو اپنا حرزِ جان نہیں بناؤ گے؟ ◉

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ: ام هی المنقطعة وفی هٰذا انتقال من سؤال الی سؤال. (شوکانی)

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ: ای تعلمون ذٰلك فلا تتقون عقابه (روح البیان) ف محذوف عبارت

پر دلالت کرتا ہے۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

اس شان کا ہے اللہ، تمہارا سچا پروردگار۔ سچائی نہ رہے تو گمراہی کے سوا کیا رکھا ہے۔ تم کدھر بھٹک رہے ہو؟ ◉

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

جس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ وہی تمہارا سچا پروردگار ہے، اسی طرح نافرمانوں کے متعلق تیرے رب کا فرمان پورا ہو کر رہے گا کیونکہ وہ ایمان نہیں لائے ◉

كَذٰلِكَ: كما حقت الربوبية لله (بیضاوی، روح البیان)

اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ: تعلیل بمعنی لانهم لا یؤمنون (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

اِس آیت کے مندرجہ ذیل معنی بھی ہو سکتے ہیں: جس طرح یہ معلوم ہو گیا کہ سچائی نہ رہے تو گمراہی کا عمل ہو گا اسی طرح نافرمانوں کے متعلق تیرے رب کی بات پوری ہو گئی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے (کشاف، بیضاوی، شوکانی)

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۚ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

تُؤْفَكُونَ ﴿٣٥﴾

اے رسول! تُو ان سے پُوچھ: کیا تمہارے خودساختہ معبودوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو سلسلۂ پیدائش کو شروع کرے اور پھر اس کو جاری رکھے؟

پھر ان سے کہہ: اللہ سلسلۂ پیدائش کو شروع کرتا ہے اور پھر اس کو جاری رکھتا ہے۔ تم کس اُلٹی راہ پر چل نکلے ہو؟ ◉

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾

اے رسُول! تُو ان سے پُوچھ: کیا تمہارے خودساختہ معبودوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو سچائی کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟

پھر ان سے کہہ: اللہ سچائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیا وہ جو سچائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اِس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ اسے اُٹھا کر وہاں لے جایا جائے؟ تم پر کیا بن آئی ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ ◉

لَا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى: ان الهدى عبارة عن النقل والحركة يقال: هديت

المرأة الى زوجها هدى، اذا نقلت اليه، والهدى مايهدى الى الحرم من النعم، وسميت الهدية لانتقالها من رجل الى غيره، وجاء فلان يهادى بين اثنين اذا كان يمشى بينهما معتمدا عليهما من ضعفه وتمايله۔

اذا ثبت هذا فنقول بقوله (اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى) يحتمل ان يكون معناه انه لا ينتقل الى مكان الا اذا نقل اليه (رازی) یعنی الهدى سے یہاں مراد نقل وحرکت ہے چنانچہ جب کسی عورت کی ڈولی اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں هديت المرأة الى زوجها هدى۔ اسی طرح اس قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الھدی کہتے ہیں اور تحفہ کو ھدیہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہو اس کے متعلق کہتے ہیں فلان یھادی بین اثنین۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ الھدی کے معنی نقل وحرکت ہیں تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے: جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ اسے اُٹھا کر وہاں لے جایا جائے۔

اگر یہاں معبودان سے مراد مسیح وغیرہ قسم کے لوگ لئے جائیں تو لَا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى کا ترجمہ ہوگا: جو سوائے اس کے کہ اُسے ہدایت دی جائے خود بخود ہدایت نہیں پا سکتا یعنی تم ان لوگوں کو کیا بت بنائے بیٹھے ہو جو اپنی ذات میں روشن نہیں بلکہ ان کی تمام روشنی ذاتِ احدیت کے نُور کی مرہُونِ منت ہے۔ کیا تم مبداءِ فیض کو چھوڑ کر شیشوں کے پیچھے پڑ گئے ہو؟

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض اپنے ڈھکوسلوں کی پیروی کرتے ہیں۔ لیکن ڈھکوسلہ کسی طور سچائی کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یقیناً اللہ ان کے تمام افعال اور ان کے محرکات کو خوب جانتا ہے ◉

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا : اغنٰی عنه: ناب عنه (اقرب) یعنی اس کا بدل ہونا۔
اغنٰی عن اور اغنٰی من کے معنی ہیں

پس اغنٰی من کے معنی ہیں کسی چیز سے بے نیاز کرنا، اس کا قائم مقام ہوکر اس کی ضرورت پوری کرنا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۸﴾

یہ قرآن ایسا نہیں کہ اسے اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔ یہ تمام موجود الوقت سچائیوں کی تصدیق کرتا ہے، قانون کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، تمام شکوک سے پاک ہے اور تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ : نصبه بانه خبر لکان مقدرة او علّة لفعل محذوف تقدیره ولکن انزله تصدیق الّذی بین یدیه (بیضاوی، شوکانی) یعنی تصدیق کے نصب کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کان مقدر ہے یا یہ فعل محذوف (لکن انزله) کی علت ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے خود بنا لیا ہے؟
اے رسول! تو ان سے کہہ: اگر انسان ایسا کلام بنا سکتا ہے تو

تم بھی قرآن کے مثل کوئی سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا تم جسے
بلا سکتے ہو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو
کوئی ایسی بات کر دکھاؤ ◉

فَأْتُوا: ف مقدر عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: ان کان الامر کما تزعمون فاتوا انتم علی جهة الافتراء بسورة مثله۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾

بات یہ ہے کہ جس چیز کو وہ سمجھ نہیں سکے انہوں نے اس کا انکار
کر دیا جبکہ ابھی تک اس کی حقیقت ان پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔
ان کے پیشرو بھی اپنے انبیاء کا اسی طرح انکار کرتے رہے ہیں لیکن
دیکھ کہ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا! ◉

تاویل کے معنی معقبات بھی ہیں (بیضاوی، جلالین) اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: جبکہ ابھی تک اس کے معقبات یعنی پیشگوئیاں ان پر ظاہر نہیں ہوئیں...

وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ: عطف علی الصلة او حال من الموصول (روح البیان، شوکانی)
عطف کے اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: بات یہ ہے کہ جس چیز کو وہ سمجھ نہیں سکے اور جس کی حقیقت ان پر ظاہر نہیں ہوئی انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔

وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٤٠﴾ ع

ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو قرآن پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایسے ہیں جو کبھی ایمان نہیں لائیں گے: تیرا رب ان شریروں کو خوب جانتا ہے ◉

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اے رسول! اگر اب بھی وہ تیرے انکار پر اصرار کرتے ہیں تو تُو ان سے کہہ دے: مجھے اپنے کئے کا پھل ملے گا اور تمہیں تمہارے کئے کا پھل ملے گا۔ تم میرے اعمال کی وجہ سے نہیں پکڑے جاؤ گے اور میں تمہارے اعمال کی وجہ سے نہیں پکڑا جاؤں گا۔ ◉

لِيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ : لی جزاء عملی ولکم جزاء عملکم (بیضاوی، جلالین، روح البیان)
اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ : لاتؤخذون بعملی ولا اُواخذ بعملکم (بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو بظاہر تیری باتوں پر کان دھرتے ہیں۔ لیکن کیا تُو بہروں کو سُنا سکے گا جبکہ وہ بہرے ہونے کے ساتھ عقل سے بھی کورے ہوں؟ ◉

مَنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ : فی الظاہر (شوکانی، روح البیان) یعنی معلوم تو یہ دیتا ہے کہ وہ تیری باتیں بڑے غور سے سُن رہے ہوتے ہیں لیکن ان کی غرض ان باتوں کو سمجھنا نہیں ہوتی بلکہ عیب جوئی ہوتی ہے۔

وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ : ولو انضم الی صممهم عدم فهمهم (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو بظاہر تیری طرف دیکھتے ہیں۔ لیکن کیا تو اندھوں کو راستہ دکھائے گا جبکہ وہ بصارت کے ساتھ بصیرت بھی کھو چکے ہوں؟

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

بے شک اللہ لوگوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ البتہ لوگ اپنی جانوں پر آپ ظلم کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

جس دن وہ لوگوں کا حشر کرے گا، انہیں ایسا معلوم ہو گا گویا کہ انہوں نے دنیا میں صرف دن کی ایک گھڑی بسر کی ہے جس میں وہ

محض ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔

وہ لوگ گھاٹے میں رہے جنہوں نے اِس بات کا انکار کیا کہ وہ خدا کے حضور پیش ہوں گے۔ وہ ہدایت پانے والی صورتیں ہی نہ تھیں۔ ◉

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾

اے رسول! خواہ ہم تجھے بعض وہ باتیں دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے خواہ تجھے وفات دے دیں، بالآخر انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ یہی نہیں، اللہ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے ◉

اِمَّا جب 'خواہ' یا 'یا' کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کے بعد اکثر اِمَّا آتا ہے جیسا کہ فرمایا: اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا (۷۶: ۳) کبھی اَوْ بھی آتا ہے جیسا کہ فرمایا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا (۱۷: ۲۳)

ثُمَّ: ههنا غير مقتضية ترتيبًا (املا، نیز دیکھو تمہید)

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

ہر ایک قوم کے لئے ایک رسول ہے۔ جب کسی قوم کے پاس ان کا رسول آتا ہے تو ان کا اور ان کے رسول کا جھگڑا انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے اور ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔ ◉

قُضِيَ بَيْنَهُمْ : بين الرسول ومكذبيه (كشاف، بيضاوی، روح البیان)

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾

یہ لوگ کہتے ہیں: یہ تمہارا عذاب کا وعدہ کب پورا ہو گا؟ کچھ ہمیں

بتاؤ تو سہی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو ◉

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: جواب الشرط محذوف يدل عليه ما قبله (شوکانی)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٥٠﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: مجھے اپنی جان کے لئے کسی نفع ونقصان

کا اختیار نہیں۔ جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔

ہر ایک قوم کی مہلت کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب ان کا مقررہ

وقت آن پہنچتا ہے تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہ اس سے پیچھے رہ

سکتے ہیں اور نہ اس سے آگے نکل سکتے ہیں ◉

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: ان املكه او ولكن ما شاء الله من ذالك كائن (بیضاوی)۔

بیضاوی نے استثنا متصل اور منقطع دونوں اعتبار سے معنی کئے ہیں۔ کشاف، شوکانی، رازی اور روح البیان

نے اسے صرف استثنا منقطع لیا ہے۔ ہم نے متن میں استثنا منقطع کے اعتبار سے معنی کئے ہیں۔ استثنا متصل کے اعتبار

سے آیت کے معنی ہوں گے: بسوائے اس اختیار کے جو اللہ نے مجھے دے رکھا ہے مجھے اپنی جان کے لئے کسی نفع ونقصان

کا اختیار نہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا

يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥١﴾

تُو ان سے کہہ: کیا تم نے اِس بات پر غور کیا ہے کہ اگر اس کا عذاب تم پر راتوں رات کو یا دن کو آ جائے تو اس سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا؟ پھر اے مجرمو! تم کس لئے عذاب کے لئے بیتاب ہو؟ ◉

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ: وجواب الشرط محذوف (کشاف، بیضاوی)۔

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾

کیا تم اللہ پر اس وقت ایمان لاؤ گے جب اس کا عذاب نازل ہو جائے گا؟

اس وقت تم سے کہا جائے گا: اب تم ایمان لائے ہو لیکن اس سے پہلے تم عذاب کے لئے بیتاب تھے ◉

اٰمَنْتُمْ بِهٖ: بِهٖ کی ضمیر اللہ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور عذاب کی طرف بھی (جلالین)

آٰلْئٰنَ: ای قیل لھم (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٥٣﴾

پھر ان ظالموں سے کہا جائے گا: دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں صرف ان اعمال کا پھل مل رہا ہے جو تم بار بار کرتے تھے ◉

عَذَابَ الْخُلْدِ : اَلْخُلْد اصل میں مضاف الیہ ہے جو مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۟﴿۵۳﴾

وہ تجھ سے پوچھتے ہیں: کیا عذاب کا آنا اٹل ہے؟
تو ان سے کہہ: ہاں، میرے رب کی قسم اس کا آنا اٹل ہے، اور تم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے ◉

اَحَقٌّ هُوَ: الضمير للعذاب الموعود (کشاف، جلالین، شوکانی)
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ : ای فائتین العذاب بالهرب۔ (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی)

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اگر ہر ایک ظالم کو تمام زمین کے خزائن میسر ہوں تو وہ اس عذاب سے بچنے کے لئے انہیں بطور فدیہ پیش کر دے گا۔ اور جب لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ◉

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ : سر کا لفظ اضداد لغات میں سے ہے اس کے معنی چھپانا اور ظاہر کرنا دونوں ہیں۔

پس اَسَرُّوا النَّدَامَةَ کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ ندامت کا اظہار کریں گے۔ کشاف، بیضاوی اور شوکانی نے یہ معنی قیل کہہ کر کئے ہیں، رازی نے دونوں معنوں کو ایک جیسی وقعت دی ہے۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ : بین الظالمین والمظلومین دل علی ذالك ذکر الظلم (کشاف) فقیل بین المؤمنین والکافرین، وقیل بین الرؤساء والاتباع، وقیل بین الکفار (رازی)

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

دیکھو! جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اللہ کا ہے۔ اللہ کا وعدہ اٹل ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ◉

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

وہی زندگی بخشتا ہے، وہی موت دیتا ہے، اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہوگا ◉

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کا نصیحت بھرا پیغام، دلوں کی بیماریوں کی شفا، اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان پہنچ چکا ہے ◉

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۹

اے رسول! تو ان سے کہہ: چاہیئے کہ لوگ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشیاں منائیں۔ یہاں انہیں چاہیئے کہ وہ اس بات پر خوشیاں منائیں۔ اسکا فضل اور رحمت تمام ان چیزوں سے جو وہ اکٹھا کرتے ہیں کہیں بہتر ہے ◉

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ: اصل الکلام قل بفضل اللّٰہ و رحمتہ فلیفرحوا ثم حذف ھذا الفعل لدلالۃ الثانی فی قولہ: فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (شوکانی، کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ اٰۗللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَي اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۶۰

اے رسول! تو ان سے کہہ: کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ اللہ نے جو رزق تمہیں بخشا ہے تم اس میں سے بعض کو حرام قرار دیتے ہو اور بعض کو حلال؟

کہہ: کیا اللہ نے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے یا تم یونہی اللہ پر افترا باندھتے ہو؟ ◉

وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ

الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾

وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کے متعلق کیا خیال ہے؟ اللہ لوگوں پر بہت فضل کرتا ہے لیکن ان میں سے اکثر اس کا شکر ادا نہیں کرتے ◉

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٢﴾

اے رسول! تو کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا اور کسی حال میں قرآن کا کوئی حصہ تلاوت نہیں کرتا اور تم لوگ کوئی کام نہیں کرتے کہ جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو ہم تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ زمین اور آسمان میں کوئی ذرہ برابر بھی چیز نہیں جو تیرے رب کی نظروں سے غائب ہو۔ اور کوئی چیز اس سے چھوٹی یا بڑی نہیں جو ایک واضح قانون کے اندر جکڑی ہوئی نہ ہو ◉

وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ : مِنْهُ میں ضمیر شان کی طرف راجع ہے یا قرآن کی طرف۔ اگر قرآن کی طرف راجع لی جائے تو یہ اضمار قبل الذکر کی صورت ہوگی جو شان کے اظہار کے لئے اسم ظاہر سے پہلے آتی ہیں (کشاف، رازی، شوکانی)

رازی کے نزدیک ایک تیسری صورت بھی ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مِنْهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف عائد ہو، یعنی وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تو اس میں سے کوئی حصہ تلاوت نہیں کرتا کہ ...

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

یاد رکھو! اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم ◉

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کو اپنا حرزِ جان بنایا ◉

لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾

ان کے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بشارتیں ہی بشارتیں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی ◉

اَلْبُشْرٰی : عن النبی صلی اللہ علیه وسلم : هی الرؤیا الصالحة والمکاشفات (بیضاوی، جلالین، رازی، روح البیان) یعنی بشریٰ کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا صالحہ اور مکاشفات لئے ہیں۔

اس کے معنی جنت کی بشارت یا اللہ کی رحمت کی بشارت بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ (۴۱ : ۳۰) یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ (۹ : ۲۱)

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ جملہ معترضہ ہے۔ چونکہ دوسرے دو جملے باہم متعلق ہیں مفہوم کی سہولت کی خاطر ترجمہ میں اسے آخر میں رکھ دیا گیا ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٦﴾

اے رسول! تو ان کی باتوں سے دلگیر نہ ہو۔ تمام غلبہ اللہ ہی کو حاصل ہے وہ سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے ◉

اَلْعِزَّةَ: الغلبة (کشاف، بیضاوی)

اِس میں كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (۵۸: ۲۲) کے مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٧﴾

دیکھو! آسمان اور زمین کے سب باسی اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ محض اپنے اوہام کی پیروی کرتے ہیں اور محض اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں ◉

اِس آیت کی ترتیب دو طرح ہوسکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ مَا نافیہ ہو شُرَكَاۗءَ، يَدْعُوْنَ کا مفعول ہوا اور يَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہو (بیضاوی، املاء) یہ صورت متن میں لی گئی ہے۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہو (رازی، املاء) ثانی الذکر صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا: وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو اللہ کا شریک سمجھ کر

پکارتے ہیں کس چیز کی پیروی کرتے ہیں؟

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۸﴾

وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو اندھیرا بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس میں کام کرو۔ اِس تمام کاروبار میں ان لوگوں کے لئے نشانات ہیں جو بات کو گوشِ ہوش سے سُنتے ہیں ◉

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا : حذف مظلما للدلالة مبصرا عليه وحذف لتتحركوا للدلالة لتسكنوا عليه (رُوح البیان) یعنی اِس آیت کے پہلے حصّہ میں مُبْصِرًا کی رعایت سے مظلمًا محذوف ہے اور دوسرے حصّہ میں لِتَسْكُنُوْا کی رعایت سے لتتحرکوا محذوف ہے (اِن معنوں کو اِس بات سے تقویت پہنچتی ہے کہ جَعَلَ کے دُو مفعول ہونے ضروری ہیں)

مُبْصِرا : البصر سے اسم فاعل ہے۔ اِس کے لفظی معنی دیکھنے والا ہیں۔ یہ ترکیب ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں نهاره صائم و لیله قائم (رُوح البیان) اس کے لفظی معنی ہیں کہ اس کا دن روزہ رکھتا ہے اور اس کی رات نماز پڑھتی ہے لیکن اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ تمام دِن روزہ رکھتا ہے اور تمام رات اللہ کے حضور قیام کرتا ہے۔

کم و بیش ہر ایک زبان میں یہ قاعدہ ہے کہ زور دینے کے لئے فعل کی نسبت بدل کر ظرف کی طرف کر دیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں اس کی ناک بہہ رہی ہے یا ندی بہہ رہی ہے حالانکہ دراصل ناک اور ندی پانی کے بہنے کا ظرف ہوتے ہیں، اسی طرح جب یہ فرمایا کہ اس نے دن کو دیکھنے والا بنایا تو دراصل اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے دن کو دیکھنے کا ظرف یعنی روشن بنایا۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

یہ لوگ کہتے ہیں: اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے۔ وہ پاک ہے، بےنیاز ہے۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ تمہارے پاس تمہارے دعوٰی کی کوئی مُحکم دلیل نہیں۔ پھر کیا تم اللہ کے متعلق بےجانے بُوجھے باتیں بنا رہے ہو؟ ◉

اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا: تبنّاہ (بیضاوی، رُوح البیان)

بِھٰذَا: الّذی تقولونہ (جلالین، کشاف، رُوح البیان)

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۷۰﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: وہ لوگ جو اللہ پر بُہتان باندھتے ہیں مقصودِ حیات کو کبھی نہیں پائیں گے ◉

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۱﴾

ان کے لئے دُنیا کے سازوسامان ہیں۔ پھر اُنہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہوگا اور ہم اُنہیں ان کے کُفر پر اصرار کی وجہ سے ایک سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے ◉

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا: فِی الدُّنْیَا متعلق بہ مَتَاع ہے۔ اور مَتَاع مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی۔ اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہوگی لھم متاع فی الدّنیا۔ اور اگر خبر لیا جائے تو مبتدا محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہوگی افتراؤھم او حیاتھم متاع فی الدّنیا (بیضاوی، شوکانی)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۳﴾

اے رسول! اُنہیں نوح کا وہ قصّہ سُنا جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا: اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا اور تمہیں اللہ کے نشانات کے ذریعہ وعظ ونصیحت کرنا تم پر گراں گذرتا ہے تو یاد رکھو کہ مجھے اللہ پر توکّل ہے۔ تم اور تمہارے خودساختہ معبود میرے متعلق اپنا آخری منصوبہ بنا لو اور اِس بات کی احتیاط کر لو کہ تمہاری تدبیر کا کوئی پہلو تم سے مخفی نہ رہے۔ پھر اپنے فیصلہ کو میرے خلاف برسرِکار لاؤ اور مجھے کسی قسم کی مُہلت نہ دو۔ اگر تم میری دعوت سے مُنہ پھیرو گے تو یاد رکھو کہ مَیں تم سے اس کے عوض کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا تمام تر اجر اللہ کے ذمّہ ہے۔ مجھے یہ حکم ہے کہ مَیں اُن لوگوں میں سے ہو جاؤں جو سرتاپا اس کے فرمانبردار ہیں ◉

مَقَامِیْ: اِس کے مندرجہ ذیل معانی ہوسکتے ہیں:۔

۱۔ اِس سے کنایۃً نفس مُراد ہے چنانچہ کہتے ہیں فعلتہ لمکان فلان: ای لاجلہ۔ قرآن میں دوسری

جگہ آیا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (۵۵ : ۴۷) : ای خاف ربّہٖ (کشاف ، بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان)

۲۔ قیامی و مکثی (کشاف، بیضاوی ، رازی، شوکانی ، رُوح البیان، جلالین) یعنی میرا تمہارے درمیان رہنا۔

۳۔ قیامی علی الدعوۃ (بیضاوی، کشاف ، شوکانی ، رُوح البیان) یعنی میرا وعظ کرنے کے لئے کھڑے ہونا۔

۴۔ مقام کے معنے عزت کا مقام ہے جیسا کہ فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (۵۵:۴۷)

اِس اعتبار سے اس کے معنے ہوں گے: اگر تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے۔

فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ : فاعزموا علیه (بیضاوی، کشاف ، جلالین ، شوکانی ، رُوح البیان)

اجمع امرہ : جعله جمیعًا بعد ما کان متفرّقًا۔ وتفرقه ان تقول مرۃ افعل کذا، ومرۃ افعل کذا فلمّا عزم علیٰ امر واحد فقد جمعه ، ای جعله جمیعا (شوکانی، رُوح البیان)

وَشُرَكَآءَكُمْ : وفی نصب الشرکاء ثلاثه اوجه ، احدهما هو معطوف علی امرکم تقدیرہ : وامر شرکاءکم فاقام المضاف الیه مقام المضاف ، والثانی هو مفعول معه تقدیرہ : مع شرکاءکم ، والثالث هو منصوب بفعل محذوف : ای واجمعوا شرکاءکم اوادعوا شرکاءکم (املاء، شوکانی)

غُمَّةً : مبهما (رازی وشوکانی) مستورًا (بیضاوی ، جلالین ، شوکانی ، رُوح البیان) ایسی بات جو لبعد میں تمہارے لئے غم کا موجب ہو (بیضاوی، شوکانی)

اِس آیت میں شرط اور جواب شرط ہے۔ جواب شرط کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ : جواب شرط ہے اور فَاَجْمِعُوْٓا جواب شرط پر معطوف ہے (املاء ، شوکانی، رُوح البیان)

فَاَجْمِعُوْٓا جواب شرط ہے اور فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جملہ معترضہ ہے (شوکانی)

جواب شرط محذوف ہے گویا کہ فرمایا : فافعلوا ماشئتم (رُوح البیان)

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

لیکن اتمامِ حجت کے باوجود وہ لوگ اس کی تکذیب سے باز نہ آئے۔ چنانچہ ہم نے نوح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے بچا لیا اور انہیں زمین کا وارث بنایا اور ان لوگوں کو جو ہمارے نشانات کو جھٹلاتے تھے غرق کر دیا۔ دیکھو! ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہیں پہلے سے آگاہ کر دیا گیا تھا ◉

فَكَذَّبُوْهُ: فاصروا على تكذيبه بعد ما الزمهم الحجة (بیضاوی)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۵﴾

نوح کے بعد ہم نے۔ اور کئی رسول اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے۔ وہ انکے پاس روشن دلائل لے کر آئے۔ لیکن جس چیز کا وہ لوگ پہلے سے انکار کر چکے تھے اس پر کیونکر ایمان لے آتے۔ جس طرح ہم نے ان لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دی اسی طرح ہم تمام سرکشوں کے دلوں پر مُہر لگا دیتے ہیں ◉

كَذٰلِكَ: مثل ذالك الطبع (کشاف، بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۶﴾

ان کے بعد ہم نے موسٰی اور ہارون کو اپنے نشانوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، لیکن اُنھوں نے ہمارے نشانات کو تکبّر کے ساتھ رَدّ کر دیا۔ اور وہ کیوں نہ کرتے، نافرمانی تو ان کی فطرت بن چکی تھی ◉

فَاسْتَكْبَرُوْا : عن قبولها (کشاف، جلالین، شوکانی، رُوح البیان) ۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾

جب ان کے پاس ہماری بھیجی ہوئی سچّائی پہنچی تو وہ کہنے لگے : لاریب! یہ صریح جادو ہے ◉

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۸﴾

موسٰی نے کہا : کیا تم سچّائی کے متعلق اس کے پہنچ جانے کے بعد باتیں بناتے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ لیکن جادوگر تو کبھی فلاح نہیں پاتے ◉

اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ : اتستعیبونه وتطعنون فیه من قولهم : فلان یخاف القالة وبین الناس تقاول اذا قال بعضهم لبعض ما یسوءه (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان) اوالمقول محذوف للدلالة ما قبله علیه (بیضاوی، املاء، رُوح البیان) مؤخرالذکر اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: کیا تم سچّائی کے متعلق اس کے پہنچ جانے کے بعد کہتے ہو کہ یہ صریح جادو ہے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۹﴾

وہ کہنے لگے: کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس طریق سے برگشتہ کر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور تجھے اور تیرے بھائی کو ملک کی حکومت مل جائے؟ لیکن تم دونوں یاد رکھو کہ ہم تمہاری بات ماننے کے نہیں ◉

وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ: ای الملك لان الملوك موصوفون بالكبر (كشاف، بيضاوی، جلالين، رازی، روح البيان)

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۸۰﴾

فرعون نے اپنے لوگوں سے کہا: ہر ایک ماہر جادوگر کو میرے حضور حاضر کرو ◉

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۱﴾

جب جادوگر میدان میں آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا: جو کچھ تمہیں پیش کرنا ہے پیش کرو ◉

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۲﴾

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۸/۱۲ ۱۳

جب انھوں نے اپنے کرتب دکھائے تو موسیٰ نے کہا: جادو یہ ہے جو تم نے پیش کیا۔ اللہ ابھی جھوٹ کا پول کھول دے گا۔ اللہ ان لوگوں کے اعمال میں برکت نہیں ڈالتا جو اس کے کام میں رخنے ڈالتے ہیں۔ اللہ اپنی تقدیروں کو نافذ کر کے سچ کو سچ کر دکھائے گا اگرچہ مجرموں کو یہ بات ناگوار گزرے ◉

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ: لا الذی سماہ فرعون (کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان) یہاں آیت میں مندرجہ اعتراض کا جواب دیا ہے۔ فرمایا جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو۔

سَيُبْطِلُهٗ: سیمحقہ او سیظہر بطلانہ (کشاف، بیضاوی) یعنی اس کو مٹا دیگا یا اس کا بطلان ظاہر کر دے گا۔

لَا يُصْلِحُ: لا یقویہ (بیضاوی، رازی)۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰي خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۴﴾

لیکن فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف کی وجہ سے کہ کہیں وہ انہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں سوائے اس کی قوم کے چند نوجوانوں کے کسی نے موسیٰ کو قبول نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ

فرعون کو ملک میں غلبہ حاصل تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو ظلم
کرتے وقت حد سے بڑھ جاتے ہیں ◉

مَلَاۡئِہِمۡ : والضمیر لفرعون. وجمعه علی ماھو المعتاد فی ضمیر العظماء، او علی ان المراد بفرعون آلہ کما یقال ربیعة ومضر، او للذریة، او للقوم (بیضاوی، کشاف، املاء) یعنی ھم کی ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے اور جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح قبیلے (مثلاً ربیعہ اور مضر) اپنے سرداروں کے نام سے پکارے جاتے ہیں یہاں فرعون سے مراد آلِ فرعون ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر ذریت یا قوم کی طرف راجع ہو۔ مؤخر الذکر صورت میں ترجمہ ہوگا؛ لیکن فرعون اور نوجوانوں کے سرداروں (یا بنی اسرائیل کے سرداروں) کے خوف کی وجہ سے . . .

وَقَالَ مُوۡسٰی یٰقَوۡمِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ فَعَلَیۡہِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ ﴿۸۵﴾

موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا : اے میری قوم ! اگر تم اللہ پر ایمان لاتے ہو تو شرطِ فرمانبرداری یہ ہے کہ اسی پر توکّل کرو ◉

فَقَالُوۡا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۙ۸۶﴾

وَ نَجِّنَا بِرَحۡمَتِکَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۸۷﴾

انہوں نے جواب دیا : ہم تو اللہ ہی پر توکّل کرتے ہیں۔ پھر وہ اللہ سے دعا کرنے لگے : اے ہمارے ربّ ہمیں اس ظالم قوم کے لئے

فتنہ نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت سے کافروں کے پنجہ سے نجات دے ◉

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ثم دعوا ربهم قائلين) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (رُوح البیان، رازی، شوکانی)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: فِتْنَہ کے معنے ہیں عذاب، آزمائش، امتحان (لسان، اقرب) گویا اِس آیت کے معنے ہیں: اے ہمارے رب ہماری وجہ سے کفّار کو آزمائش یا عذاب وغیرہ میں نہ ڈال یعنی یہ نہ ہو کہ وہ ہمیں دُکھ دے کر تیرا عذاب مول لے لیں۔

یہاں فِتْنَہ کے معنے موضع فتنہ بھی ہو سکتے ہیں (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان، طبری) اس اعتبار سے آیت کے معنے ہوں گے: اے ہمارے رب ہمیں کفّار کے ہاتھوں عذاب نہ دے یا رُسوا نہ کر۔

صاحبِ لسان کہتا ہے فالفتنة هھنا اعجاب الكفار بكفرهم یعنی اِس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اے ہمارے رب ظالموں کو ہماری وجہ سے غرور کا موقع نہ دے۔

لین کہتا ہے کہ اس جگہ اس کے معنے باعثِ خوشی ہیں یعنی ہمیں ظالموں کے لئے خوشی کا باعث نہ بنا یعنی ایسا نہ کر کہ کافر ہمیں ذلیل کر کے خوشی کے ڈنکے بجائیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اور ہم نے موسٰی اور اس کے بھائی سے کہا کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں چند گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو آمنے سامنے بناؤ اور نماز کو قائم کرو۔ اور اے نبی! مومنوں کو فتح و نصرت کی خوشخبری دے ◉

وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً: بیوت کے معنی بعض نے گھر اور بعض نے فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (۲۴: ۳۷) کی رعایت سے مساجد کئے ہیں (رازی)

اِس آیت کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں:۔

ای مساجد متوجھة نحو القبلة (کشاف، رُوح البیان) لیعنی ایسی مسجدیں بناؤ جن کا رُخ قبلہ کی طرف ہو۔

متوجھة الی جھة القبلة (شوکانی) یعنی ایسے گھر بناؤ جن کا رُخ قبلہ کی طرف ہو۔

امام رازی کہتے ہیں اس کے معنے متقابلة بھی ہو سکتے ہیں یعنی اپنے گھر آمنے سامنے بناؤ (تاکہ تم میں جماعت بندی کا احساس پیدا ہو اور تم ایک دوسرے کی آسانی سے مدد کر سکو)

اِس آیت میں پہلے تثنیہ کی ضمیر ہے جو موسیٰ اور ہارون کی طرف راجع ہے پھر جمع کی جس میں تمام قوم شامل ہے پھر بَشِّرِ میں واحد کی جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے۔ بَشِّر کی ضمیر فداہ ابی و امی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے (شوکانی) کیونکہ حضورؐ مثیلِ موسیٰ بھی ہیں اور قرآن کے قصے آئندہ کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔

وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۹﴾

اور موسیٰ نے اپنے رب سے کہا: پروردگار! تُو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دُنیا کی اِس زندگی میں زینت کے سامان اور مال و دولت دے رکھے ہیں۔ پروردگار! کیا تُو نے یہ اِس لئے کیا ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے مُنحرف کریں؟ پروردگار! ان کے اموال تباہ کر دے اور ان کے دِلوں کو سخت کر دے اور ایسا کر کہ جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں۔

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ : ذكر ذالك على سبيل التعجب المقرون بالانكار، والتقدير كانك أتيتهم لاجل ان يضلوا عن سبيلك ثم حذف حرف الاستفهام (رازی) یعنی اگرچہ حرفِ استفہام محذوف ہے اس میں تعجب کا مفہوم ہے اور اس کے معنے ہیں کیا تُونے یہ اس لئے کیا ہے....

علّامہ رازی اور شوکانی کہتے ہیں کہ یہاں لام اگرچہ بظاہر تعلیل کا حکم رکھتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں اور اس کا یہ استعمال محض مجازاً ہے اور مقصودِ بیان یہ ہے کہ تیرے اِس فعل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تُونے یہ سب کچھ انہیں اسلئے دے رکھا ہے تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں۔

لِيُضِلُّوا میں لام صیرورۃ بھی ہوسکتا ہے (رازی، شوکانی) اِس اعتبار سے آیت کے معنے ہوں گے : پروردگار تیری اِس عطا کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے منحرف کر رہے ہیں۔

فَلَا يُؤْمِنُوا کی ایک صورت تو یہ ہے کہ یہ جواب الدعا ہے (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان) اس کے مطابق متن میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ یہ لِيُضِلُّوا پر عطف ہو اور درمیان میں جملہ معترضہ آگیا ہو (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی) اِس اعتبار سے آیت کا ترجمہ ہوگا : پروردگار! کیا تُونے یہ اِس لئے کیا ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے منحرف کریں اور اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ پروردگار! ان کے اموال تباہ کردے اور ان کے دِلوں پر مُہر لگا دے۔

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٠﴾

اللہ نے کہا : تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ پس تم اِستقامت دکھاؤ

اور ان لوگوں کی راہ پر قدم نہ مارو جو علم سے بے بہرہ ہیں ◉

قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا : آیت ۸۹ میں حرف موسٰی کا دعا مانگنا بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں یہ فرمایا کہ تم دونوں (یعنی موسٰی اور ہارون) کی دعا قبول کرلی گئی ہے۔ اِس سے معلوم ہوُا کہ موسٰی کی دُعا بطور امام تھی اور ہارون اس میں بطور مقتدی شامل تھے اور آمین کہنے والوں میں سے تھے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰیٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾

اور پھر یوں ہوا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اُتار دیا۔ اور فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور سرکشی کے طریق سے ان کا پیچھا کیا۔ اور جب فرعون ڈوبنے لگا تو پکار اُٹھا: مَیں اِس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اس خدا کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے کوئی اور خدا نہیں۔ اور مَیں اسی کے حضور سرِ تسلیم خم کرتا ہوں ◉

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۲﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

۹ ع ۱۰ ۱۴

ہم نے کہا: کیا اب تُو ایمان لاتا ہے؟ لیکن اس سے پہلے تُو برابر نافرمانی کرتا رہا ہے۔ اور ظلم و فساد تو تیری فطرت بن چکی تھی۔ آج ہم صرف تیرے جسدِ بیجان کو بچائیں گے تاکہ تُو اُن لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آنے والے ہیں عبرت کا نشان بنے۔

دیکھو! ہم کیسے کیسے نشان دکھاتے ہیں، لیکن اکثر لوگ ہمارے نشانوں

کی پرواہ نہیں کرتے ◉

آلْئٰنَ : یہ اصل میں اَلْآنَ ہے اور اس کا عامل محذوف ہے گویا عبارت کی تقدیر ہے اتؤمن وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ : و کا عطف محذوف عبارت پر ہے جو ماحول سے اُبھر رہی ہے۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایک بہت اچھا ٹھکانا دیا اور انہیں کھانے کے لئے عمدہ عمدہ چیزیں عطا کیں۔ لیکن انہوں نے۔ باہم اختلاف بھی کیا تو اس وقت کیا جب ان کے پاس علم آچکا تھا۔ تیرا رب۔ ان کے اختلاف کا قیامت کے دن فیصلہ کرے گا ◉

حضرت ابن عباسؓ نے اِس جگہ علم سے مُراد قرآن لیا ہے (رازی، رُوح البیان) قرآن کو علم اِس لئے کہا گیا ہے کہ وہ علم کا سبب ہے۔ تسمیۃ السبب باسم المسبب مجاز کی ایک مشہور قسم ہے (مختصر المعانی)
اختلاف سے مُراد اِس جگہ نبی عربی فداہ رُوحی وجنانی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں اختلاف ہے۔

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ فَسْــَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۹۵﴾

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۹۶﴾

اے شخص! اگر تجھے اس چیز کے بارے میں جو ہم نے تجھ پر نازل کی ہے کچھ شک ہے تو اس کے متعلق ان لوگوں سے پوچھ جو پہلی کتب کو پڑھتے ہیں۔ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے سچائی آ گئی ہے پس تُو اس میں شک نہ کر اور ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں ورنہ تُو نقصان اُٹھائے گا ◉

کِتٰب کا لفظ یہاں جنس کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور قرآن کے لئے بھی۔ اگر اس سے مراد کتبِ سابقہ لی جائیں تو مقصودِ بیان یہ ہے کہ قرآن اور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پہلی کتب میں بشارتیں درج ہیں گویا یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ (الم بنہ ۱۵۸) کا مضمون دوسرے رنگ میں ادا کیا ہے۔ اگر اس کے معنی قرآن لئے جائیں تو یہ نکتہ نکلتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے سابق اکابرینِ اُمت کی طرف رجوع کرنا احسن ہے اور یہ بھی کہ بحث و تحیص سے قرآن کے مطالب کھلتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۹۷﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ﴿۹۸﴾

اگرچہ ان کے پاس تمام نشان آ جائیں وہ لوگ جن کے متعلق تیرے رب کا فیصلہ واجب ہو چکا ہے اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ایک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ◉

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ

يُونُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٩﴾

آخر یہ کیا قصہ ہے کہ یونس کی قوم کے سوا کوئی اور قوم ایسی نہ ہوئی کہ وہ ایسی حالت میں ایمان لاتی کہ اس کا ایمان، اس کو فائدہ دیتا؟ البتہ جب یونس کی قوم ایمان لے آئی تو ہم نے ان سے وہ عذاب ٹال دیا جو اسی زندگی میں رُسوا کر دیتا ہے اور انہیں تامعیّن حیات عیش و عشرت کے سامان دئے۔ ◉

اِلَّا: استثناء متصل بھی ہو سکتا ہے اور منقطع بھی (کشاف) متن میں ترجمہ استثناء متصل کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ اگر اسے استثناء منقطع لیا جائے تو مندرجہ ذیل ترجمہ ہوگا: آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ کوئی بستی بھی ایسی نہ ہوئی کہ وہ ایسی حالت میں ایمان لاتی کہ اس کا ایمان اس کو فائدہ دیتا؟ رہا یونس کی قوم کا قصہ سو جب وہ لوگ ایمان لے آئے ....

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٠﴾

اگر اللہ اپنی مرضی زبردستی منوانا چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لے آتے۔ پھر جب اللہ زبردستی نہیں کرتا تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں؟ ◉

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ: مشیئۃ القسر والالجاء (کشاف)

اَفَاَنْتَ: ف مقدر عبارت پر دلالت کرتا ہے جس کا مضمون عبارت کے ماحول سے پیدا ہو رہا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے تاہم وہ ان لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو اپنی عقل استعمال نہیں کرتے ◉

الرِّجْسَ : العذاب او الخذلان۔

اِن آیات سے تقدیر کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی لوگوں پر زبردستی نہیں ٹھونستا تاہم وہ ان لوگوں کو جو اس کی دی ہوئی عقل کو استعمال نہیں کرتے عذاب دیتا ہے۔ اِذن سے اِس جگہ مُراد اللہ کا حکم اور قانون ہے یعنی جس طرح تمام باقی اُمور اس کے قانون کے ماتحت سرانجام پاتے ہیں یہی حال ایمان کا ہے۔ اگر ہمیں دیکھنے کے لئے آنکھ اور سُننے کے لئے کان استعمال کرنے پڑتے ہیں تو ایمان لانے کے لئے عقل کو استعمال کرنا پڑے گا۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: زمین و آسمان کے عجائبات پر نظر ڈالو۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ایمان لانا ہی نہیں نشانات اور انذار لاحاصل ہیں ◉

مَاذَا : اِس کی دو صورتیں ہیں:۔

ا۔ مَاذَا ایک ہی اسم ہے جو کہ استفہام کے لئے آیا ہے اور استعجاب کے معنی دے رہا ہے۔

ب۔ مَا استفہام کے لئے ہے اور ذَا کے معنی اَلَّذِیْ کئے گئے ہیں۔

اِس صورت میں آیت کی تقدیر ہے: انظروا الی الشیٔ الذی فی السمٰوٰت والارض۔

وَمَا تُغْنِيْ : مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے اور نافیہ بھی۔

نُذُر : نذیر کی جمع یا بمعنی انذار۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

کیا یہ لوگ ان ایّام کی انتظار میں ہیں جو ان سے پہلے لوگوں پر گذرے۔ اے رسُول! تو ان سے کہہ: انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ◉

اَیَّام: یَوْم کی جمع۔ اَیَّام کا لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے (لسان) دوسری جگہ فرمایا وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (۱۴:۶)

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۱ ۱۵

لیکن اِن ایّام میں ہم قوموں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور اپنے رسُولوں اور مومنوں کو بچا لیتے ہیں۔ ہمارا دستور یہی ہے۔ یاد رکھو! مومنوں کو بچانا ہم پر واجب ہے ◉

ثُمَّ نُنَجِّيْ: عطف علی محذوف دل علیہ الّا مثل ایام الّذین خلوا (بیضاوی، کشاف، رازی، شوکانی، رُوح البیان)

كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ: اِس کے اعراب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ كَذٰلِكَ مصدر محذوف کی صفت ہے اور حَقًّا اس کا بدل ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے انجاءً كذٰلك حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (املاء)

۲۔ كَذٰلِكَ اور حَقًّا دونوں دوسرے نُنْجِ سے نصب حاصل کرتے ہیں (املاء)

۳۔ كَذٰلِكَ پہلے نُنَجِّيْ سے نصب حاصل کرتا ہے اور حَقًّا دوسرے سے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (املاء)

۴۔ كَذٰلِكَ خبر ہے اور اس سے پہلے مبتداء محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے الامر کذلك اور حَقًّا دوسرے نُنْجِ کی وجہ سے منصوب ہے۔ متن میں اِس اعتبار سے معنی کئے گئے ہیں۔ (املاء)۔

۵۔ كَذٰلِكَ، نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ کی وجہ سے منصوب ہے اور حَقًّا عَلَیْنَا جملہ معترضہ ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾

وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین کے متعلق کچھ شک ہے تو سُن لو کہ جن معبودوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو میں ان کی پرستش نہیں کرتا۔ میں تو صرف اس اللہ کی پرستش کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ایمان کی تمام شرائط پوری کرنے والوں میں سے بنوں۔ اور مجھے کہا گیا ہے:

دینِ حنیف پر استقامت اختیار کر اور شرک کو کسی رنگ میں اختیار نہ کر، اللہ کے سوا ان چیزوں کو نہ پکار جو نہ تجھے فائدہ پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان۔ اگر تُو کوئی ایسی حرکت کرے گا تو تیرا شمار ظالموں میں ہو گا ◉

حَنِیۡفًا: الدِّیۡن کا بھی حال ہوسکتا ہے اور الوجہ کا بھی۔ مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام ادیانِ باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ اطاعت کی راہ اختیار کروں۔

وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ یُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۰۸﴾

اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے اس کے علاوہ کوئی دُور نہیں کر سکتا اور اگر وہ تیرے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنیوالا ہے ◉

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡكُمۡ بِوَكِیۡلٍ ﴿۱۰۹﴾ؕ

اے رسول! تُو ان سے کہہ: لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی

طرف سے سچائی پہنچ چکی ہے۔ جو راہِ راست پر چلے گا اس کا فائدہ
اسی کی جان کو ہوگا اور جو گمراہی اختیار کرے گا اس کا وبال اسی کی
جان پر ہوگا۔ مَیں کوئی تمہارا محافظ نہیں ہوں ◉

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١١٠﴾

اے رسول! جو وحی تجھ پر کی جاتی ہے اس کی پیروی کر اور صبر سے کام
لے یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرما دے۔ یاد رکھ! وہ تمام فیصلہ
کرنے والوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ◉

سُورَۃُ ھُودٍ

ربطِ آیات

یہ سُورت مضمون کے اعتبار سے سُورہ یُونس کا تتمہ ہے لیکن اِس میں انذار کا رنگ بہت شدید ہے۔

آیت ۲ تا ۴ :-

سُورہ یُونس کے آخر میں الحق یعنی رسُول اور قرآن کے آنے کی بشارت دی تھی اور ہدایت کو قبول کرنے کی تلقین کی تھی۔ اِس سُورت کے شروع میں قرآن اور رسُول کا ذکر کیا ہے اور انابت الی اللہ کی تلقین کی ہے۔

آیت ۵ :-

انابت الی اللہ کے لئے ایک نہایت وزنی دلیل دی کہ جب آخر کار تم نے اسی کے حضور پیش ہونا ہے پھر کیوں نہ اس سے جلد صلح کر لو۔

آیت ۶ :-

جب انابت الی اللہ کا ذکر کیا تو مُنکرینِ حق کا ذکر بھی کر دیا۔ پھر اُن کی اصل بیماری پر اُنگلی رکھی جو انہیں اِس راہ سے روکتی ہے۔

آیت ۷ :-

کفار کا یہ عام اعتراض ہے کہ خدا کو کیا پڑی ہے کہ ہمارے متعلق اتنی سر دردی کرے (یاد رکھنا چاہیئے کہ اختصار کے پیشِ نظر قرآن اکثر اعتراض کو نقل کئے بغیر جواب دیتا چلا جاتا ہے۔ ایسی صُورت میں اعتراض کے خدوخال جواب سے واضح ہو جاتے ہیں) فرمایا: جب اس نے تمام حشرات الارض کے رزق (اور رہنے سہنے کا بندوبست کیا اور ان کے لئے ایک کتابِ مبین یعنی واضح قانون مقرر کیا تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اشرف المخلوقات کی رُوحانی زندگی کے لئے کتابِ مبین کا بندوبست نہ کرتا۔

آیت ۸ :-

اسی دلیل کو آگے چلایا اور فرمایا کہ زمین و آسمان بنانے کی غرض تو یہ تھی کہ وہ دیکھے کہ لوگوں میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ اسے ہمارے متعلق سر دردی کی کیا ضرورت ہے۔

(اِس آیت میں ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ جس طرح سفلی زندگی کا تمام دار و مدار جسمانی پانی پر ہے اسی طرح رُوحانی زندگی کا تمام دار و مدار رُوحانی پانی پر ہے۔ گویا اس کی حکومت خواہ اس کا تعلق جسمانیات سے ہے خواہ رُوحانیات سے پانی پر قائم ہے) چونکہ اعمال کا جائزہ لینے کے لئے قیامت کا دن ہے اِس لئے اس کے ساتھ ہی بعث بعدالموت کا ذکر بھی کر دیا۔

آیت ۹ :-

جس طرح جسمانی زندگی کے قوانین ہیں اسی طرح رُوحانی زندگی کے بھی قانون ہیں اور ان میں ایک قانون جو سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے یہ ہے کہ انبیاء کے ساتھ استہزاء کرنے کے نتیجہ میں عذاب آتا ہے۔

فرمایا: اگر ہم نے اِس عذاب میں کچھ تاخیر کر دی ہے تو تمہیں اترانا نہیں چاہیئے جب عذاب آئے گا تمہارا سارا مذاق نکل جائے گا۔

آیت ۱۰ تا ۱۲ :-

پھر اس کا یہ بھی قانون ہے کہ وہ تباہ کر دینے والا عذاب یکلخت نہیں بھیجتا۔ پہلے کبھی عذاب دیتا ہے اور کبھی ڈھیل تاکہ لوگ سمجھ جائیں۔

فرمایا: کافر ہمارے اِس قانون سے جو کہ ہماری رحمت کا آئینہ دار ہے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ جب ہم نعمت چھینتے ہیں تو ہماری طرف جُھکنے کی بجائے مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور جب ہم ان سے سختی کو دُور کر دیتے ہیں اور پھر سے انعام و اکرام کا سلسلہ جاری کر دیتے ہیں تو شکر کرنے کی بجائے تکبّر کرنے لگتے ہیں۔ لیکن مومنوں کا حال اس سے جُدا ہے۔

خدا تعالیٰ نے جو قانون کفار کے لئے مقرر کر رکھا ہے اس سے ملتا جُلتا قانون مومنوں کے لئے بھی ہے جس طرح وہ کافروں کو تباہ کرنے سے پہلے انہیں کبھی عذاب دیتا ہے اور کبھی ڈھیل اسی طرح وہ مومنوں کو فتح مبین عطا کرنے سے پہلے کبھی کامیابی دیتا ہے اور کبھی ناکامیابی۔

فرمایا: ایسے مواقع پر مومن کافروں کی طرح نہ ہی مایوسی کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی تکبّر کرتے ہیں۔

آیت ۱۳ :-

اِس آیت میں کفار کے استہزاء کی بعض مثالیں دیں۔

آیت ۱۴:۔

کفّار کا تمام تر زور اِس بات پر تھا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ

مَیں وہ پانی ہوں جو اُترا آسماں سے وقت پر

اور قرآن کوئی رُوحانی پانی نہیں بلکہ اس کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے۔

فرمایا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ قرآن از خود بنا لیا ہے تو تم بھی بنا سکتے ہو۔ پُورا قرآن بنانا تو بڑی بات ہے تم قرآن جیسی دس سُورتیں ہی بنا لاؤ۔

آیت ۱۵:۔

پھر تہدیداً فرمایا: اگر وہ اِس چیلنج کو قبول نہیں کرتے تو جان لو کہ قرآن ان علوم پر مشتمل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اَور نہیں جانتا۔

آیت ۱۶، ۱۷:۔

جب کافر اِس مسکت دلیل کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو معلوم ہو گیا کہ ان کے پیشِ نظر صرف دُنیوی زندگی ہے۔

فرمایا: جو لوگ دُنیوی زندگی کے لئے جدّ و جہد کرتے ہیں انہیں صرف یہی ملتی ہے اور آخرت میں ان کے لئے آگ کے عذاب کے علاوہ اَور کچھ نہیں۔

اِس آیت میں کافروں کے انکار پر اصرار کا نتیجہ بھی بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ جسمانی اَور رُوحانی نظام متوازی چلتے ہیں، ہر ایک کا اپنا اپنا قانون ہے۔

آیت ۱۸:۔

آیت ۱۴، ۱۵ میں قرآن کو رسُول کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا تھا اِس آیت میں رسول کی صداقت کے ثبوت میں آپ کے بعد آنے والے شاہد اور تورات کو پیش کیا۔

آیت ۱۹ تا ۲۳:۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر تورات کی شہادت پیش کی گئی تو یہود نے عاجز آ کر اپنی کتاب میں ردّ و بدل شروع کر دیا اور اس کے بعض حصّوں کو چھپانے لگے۔

فرمایا: اِس طریق سے تم اللہ کو عاجز تو نہیں کر سکو گے ہاں اپنے لئے عذاب کا سامان ضرور کر لو گے۔

آیت ۲۴:۔

کفار کے ذکر کے ساتھ مومنین کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

آیت ۲۵ :۔

پھر کفار اور مومنوں میں فرق بتایا۔

آیت ۲۶ تا ۱۰۰ :۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع رُسل تھے سہ

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پس آپؐ کے نہ ماننے والوں کے لئے تمام وہ ہلاکتیں مقدر ہیں جو پہلے انبیاءؑ کے منکرین پر آئیں۔ اِس مضمون کو واضح کرنے کے لئے قرآن نے پہلے انبیاءؑ میں سے بعض چیدہ چیدہ نبیوں کے حالات بیان کئے ہیں جن کی قوم پر ان کے انکار کی وجہ سے عذاب آیا۔ چنانچہ آیت ۲۶ سے آیت ۴۹ تک نوحؑ کا قصہ بیان کیا اور اس کے بعد آیت ۵۰ میں صاف صاف الفاظ میں فرما دیا کہ یہ غیب کی خبریں ہیں۔

پھر آیت ۵۱ سے آیت ۶۱ تک ہُودؑ کا
اور آیت ۶۲ سے آیت ۶۹ تک صالحؑ کا
اور آیت ۷۰ سے آیت ۸۴ تک لُوطؑ اور ضمنی طور پر ابراہیمؑ کا
اور آیت ۸۵ سے آیت ۹۶ تک شعیبؑ کا
اور آیت ۹۷ سے آیت ۱۰۰ تک موسیٰؑ کا قصہ بیان کیا۔

آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳ :۔

یہ تمام قصص بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جو بستیاں ایسا ظلم کرتی ہیں جیسا کہ ان لوگوں نے کیا تو وہ انہی کی مانند تباہ کی جائیں گی۔

اِس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب ان عذابوں کا ذکر کیا جو پہلی اُمتوں پر آئے تو عنوان نوحؑ کی قوم کے عذاب سے باندھا اور باقی قوموں کے عذابوں کو والی عاد، والی ثمود، والی مدین وغیرہ عنوانوں کے ساتھ اس پر معطوف کیا۔ گویا جب نوحؑ کے عذاب کے متعلق یہ فرمایا کہ تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (۵۰) تو یہ بات تمام ان عذابوں کے متعلق بھی فرما دی جو اس پر معطوف تھے کیونکہ جیسا کہ اہلِ علم جانتے ہیں معطوف معطوف علیہ کے حکم سے

باہر نہیں ہوتا۔

بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن نے اپنے منکرین کو جن عذابوں سے ڈرایا ان میں سے بہت کم ان پر وارد ہوئے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ حضور کے اوّلین مخاطب تو تقریباً سب کے سب ایمان لے آئے تھے پھر ان پر عذاب کیونکر نازل ہوتا۔ ہاں جب تک وہ ایمان نہیں لائے تھے ان پر عذاب نازل ہوتے رہے۔ سات سال تک قحط رہا مسلمانوں کے ساتھ جنگوں میں ان کے سرفرازوں کے سر کاٹے گئے اور بالآخر فتح مکہ کے وقت ان کا غرور توڑ کر خاک میں ملا دیا گیا۔ کیا یہ عذاب نہیں تھا؟ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تمام قوموں کے لئے ہے اور حضورؐ کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ پس تمام وہ عذاب جو کہ دوسرے انبیاء کے زمانہ میں آئے آپؐ کے زمانہ میں آکر رہیں گے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپؐ کے منکرین پر جو عذاب آئے اور آ رہے ہیں وہ ان عذابوں سے جو پہلوں پر آئے کہیں بڑھ کر ہیں۔ نوحؑ کی قوم ایک سیلاب سے ہلاک ہوئی تھی۔ یہاں سیلابوں کا ایسا سلسلہ شروع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔

ہود کی قوم عاد بادِ سموم سے ہلاک ہوئی تھی۔ تم تو زہریلی گیس کی زہر آفرینیاں جنگِ عظیم اوّل اور لیبیا میں دیکھ چکے ہو اور ابھی اور دیکھنے کے منتظر ہو۔ ثمود زلازل سے تباہ ہوئے تھے۔ حضورؐ کے اس دور میں جتنے زلزلے آئے ہیں اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

لُوط کی قوم پر آسمان سے حجارۃ مسومۃ یعنی نشان لگائے گئے پتھر برسائے گئے تھے۔ لیکن وہ پتھر تو چند ہزار ڈھیلے تھے جو ایک محدود مقام پر گرے۔ یہاں روز جابجا لاکھوں ٹن پتھر آسمان سے برستے ہیں اور وہ ایسے نشان زدہ ہوتے ہیں کہ ان کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ ان کی بارش اتنی شدید ہوتی ہے کہ الامان! الحفیظ! شعیب کی قوم صیحہ سے ہلاک ہوئی تھی۔ صیحہ کا ترجمہ انگریزی دانوں نے   کیا ہے۔ یہاں دستے

ہو رہے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

اِن تمام شواہد کے پیشِ نظر یہ کہنا کہ قرآن نے جن عذابوں کا ذکر کیا تھا وہ منکرینِ حق پر نازل نہیں ہوئے سخت ظلم ہے۔ اور میں کہتا ہوں ابھی تم لوگوں نے کیا دیکھا ہے۔ یہ اٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم کا زمانہ ہے پہلا دور تکمیلِ دین کا دور تھا یہ اتمامِ حجت کا دور ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (۶۱ : ۱۰) کا دور ہے، قرآن کے کامل غلبہ کا دور ہے۔ پس منکرینِ حق کے لئے فرار کی کوئی جگہ نہیں۔ بادِ سموم کے بھرپور جھونکے، زمین کو تہ و بالا کرنے والے زلزلے، سیلاب اور آسمان سے برسنے والے، نشانہ پر گرنے والے پتھر اور طرح طرح کے عذاب، ان کے لئے لکھے ہیں۔ وہ دلبر یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے رسول اور اس کے قرآن کو جھٹلایا گیا اور وہ

چُپ رہا لیکن اب وہ خاموش نہیں رہے گا اور بڑے زبردست حملوں کے ساتھ اپنے رسول کی سچائی کو ثابت کرے گا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

آیت ۱۰۴:۔

دُنیا کے عذاب سے ڈرانے کے ساتھ ساتھ قیامت کے عذاب سے بھی ڈرایا۔

آیت ۱۰۵:۔

پھر قیامت کے یقینی طور پر آنے کا ذکر کیا۔

آیت ۱۰۶:۔

پھر فرمایا کہ اس دن بعض لوگ بدبخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔

آیت ۱۰۷ تا ۱۰۹:۔

اس کے بعد دونوں گروہوں کے ساتھ جو معاملہ پیش آئے گا اس کا ذکر کیا۔

آیت ۱۱۰:۔

پھر اصل مضمون کی طرف عَود کیا اور فرمایا کہ ان لوگوں کی بُت پرستی کا بھی وہی نتیجہ نکلے گا جو ان سے پہلوں کی بُت پرستی کا نکلا۔

آیت ۱۱۱:۔

اِس سُورۃ کے شروع میں قرآن کا ذکر کیا تھا ۔ اِس سورۃ کے خاتمہ کے قریب پھر قرآن کا ذکر کیا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطابق نصِ صریح اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا ۵ شَاہِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۵ (۷۳ : ۱۶) مثیلِ موسٰی تھے اسی طرح قرآن مثیلِ توریت ہے۔ تمام انبیاء کی آمد کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو مختلف راہوں سے ہٹا کر ایک ہی راہ پر قائم کر دیا جائے۔ اور جس طرح شروع میں وہ ایک قوم تھے آخر میں پھر انکو ایک ہی قوم کر دیا جائے۔ یہ کام موسٰی کے ذریعہ بھی ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ابتداء سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ یہ سہرا محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سَر باندھا جائے گا۔

اس میں اسی مضمون کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔

آیت ۱۱۲ تا ۱۱۴:۔

جب اس نبی کا ذکر کیا جس کے ہاتھ پر تمام قوموں نے جمع ہونا ہے تو اس کی اُمت کو بھی معیاری اُمت بننے کا

سبق دیا۔ فرمایا: ہر ایک کو خواہ وہ مومن ہو خواہ کافر اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس مومنوں کو چاہیئے کہ استقامت اختیار کریں، ظالموں کے ہمنوا نہ بنیں، نماز قائم کریں اور صبر و استقلال کو اپنا شعار بنائیں۔

آیت ۱۱۷:۔

چونکہ اِس سُورۃ میں پہلی اُمتوں کی ہلاکت کا خاص طور پر ذکر ہے، اُمّتِ محمدیہ کو ہشیار کرنے کے لئے انکی ہلاکت کی وجوہ بیان کر دیں۔

فرمایا: ان کی ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ ان میں ایسے صاحبِ رائے لوگ نہیں تھے جو اپنی قوم کو ظلم و فساد سے روکتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ گئے اور عادی مجرم بن گئے۔

آیت ۱۱۸:۔

فرمایا: اگر لوگ ملک میں امن قائم رکھیں تو انہیں اِس وجہ سے ہلاک نہیں کر دیا جاتا کہ وہ شرک کرتے ہیں۔

آیت ۱۱۹، ۱۲۰:۔

اس کے بعد پھر لوگوں کے ایک ہی قوم ہونے کے مسئلہ کے چند پہلوؤں کو اجاگر کیا۔

آیت ۱۲۱:۔

پھر فرمایا کہ اے رسول! پہلے انبیاء کے قصّے تجھے اِس لئے سُنائے گئے ہیں تاکہ تیرا دل مضبوط ہو اور تجھے یقین ہو جائے کہ حق کا مقابلہ کرنے والے اور زمین میں فساد بپا کرنے والے تباہ کر دئیے جائیں گے۔

آیت ۱۲۲ تا ۱۲۴:۔

جب بات واضح ہو گئی تو مخالفین کو چیلنج کیا کہ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو تم دیکھو گے کہ تمہاری کوششیں بے ثمر رہیں گی اور مومنوں کی کوششیں بار آور ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخری فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

جب فتح و کامرانی کا حتمی وعدہ دے دیا تو فرمایا کہ اِس وعدہ کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہئے کہ تم اللہ سے غافل ہو جاؤ تمہیں چاہیئے کہ اللہ کے حقیقی عبد بن جاؤ وہ تمہارے بھی اعمال دیکھتا ہے اور کافروں کے بھی۔

اِس سُورۃ کے شروع میں انابت الی اللہ کی تعلیم دی تھی اسی مضمون پر سُورۃ کو ختم کیا ہے تاکہ دائرہ کے دونوں سِرے مِل جائیں۔

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ (۱۱)

اٰیاتها ۱۲۴ رکوعها ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ②

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ③

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ④

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑤

میں اللہ دیکھنے والا ہوں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات میں ایک محکم نظام ہے اور جنہیں کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس خدا

کی طرف سے ہے جو حکیم اور خبیر ہے، اور اس کی غرض یہ ہے کہ تم اللہ کے سوا، جس کی طرف سے مَیں تمہیں کُفر کے نتائج سے ڈرانے اور ایمان کے نتائج کی خوشخبری دینے آیا ہوں، کسی اَور کی عبادت نہ کرو اور اپنے ربّ سے بخشش طلب کرو اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے اسی کے ہو رہو۔ اگر تم ایسا کروگے تو وہ تمہیں تمہارے مقررہ وقت تک زندگی کی نعمتوں سے نوازے گا اور ہر ایک نیکی میں بڑھنے والے پر اپنا فضل نازل کرے گا۔ لیکن اگر تم نے اس سے مُنہ موڑ لیا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اس عذاب میں نہ گرفتار ہو جاؤ جو اس قدر بھاری ہو گا کہ اس کے نازل ہونے کا دن بھاری شمار ہونے لگے گا۔ یاد رکھو! بالآخر تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر ایک بات پر قادر ہے ◉

کِتٰبٌ : مبتدا محذوف (بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان، املاء)

اُحْكِمَتْ : اس کے مُفسّرین نے مختلف معانی کئے ہیں۔

۱۔ نظمت نظما محکما (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، رُوح البیان، شوکانی) یعنی اِن میں ایک محکم نظام ہے (وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں کوئی ربط نہیں اِس آیت پر غور کریں)

۲۔ جعلت حکیمۃ (کشاف، بیضاوی، رازی) یعنی حکمت سے پُر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ (۱۰:۲)

۳۔ منعت من الفساد من قولھم احکمت الدابۃ : اذا وضعت علیھا الحکمۃ لتمنعھا من الجماح (کشاف، بیضاوی، شوکانی) یعنی ان میں کسی فساد کی گنجائش نہیں۔ جب جانور کے مُنہ میں کڑیالہ (حَکَمَۃٌ) ڈالتے ہیں تاکہ وہ سرکشی نہ کرے تو کہتے ہیں احکمت الدابۃ۔

اِسی اعتبار سے بیضاوی، رازی اور شوکانی نے اس کے معنی کئے ہیں کہ ان میں نسخ نہیں۔ نیز اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ وہ دلائل اور حجج سے مُحکم کی گئی ہیں۔

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ : اس آیت میں لف ونشر مرتب ہے احکمت کی رعایت سے حکیم اور

فُصِّلَتْ کی رعایت سے خبیر آیا ہے۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ : وقيل هو كلام منقطع عما قبله محكيا على لسان النبي صلى الله عليه وسلم (شوکانی) یعنی یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی ہو سکتا ہے۔

ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ : توبہ کے معنے اپنی روش بدلنا اور بدل کر دوسری طرف جھکنا ہیں۔ اس کا کمال فنا تام ہے۔ (دیکھئے غریب القرآن و روح البیان زیر آیت ۹۱)

عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ : وهو كبير لما فيه من الاحوال فوصف بوصف ما يكون فيه (روح البیان)

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾

دیکھو! یہ لوگ سچائی سے منہ موڑتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اللہ سے چھپ جائیں۔ یاد رکھو! جب یہ نفاق کا لبادہ اوڑھتے ہیں اللہ کو ان سب باتوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے جنہیں یہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور جنہیں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ دِلوں کے تمام بھید جانتا ہے ◉

يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ : يزورون عن الحق وينحرفون عنه، لان من اقبل على الشئ استقبله بصدره، ومن ازور عنه وانحرف ثنى عنه صدره (كشاف)

مفسرین نے يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کے معنی يعطفون صدورهم (شوکانی، روح البیان) بھی کئے ہیں یعنی اپنے سینوں کو دُہرا کرتے ہیں یعنی اپنے کفر و نفاق کو اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں۔

لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ : ويريدون ليستخفوا من الله فلا يطلع رسوله والمؤمنين على ازورارهم (كشاف)

يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ : يبالغون فى الاستخفاء، كمن يجعلون ثيابهم اغشية لهم حتّٰى لا يظهر منهم شئ (محمد مخلوف)

الجزء ۱۲

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶﴾

روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو وہ اس کی عارضی رہائش گاہ کو بھی جانتا ہے اور مستقل رہائش گاہ کو بھی۔ ہر چیز ایک واضح قانون میں جکڑی ہوئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۸﴾

اپنی حکومت کی بنیاد پانی پر رکھتے ہوئے اس نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

اے رسول! اگر تو اُن سے کہے: لوگو! تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے تو کافر چلا اُٹھیں گے: یہ تو کُھلا کُھلا دھوکہ ہے ◉

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ: عرش کے معنوں کے لئے دیکھئے نوٹ زیرِ آیت ۹: ۱۲۹۔
سِحْرٌ: خدیعۃ (رازی)

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑨

اور اگر ہم اُن کا عذاب ایک مقررہ مدت کے لئے ٹال دیں تو وہ کہیں گے: اسے کس چیز نے روک رکھا ہے؟
دیکھو! جس دن یہ اُن پر نازل ہوگا ٹالنے سے نہیں ٹلے گا، اور وہی چیز جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے اِن کو گھیر لے گی ◉

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ⑩

اگر ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور پھر اپنی نعمت اس سے واپس لے لیتے ہیں تو وہ بالکل مایوس ہو جاتا ہے اور کفرانِ نعمت کرنے لگتا ہے ◉

يَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ: یائس اور کافر سے فعول کے وزن پر مبالغہ کے صیغے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ﴿۱۱﴾

اور اگر ہم اُسے اس کی تکلیف کے بعد اپنی نعمت سے نوازتے ہیں تو
وہ اتراتا اور شیخی بگھارتا ہے اور کہتا ہے: میری تمام تکالیف مجھ سے
دُور ہو گئیں ◉

اَذَقْنٰهُ : الاذاقة والذوق یفید اقل ما یوجد به الطعم (رازی)

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾

لیکن ان لوگوں کا حال جدا ہے جو صبر کرتے ہیں اور نیک عمل بجا لاتے
ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے ◉

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ وَ ضَآئِقٌۢ بِهٖ
صَدْرُكَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ
مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
وَّكِیْلٌ ؕ﴿۱۳﴾

اے رسول! کیا اِس وجہ سے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی خزانہ
کیوں نہیں اُترا، یا اس کے ساتھ اس کی تصدیق کے لیے کوئی فرشتہ
کیوں نہیں آیا، تُو اس وحی کے بعض حصّوں کو چھوڑ دے گا جو
تیری طرف بھیجی جاتی ہے اور دِل گرفتہ ہو گا؟ یاد رکھ!

تیرا کام صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ کر دے۔
ہر چیز اللہ ہی کے اختیار میں ہے ◉

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۵﴾

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن اپنے پاس سے بنا لیا ہے؟
اے رسول! تُو ان سے کہہ: اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو
تم بھی قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ، اور جسے چاہو اللہ کے
سوا اپنی مدد کے لئے بُلا لو۔ لیکن اگر تمہارے مددگار تمہاری مدد نہ
کر سکیں تو جان لو کہ قرآن اس علم پر مشتمل ہے جو صرف اللہ کو
حاصل ہے۔ اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیا اب بھی تم
سرِتسلیم خم نہیں کرو گے؟ ◉

وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ لوگ اللہ کی مدد سے قرآن جیسی کتاب بنا سکیں گے۔ رسول کے مقابلہ پر اللہ کی مدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ اللہ تو تمہاری مدد کو آئے گا نہیں اور جسے چاہو بُلا لو۔

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ: اس کی ایک صورت تو وہ ہے جو متن میں اختیار کی گئی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ سے خطاب مومنین یا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گیا ہے۔ اس صورت میں فَهَلْ اَنْتُمْ

مُّسۡلِمُوۡنَ کے معنی ہوں گے : کیا اے مومنو! اب بھی تم ایمان پر ثابت قدم نہیں رہو گے؟ اگر خطاب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مانا جائے تو جمع کی ضمیر تعظیم کے لئے ہوگی (کشاف، بیضاوی، شوکانی، رازی)۔

بِعِلۡمِ اللّٰهِ : ملتبسًا بمالا یعلمه الا الله (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ ﴿۱۶﴾

جو لوگ دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت طلب کرتے ہیں ہم انہیں ان کے اعمال کا پُورا پُورا بدلہ اِسی زندگی میں دے دیتے ہیں اور وہ دُنیا میں کسی گھاٹے میں نہیں رہتے ◉

وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ : فی الدّنیا (جلالین، شوکانی)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ‌ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِيۡهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۷﴾

لیکن آخرت میں ان کے لئے آگ کے سوا کچھ نہیں، جو کچھ انہوں نے اس دُنیا میں کیا ضائع ہو گیا اور جو اعمال کہ وہ بجا لائے اکارت گئے ◉

فِيۡهَا : الضمیر للدنیا (بیضاوی)

اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَيَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى اِمَامًا وَّرَحۡمَةً ‌ؕ اُولٰٓئِكَ

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸﴾

کیا وہ شخص جھوٹا ہو سکتا ہے جسے اُس کے ربّ کی طرف سے بُرہانِ قاطع ملی ہو اور اس کے بعد اس کی تصدیق کے لئے اللہ کی طرف سے ایک گواہ آ رہا ہو اور اس سے پہلے اس کی تصدیق کے لئے موسیٰ کی کتاب موجود ہو جو سراسر ہدایت اور رحمت ہے ؟

دیکھو ! وہ لوگ جنہیں ان کے ربّ کی طرف سے بُرہانِ قاطع ملی ہے قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن جو قومیں اس کا انکار کریں گی ان کا موعود ٹھکانا جہنّم ہے۔ پس اے انسان ! تُو قرآن کے بارے میں کوئی شک نہ کر۔ یہ وہ سچائی ہے جو تیرے ربّ کی طرف سے آئی ہے، لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے ◉

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ : الخبر محذوف (املاء، رُوح البیان، رازی، شوکانی، بیضاوی)

شَاهِدٌ مِّنْهُ : مِنْهُ کی ضمیر اللہ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور رسول کی طرف بھی صلی اللہ علیہ وسلم (شوکانی، رازی) موخرالذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے : اور اس کے بعد اس کی تصدیق کے لئے ایک ایسا گواہ آ رہا ہے جو اسی میں سے ہے۔

اُولٰٓئِكَ : مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، رُوح البیان)

مَوْعِدُهٗ : وعدہ یا وعدہ کے پُورا ہونے کا وقت یا جگہ (لسان)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ

يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ
الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ
وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٠﴾

اُن لوگوں سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے بارے میں
جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے حضور پیش کئے جائیں گے اور
گواہ کہیں گے : یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں
جھوٹ بولا۔

گوشِ ہوش سے سنو ! اُن ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے جو
لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی نکالتے ہیں۔
یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہیں ◉

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا : ويصفونها عوجا (كشاف، شوكانى)

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ
الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا
يُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾

ان لوگوں کے لئے ممکن نہیں کہ زمین میں اللہ سے بھاگ کر نکل جائیں۔ اللہ کے سوا ان کا کوئی محافظ و مددگار نہیں۔ انہیں دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ وہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں ◉

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾

یہ لوگ اپنی جانوں کی بازی ہار چکے ہیں، اور وہ بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے انہیں چھوڑ گئے ہیں۔ یہ قطعی بات ہے کہ آخرت میں وہ سب سے زیادہ گھاٹے میں ہوں گے ◉

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اپنے ربّ کے حضور سرِ تسلیم خم کیا وہ جنّت کے مکین ہوں گے۔ وہ ہمیشہ جنّت ہی میں رہیں گے ◉

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ ع

ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی تو اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا آنکھوں اور کانوں والا، کیا یہ دونوں اپنی حالت کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرو گے اور نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟ ◉

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ : یہ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یہ ہے الا تتدبرون فلا تذکرون۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٧﴾

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے ان سے کہا) میں تمہیں تمہارے اعمال کے نتائج سے واضح طور پر آگاہ کرنے آیا ہوں اور یہ کہنے آیا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اس عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ جو اتنا دردناک ہو گا کہ اس کے نازل ہونے کا دن دردناک کہلانے لگے گا ◉

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ

اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہمیں تو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ تُو ہم جیسا ایک انسان ہے۔ اور ہم سوائے ان لوگوں کے جو بظاہر ہم میں سے رذیل ہیں، کسی اور کو تیری پیروی کرتے نہیں دیکھتے۔ اور ہم تجھے اور تیرے پیروکاروں کو کسی بات میں اپنے سے بہتر نہیں پاتے۔ بہتر پانا تو درکنار، ہماری رائے میں تم سب جھوٹے ہو ◉

اَرَاذِلُ: جس طرح اکابر اکبر کی جمع ہے اسی طرح اراذل اَرْذَل کی جمع ہے جو کہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے (کشاف)

بَادِیَ الرَّاْیِ: وهو من بدأ يبدأ اذا فعل الشئ اولاً والثانی انه من بدا يبدو اذا ظهر (املاء) یعنی اس کے معنی پہلی نظر میں یا ظاہری نظر میں ہیں۔ بَادِیَ الرَّاْیِ کے معنی کونهم كذالك بادى الرّاى، اى لكل من يراهم بھی ہوسکتے ہیں (رازی) یعنی جو ہر ایک دیکھنے والے کو نظر آئے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: سوائے ان لوگوں کے جو ہر ایک دیکھنے والے کی نظر میں رذیل ہیں۔

اس کے عامل کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:-

۱۔ اس کا عامل نَرٰكَ ہے۔ یہ صورت متن میں لی گئی ہے (املاء، شوکانی)

۲۔ اس کا عامل اِتَّبَعَكَ ہے (املاء، شوکانی، رازی) اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اور ہم سوائے ان لوگوں کے جو ہم میں سے رذیل ہیں کسی اور کو تیری پیروی کرتے نہیں دیکھتے اور ان کا یہ حال ہے کہ وہ سرسری نظر سے دیکھ کر تیری پیروی کر رہے ہیں عمیق نظر سے دیکھ کر نہیں کر رہے یا محض بظاہر تیری پیروی کر رہے ہیں دل سے نہیں کر رہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ

وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۹﴾

نوح نے جواب میں کہا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے برہانِ قاطع ملی ہو اور اس نے مجھے اپنی خاص نعمت سے نوازا ہو جو تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ رہی ہو تو کیا میرے اور میرے رفقاء کے لئے جائز ہو گا کہ ہم تمہیں اس کے قبول کرنے پر مجبور کریں جبکہ تم اسے پسند نہیں کرتے؟ ◉

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا: انجبرکم علی قبولها (جلالین، کشاف، روح البیان)

وَیٰقَوْمِ لَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۳۰﴾

اے میری قوم! میں تم سے اپنی خدمات کے عوض کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ میں مومنوں کو کبھی نہیں دھتکاروں گا۔ یہ لوگ تو اپنے رب کا لقاء حاصل کیا چاہتے ہیں، لیکن میں دیکھ رہا رہا ہوں کہ تم جہالت کی راہوں پر گامزن ہو۔ ◉

اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ: یلاقونه ویفوزون بقربه (بیضاوی)

اس کے معنی حذفِ مضاف کے ساتھ ملاقوا وعد ربهم بھی ہو سکتے ہیں (رازی) یعنی وہ اپنے رب کے وعدوں کو پانے والے ہیں۔

قرآن کا قاعدہ ہے کہ اختصار کے پیشِ نظر یا تو سوال کو بیان نہیں کرتا یا صرف اس کا ایک حصہ بیان کرتا ہے۔ اس کی تفصیل جواب سے معلوم ہو جاتی ہے۔ حضرت نوحؑ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے سرداروں نے یہ کہا تھا کہ تیرے ماننے والے رذیل لوگ ہیں ہم ان کے ہمسر بننے کو تیار نہیں۔ تو پہلے انہیں دھتکار دے پھر ہم اس بات پر غور کریں گے کہ آیا تجھ پر ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اگر تمہیں نعمت قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا تو ان کو نعمت چھوڑنے کے لئے کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے؟ پھر آپ نے ان کے اس اعتراض کو بھی رد کیا کہ وہ رذیل لوگ ہیں۔ فرمایا: وہ تو قربِ الٰہی کی منازل طے کر رہے ہیں اور تم نے جہالت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ پس بتاؤ کہ رذیل کون ہے؟

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۱﴾

اے میری قوم! اگر میں ان لوگوں کو دھتکار دوں تو مجھے اللہ کے انتقام سے کون بچائے گا؟ کیا تم غور نہیں کرو گے اور نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟

وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہ میں عالم الغیب ہوں۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جو تمہاری نظروں میں حقیر ہیں یہ
کہتا ہوں کہ اللہ اُن سے اچھا سلوک نہیں کرے گا۔ اللہ ان کے
دلوں کے بھید کو خوب جانتا ہے۔ اگر میں ان باتوں میں سے کوئی
بات کہوں تو میرا شمار ظالموں میں ہوگا ◉

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا
بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

سرداروں نے نوح سے کہا: اے نوح! تو نے ہمارے ساتھ جھگڑا
کیا، اور جھگڑا بھی بہت کیا۔ اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو
ہم پر وہ عذاب لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دے رہا ہے ◉

فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا: فاطلته او اتيت بانواعه (بیضاوی) یعنی جھگڑے کو لمبا کیا یا بات بات پر جھگڑا کیا۔

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

نوح نے کہا: اگر اللہ کی یہی مرضی ہوئی تو وہ تمہیں ضرور عذاب دیگا۔
تم اللہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے ◉

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ
اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ

وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۵﴾

اگر اللہ تمہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کر لے تو خواہ مَیں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں میری نصیحت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ وہی تمہارا ربّ ہے اور بالآخر اسی کی طرف تمہیں لَوٹ کر جانا ہے ◉

وتقدیر الکلام ان کان اللہ یرید ان یغویکم فان اردت ان انصح لکم لاینفعکم نصحی (بیضاوی، رُوح البیان)

اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۶﴾

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن اپنے پاس سے بنا لیا ہے؟

اے رسول تُو ان سے کہہ: اگر مَیں نے قرآن اپنے پاس سے بنا لیا ہے تو میرے جُرم کا وبال مجھ پر ہو گا۔ لیکن جو جُرم تم کر رہے ہو مَیں اس سے بری الذّمہ ہوں ◉

اِفْتَرٰىهُ: اختلق محمد القرآن (جلالین)

فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ: وبال اجرامی فالمضاف محذوف (رُوح البیان، رازی، کشّاف، بیضاوی)

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۷﴾

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور نوح کی طرف وحی آئی کہ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے تیری قوم میں سے کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ پس جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے رنجیدہ نہ ہو، اور وہ کشتی جس کے بنانے کا ہم تجھے حکم دے چکے ہیں ہماری نگرانی میں اور ہمارے ایماء کے مطابق بنا، اور ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی درخواست نہ کر، وہ غرق ہو کر رہیں گے ◉

الفُلْكَ : اس میں ال عہد کے لئے ہے یعنی وہ کشتی جس کے بنانے کا ہم تجھے حکم دے چکے ہیں۔ صاحب روح البیان کہتے ہیں اللام اما للعہد و اما للجنس۔

بِاَعْيُنِنَا : آنکھ سے مراد حفاظت ہے کیونکہ اس سے نگرانی کا کام لیا جاتا ہے (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ : کفار سے بے اعتنائی اور غضب کے اظہار کے لئے جمع متکلم سے واحد متکلم کی طرف انتقال کیا ہے (دیکھئے تمہید: التفاتِ ضمائر)

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اور نوح نے کشتی بنانا شروع کی۔ اور جب اس کی قوم کے سردار
اس کے پاس سے گزرتے تو اس کا مذاق اُڑاتے۔
نوح نے ان سے کہا: اگر آج تم ہمارا مذاق اُڑاتے ہو۔ تو کل
ہم تمہارا مذاق اسی طرح اُڑائیں گے جس طرح تم ہمارا مذاق اُڑاتے
ہو۔ تم جلد ہی جان لوگے کہ وہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آئے گا جو
اسے ذلیل کر کے رکھ دے گا، اور ایسا عذاب آئے گا جو ہمیشہ قائم
رہے گا ◉

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ : ان تسخروا منا بسبب عملنا للسفینۃ الیوم فانا نسخر منکم غداً عند الغرق (شوکانی) یہ معنی متن میں دئے گئے ہیں۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ان حکمتم علینا بالجھل فیما نصنع فانا نحکم علیکم بالجھل فیما انتم علیہ من الکفر والتعرض لسخط اللہ فانتم اولی بالسخریۃ منا (رازی) یعنی اگر تم ہمارا مذاق اُڑاتے ہو تو ہم تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یعنی تم ہمیں جاہل سمجھ کر ہمارا مذاق اُڑاتے ہو کہ یہ ایک بے سُود حرکت کر رہے ہیں اور ہم تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں کہ تم ایسے جاہل ہو کہ خدا تعالیٰ کے عذاب کو آتے ہوئے نہیں دیکھتے۔

مُقِيْمٌ : اِقَامَةٌ سے اسم فاعل۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۱﴾

اور جب ہمارا حکم آن پہنچا اور زمین سے پانی اُبلنے لگا ہم نے
نوح سے کہا: تمام جانوروں میں سے کچھ جوڑے اور اپنے گھر کے
لوگ سوائے ان لوگوں کے جن کے متعلق پہلے سے فیصلہ صادر ہو چکا

ہے، اور تمام مومنوں کو کشتی میں بٹھا لے۔

اور وہ لوگ بہت ہی تھوڑے تھے جو نوح پر ایمان لائے تھے ﴿۴۰﴾

حَتّٰى : غاية لقوله ويصنع الفلك ومابينهما حال من الضمير فيه، وحتى هي التي يبتدأ بعدها الكلام (بیضاوی) موخر الذکر صورت متن میں لی گئی ہے۔ اول الذکر صورت میں ترجمہ ہوگا : اور نوح کشتی بنانے میں مشغول رہا حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آن پہنچا۔

تَنُّوْرُ : یہ عجمی لفظ تنور سے معرب ہے، اس کے معنی تنور یا سطح زمین یا سطح مرتفع زمین یا وادی کی ایسی جگہ جس میں پانی اکٹھا ہو یا وہ جگہ جس سے پانی اُبل کر نکلے (لسان، اقرب، لین) حضرت علیؓ نے اذا نار الصبح تنور کے معنی جب صبح طلوع ہوتی کئے ہیں (رازی) گویا تنور کا مادہ نور لیا ہے۔ بعض نے اس کا مادہ نار لیا ہے۔ قرآن مجید نے ۱۲:۵۴، ۱۳ میں فرمایا ہے فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا پس تنور کے معنی سطح زمین کرنا اصح ہے۔

كُلّ : اس کے معنی کل یا کثیر یا بعض کے ہوتے ہیں (اقرب) چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ (۷ : ۱۴۶) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (۱۷ : ۹۰، ۱۸ : ۵۴) وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَىْءٍ (۲۷ : ۱۷) وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ (۲۷ : ۲۴)

مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ : زَوْجَيْنِ، احمل کا مفعول ہے اور مِنْ بعضیہ ہے جو متعلق بہ احمل ہے یا حال ہے اور آیت کی تقدیر ہے : من کل صنف زوجین اثنین یا من کل صنف ما تبغی زوجین اثنین۔ مفسرین نے اس جگہ یہی معنی کئے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے صرف چند نفع بخش جانور کشتی میں بٹھا لئے تھے۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

اور نوح نے اپنے ساتھیوں سے کہا : کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا رکنا اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ بے شک میرا رب

بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ⦿

مَجْرٰی وَمُرْسٰی : یہ مصدر بھی ہوسکتے ہیں اور ظرفِ مکان یا ظرفِ زمان بھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا : اس کی دو صورتیں ہیں : یا تو یہ علیحدہ جملہ ہے یا پہلے کلام سے متصل۔ اگر اسے علیحدہ جملہ لیا جائے تو اسم کا لفظ مقحم یعنی زائد مانا جائے گا (الحم کے معنی گھسنا ہے۔ گرامر میں مقحم ایسے کلمہ کو کہتے ہیں جو دو متلازم کلموں کے درمیان آجائے۔ یہ تاکید کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں ثم اسم السلام علیکما جس کے معنی ثم السلام علیکما ہیں)

اس اعتبار سے آیت کی تقدیر ہوگی باللہ (ای بامر اللہ) مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا۔ یہ معنی کشاف اور بیضاوی نے کئے ہیں اور متن میں اسی اعتبار سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

اگر اسے پہلے جملہ کا حصہ لیا جائے تو آیت کی تقدیر ہوگی ارکبوا فیھا قائلین بسم اللہ مجرىها ومرسٰھا یعنی کشتی میں بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا کہتے ہوئے سوار ہو جاؤ۔ یا قائلین بسم اللہ مجرىها ای وقت مجرىها و بسم اللہ مرسٰھا ای وقت مرسٰھا یعنی اس میں سوار ہو جاؤ اس صورت میں کہ اس کے چلتے وقت بھی تم بسم اللہ پڑھو اور رکتے وقت بھی بسم اللہ کہو۔ یا قائلین بسم اللہ مقام مجرىها و بسم اللہ مقام مرسٰھا۔ یعنی اس کے چلنے کے مقام پر بھی بسم اللہ پڑھو اور رکنے کے مقام پر بھی۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور کشتی ان کو پہاڑ جیسی بلند موجوں پر اٹھائے لئے جا رہی تھی۔

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ اس سے الگ مقام اختیار کئے ہوئے تھا، اور کہا : اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی

میں سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ نہ دے ◉

مَعْزِلٍ: عَزْلٌ سے مَفْعِلٌ کے وزن پر بمعنی علیحدہ جگہ یا جُدا مقام۔ اِس کی صورت واقعاتی بھی ہوسکتی ہے اور مجازی بھی یعنی وہ ایسے مقام پر تھا جو نوح سے یا کشتی سے جُدا تھا یا رُوحانی طور پر نوح سے جُدا مقام پر قائم تھا۔ (بیضاوی، روح البیان)

بُنَيَّ: بُنَيٌّ بَنُوٌ (اِبْنٌ) سے اسم تصغیر ہے۔

بُنَيَّ اصل میں بُنَيِّي ہے۔ کسرہ ماقبل حرکت کے جوار کی وجہ سے تخفیفاً فتحہ سے بدل گئی اور یائے متکلم الف سے بدل گئی اور بُنَيَّا ہوگیا۔ پھر الف حذف ہوگیا اور بُنَيَّ ہوگیا۔ (املاء، شوکانی)

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝۴۳

اس نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔

نوح نے کہا: آج اللہ کی قضا سے کوئی نہیں بچ سکتا بجز اس کے جس پر وہ رحم فرمائے۔

اور اُن دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی اور نوح کا بیٹا غرق ہو گیا ◉

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ: اِس کے مختلف معانی ہوسکتے ہیں:

ایک صورت تو یہ ہے کہ عاصم فاعل کے وزن پر بمعنی بچانے والا ہے۔ یعنی آج کوئی بچانے والا نہیں۔ اِن معنوں میں اِلَّا مَنْ رَّحِمَ میں اِلَّا استثناء منقطع بھی ہوسکتا ہے اور متصل بھی۔ منقطع کی صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: آج کے دن کوئی بچانے والا نہیں البتہ جس پر وہ رحم کرے وہ بچایا جاسکتا ہے۔ متصل کی صورت

یں مَنْ رَّحِمَ کے معنی راحم کے ہوں گے اور آیت کی تقدیر ہو گی لاعاصم الیوم الّا راحم یعنی آج کے دن سوائے راحم یعنی اللہ کے کوئی بچانے والا نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عاصم فاعل کے وزن پر مفعول کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ جس طرح ماء دافق (۸۶ : ۷) کے معنی ماء مدفوق بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ صورت متن میں اختیار کی گئی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ عاصم کے معنی ذا عصمۃ ہوں جیسے حائض کے معنی حیض والی عورت اور طالق کے معنی طلاق یافتہ عورت ہیں۔ ترجمہ کے اعتبار سے دوسری اور تیسری صورت میں کوئی فرق نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں اِلَّا استثناء متصل ہو گا۔ (املاء)

وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ٱبۡلَعِي مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقۡلِعِي وَغِيضَ ٱلۡمَآءُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ وَٱسۡتَوَتۡ عَلَى ٱلۡجُودِيِّۖ وَقِيلَ بُعۡدٗا لِّلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾

پھر وہ وقت آیا جب حکم ہوا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان رک جا۔ چنانچہ پانی اتر گیا اور قصہ ختم ہوا۔ اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔ اور ہر سمت سے آواز آنے لگی: ظالم ہلاک ہو گئے ◉

وَقُضِيَ الْاَمْرُ: یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچا لئے گئے۔

وَنَادَىٰ نُوحٞ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبۡنِي مِنۡ أَهۡلِي وَإِنَّ وَعۡدَكَ ٱلۡحَقُّ وَأَنتَ أَحۡكَمُ ٱلۡحَٰكِمِينَ ﴿٤٥﴾

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: اے میرے رب! میرا بیٹا

میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے) اور تو تمام فیصلہ
کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ◉

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾

اللہ نے جواب دیا کہ اے نوح یقینا وہ ہرگز تیرے اہل میں سے نہیں۔
اس کے اعمال اچھے نہیں سو مجھ سے کسی ایسی بات کی درخواست نہ
کر جس کی حقیقت کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں
کا طریق اختیار نہ کر ◉

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ واصله انه ذو عمل فاسد فجعل ذاته ذات العمل للمبالغة
(بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾

نوح نے کہا: اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے
کسی ایسی بات کی درخواست کروں جس کی حقیقت کا مجھے علم نہیں ہے
اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں فرمائے گا تو میں

برباد ہو جاؤں گا ◉

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى أُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۹﴾

پھر نوح کو حکم ہوا: اے نوح ہماری جناب سے اپنے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو تیرے ساتھ ہیں سلامتی اور برکات کی بشارت لے کر کشتی سے اُتر۔ اُن میں سے بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال و متاع دیں گے۔ لیکن آخرکار وہ ہم سے ایک دردناک عذاب لے کر رہیں گے ◉

اُمَم: مبتداء خبر محذوف تقدیرہ و منهم اُمم سنمتعهم (کشاف، بیضاوی، شوکانی)

تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۵۰﴾

اے رسول! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھے الہام کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تجھے اور نہ تیری قوم کو ان کی کچھ خبر تھی۔ پس صبر کر۔ آخری فیصلہ متقیوں ہی کے حق میں ہوگا ◉ ت

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ پہلے انبیاء کے قصص یونہی بیان نہیں کئے گئے ان میں آئندہ کی پیشگوئیاں مضمر ہیں۔

پھر اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بالآخر دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔ اس کا ایک ظہور تو ہو چکا ہے۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ قربِ قیامت کے وقت الاسلام ایک بار پھر بڑے زور سے دنیا میں پھیلے گا۔ اس سے پہلے تمام وہ عذاب آئیں گے جو مختلف انبیاء کے وقت آئے تھے حتیٰ کہ لوگ گھبرا کر چلا اٹھیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے!

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے ان سے کہا:
اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔
بتوں کو خدا بنا کر تم محض جھوٹ گھڑ رہے ہو ●

اِلٰى عَادٍ: اس کا عطف نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (آیت ۲۶) پر ہے گویا آیت کی تقدیر ہے وَاَرْسَلْنَا اِلٰى عَادٍ۔
مُفْتَرُوْنَ: مُفْتَرٍ (مُفْتَرِعٌ) کی جمع سالم۔ مُفْتَرٍ جھوٹ بنانے والا۔ افتراء کرنے والا ہے۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۲﴾

اے میری قوم! میں اپنی خدمت کے عوض تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم غور نہیں کرو گے۔ اور عقل سے کام لیتے نہیں ہو گے؟ ●

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: یہ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے اَلَا تَتَدَبَّرُوْنَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ

السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾

"اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے اسی کے ہو رہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہارے اوپر بار بار برسنے والے بادل بھیجے گا اور تمہاری طاقت کو دوبالا کرے گا۔ دیکھو! اپنے جرم پر اصرار نہ کرو اور میری بات سے منہ نہ پھیرو" ◉

وَلَا تَتَوَلَّوْا: ولا تعرضوا عما ادعوكم اليه (بیضاوی، کشاف، رازی، شوکانی، روح البیان)

قَالُوا يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ مِنْ دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِ ﴿٥٥﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۚ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ

مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾

اُنہوں نے جواب دیا: اے ہود! تُو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا۔ ہم تیری خالی باتوں سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔ ہم یونہی تجھ پر الیقین کرنے والے بھی نہیں۔ یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تجھ پر آسیب کر دیا ہے۔

ہود نے کہا: میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی اس بات پر گواہ رہو کہ میرا ان بُتوں سے کوئی واسطہ نہیں جنہیں تم نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھا ہے۔ تم اور تمہارے معبود سب مل کر میرے خلاف حیلے کر لو اور مجھے کوئی مُہلت نہ دو۔ میرا اللہ پر توکّل ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جس پر اس کی کامل گرفت نہ ہو۔ میرے رب کے طور طریقوں میں کوئی اینچ پینچ نہیں۔ اگر تم مجھ سے مُنہ موڑتے ہو تو یاد رکھو کہ جو پیغام مجھے دیا گیا تھا میں نے وہ تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اب میرا رب تمہاری بجائے ایک اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ یاد رکھو! میرا رب ہر چیز پر نظر رکھتا ہے ◉

عَنْ قَوْلِكَ: ای بقولك المجرد عن حجة (رُوح البیان)

بِسُوٓءٍ: مسّك بجنون (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان)

جَمِيْعًا : انتم وآلهتكم (کشاف، جلالین، شوکانی)

اٰخِذٌ : اخذ سے اسم فاعل۔

نَاصِيَةٌ : پیشانی کے بال۔

اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا : قادر عليها يصرفها على ما يريد (بیضاوی) وهو تمثيل لغاية التسخير ونهاية التذليل (شوکانی)

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : انّهٗ على طريق الحق والعدل في ملكه لا يفوته ظالم (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، روح البیان)

اِس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ اگر تم اسے پانا چاہتے ہو تو صراطِ مستقیم پر پاؤ گے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۹﴾

اور جب ہمارا عذاب نازل ہوا، ہم نے رحم فرما کر ہُود کو اور ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے تھے، بچا لیا اور اُنہیں ایک سخت عذاب سے نجات دی۔

مَعَهٗ نَجَّيْنَا سے متعلق بھی ہوسکتا ہے۔ اِس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے : اور اس کے (یعنی ہُود کے) ساتھ مومنوں کو بھی بچا لیا۔

وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۶۰﴾

یہ تھے عاد کے لوگ! انہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسُولوں کی نافرمانی کی۔ وہ ہر ایک سرکش، دشمنِ حق کا حکم

مانتے تھے ◉

تِلْكَ عَادٌ : انث اسم الاشارة باعتبار القبيلة (بیضاوی)

وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۱﴾

اِس دُنیا میں بھی لعنت ان کا پیچھا کر رہی ہے اور قیامت کے دن بھی کرے گی۔ دیکھو! عاد نے اپنے رب کا انکار کیا۔ دیکھو! ہُود کی (۱۰) قوم (عاد) ہلاک ہو گئی ◉

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۲﴾

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے اُن سے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا۔ اسی سے بخشش طلب کرو اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے اس کے ہو رہو۔ دیکھو! میرا رب تمہارے بہت قریب آ چکا ہے۔ وہ تمہاری دعائیں سننے کے لئے تیار کھڑا ہے ◉

انبیاء کے زمانہ کی یہ بھی ایک نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ بہت قریب آ جاتا ہے اور کثرت سے دعائیں سنتا ہے

اور وہ منازلِ سلوک جو پہلے برسوں میں طے ہوتی تھیں دنوں میں طے ہونے لگتی ہیں لیکن جہاں خدا تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ قریب آجاتا ہے وہاں اس کا عذاب بھی قریب آجاتا ہے (آیت ۶۵) ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۳﴾

اُنہوں نے جواب دیا: اے صالح! اس سے پہلے تجھ سے ہماری بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ کیا تو ہمیں اُن چیزوں کی پرستش سے روکتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ جس چیز کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ہمیں اُس کے بارے میں بڑے شک ہیں اور ہم سخت خلجان میں ہیں ◉

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۴﴾

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ

فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝۶۵

صالح نے کہا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے ایک برہان قاطع ملی ہو اور اس نے مجھے اپنی خاص نعمت سے نوازا ہو اور پھر بھی میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اللہ کی گرفت سے کون بچائے گا؟ تم مجھے نقصان پہنچانے کے سوا میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک نشان ہے۔ اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرتی پھرے۔ اسے کوئی گزند نہ پہنچانا۔ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو تم اس عذاب کی گرفت میں آ جاؤ گے جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝۶۶

لیکن انہوں نے صالح کی بات کی پروا نہ کی اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس پر صالح نے ان سے کہا: تم اس دنیا میں صرف تین دن اور بسر کر لو گے۔ یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں۔

فَعَقَرُوْهَا: ف کا عطف محذوف پر ہے گویا آیت کی تقدیر ہے فلم یمتثلوا الامر من صالح ولا النھی بل خالفوا کل ذالك فوقع منھم العقر لھا (شوکانی)

تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ : دار کے معنی گھر بھی ہوسکتے ہیں اور دارِ فانی یعنی دُنیا بھی۔ (بیضاوی، رازی) ترجمہ میں امر بمعنی خبر لیا گیا ہے۔ امر رخصت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تم تین دن اَور عیش و عشرت کر لو۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۷﴾

اور جب ہمارا عذاب نازل ہوا ہم نے رحم فرما کر صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے تھے بچا لیا اور انہیں اُس دن کی ذِلّت سے نجات دی۔ اے رسُول! تمام قوّت اَور غلبہ تیرے ربّ ہی کو ہے۔ ◉

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۸﴾

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۹﴾ ع ۶

اور ظالم ایک گرجتی ہوئی آواز کی لپیٹ میں آ گئے اور صبح کو اپنے گھروں میں یُوں اوندھے مُنہ پائے گئے گویا کبھی ان میں بستے ہی نہ تھے۔ دیکھو! ثمود نے اپنے ربّ کا انکار کیا۔ دیکھو!! ثمود ہلاک

ہو گئے ◉

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝

اور ہمارے رسول ابراہیم کے پاس ایک خاص خوشخبری لئے کر پہنچے۔
اُنہوں نے ابراہیم سے کہا: ہم تجھے سلام کہتے ہیں۔
ابراہیم نے کہا: تم پر سلامتی ہو۔
اور وہ بغیر توقف کے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا ◉

قَالُوْا سَلٰمًا: سلام کے نصب کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے اور یا یہ کہ یہ قَالُوْا کا مفعول ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اور انہوں نے سلام کہا۔ (بیضاوی، املاء)

قَالَ سَلٰمٌ: سلام کو اگر خبر مانا جائے تو مبتدا محذوف سمجھا جائے گا اور آیت کی تقدیر ہوگی امری اوجوابی او قولی سلام۔ اور اگر اسے مبتدا مانا جائے تو خبر محذوف سمجھی جائے گی اور آیت کی تقدیر ہوگی سلامٌ علیکم (املاء)

یاد رہے کہ اُنہوں نے ابراہیم کو سَلٰمًا کہا تھا جو کہ جملہ فعلیہ ہے اور حضرت ابراہیم نے سَلٰمٌ کہا جو کہ جملہ اسمیہ ہے۔ جملہ فعلیہ میں حدوث پایا جاتا ہے اور اسمیہ میں ثبات اور استمرار۔ پس حضرت ابراہیم نے فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ (۴: ۸۶) کے مطابق جواب میں بہتر دعا دی۔

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ: اس کے اعراب کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱ - اس میں حرفِ جار مقدر ہے اور آیت کی تقدیر ہے فما لبث عن ان جاء (املاء، بیضاوی، شوکانی)
۲ - اس کی تقدیر ہے: فما لبث فی المجیٔ بہ (کشاف، رازی، بیضاوی، شوکانی، املاء)
۳ - ما موصولہ ہے، اور یہ مبتدا ہے، اور اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ اس کی خبر ہے۔
گویا آیت کی تقدیر ہے: فالذی لبث ابرٰہیم ہو مجیئہ بعجلٍ حنیذ (شوکانی، املاء)

۴ - اَنْ بمعنی حَتّیٰ ہے (شوکانی)

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۚ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۰

لیکن جب اس نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بچھڑے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو اسے ان کی یہ بات ناگوار لگی اور اس نے دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ اس پر انھوں نے کہا بےخوف نہ رہا ہم لُوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ◉

پہلے زمانہ میں دستور تھا جو اب بھی بعض قوموں میں پایا جاتا ہے کہ دشمن کے ہاں کچھ نہیں کھاتے تھے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَاۤىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝۷۱

ابراہیمؑ کی بیوی وہیں کھڑی تھی۔ یہ مکالمہ سن کر وہ ہنسنے لگی۔ اس پر ہم نے اُسے اسحٰق اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بشارت دی ◉

یعنی اُس کے لئے دو بشارتیں جمع کر دیں۔ خوف کا دُور ہونا اور بیٹے اور پوتے کی پیدائش۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۗ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝۷۲

وہ کہنے لگی: ہائے! کیا میں بچہ جنوں گی جبکہ میں بُوڑھی کھوسٹ ہوں
اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے ◉

یٰوَیْلَتٰیٓ: یٰعَجَبًا (بیضاوی، رُوح البیان) ھی کلمة تقع کثیرًا علٰی افواہِ النساء اذا طرأ علیھن مایعجبن منه (شوکانی) عورتیں اکثر ایسے مواقع پر سخت حیرت کے اظہار کے لئے ہائے، خاک پڑے، ہائے میری کمبختی وغیرہ کے الفاظ بولتی ہیں۔ یہ بھی ایسا ہی لفظ ہے۔

هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا: هٰذَا مبتدا، بَعْلِیْ خبر، شَیْخًا بَعْلِیْ کا حال۔

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾

ہمارے رسُولوں نے کہا: اے عورت! کیا تُو اللہ کے فیصلہ پر تعجّب کرتی ہے؟ اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہے۔ وہ سزاوارِ حمد و ثنا ہے، صاحبِ جود و کرم ہے ◉

اَهْلَ الْبَیْتِ کا لفظ قرآن مجید میں صرف دو جگہ اور استعمال ہُوا ہے، ۲۸: ۱۲ میں اور ۳۳: ۳۳ میں۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰی یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ ﴿۷۵﴾

جب ابراہیم کا خوف دُور ہو گیا اور اُسے خوشخبری مل گئی تو ہمارے ساتھ لُوط کی قوم کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ بے شک (ابراہیم علیہ السلام) گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کرنے والا اور ہمارے حضور بار بار جُھکنے والا تھا ◉

جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى : نیک اولاد کی خوشخبری پا یہ کہ عذاب ابراہیم کی قوم پر نہیں آئے گا جیسا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ سے ظاہر ہے۔

يُجَادِلُنَا : بابِ مفاعلہ سے ہے یعنی وہ بھی جھگڑتا تھا اور ہم بھی جھگڑتے تھے۔ یہ جھگڑا ناز و نیاز کا ہے تم بھی نہیں مانتے ہم بھی نہیں مانتے ؎

زستیزِ آشنایاں چہ نیاز و ناز خیزد ٭ دلکے بہانہ سوزے نگہے بہانہ سازے

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

بالآخر ہم نے ابراہیم سے کہا : اے ابراہیم! اِس بات کو جانے دے۔ تیرے رب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی صورت نہیں ٹلے گا ◉

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

اور جب ہمارے رسول لُوطؑ کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے دِل گرفتہ ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ بے بس ہے اور کہنے لگا: آج مصیبت کا دن ہے ◉

ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا : ذرع ہاتھ کے پھیلاؤ کو کہتے ہیں۔ علّامہ رازیؒ اور شوکانی کہتے ہیں: الاصل فیه البعیر یذرع بیدیه فی سیره ذرعا علی قدر سعة خطوته، فاذا حمل علیه اکثر من طاقته ضاق ذرعه عن ذٰلك فضعف۔ فجعل ضیق الذرع عبارة عن قدر الوسع والطاقة یعنی جب اُونٹ اپنے اگلے دونوں پاؤں چلنے کے لئے پھیلاتا ہے تو کہتے ہیں یذرع بیدیه لیکن جب اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا جاتا ہے تو اس کے قدم تنگ ہو جاتے ہیں پس ضیق الذرع

کے معنی بے بسی کے ہیں۔

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَيْفِیْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝۷۹

اور اس کی قوم اس کی طرف یوں بھاگتی ہوئی آئی جیسے کوئی بیرونی طاقت انہیں پیچھے سے دھکیل رہی ہو۔ اور بُرے کام کرنا تو ان کا پہلے سے دستور تھا۔

لُوط نے اُن سے کہا: اے میری قوم! میری بیٹیاں تم میں موجود ہیں۔ وہ تمہارے لئے بہتر ضمانت ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے میری مہمان نوازی کی وجہ سے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں؟ ◉

يُهْرَعُوْنَ: مجہول کا صیغہ ہے جس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کانھم یدفعون دفعا (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان) یعنی یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھاگ نہیں رہے انہیں ہانکا جا رہا ہے۔

وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَيْفِیْ: فان اخزاء ضیف الرجل اخزاءہ (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان) یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کرکے مجھے ذلیل نہ کرو۔

اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مجھے میری مہمان نوازی کی وجہ سے ذلیل نہ کرو۔ یاد رہے کہ ضیف مصدر ہے جو واحد جمع اور فعل کے معنی یکساں دیتا ہے۔

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۸۰﴾

انہوں نے جواب دیا: تُو جانتا ہے کہ ہمارا تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں۔ اور تُو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں ◉

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۱﴾

لُوط نے کہا: کاش مجھ میں تمہاری مدافعت کی طاقت ہوتی یا مَیں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔ ◉

رُکْن: اِس کے لفظی معنی سہارا کے ہیں۔ مجازاً یہ لفظ سردار اور رشتہ داروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (لسان، اقرب، لین) چنانچہ فرمایا: فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ (۵۱: ۴۰) جلالین اور شوکانی نے اِس جگہ رُکن کے معنی رشتہ دار لئے ہیں۔ علّامہ رازی نے اِس کے معنی اللہ تعالیٰ کے بھی کئے ہیں۔

اکثر مفسّرین نے لکھا کہ جب اہلِ سدوم کو حضرت لُوط کے مہمانوں کا علم ہوا تو وہ حضرت لُوط پر چڑھ دوڑے تاکہ اُن کے مہمانوں کو اپنی ہوس رانی کا شکار بنائیں۔ اِس پر حضرت لُوط نے اپنے مہمانوں کے سر سے بَلا ٹالنے کے لئے انہیں اپنی لڑکیاں پیش کر دیں۔

چونکہ اِن مفسّرین کے قصّہ کی تمام تر بنیاد بائیبل پر ہے اِس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس مضمون پر بحث کرنے سے پہلے بائیبل کا بیان درج کر دیا جائے۔

پیدائش باب ۱۹ میں لکھا ہے :-

"اور اِس سے پیشتر کہ وہ آرام کرنے کے لئے لیٹیں سدوم شہر کے مَردوں نے جوان سے لے کر بڈھے تک سب لوگوں نے ہر طرف سے اس کا گھر گھیر لیا اور اُنہوں نے لُوط کو پکار کر اس سے کہا کہ وہ مرد جو آج رات تیرے ہاں آئے ہیں کہاں ہیں۔ ان کو ہمارے پاس لے آ تاکہ ہم اِن سے صحبت کریں۔ تب لُوط نکل کر ان کے پاس دروازے پر گیا اور اپنے پیچھے کواڑ بند کر دیا اور کہا کہ اے بھائیو! ایسی بدی تو نہ کرو۔ دیکھو! میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں مرضی ہو تو مَیں اُن کو تمہارے پاس لے آؤں اور جو تم کو بھلا معلوم ہو ان سے کرو مگر اِن مردوں سے کچھ نہ کہنا کیونکہ

وہ اِسی واسطے میری پناہ میں آئے ہیں"(۴ : ۸)

"تب لوط نے باہر آکر اپنے دامادوں سے جنہوں نے اس کی بیٹیاں بیاہی تھیں باتیں کیں اور کہا کہ اُٹھو اور اِس مقام سے نکلو کیونکہ خداوند اِس شہر کو نیست کرے گا" (۱۴)

یہ تمام بیان ایسا ہے کہ اِس سے حضرت لُوط کی سخت توہین لازم آتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے وعدہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۴۰ : ۵۲) کو بالکل بھُول گئے تھے اور نصرتِ الٰہی سے ایسے مایوس ہو چکے تھے کہ ایسی بے غیرتی کا اظہار کیا جو ایک عام شریف اِنسان سے بھی متوقع نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِن مفسّرین نے قرآن کریم پر غور کئے بغیر بائیبل کے بیان کو درست مان لیا ہے اور قرآنی بیان کو بائیبل کے بیان کے مطابق ڈھالنے کے لئے قرآنی آیات کے وہ معنی کئے ہیں جو سراسر غلط اور خلافِ منشاءِ قرآن ہیں۔ بائیبل کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ انبیاء معصوم نہیں۔ پس اِس کے اِس قسم کے بیانات اس کی تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ لیکن قرآن کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ تمام انبیاء پاک اور معصوم ہیں، وحیٔ الٰہی کے مہبط ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ پس قرآن کی کسی آیت کے ایسے معنی کرنا جس سے انبیاء کے کیریکٹر پر حرف آئے ہرگز جائز نہیں۔

ذیل میں ہم بعض قرائن و شواہد پیش کرتے ہیں جو اِن آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے میں ممد ہوں گے :-

۱ - مفسّرین نے بائیبل کی حکایت میں رنگ بھرنے کے لئے ان مہمانوں کی خوبصورتی اور رعنائی کا ذکر کیا ہے حالانکہ قرآن مجید نے اِس بارے میں ایک حرف بھی نہیں کہا۔

۲ - اگر اہلِ سدوم کی غرض حضرت لُوط کے مہمانوں کو اپنی نفسانی خواہشات کے لئے استعمال کرنا ہوتی تو وہ یہ کیوں کہتے کہ تُو ان کو کیوں لے آیا ہے۔ وہ تو خوش ہوتے کہ شکار آگیا ہے۔

۳ - عنکبوت : ۳۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ سدوم کا پیشہ راہزنی تھا۔ پیدائش ۱۹ : ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ لُوط ان کی قوم سے نہیں تھے پس وہ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جیسا کہ اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (حجر : ۷۱) سے ثابت ہے نہیں چاہتے تھے کہ غیر لوگ ان کی بستی میں داخل ہوں اور ان کے رازوں سے واقف ہو کر ان کے لئے مشکلات کا باعث بنیں۔

۴ - آیت زیرِ بحث میں اہلِ سدوم کے حملہ کو يُهْرَعُوْنَ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنوں میں غصہ سے کانپنا بھی شامل ہے (ابنِ فارس) یہ درست ہے کہ حجر ۶۸ میں يَسْتَبْشِرُوْنَ کا لفظ استعمال کیا گیا

ہے لیکن ان کی یہ خوشی اِس وجہ سے تھی کہ انہوں نے حضرت لُوط کو غیر لوگ لانے سے منع کیا تھا اور حضرت لُوط اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ ہجوم کا ملے جُلے جذبات کا حامل ہونا بالکل جائز ہے۔ وہ اِس بات پر خفا تھے کہ لُوط باہر کے لوگ لانے سے باز نہیں آتا اور اِس بات پر خوش تھے کہ آج وہ موقع پہ پکڑا گیا ہے۔

۵۔ اِس بات کی دلیل کہ وہ لوگ نفسانی ہوس رانی کے لئے نہیں آئے تھے حضرت لوط کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ۔ دوسری جگہ اِسی مضمون کو هٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ (حجر ۶۹) کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

۶۔ عنکبوت ۳۰ میں اہلِ سدوم کے تین بڑے گناہ گنائے گئے ہیں۔

ا۔ خلافِ وضعِ فطرت بدکاری۔

ب۔ راہزنی۔

ج۔ اپنی مجالس میں منکرات کا ارتکاب۔

آیت ۷۹ میں جو مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ آیا ہے اس قوم کی عام اخلاقی پستی کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی خاص نفسانی ہوس رانی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو عام الفاظ استعمال نہ کئے جاتے۔

جب کوئی شخص کسی شخص کو اس کے شنیع فعل کی طرف توجہ دلاتا ہے تو اس فعل کے سب سے بُرے پہلو کا ذکر کرتا ہے۔ پس اگر وہ لوگ نفسانی ہوس رانی کی غرض سے آئے تھے تو حضرت لُوط یہ نہ کہتے کہ میری فضیحت نہ کرو بلکہ یہ کہتے کہ تم ایسا شنیع فعل مت کرو جس کی دُنیا میں مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ بائیبل کے بیان کے مطابق حضرت لُوط نے اپنی فضیحت کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ "ایسی بدی تو نہ کرو" پیدائش ۱۹ : ۷

۷۔ لڑکیوں کو نکاح کے لئے پیش کرنے کا بھی کوئی قرینہ موجود نہیں بلکہ یہ بات خلافِ قیاس ہے کہ دو لڑکیوں سے ایک جمِ غفیر کی ہوس پرستی کا ازالہ ہو سکے۔

اِس اشکال کے پیشِ نظر بعض مفسرین نے بَنَاتِیْ سے قوم کی بیٹیاں مُراد لی ہیں۔ یہ معانی اِس لحاظ سے قابلِ قبول ہیں کہ اِس سے حضرت لُوط پر حرف نہیں آتا مگر ظاہر ہے کہ یہ معنی کرنے کے لئے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کے الفاظ کو اپنے ظاہری معنوں سے پھیرنا پڑتا ہے۔ نیز یہ خیال بعید از قیاس ہے کہ وہ لوگ جن پر شہوت کا بھوت

سوار تھا اور جن میں سے کئی بیویاں بھی نہیں رکھتے تھے محض زبانی جمع خرچ سے تسلی پا جاتے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ سے قوم کی بیٹیاں مُراد ہیں تو ان کے جواب مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ کے کیا معنی ہیں۔ اپنی بیویوں پر تو یقیناً ان کو حق تھا۔

۸۔ حضرت لُوط کی لڑکیاں بیاہی جاچکی تھیں پس حضرت لُوط کو ان کے پیش کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

۹۔ مفسّرین نے رسولوں کی تعداد نو یا تین بتائی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان کو یہ خیال تو آگیا کہ دو لڑکیوں سے ایک جمِ غفیر اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین نہیں کر سکتا لیکن یہ خیال نہ آیا کہ تین یا نو لڑکوں سے یہ تسکین کیونکر ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ اَطْهَرُ کے لفظ سے یہ قرینہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ اغلام کی غرض سے نہیں آئے تھے۔ زنا کو اغلام سے پاکیزہ تر فعل کہنے کے تو یہ معنے ہیں کہ دونوں قسم کے افعال پاکیزہ ہیں۔

۱۱۔ حضرت لُوط کا یہ قول کہ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ۔ اور ان کے مہمانوں کا یہ کہنا کہ یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ (ھود ۸۲) ثابت کرتا ہے کہ ان کا حملہ مہمانوں پر نہیں بلکہ خود لُوط پر تھا وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اِس لئے کہا گیا کہ اس حملہ کی وجہ مہمانوں کی آمد تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اہلِ سدوم کی غرض نفسانی ہوس رانی نہ تھی اور حضرت لُوط نے اپنی بیٹیاں پیش نہیں کی تھیں تو ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کے کیا معنی ہیں؟

عبارت کے اسلوبِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کے معنی یہ ہیں کہ دیکھو میری بیٹیاں یہاں موجود ہیں پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مَیں تم لوگوں کے خلاف کوئی سازش کروں۔ یقیناً اگر مَیں کوئی سازش کروں تو تم میری بیٹیوں کو دُکھ پہنچا کر مُجھ سے بدلہ لے سکتے ہو۔ گویا ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کا قول اپنی بے بسی اور بے کسی کے اظہار کیلئے ہے۔ چنانچہ حضرت علّامہ ابو مسعود کہتے ہیں: قیل ما کان ذالك القول منه مجری علی الحقیقة من ارادة النکاح بل کان ذالك مبالغة فی التواضع لھم (حاشیہ تفسیر کبیر)

پس جب ثابت ہوا کہ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کہہ کر آپ نے اپنی بیٹیاں پیش نہیں کیں بلکہ بیٹیوں کا ذکر اپنی پوزیشن کی کمزوری اور اپنی بے بسی کے اظہار کے لئے کیا ہے تو سوال صرف یہ رہ جاتا ہے هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کے کیا معنی ہیں۔

آیت کے اسلوبِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی هُنَّ اطھر لرفع شکوکم کے ہیں یعنی میری

لڑکیوں کا یہاں ہونا تمہارے شکوک کو بہتر طور پر رفع کر سکتا ہے۔ پس تمہیں کچھ ضرورت نہیں کہ تم خواہ مخواہ میری فضیحت کرو اور مجھے میرے مہمانوں کی وجہ سے ذلیل کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی ایسا سمجھدار شخص نہیں جو ایسی سیدھی سادھی بات سمجھ سکتا ہو۔

ان کے جواب لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ کے یہ معنی ہیں کہ یہ لڑکیاں شادی شدہ ہیں اور ان کے حقوق ان کے خاوندوں کی طرف مرتفع ہو چکے ہیں نیز ان کی ماں خود ہم میں سے ہے گویا یہ لڑکیاں تو ہم ہی میں سے ہیں پس ہم تیری کسی غداری کی وجہ سے اِن پر کس طرح ہاتھ اُٹھا سکتے ہیں۔ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ اور تو جانتا ہے کہ ہم کسی ایسے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتے صرف اِس قدر چاہتے ہیں کہ تو باہر کے لوگ یہاں نہ لایا کر یہ بہت زیادتی ہے کہ ان کے قول اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ کے یہ معنی کئے جائیں کہ تو جانتا ہے کہ ہماری غرض تو لڑکے ہیں لڑکیوں سے ہمیں کیا کام۔

قرآن مجید کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک مقام پر ایک بات کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے تو دوسری جگہ بعض دفعہ اشارہ کرکے بات چھوڑ دیتا ہے۔ قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ لوگ حضرت لوط کے گھر بدکاری کی نیت سے چڑھ دوڑے تھے۔ البتہ ان کے اِس قول کی تفصیل دوسری جگہ اِن الفاظ سے بیان کی گئی ہے کہ اَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ یعنی کیا ہم نے تمہیں غیر قوموں کے لوگوں سے رابطہ رکھنے سے منع نہیں کیا۔ پس اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ کے معنی یہ ہوئے کہ تو جانتا ہے کہ ہم صرف اس قدر چاہتے ہیں کہ تو غیر قوموں کے لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھے اور انہیں ہمارے شہر کے اندر آنے کا موقع نہ دے۔

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۲﴾

رسولوں نے کہا: ہم تیرے رب کے رسول ہیں۔ یہ لوگ تجھ تک نہیں

پہنچ سکیں گے۔ تو سوائے اپنی بیوی کے، جس پر وہی آفت نازل ہونے والی ہے جو اِن لوگوں پر نازل ہو گی، اپنے تمام اہل و عیال کے ساتھ رات کے پچھلے حصّہ میں یہاں سے نکل جا۔ اور تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔ اُن کا موعود وقت صبح ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟ ◉

القِطْعُ : القطع فی اٰخر اللیل (لسان، اقرب، رُوح البیان)

یَلْتَفِتْ : یتخلف (بیضاوی، رازی، رُوح البیان)۔

اِلَّا امْرَاَتَكَ : اس کا استثناء اھل سے بھی ہو سکتا ہے اور احد سے بھی (املاء) چونکہ اس کی دوسری قراءت فاسر باھلك بقطعٍ من الّیل اِلَّا امْرَاَتَكَ ہے (کشاف، بیضاوی) متن میں اہل سے استثناء لے کر ترجمہ کیا گیا ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۚ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۴﴾

اور جب ہمارا عذاب آیا ہم نے ان بستیوں کو زیر و زبر کر دیا، اور اُن پر تیرے رب کے ہاں سے نشان کئے ہوئے کھنگریلے پتھر پے درپے برسائے۔

اے رسول! اس زمانہ کے ظالموں کی ایسی ہی سزا کچھ دُور نہیں ◉

عَالِيَهَا: ای قُراھم (جلالین، شوکانی، رُوح البیان)

مَنْضُوْدٍ: اسم مفعول۔ ایک پر ایک پڑا ہُوا، تہ بہ تہ۔

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۵﴾

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے ان سے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس مال و دولت ہے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کسی دن تم اس عذاب میں نہ گرفتار ہو جاؤ جس سے کوئی مفر نہیں ◉

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ: وصف اليوم بالاحاطة والمراد العذاب (شوکانی، روح البیان) نعت لليوم في اللفظ وللعذاب في المعنى (املاء)

وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پُورا پُورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور ملک میں دنگا اور فساد

نہ پھیلاؤ ◉

آشْیَآءَ ھُمْ: جس چیز کے بکنے کا سودا ہوگیا وہ گاہک کی ہوگئی اور اب اس میں کمی کرنا گویا اس کی چیز کو کم کرنا ہے۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿٨٦﴾

اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے تو یاد رکھو کہ جو مال اللہ نے تمہارے لئے بچا رکھا ہے اس مال سے بہت بہتر ہے جو تم ناپ تول میں خیانت کرکے بچا لیتے ہو۔ بہرحال میں تمہارا نگران نہیں ◉

خَيْرٌ لَّكُمْ: مما تجمعون بالتطفيف (بیضاوی)

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾

اُنہوں نے کہا: اے شعیب کیا تیری نمازوں کا یہ تقاضا ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤاجداد کرتے چلے آئے ہیں۔ یا ان کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنے اموال میں اپنا اختیار چھوڑ دیں۔ تُو تو بہت عقلمند اور سمجھدار آدمی ہے ◉

اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ: یہ الفاظ استہزاءً کہے گئے ہیں تحکموا به وقصدوا صفة

بضد ذالك یا اس کے یہ معنی ہیں کہ تُو تو سمجھدار آدمی ہے تجھ سے ایسی باتوں کی اُمید نہیں تھی (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۹﴾

اس نے کہا : اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر مجھے اپنے ربّ کی طرف سے بُرہانِ قاطع ملی ہو اور اس کے ساتھ اس نے مجھے اپنے ہاں سے پاکیزہ رزق بھی عطا کیا ہو تو کیا میرے لئے جائز ہو گا کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں؟ میرا یہ مقصد نہیں کہ جن باتوں سے تمہیں منع کرتا ہوں تمہاری پیٹھ پیچھے خود ان پر عمل کروں۔ مَیں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاں تک میرا بس چلتا ہے معاشرہ کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن میری کامیابی کا انحصار صرف اللہ کی مدد پر ہے۔ مَیں صرف اسی پر توکّل کرتا ہوں اور صرف اسی کی طرف جھکتا ہوں ◉

وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا : وجواب الشرط محذوف (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، روح البیان)

تَوْفِیْق : جَعْلُ الاسباب موافقةً للمطلوب او تسهیلُ طریقِ الخیرِ وَسَدِّ

طریق الشر والخذلان (اقرب)

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝۹۰

اے میری قوم! تمہاری مجھ سے دشمنی اِس بات کا باعث نہ بنے کہ تم پر بھی وہی مصیبت آ پڑے جو نوح کی قوم، یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آئی تھی۔ اور اگر تم اُن کے انجام سے سبق نہیں لیتے تو لُوط ہی کی قوم کے انجام سے لو جو تم سے دُور نہیں ◉

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ : لا یکسبنّکم (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی، روح البیان، ابن فارس)

وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ : وما اهلاکهم ببعید۔ او ما هم بشیء ببعید او بزمان او مکان بعید (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی) او لیسوا ببعید منکم فی الکفر (بیضاوی، شوکانی) فان لم تعتبروا بمن قبلهم فاعتبروا بهم (بیضاوی، جلالین، روح البیان)

یہ اختصارِ قرآنی ہے کہ صرف وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ کہہ کر یہ مضمون ادا کر دیا کہ اگر ان کے انجام سے عبرت نہیں پکڑتے تو لُوط ہی کی قوم کے انجام سے پکڑو جن کی بستیاں بھی تمہارے قریب ہیں اور جنہیں گذرے بھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہُوا اور جن کا کفر بھی تم سے زیادہ نہیں تھا۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۹۱

تمہیں چاہیئے کہ اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور اپنے اندر ایک

پاک تبدیلی پیدا کرکے اسی کے ہو رہو۔ یاد رکھو! میرا رب بہت
رحم کرنے والا، بہت محبّت کرنے والا ہے ◉

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩٢﴾

اُنہوں نے جواب دیا: اے شعیب! تیری بہت سی باتیں ہماری
سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ تُو ہمارے درمیان
کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر ہمیں تیرے قبیلہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم
تجھے سنگسار کر دیتے۔ ہماری نگاہوں میں تیری کوئی عزّت
نہیں ◉

ضَعِيْف: کمزور اور بے حیثیت آدمی۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ: عزیز کے معنی محبوب، غالب، عزّت والا سبھی ہیں۔ یعنی تُو نہ تو ہمارا لاڈلا ہے، نہ ہم پر غالب ہے، نہ کوئی معزز شخص ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٣﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ

تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾

شعیب نے کہا : اے میری قوم ! کیا تمہارے نزدیک میرا قبیلہ اللہ سے زیادہ معزّز ہے ؟ تم نے اُسے پسِ پُشت پھینک رکھا ہے ۔ میرے ربّ کو تمہارے تمام اعمال کی خبر ہے۔

اے میری قوم ! تم سے جو ہو سکتا ہے کر گزرو مجھ سے جو ہو سکے گا میں کروں گا۔ تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل کر کے رکھ دے گا اور کون جھوٹا ہے۔ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ◉

اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ : دیکھو نوٹ زیرِ آیت ۶ : ۱۳۶۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع ۸/۱۲/۸

اور جب ہمارا عذاب نازل ہوا ہم نے رحم فرما کر شعیب کو اور

ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے تھے بچا لیا اور ظالم ایک
گرجتی ہوئی آواز کی لپیٹ میں آگئے اور صبح کو اپنے گھروں میں
یوں اوندھے منہ پائے گئے گویا کبھی ان میں بستے ہی نہ تھے۔
دیکھو! اہلِ مدین ہلاک ہوگئے جس طرح ثمود ہلاک ہوئے
تھے ◉

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾
إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا
أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٨﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے نشانات اور برہانِ قاطع دے کر فرعون
اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ لیکن اس کی قوم نے فرعون
کے حکم کی پیروی کی اگرچہ فرعون کا حکم درست نہ تھا ◉

فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ : أمرہ بالکفر او طریقۃ فرعون (بیضاوی، رازی، شوکانی)
موخر الذکر صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا: لیکن ان لوگوں نے فرعون کے طریق کی پیروی کی اگرچہ
فرعون کا طریق درست نہ تھا۔

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ
الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿٩٩﴾

قیامت کے دن وہ اپنی قوم کی قیادت کرے گا اور پانی پر
لے جاتے لے جاتے انہیں آگ میں جھونک دے گا۔ کیا ہی برا
ہے وہ گھاٹ جس میں وہ لوگ اپنی پیاس بجھانے کے لئے لے جائے

جائیں گے ◉

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۱۰۰﴾

اِس دُنیا میں بھی لعنت ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ اور قیامت کے دن بھی کرے گی کیا ہی بُرا صلہ وہ تحفہ جو ان کو دیا جائیگا ◉

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ ﴿۱۰۱﴾

اے رسُول ! یہ قصے جو ہم تجھے سُناتے ہیں ان بستیوں کے قصے ہیں جو اپنے رسولوں کے انکار کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔ ان میں سے بعض بستیاں تو قائم ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں ◉

اَلْقُرٰی: ال عہد کے لئے ہے۔ یعنی وہ بستیاں جو اپنے رسُولوں کے انکار کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۲﴾

ہم نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا اُنہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ سو جب تیرے رب کی قضا آن پہنچی تو اُن کے وہ معبود جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے۔ اُنہوں نے ان کے لئے ہلاکت کے مزید سامان پیدا کرنے کے سوا ان کی کچھ مدد نہ کی ●

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۳﴾

جب تیرا رب کسی ایسی بستی کو پکڑتا ہے جو ظلم کو نا پیا وطیرہ بنا لیتی ہے تو وہ اسی طرح پکڑتا ہے۔ یاد رکھو! اس کی گرفت بڑی تکلیف دہ اور بہت سخت ہوتی ہے ●

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۴﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۵﴾

ان واقعات میں ان لوگوں کے لئے جو روزِ آخرت کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں عبرت کا نشان ہے۔ یہ وہ دن ہے جس دن تمام لوگ اکٹھے کئے جائیں گے۔ نیز وہ دن ہے جسے تمام لوگ دیکھیں گے۔ ہم اس دن کو صرف ایک مقررہ میعاد کے لئے روکے ہوئے ہیں ●

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ : ذٰلِكَ کا اشارہ متذکرہ بالا عذاب یا قصص کی طرف ہے (بیضاوی)

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٦﴾

جب وہ دن آ جائے گا کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔ اس دن لوگوں میں سے بعض بدبخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٧﴾

خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٠٨﴾

بدبخت دوزخ میں داخل ہوں گے۔ وہاں ان کا کام چیخنا چلّانا اور آہیں بھرنا ہو گا۔ سوائے اس کے کہ تیرا رب کچھ اور چاہے وہ دوزخ میں اس وقت تک رہیں گے جبتک زمین و آسمان قائم رہیں گے۔ یاد رکھ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

فعّال، فاعل سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

قرآن مجید نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک دن زمین و آسمان کی صف لپیٹ دی جائے گی (۲۱ : ۱۰۵) اس کے میزان اور رحم کا تقاضا ہے کہ وہ گناہ جو زمین و آسمان کی حد کے اندر کیے گئے ان کی سزا اس حد کے باہر نہ دی جائے۔

آج قانون دان حضرات بڑے طمطراق سے کہتے ہیں کہ کسی قانون کے ماتحت دی گئی سزا اُس قانون کے ختم ہوتے کے بعد جاری نہیں رہ سکتی لیکن قرآن نے یہ نکتہ آج سے چودہ سو سال پہلے بیان کر دیا تھا۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۹﴾

اور خوش نصیب جنّت میں داخل ہوں گے۔ سوائے اِس کے کہ تیرا ربّ کچھ اور چاہے وہ جنّت میں اُس وقت تک رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے اور وہ ان کو ایسا انعام دے گا جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں کیا جائیگا ◉

اگرچہ اہلِ جنّت کے اعمال کا تقاضا ہو گا کہ وہ جنّت میں ایک معین مدت تک رہیں کیونکہ محدود اعمال غیر محدود اجر کا حق پیدا نہیں کر سکتے، لیکن خدا تعالیٰ کی بخشش کا تقاضا ہو گا کہ اُنہیں دائمی اجر دے۔

فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۱۰﴾ ع ۹

اے رسول! ان لوگوں کی عبادت کے نتائج میں کوئی شک

نہ کر۔ ان کی عبادت کے وہی رنگ ڈھنگ ہیں جو آج سے پہلے
ان کے آباؤ اجداد کی عبادت کے تھے۔ ہم انہیں اُن کے عذاب کا
حصہ بغیر کم و کاست کے پُورا پُورا دیں گے ◉

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۗ وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ
شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۱﴾

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۗ اِنَّهٗ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی۔ لیکن لوگوں نے اس میں اختلاف
کیا۔ اگر تیرے ربّ کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو
ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا جاتا۔ اور اب یہ لوگ قرآن
کے بارے میں سخت شک اور خلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھ!
تیرا ربّ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پُورا پُورا بدلہ دے گا۔ وہ ان کے
تمام اعمال سے بخوبی واقف ہے ◉

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے ربّ کا پہلے سے فیصلہ یہ تھا کہ تمام ادیان کے باہمی
اختلاف ایک ایسی کتاب کے ذریعہ ختم کئے جائیں گے جو خاتم الکتب ہوگی۔ لیکن یہ عجیب لوگ ہیں کہ جب
وہ کتاب آئی جس نے تمام جھگڑوں کو مٹانا تھا تو یہ اس میں شک کرنے لگے۔ نیز دیکھئے نوٹ زیر آیت
۱۵ : ۲۰۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ

إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۱۳﴾

اے رسول! جبکہ ہم نے تجھے حق و باطل جدا جدا کر کے دکھا دیئے ہیں تجھ پر واجب ہے کہ ہمارے حکم کے مطابق حق پر قائم ہو جا۔ اسی طرح تیرے بات ماننے والے لوگوں پر بھی واجب ہے جنہوں نے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کی اور تیرا ساتھ دیا۔ مومنو! حد سے تجاوز نہ کرو وہ تمہارے تمام اعمال دیکھ رہا ہے ◉

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ : لما بين امر المختلفين (بیضاوی) یہ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿۱۱۴﴾

مومنو! ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کی راہ اختیار کی ورنہ تم آگ کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمہارے لئے کوئی مددگار تمہیں اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکیں گے اور کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکے گا ◉

مَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ای لیس لکم اولیاء یخلصونکم من عذاب اللہ (رازی)۔ من دون کے معنی درمیان میں حائل ہونے کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ دوسری جگہ فرمایا لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا (۱۸: ۹۱)۔ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا (۱۹: ۱۸)

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ

الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ۚ

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

اے رسول! دن کے دونوں سروں پر اور رات کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد نماز قائم کر۔ یاد رکھ! نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو یاد رکھنے والوں کو یاد رکھنی چاہیئے۔ نیکیوں پر صبر و استقلال سے قائم رہ۔ بے شک اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ◉

زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ : زُلَفٌ زُلْفَةٌ کی جمع ہے۔ زُلْفَةٌ کے معنی نزدیک یا نزدیکی کے ہیں۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں الساعات القريبة بعضها من بعض یعنی ایسی ساعات جو ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ گویا آیت کے معنی ہیں کہ رات کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد نماز پڑھنا رہ۔

اِس کے معنی وہ اوقات بھی کئے گئے ہیں جو کہ رات کے قریب ہوں یعنی جب کہ رات نہ پوری آئی ہو اور نہ پوری گئی ہو۔ عصر، مغرب اور عشاء اور وتر اور فجر کی نمازیں اس میں آجاتی ہیں۔

الفاظ کے زیادہ قریب وہی معنی ہیں جو علامہ شوکانی نے کئے ہیں۔ اس حکم پر عمل کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ رات کو جب کسی ضرورت کے لئے اٹھنا ہو یا ویسے آنکھ کھلے تو دو رکعت نماز پڑھ لی جائے۔ اس میں بہت برکت ہے۔

وَاصْبِرْ: على الطاعات (بیضاوی)

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ

اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

یہ کیا ماجرا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں ایسے اصحاب عقل و رائے نہیں ہوئے جو لوگوں کو ملک میں فساد کرنے سے روکتے۔ ان میں بہت ہی کم لوگ ایسے تھے جنہوں نے یہ کام کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں ہم نے نجات دی۔ ورنہ ظالم تو اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جس کا سامان ان کو کثرت سے دیا گیا تھا اور عادی مجرم بن گئے ◉

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ: نھوا عن الفساد (جلالین، رازی)

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

تیرے رب کا یہ دستور نہیں کہ بستیوں کو محض انکے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دے جبکہ ان کے رہنے والے صلح و آشتی سے رہ رہے ہوں ◉

بِظُلْمٍ: بمجرد کونھم مشرکین (رازی، بیضاوی)

متن میں ظلم کو مفعول کا حال لیا گیا ہے۔ اگر اسے فاعل کا حال لیا جائے تو آیت کا ترجمہ ہوگا: تیرے رب کا یہ دستور نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کر دے جبکہ ان کے باشندے صلح و آشتی سے رہ رہے ہوں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی قوم بنا دیتا۔لیکن وہ ہمیشہ مختلف الرائے رہیں گے۔البتہ ان لوگوں کا حال جُدا ہو گا۔ جن پر تیرا رب رحم فرمائے گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ ان پر رحم فرمائے۔لیکن باوجود اس کے تیرے رب کی یہ بات پوری ہو کر رہی کہ میں جہنم کو جن و انس کے تمام "شریروں" سے بھر دوں گا ◉

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ: مَن عصاتهما (بیضاوی)

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

اے رسول! یہ جو ہم تجھے گذشتہ رسولوں کے قصے سناتے ہیں ہم اس طرح تیرے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ان قصوں کے بیان میں تیرے پاس سچائی آئی اور مومنوں کو وعظ و نصیحت

ہوئی ◉

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اے رسول! تو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے کہہ دے:
تم سے جو ہو سکتا ہے کر گزرو، ہم سے جو ہو سکے گا ہم
کریں گے۔ تم بھی انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں ◉

اِنَّا عٰمِلُوْنَ : اس کے بعد عَلٰى مَكَانَتِكُمْ کی رعایت سے علی مکانتنا محذوف لیا گیا ہے۔
اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: ہم جو کر رہے ہیں کرتے رہیں گے یعنی تم ہماری راہ میں روک نہیں
بن سکتے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

ع فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

آسمان اور زمین کے تمام بھید اللہ ہی کے علم میں ہیں۔ اور
تمام امور کا آخری فیصلہ اسی پر موقوف ہے۔ پس تو اسی کی
عبادت کیا کر اور اسی پر توکل کر، تیرا رب الله تمہارے اور ان کے
اعمال سے غافل نہیں ◉

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : انت و هم علی تغلیب المخاطب (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

سُورۃ یوسف

ربطِ آیات

یہ سُورۃ اُسی مضمون کی ایک کڑی ہے جو سُورۃ یونس اور سُورۃ ہود میں بیان کیا گیا ہے۔ سُورۃ یونس میں انذار کا رنگ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی قومِ یونس کا ذکر ہے جو توفیقِ توبہ کرکے عذاب سے بچ گئی تھی۔ سُورۃ ہود سراسر انذار ہے۔ اس کے برعکس سورہ یوسف میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر آخری وقت میں بھی توبہ کر لی جائے تو عذاب ٹل جاتا ہے۔

جیسا کہ سورہ ہود کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے قرآن نے انبیاء سابقہ کے قصص بطور قصے کہانیاں نہیں بیان کئے بلکہ ان میں آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں۔ یوسف کے قصہ میں بھی ایسی ہی پیشگوئی ہے چنانچہ جس طرح سُورۃ ہود میں ان قصص کے بارے میں فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (۵۰) اسی طرح سُورہ یوسف میں یوسف کے قصہ کے متعلق فرمایا ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (۱۰۳)

یہ سُورۃ ایک مسلسل واقعہ کو بیان کرتی ہے اس لئے اس کا ربط سمجھنا چنداں دشوار نہیں۔

آیت ۲ تا ۱۰۲ تک یوسف کا قصہ ہے۔

آیت ۱۰۳ میں فرمایا: یہ قصہ جو ہم نے بیان کیا محض ایک گذشتہ کہانی نہیں بلکہ آئندہ کی خبر ہے یعنی اے رسول! یہی معاملہ تیرے ساتھ بھی پیش آئے گا۔

پھر فرمایا کہ جس طرح برادرانِ یوسف نے یوسف کے خلاف سکیم بنائی تھی اسی طرح اہلِ مکہ تیرے خلاف بنائیں گے۔

آیت ۱۰۴ تا ۱۰۷

برادرانِ یوسف، یوسف پر اس وقت ایمان لائے جب اسے غلبہ حاصل ہوا۔ اس جگہ فرمایا: اہلِ

مکہ بھی تجھ پر ابھی ایمان نہیں لائیں گے یعنی اس وقت ایمان لائیں گے جب تجھے غلبہ حاصل ہو گا۔

اگر النّاس سے مراد تمام لوگ لئے جائیں تو اس کے معنی ہوں گے کہ اگرچہ قرآن سے تمام قوموں کا شرف وابستہ ہے تاہم اس پر تمام قومیں ابھی ایمان نہیں لائیں گی۔ اِس مضمون کو سُورہ صف میں لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔

آیت ۱۰۷:۔

فرمایا: عام لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو وہ اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور دوسری طرف شرک پر اصرار کرتے ہیں۔ اِس آیت کو پچھلی آیت سے ملا کر یہ مضمون بنتا ہے کہ انسان اس توحید پر جو شرف و عزت کی ضامن ہے جس کے نتیجہ میں تمام کائنات انسان کی خادم بن جاتی ہے صرف قرآن ہی کے ذریعہ قائم ہو سکتا ہے۔

آیت ۱۰۸:۔

فرمایا: شرک کا نتیجہ تو عذابِ الٰہی ہے۔

آیت ۱۰۹:۔

فرمایا: اگر تم اس عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اس راہ کی طرف آؤ جدھر میں تمہیں علیٰ وجہ البصیرت بُلا رہا ہوں۔

آیت ۱۱۰:۔

فرمایا: کیا تمہیں ہمارے نبی پر ایمان لانے سے یہ بات روک رہی ہے کہ وہ تمہارے جیسا انسان ہے؟ لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے جتنے بھی انبیاء بھیجے سب انسان ہی تھے؟ پھر اس میں تعجب اور انکار کی کونسی بات ہے؟

پھر فرمایا: اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو جس طرح پہلی قومیں ہلاک کر دی گئیں تم بھی ہلاک کر دئے جاؤ گے۔

آیت ۱۱۱:۔

فرمایا: اگر تمہیں کچھ ڈھیل دی جا رہی ہے تو حد سے نہ بڑھتے جاؤ۔ یہ ہمارا قدیمی دستور ہے کہ ہم منکرینِ حق پر پہلے اتمامِ حجت کرتے ہیں پھر ان کو پکڑتے ہیں۔ یہی معاملہ تمہارے ساتھ ہو گا۔

آیت ۱۱۲:۔

فرمایا: پہلے انبیاء کے قصّے یُونہی بیان نہیں کر دیئے گئے۔ ان میں تمہارے لئے عبرت کا نشان ہے۔ قرآن از خود ساختہ کتاب نہیں۔ اس کے ذریعہ تمام وہ پیشگوئیاں پُوری ہو رہی ہیں جو پہلے انبیاء نے کی تھیں۔ پس اگر تم اس کا انکار کرو گے تو گویا پہلی کُتب کا انکار کرو گے۔ اور یہی نہیں، اس ہدایت اور رحمت سے محروم رہو گے جو اس کے ذریعہ نازل کی گئی ہے۔

سُورۃ کی ابتداء بھی قرآن ہی کے ذکر سے کی گئی تھی اس کا خاتمہ بھی قرآن ہی کے ذکر سے کیا گیا ہے تاکہ دائرہ کے دونوں سرے مِل جائیں۔
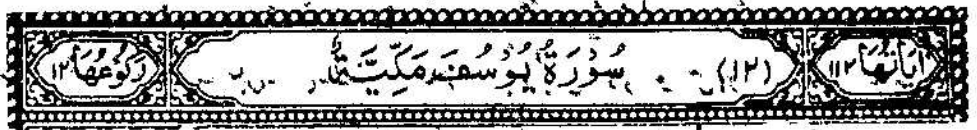
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الۤرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②

مَیں اللہ دیکھنے والا ہوں!
یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے ◉
المُبِیْن: المظهر للحق من الباطل (جلالین)

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ③

ہم نے اسے جامع جمیع کتب اور فصیح اور بلیغ بنا کر نازل کیا ہے
تاکہ تم اصحابِ عقل و دانش بنو ◉

قُرْاٰن: مصدر ہے جس کے معنی اکٹھا کرنا اور پڑھنا ہے گویا قرآن کے لفظ میں ایک تو یہ مفہوم ہے کہ فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ (۹۸: ۴) یعنی تمام رُوحانی کتابوں کے علوم اس میں اکٹھے کر دئے گئے ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ کثرت سے پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

ہم قرآن کا یہ حصہ نازل کر کے ہم تجھے ایک نہایت عمدہ قصہ سناتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو اس سے بالکل بے خبر تھا ◉

الْقَصَصِ ویکون مصدر بمعنی الاقتصاص، ویکون فعلا بمعنی مفعول و یجوز ان یکون من تسمیة المفعول بالمصدر۔ (کشاف)

اوّل الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے "اس قرآن کا نزول کے ذریعہ ہم تجھ سے بعض حقائق نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو ان سے بے خبر تھا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کا لفظ قرآن کے بعض حصوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ (۷: ۲۰۵)، فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۱۶: ۹۹) وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (۲۰: ۱۱۵) وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ (۴۶: ۳۰) وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (۸۴: ۲۲)

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۵﴾

سنو! یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں ◉

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾ ع

اس کے باپ نے کہا: اے میرے ننھے سے بیٹے! اپنی رؤیا اپنے بھائیوں کو نہ سنانا۔ اگر تو نے سنا دی تو وہ تیرے خلاف منصوبے بنانے لگیں گے۔ یاد رکھ! شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے۔ جس طرح تیرے رب نے تجھے اس رؤیا کے لئے منتخب کیا ہے اسی طرح وہ تجھے اپنے عظیم کاموں کے لئے منتخب کرے گا اور وہ تجھے اپنی باتوں کی حقیقت کا علم دے گا، اور تجھے اور آلِ یعقوب کو اسی طرح اپنے آخری انعام سے نوازے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق کو نوازا تھا۔ یاد رکھ! تیرا رب سب کچھ جانتا ہے، اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

كَذٰلِكَ: مثل ذالك الاجتباء (كشاف، بيضاوى، رازى، شوكانى، روح البيان)

يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ: لامور عظام (كشاف، بيضاوى، رازى)

تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ: من تعبير الرؤى لانها احاديث الملك ان كانت صادقة واحاديث النفس او الشيطان ان كانت كاذبة او من تاويل غوامض كتب الله تعالى وسنن الانبياء (بيضاوى، كشاف)

وَيُعَلِّمُكَ: كلام مبتدا خارج عن التشبيه (بيضاوى، روح البيان)

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝٨

یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں مانگنے والوں کے لئے نشان نہیں ۝

فِيْ يُوْسُفَ : فی خبر یوسف (جلالین) مضاف محذوف ہے۔

اہل مکہ کو حضور سے یوسف کے بھائیوں کی نسبت تھی۔ گویا یہاں یہ پیشگوئی بیان فرمائی ہے کہ بالآخر وہ یوسف کے بھائیوں کی طرح حضور کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝٩ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝١٠

یہ اس وقت کی بات ہے جب ان میں سے بعض نے کہا: یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ عزیز ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ یقیناً ہمارا باپ صریح غلط فہمی کا شکار ہے۔ پس بہتر ہے کہ تم یا تو یوسف کو قتل کردو یا اسے کہیں دور پھینک آؤ تاکہ تمہارے باپ کی توجہ تمہارے لئے خالی ہو جائے۔

اور اس کے بعد تم نیک بن جانا ۝

وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ : اس کے معنی صالحین فی امر دنیاکم (بیضاوی، کشاف) بھی ہوسکتے ہیں۔ یعنی اس کے بعد تمہارے تمام کام سدھر جائیں گے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ يَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّيَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿۱۱﴾

اس پر ان میں سے ایک کہنے لگا؛ یوسف کو قتل نہ کرو۔ اگر تم نے ضرور کچھ کرنا ہی ہے تو اسے کسی اندھے کوئیں کی تہہ میں پھینک دو تاکہ کوئی راہ چلتا قافلہ اسے اٹھالے ◉

قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰى يُوۡسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾

اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۱۳﴾

اس کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس جاکر کہنے لگے: اے ہمارے باپ! کیا وجہ ہے کہ تو یوسف کے معاملہ میں ہمارا اعتبار نہیں کرتا جبکہ ہم اس کے سچے خیرخواہ ہیں۔ کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج تاکہ وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے۔ اور ہم اس کی ہر طرح سے حفاظت کریں گے ◉

قَالَ اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ان کے باپ نے کہا: مجھے اِس بات سے دُکھ ہوتا ہے کہ تم اس کو لے جاؤ۔ اور مجھے اِس بات سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ، تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے ◉

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

انہوں نے کہا: اگر ہماری اتنی تعداد کے باوجود اس کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم بہت ہی کمزور ہیں ◉

اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ: ضعفا او مستحقون لان یدعیٰ علیھم بالخسار (کشاف، بیضاوی، رازی)

موخرالذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: اگر ہماری اِتنی تعداد اور طاقت کے باوجود اس کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم پر لعنت ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور جب وہ یوسف کو لے کر چلے گئے اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ اسے کسی اندھے کنوئیں کی تہہ میں ڈال دیں۔ تو جو انہوں نے کرنا تھا، کر گزرے۔

ہم نے یوسف سے کہا: ایک دن آئے گا کہ تُو ان کے سامنے ان کی اس حرکت کا ذکر کرے گا اور وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ

کہ تو یوسف ہے ●

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ : جواب لما محذوف (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی) طبری کہتا ہے۔ ادخل الواؤ فی جواب لما۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا: اور جب وہ یوسف کو لے کر چلے گئے انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اسے کسی اندھے کنوئیں کی تہہ میں ڈال دیں۔

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ : دیکھئے آیت ۹۰، ۹۱۔ یہ خدا تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ اپنے پیاروں کو دکھ اور تکلیف کے وقت اس کے دور ہونے کی بشارت دے دیتا ہے۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ : انك یوسف (بیضاوی)

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٧﴾

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٨﴾

شام کو یوسف کے بھائی روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے : اے ہمارے باپ! ہم جا کر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے اور اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ لیکن اگرچہ ہم سچ بھی بولتے ہوں تو ہماری بات کا یقین نہیں کرے گا ●

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور وہ یوسف کا قمیص جھوٹا خون لگا کر لائے۔ اس نے کہا :
معاملہ اِس طرح نہیں جس طرح تم بیان کرتے ہو۔ بات یہ ہے
کہ تمہارے نفسِ امّارہ نے تمہیں ایک بھیانک فعل خوشنما کرکے
دکھایا ہے۔ بہرحال میرا کام صبرِ جمیل ہے۔ جو بات تم نے بیان کی
ہے مَیں اس کے بارے میں اللہ ہی کی مدد مانگتا ہوں ◉

اَمْرًا : امرًا عظیمًا (کشاف ، بیضاوی)

صَبْرٌ جَمِیْلٌ : فی الحدیث الصبر الجمیل الّذی لاشکوٰی فیہ (کشاف ، بیضاوی)

ہرایک چیز کی اپنی خوبصورتی ہے۔ صبر کی خوبصورتی یہی ہے کہ اس میں شکوہ کا رنگ نہ ہو۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ : استعینہ (کشاف)

یہ تمام قصّہ پیدائش میں درج ہے۔ اہلِ فکر و نظر اسے بھی غور سے دیکھیں اور قرآن کے بیان کو بھی پھر انہیں خود بخود معلوم ہوجائے گا کہ آیا قرآن بائیبل کا سرقہ کرتا ہے یا اس کی تصحیح۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

اب یوں ہوا کہ وہاں ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے سقّے کو
پانی لانے کے لئے بھیجا۔ اور اس نے کنوئیں میں اپنا ڈول ڈالا۔
اور ایلو! وہ چلّایا: کیا ہی خوشی کی بات ہے ! یہ تو لڑکا ہے۔
اور ان لوگوں نے اسے مالِ تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔ اور اللہ
خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں ◉

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ : یعنی اللہ خوب جانتا تھا کہ وہ محض ایک لڑکے کو نہیں چھپا رہے بلکہ مصر کے نبی اور منجی کو چھپا رہے ہیں۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢١﴾

اور انہوں نے اسے معمولی قیمت پر چند درہموں کے عوض بیچ دیا۔ دراصل ان کو اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی ◉

شَرَوْهُ : الشراء کے معنی خرید اور فروخت دونوں ہوتے ہیں۔ اکثر مفسرین نے شَرَوْهُ کی ضمیر کا مرجع یوسف کے بھائیوں کو لیا ہے۔ اس کا مرجع اہلِ قافلہ بھی ہو سکتے ہیں۔

فِیْہِ : یحتمل ان یکون الضمیر عائد الی یوسف علیہ السلام ، ویحتمل ان یکون عائد الی الثمن (رازی) یعنی اس سے مراد یوسف بھی ہو سکتا ہے اور قیمت بھی۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

اور جس شخص نے اسے مصر میں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا : اسے اچھی طرح رکھنا۔ کیا عجب کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔

اور جس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس کے مالک کے دل
میں گھر بنایا اسی طرح ہم نے اس کے پاؤں ملک میں جمائے ہم نے
ہر قدم پر اس کی تربیت کے سامان کئے تاکہ اسے علمِ لدنّی عطا
کریں۔ اللہ جس بات کا فیصلہ کرتا ہے اسے کرکے رہتا ہے لیکن
اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ◉

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ : یجوز ان یکون متعلقا بالفعل کقولک اشتریت من بغداد ای فیها، ویجوز ان یکون حالا من الذی، او من الضمیر فی اشترٰی فیتعلق بمحذوف (املاء) موخرالذکر صورت میں اس کے معنی ہوں گے: اور ملکِ مصر کے جس آدمی نے (یعنی جس مصری نے) اسے خریدا۔

كَذٰلِكَ : وذالک اشارة الی مصدر الفعل الموخر علی ان یکون عبارة عن التمکین فی قلب العزیز او فی منزله وکون ذالک تمکینا فی الارض (روح البیان، کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی)

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ : اللام متعلقة بمحذوف (املاء)

هو علة لمعلل محذوف (شوکانی)

آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ قدم قدم پر ہمارے احسان دیکھ کر اس میں شکر کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے نتیجہ میں ہم اس پر مزید احسان کریں اور اسے علومِ لدنّی عطا کریں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور جب وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچا ہم نے اسے حکمت اور
علم سے نوازا۔ ہم تمام نیکوکاروں پر اسی طرح انعام کرتے

ہیں ◉

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر یوں ہُوا کہ جس عورت کے گھر میں وہ رہتا تھا اُس نے اسے ورغلانا چاہا۔ اس نے دروازے بند کر دئے اور کہنے لگی: آ جا۔

یوسف نے کہا : مَیں اس فعل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ وہ میرا رب ہے اور اس نے میرے لئے اچھے ٹھکانہ کا بندوبست کیا ہے۔ ظالم کبھی کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھتے ◉

رَاوَدَتْ : باب مفاعلہ سے ہے جس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اشتراکِ عمل پایا جاتا ہے۔ لبعض دفعہ یہ اشتراکِ عمل ارادۃً نہیں پایا جاتا صرف معنًا پایا جاتا ہے مثلاً جب یوسف کے حُسن نے عورت کو بہکایا تو گویا سبب مسبب کا قائم مقام ہوگیا۔ پھر اس کے مقابلہ میں عورت نے یوسف کو بہکانا چاہا اور اس طرح اشتراکِ عمل کا مفہوم پُورا ہوگیا (شوکانی)۔

اِنَّهٗ رَبِّیْۤ : ربّ سے مراد مفسّرین نے یہاں آقا بھی لیا ہے یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ میرا آقا تو مجھے اپنے گھر میں نہایت اچھے طریق سے رکھے اور مَیں اس کے مال میں خیانت کروں۔ اس صورت میں تو مَیں ظالم ٹھہروں گا اور میرے لئے فلاحِ دارین کے دروازے بند ہوجائیں گے۔

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ

عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٢٥﴾

اس عورت نے یوسف کا قصد کیا اور یوسف نے اس سے پیچھا چھڑانے کا قصد کیا۔ اگر اس نے اپنے رب کا روشن نشان نہ دیکھا ہوتا تو وہ اس کے دام میں ضرور پھنس جاتا۔ لیکن ہم نے یہ صورت اختیار کی تاکہ ہم اس سے بدی اور بےحیائی کا الزام دُور کریں۔ بےشک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا ◉

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا : جیسا کہ تمہید میں واضح کیا جا چکا ہے جب مقابلہ میں وہی فعل لایا جائے تو اس کے معنے پہلے فعل کا تدارک کرنا ہوتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهِ چنانچہ علامہ رازی فرماتے ہیں المراد انهٗ هم بدفعها عن نفسه (کشاف، بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان)

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ : الجواب محذوف۔ ولا یجوز ان یجعل وهم بها جواب (بیضاوی)

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٦﴾

اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ اور عورت نے یوسف کا قمیص پیچھے سے پھاڑ دیا۔ جونہی وہ دروازے پر پہنچے، انہوں نے اس کے خاوند کو دروازہ پر موجود پایا۔

عورت بولی : جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ
کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ اسے قید میں ڈالا
جائے یا دردناک عذاب دیا جائے ◉

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ
اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ
وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾
وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ
مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾

یوسف نے کہا : خود یہ عورت مجھے ورغلانا چاہتی تھی ۔ اور اس
عورت کے کنبہ کے ایک گواہ نے گواہی دی : اگر یوسف کا
قمیص آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچ کہتی ہے اور یہ جھوٹا
ہے ۔ لیکن اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت
جھوٹ بولتی ہے اور یہ سچا ہے ◉

شَاهِدٌ : قرآن نے اس شخص کو جس نے واقعات سے امرِ واقع کا اندازہ لگایا شاہد کہہ کر واقعاتی
شہادت کی افادیت کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ آج قانون دان حضرات واقعاتی شہادت پر بہت زور دیتے
ہیں اور کہتے ہیں یعنی آدمی
جھوٹ بول لیتے ہیں لیکن واقعات جھوٹ نہیں بولتے ۔ لیکن قرآن نے یہ نکتہ آج سے سینکڑوں سال
پہلے بیان کر دیا تھا ۔
چونکہ مدعی عورت تھی اس لئے دونوں مقامات پر پہلے فَصَدَقَتْ اور فَكَذَبَتْ فرمایا اور اسکے

بعد وَهُوَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور وَهُوَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ فرمایا۔ پھر ان دونوں ترتیبوں میں بھی فَصَدَقَتْ کو پہلے رکھا کیونکہ بارِ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے۔ جو لوگ قرآن کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں ترتیب نہیں غور کریں تو انہیں اس کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ میں ترتیب نظر آئے گی ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۹﴾

اور جب اس کے خاوند نے دیکھا کہ یوسف کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس نے کہا: یہ تم عورتوں کے چلتروں میں سے ایک چلتر ہے۔ تم بڑے بڑے چلتر کرتی ہو ◉

رَاٰ : زوجها (جلالین، رازی، شوکانی) اس کا مرجع شاھد بھی ہوسکتا ہے (کشاف)
مِنْ كَيْدِكُنَّ : الخطاب لها ولامثالها (بیضاوی، کشاف)

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ سکتة وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

۳ ع ۱۳

پھر اس نے یوسف سے کہا: یوسف! اس بات کو جانے دے۔ اور اس نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ تو خطاکار ہے ◉

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ

فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۱﴾

اب عورتیں شہر میں باتیں بنانے لگیں۔ اور کہنے لگیں: عزیز کی بیوی اپنے غلام کو ورغلانا چاہتی ہے۔ اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ ہمیں تو نظر آتا ہے کہ وہ بالکل دیوانی ہو گئی ہے ◉

اَلْعَزِيْز: الملك بلسان العرب (کشاف، رُوح البیان) والمراد به قطفیر وزیر الریان (رُوح البیان) قوم کا رئیس (غریب القرآن) دوسری جگہ فرمایا ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (۴۴ : ۵۰)۔

شَغَفَهَا حُبًّا: وہ پردہ جو دل کے گرد ہوتا ہے اُس کو شغاف کہتے ہیں۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۲﴾

جب اس نے عورتوں کی مکارانہ باتیں سُنیں تو ان کو بلوا بھیجا اور ان کے لئے ضیافت کا سامان کیا۔ اور اس نے ان میں

سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور پھر یوسف کو کہا: ان کے سامنے آ۔

اور جب انہوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کو بہت عظیم پایا اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں: حاشا للہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی جلیل القدر فرشتہ ہے ◉

بِمَكْرِهِنَّ: مکر کے معنی فریب، خفیہ تدبیر، چال وغیرہ کے ہیں۔

کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی اور رُوح البیان میں یہاں اس کے معنی باغتیابھن کئے گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ مکر بھی خفیہ کیا جاتا ہے اور غیبت بھی پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے لہٰذا اس اشتراک کی وجہ سے یہاں غیبت کے لئے مکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

بے شک سیاق وسباق عبارت سے باغتیابھن کے معنی اُبھرتے ہیں لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن نے باغتیابھن کی بجائے بِمَكْرِهِنَّ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ سوچنا یہ چاہیئے کہ ایک عورت دوسری عورت کی ٹانگ کھینچ کر بہت خوش ہوتی ہے۔ اس سے اُس کے خود نمائی کے جذبہ کی بھی تسکین ہو جاتی ہے اور بے کہے یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ہمچو ما دیگرے نیست۔ پس جب وہ عورتیں عزیز مصر کی بیوی کی غیبت کر رہی تھیں تو گویا ایک طرف تو اپنی پاک دامنی کا چرچا کر رہی تھیں اور دوسری طرف یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم کیا کسی سے کم ہیں۔ اگر ہم امراۃ العزیز ہوتیں تو ہم غلام پر ڈورے نہ ڈالتیں۔ خود غلام ہمارا غلام ہوتا۔ اس فریب کو عزیز مصر کی بیوی بھانپ گئی چنانچہ اس نے ان کو بُلا کر اور یوسف کو ان کے سامنے کرکے ان کے فریب کو بے نقاب کر دیا اور انہیں بتا دیا کہ نہ ہی تم یوسف کو اپنے حُسن سے مرعوب کر سکیں اور نہ ہی اس کے حُسن سے مرعوب ہونے سے بچ سکیں۔

مُتَّكَأً: اِتَّكَأَ کے معنی ہیں اس نے ٹیک لگائی تکیہ لگایا۔ مُتَّكَأ کے معنی مسند یا بیٹھنے کا کمرہ ہے۔ چونکہ وہ لوگ تکیہ لگا کر کھانا کھاتے تھے اس لئے یہ لفظ ایسی ضیافت کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس میں لوگ تکیے لگا کر بیٹھے ہوں۔

قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ: کشاف، بیضاوی، شوکانی، رُوح البیان میں اس کے معنی جرحنھا کئے گئے ہیں۔ یعنی انہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے۔ بعض نے اَيْدِيَهُنَّ سے مراد انا ملهن او اكمامهن

یعنی انگلیوں کے پورے یا ہاتھوں کی جلد لیتے ہیں (شوکانی) بعض پورے ہاتھ کاٹنے پر مصر ہیں اور بعض تو اس حاشیہ آرائی میں اس حد تک بڑھ گئے کہ کہہ دیا کہ ماتت جماعۃ منھن (روح البیان) یعنی ان میں سے ایک گروہ ہاتھ کٹنے کے نتیجہ میں مر گیا۔

قرآن نے اکثر یَد کا لفظ قدرت اور طاقت کے معنوں میں استعمال کیا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ (۳: ۷۳، ۵۷: ۳۰) تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ (۱۱۱: ۲) انگریزی، اُردو، فارسی اور دوسری زبانوں میں بھی ہاتھ کا لفظ طاقت اور قدرت کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح قَطَعَ کا لفظ بھی کنایۃً استعمال ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (۷: ۷۲) لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ (۹: ۱۱۱) یہ محاورہ ۶: ۴۶، ۸: ۸، ۱۵: ۶۷ میں بھی استعمال ہوا ہے۔

شہر کی عورتیں اپنی بڑائی جتاتی تھیں اور عزیز مصر کی عورت پر طعنہ کرتی تھیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یہ تو یوسف کے پیچھے بھاگتی ہے، ہم ہوتیں تو یوسف ہمارے پیچھے بھاگتا لیکن جب یوسف آیا تو اس نے تو ان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا لیکن وہ ایسی محوِ نظارہ ہوئیں کہ اپنے ہوش بھی کھو بیٹھیں۔ پس ان کی تمام حیلہ کیشی باطل ہوگئی گویا انہوں نے خود اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

موجودہ بالا تصریح کے پیشِ نظر ہاتھ کاٹنے کے الفاظ کو ظاہر پر محمول کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔

ممکن ہے کہ انہوں نے حیرت سے اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹ لی ہوں اور قرآن نے اسے ہاتھ کاٹنے کے الفاظ سے ادا کر دیا۔ علم بیان میں اسے تسمیۃ الشئ باسم کلہ کہتے ہیں (مختصر المعانی) قرآن یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ چھریوں کی موجودگی صرف استعارہ میں رنگ بھرنے کے لئے بیان کی گئی ہے۔

مولانا دریابادی فرماتے ہیں: یہ بھی ممکن ہے کہ اس ہوش ربا عالم میں بعض کی چھریاں پھلوں کی بجائے ہاتھوں پر چل گئی ہوں۔ بعض کے ہاتھوں کا زخمی ہونا جمع کی ضمیر کے مفہوم کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ

عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىِٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ (۳۲)

عزیز کی بیوی نے کہا: یہی ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں بےشک میں نے اسے ورغلانا چاہا اور اس نے اپنے تئیں بچا لیا۔ لیکن اگر اب بھی اس نے وہ کام نہ کیا جس کا میں اسے حکم دیتی ہوں تو وہ قید و بند میں ڈالا جائے گا اور رُسوا ہو گا ◉

مَاۤ اٰمُرُهٗ : ما اٰمرہ بہ (بیضاوی، جلالین، رُوح البیان)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ (۳۳)

یہ باتیں سُن کر یوسف نے کہا: اے میرے رب مجھے قیدخانہ اس چیز سے زیادہ عزیز ہے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بُلاتی ہیں۔ اگر تُو مجھے ان کی چالوں سے نہیں بچائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میرا شمار جاہلوں میں ہو گا ◉

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوسف کو پھانسنے کی چال تو صرف عزیز کی بیوی نے چلی تھی مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ اور كَیْدَهُنَّ کہہ کر اُن تمام عورتوں کو کیوں ملوّث کر لیا گیا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کا سارا غرور دھرا رہ گیا اور وہ خود اسے اپنے عشوہ و ناز سے ورغلانے لگیں۔ گویا زبانِ حال سے اسے دعوت دینے لگیں۔ وہ آجکل کی متمدّن عورتوں کی

طرح بے حجاب تو تھیں ہی پس ممکن ہے کہ ان میں سے بعض نے زبانِ حال کے ساتھ زبانِ قال کو بھی اظہارِ مدعا کے لئے استعمال کیا ہو۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

اس کے رب نے اس کی دعا سن لی اور اسے ان عورتوں کی چالوں سے بچا لیا۔ وہ بہت سننے والا، بہت جاننے والا ہے ◉

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ ع

جب عزیز اور اس کے اقربا یوسف کی بے گناہی کے شواہد دیکھ چکے تو انہیں مصلحت اسی میں نظر آئی کہ وہ اسے کچھ مدت کے لئے قید کر دیں ◉

بَدَا لَهُمْ: للعزیز واھلہ (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور یوسف کے ساتھ قیدخانہ میں دو اور نوجوان بھی داخل ہوئے۔
ان میں سے ایک نے اس سے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے
کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا: میں نے دیکھا ہے
کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اس
میں سے کھاتے ہیں۔ ہمیں ہمارے خواب کی تعبیر بتا۔ تو ہمیں صاحبِ
علم و فراست نظر آتا ہے ◉

اَعْصِرُ خَمْرًا: ای عنبا و سماہ خمرا باعتبار ما یئول الیہ (بیضاوی، کشاف، شوکانی، رُوح البیان) خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں اِس جگہ انگور کے لئے خمر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ انگور بالآخر شراب بن جاتا ہے۔ علمِ بیان میں اِس طرزِ کلام کو تسمیۃ الشئ باسم ما یئول ذالک الشئ الیہ فی الزمان المستقبل کہتے ہیں یعنی کسی چیز نے جو شکل مستقبل میں اختیار کرنی ہوا سے اس نام سے یاد کرنا۔ یہ مجاز مرسل کی ایک قسم ہے (مختصر المعانی)

مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ: من العالمین الّذین احسنوا العلم (شوکانی) من العالمین (کشاف، بیضاوی) محسن کے معنی نیک اور بھلے آدمی کے بھی ہیں۔

بِتَاْوِیْلِہٖ: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں نے یہ بات اکٹھی کہی یا ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ۔ صاحبِ رُوح البیان کہتے ہیں کہ یہ بات ان دونوں نے اپنے اپنے کلام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ کہی اور یہ اسلوبِ بیان قرآن میں عام ہے مثلاً فرمایا یاایّھا الرسل کلوا من الطیّبٰت۔ ظاہر ہے کہ یہ بات ہر ایک رسول کو علیحدہ علیحدہ کہی گئی۔

دوسری جگہ فرمایا وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی (۱۱۲:۲) ظاہر ہے کہ یہود اور نصارٰی اکٹھے یہ بات نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ تو دونوں ایک دوسرے کو جہنمی کہتے تھے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جائز ہے کہ یہ بات صرف دوسرے نے کہی ہو کیونکہ اسے اپنے قصور کا علم تھا اور اس کے دِل میں خواب کی دہشت تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اسے جلد اپنے انجام کی خبر مِل جائے (مفسّرین نے لکھا ہے کہ وہ بادشاہ کا باورچی تھا اور اس پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام

تھا) اس نے خواب بیان کرنے میں تو پہل دل میں چور ہونے کی وجہ سے نہ کی لیکن جب اس نے اپنے ساتھی کی اتباع میں خواب بیان کر دی تو اسے انجام معلوم کرنے کی جلدی ہوئی۔ اس نے سوال میں اپنے ساتھی کو بھی شامل کر لیا تا کہ ایک تو اس طرح اس کا کرب و اضطراب چھپا رہے اور دوسرے اسے اس کا حال بھی معلوم ہو جائے۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۲﴾ؕ

یوسف نے جواب دیا: جو کھانا تمہیں ملتا ہے وہ ابھی تمہارے پاس نہیں آئے گا کہ میں اس سے پہلے تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ علم منجملہ اُن علوم کے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔ میں نے اُن لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ میں اپنے باپ دادا ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کرتا ہوں۔ ہمارے لئے جائز نہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔ اللہ کا ہمیں توحید کی تعلیم دینا اُن احسانوں میں سے ایک احسان ہے جو اس نے ہم پر اور بنی نوع انسان پر کیا۔ تاہم اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

اے میرے قیدخانہ کے ساتھیو! کیا یہ بہتر ہے کہ تمہارے جُدا جُدا خدا ہوں یا یہ کہ صرف ایک اللہ ہو جس کے سامنے سب بے بس ہوں۔

انہیں کے سوا تم جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو وہ محض نام

ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے گھڑ رکھے ہیں۔ اللہ نے
ان کی الوہیت کے اثبات میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ قضاو قدر
کا مالک صرف اللہ ہے اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے
سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا اور سچا دین ہے
لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

اے میرے قیدخانہ کے ساتھیو! تم میں سے ایک اپنے آقا
کو شراب پلائے گا، رہا دوسرا سو وہ سُولی پر چڑھایا جائے گا
اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ جس بات کے
متعلق تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہے ۞

بِتَاْوِیْلِهٖ : بتاویل ماقصصتما او بتاویل الطعام (بیضاوی) موخرالذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے : جو کھانا تمہیں ملتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا کہ میں تمہیں اس کے آنے سے پہلے اس کی تفصیل سے آگاہ کر دوں گا۔ یہ معنی اکثر مفسروں نے کئے ہیں جن میں صاحب کشاف، علامہ رازی، علامہ شوکانی اور صاحب روح البیان شامل ہیں۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ : اگر من بعضیہ کی بجائے بیانیہ لیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے : یہ اس علم کا کرشمہ ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

تَرَكْتُ : اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے اس سے تعلق نہیں۔ ترکہ کے معنی ہیں خلاہ (اقرب)،

(لین) یعنی کسی چیز سے اعراض کرنا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔ چنانچہ کہتے ہیں ترك ركعة من الصّلٰوة (لین) حدیث میں آیا ہے من ترك الصّلٰوة متعمّداً فقد كفر (لسان) گویا ترک کے معنے کوئی کام نہ کرنا بھی ہیں۔ چونکہ اردو میں چھوڑنا رد کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے (فیروز اللغات) اس لئے متن میں لفظی ترجمہ ہی اختیار کیا گیا ہے۔

اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ : یعنی ہمارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کو موثر حقیقی سمجھیں۔ جب انسان صرف خدا کو ہی موثر حقیقی سمجھتا ہے تو تمام کائنات اس کی خدمت کے لئے

دست بستہ کھڑی ہوجاتی ہے اور اس کی تابع فرمان ہوجاتی ہے۔شرک سے عملی نجات اور زمین کی وراثت کا حصول ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔

ذٰلِكَ : التوحيد (کشاف، بیضاوی، رازی، رُوح البیان)

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۠ﮞ

اور اس نے ان دونوں میں سے اس شخص سے جس کے متعلق اسے خیال تھا کہ وہ بری ہوجائے گا کہا: اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔

لیکن شیطان نے اسے یہ بات اپنے آقا سے کہنی بھلا دی۔

چنانچہ یوسف کئی سال قیدخانہ میں رہا ◉

اذْكُرْنِیْ : اذكرحالي (بیضاوی)، یعنی میرا معاملہ اس کے نوٹس میں لانا۔

ذِكْرَ رَبِّهٖ : ذکر یوسف عند ربّہٖ (جلالین، کشاف، بیضاوی، رازی، رُوح البیان)

فَلَبِثَ : یوسف بسبب ذالك الانساء (رُوح البیان)

بِضْعَ : البضع مابين الثلاث إلى التسع (کشاف، بیضاوی، شوکانی) یعنی تین سے نو سال کے عرصہ کو بِضْعَ کہتے ہیں۔ بعض نے اس کے معنی ایک سے چار بعض نے تین سے سات بعض نے تین سے پانچ کئے ہیں (شوکانی)

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا

الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اب ایسا ہوا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا۔ اس نے کہا:
مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جن کو
سات دُبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور مَیں نے دیکھا ہے کہ سات
ہری بالیں ہیں اور سات سُوکھی ہیں جو ان کو نگل رہی ہیں۔
اے سردارانِ قوم! اگر تم خواب کی تعبیر کرنا جانتے ہو تو مجھے
میری خواب کی تعبیر بتاؤ ◉

وَاُخَرَ یٰبِسٰتٍ : فالتوت الیابسات علی الخضر حتی غلبن علیہا وانما استغنی عن بیان حالہا بما قص من حال البقرات (بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی، روح البیان)

پیدائش ۴۱ : ۵ تا ۷ میں لکھا ہے: "اور اس نے دوسرا خواب دیکھا کہ ایک ڈنٹھل میں اناج کی سات موٹی اور اچھی اچھی بالیں نکلیں ○ ان کے بعد اور سات پتلی اور پوربی ہوا کی ماری مُرجھائی ہوئی بالیں نکلیں ○ یہ پتلی بالیں ان ساتوں موٹی اور بھری ہوئی بالوں کو نگل گئیں۔"

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

اُنہوں نے کہا: یہ خواب پریشان ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی
تعبیر نہیں جانتے ◉

اَحْلَام : حلم کی جمع۔ خواب

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

دو قیدیوں میں سے جو بری ہو گیا تھا اور جسے ایک عرصہ کے بعد یوسف کا خیال آیا کہنے لگا: میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتاتا ہوں۔ تم مجھے یوسف کے پاس بھیجو ◉

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾

اور جب وہ یوسف کے پاس پہنچا تو کہنے لگا: یوسف! اے مردِ راستباز!! اس خواب کی تعبیر بتا کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جن کو سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات ہری بالیں ہیں اور سات سوکھی ہیں جو ان کو نگل رہی ہیں، تاکہ جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے میں ان کے پاس واپس لوٹ کر جاؤں، اور انہیں تیرا مقام معلوم ہو ◉

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ: فضلك ومكانك (كشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی) یا تاویلها (بیضاوی، شوکانی) موخر الذکر صورت میں معنی ہوں گے: تاکہ وہ اس خواب کی تعبیر جان لیں۔ معلوم بہ کا ذکر نہ کرکے معانی میں وسعت پیدا کر دی گئی ہے۔

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا

قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ

وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۶ ۱۶

یوسف نے کہا: تم لوگ سات سال حسب دستور کاشت کاری کرو گے۔ ان دنوں جو کھیتی تم کاٹو گے اس میں سے سوائے اس تھوڑی سی مقدار کے جو تم کھاؤ باقی بالوں ہی میں رہنے دو۔

اس کے بعد سات سختی کے سال آئیں گے، جو سوائے اس تھوڑے سے اناج کے جو تم محفوظ کر لو تمہارا سارا اندوختہ جو تم نے ان کے لئے بچا رکھا ہو گا کھا جائیں گے۔

پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں کی فریاد سنی جائے گی اور وہ انگوروں کا رس نچوڑیں گے ◉

يُغَاثُ النَّاسُ: معناه يمطرون، ويجوز ان يكون من قولهم: اغاثه الله اذا انقذه من كرب او غم، ومعناه ينقذ النّاس فيه من كرب الجدب (رازی)
اوّل الذکر صورت میں معنی ہوں گے: پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر مینہہ برسایا جائے گا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ

ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ

اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾

جب بادشاہ نے یہ تعبیر سُنی تو کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ۔ جب قاصد یوسف کے پاس آیا یوسف نے اسے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس لوٹ کر جا اور اس سے پُوچھ: ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے خود اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا ربّ ان کی چالوں کو خوب جانتا ہے ◉

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۲﴾

اس پر بادشاہ نے عورتوں سے پُوچھا: جب تم نے یوسف کو ورغلانا چاہا تو تمہارا کیا معاملہ تھا؟ انھوں نے جواب دیا: حاشا للہ! ہم نے اس میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا: اب سچائی کُھل چکی ہے۔ مَیں نے ہی اسے ورغلانا چاہا تھا۔ وہی سچّا تھا ◉

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۴﴾

جب یوسف تک یہ بات پہنچی تو وہ کہنے لگا: مَیں نے یہ بات اس لئے اُٹھائی تھی تاکہ میرا آقا جان لے کہ مَیں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی، اور تاکہ وہ یہ بھی جان لے کہ اللہ بددیانتوں کی چالوں کو سرے نہیں چڑھاتا۔ لیکن بایں ہمہ مَیں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا، کیونکہ سوائے اس وقت جب میرا رب رحم فرمائے نفس ہمیشہ بُری باتوں پر آمادہ کرتا ہے۔ بیشک میرا رب بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

ذٰلِكَ: طلب البراءة (جلالین، کشاف، رُوح البیان)

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ: الا وقت رحمة ربّی (کشاف، بیضاوی، رازی، رُوح البیان)

مَا کے معنی مَن بھی ہوسکتے ہیں (کشاف، جلالین، رازی)

اِلَّا استثناء منقطع بھی ہوسکتا ہے گویا آیت کی تقدیر ہوئی: ولٰکن رحمة ربّی ھی التی تصرف الاساءة (کشاف، بیضاوی) اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: لیکن بایں ہمہ مَیں اپنے نفس کو بَری قرار نہیں دیتا کیونکہ نفس تو ہمیشہ بُری باتوں پر آمادہ کرتا ہے۔ البتہ اگر میرے ربّ کی رحمت گناہ گاروں کے آڑے آجائے تو دوسری بات ہے۔

وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَكِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۵﴾

اور بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا ذاتی مشیر بناؤں گا۔

اور جب بادشاہ نے یوسف سے گفتگو کی تو اسے کہا: آج تُو ہماری نظروں میں معزز اور امین ہے ◉

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

یوسف نے کہا: مجھے ملک کے خزانوں کا حاکم بنا دے۔ میں خزانوں کی حفاظت کرنا بھی جانتا ہوں اور ان کا مصرف بھی جانتا ہوں ◉

عَلِیْمٌ: عالم بوجوہ التصرف (کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان)

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک میں اقتدار بخشا۔ وہ جہاں چاہتا خیمہ لگاتا تھا۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں۔ ہم اس دُنیا میں بھی نیکوکاروں کے اجر کو نہیں بھولتے۔ رہا آخرت کا اجر، سو وہ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں دُنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے ◉

وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ: فی الدُّنیا (کشاف) یہ مضمون ولاجر الاٰخرۃ کے تقابل سے پیدا ہو رہا ہے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۹﴾

پھر یوں ہوُا کہ یوسف کے بھائی آئے اور یوسف کے حضور پیش ہوئے۔ اور یوسف نے تو انہیں پہچان لیا لیکن انہوں نے اسے نہ پہچانا ◉

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۶۰﴾
فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۱﴾

اور جب اس نے ان کا سازوسابان تیار کیا تو ان سے کہا: جب تم دوبارہ میرے پاس آؤ تو اپنا باپ کی طرف سے بھائی ساتھ لانا۔ تم نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ میں غلّہ پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور بہترین مہمان نواز ہوں۔ بہرحال اگر تم اسے نہ لائے تو تمہیں نہ ہی میرے ہاں کوئی غلّہ ملے گا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے ◉

كَيْلَ: مِيرَةً (جلالین) اس کے لفظی معنے پیمانہ کے ہیں۔ اِس جگہ یہ لفظ غلّہ کے لئے استعمال

ہوا ہے کیونکہ اس کے ساتھ پیمانہ بھرا جاتا ہے۔ اس طرزِ کلام کو علمِ بیان میں تسمیۃ الشئ باسم محلہ کہتے ہیں (مختصر المعانی: الحقیقۃ والمجاز ص۳۷۲)

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

وہ کہنے لگے: ہم کوشش کریں گے کہ اس کا باپ اُسے ہمارے سپرد کر دے۔ یقیناً ہم اپنی پوری کوشش کریں گے ◉

اَبَاهُ کے الفاظ ان کے کینہ کی غمازی کر رہے ہیں۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور یوسف نے اپنے خادموں سے کہا: ان کی نقدی ان کے اسباب میں رکھ دو تاکہ جب وہ اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر جائیں تو اس کے بارے میں اپنا فرض پہچانیں اور اس طرح واپس لوٹ آئیں ◉

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ: یعرفون حق ردھا (کشاف، بیضاوی، روح البیان)۔ اس کے معنی لکی یعرفوھا (بیضاوی) بھی ہو سکتے ہیں: یعنی جب وہ اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر جائیں تو اپنی نقدی پہچانیں اور اس طرح واپس لوٹ آئیں۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس لوٹ کر گئے انہوں
نے اس سے کہا: اے باپ! اس کے بعد ہمارے لئے غلّہ
کی فروخت بند کر دی گئی ہے۔ پس تو ہمارے ساتھ ہمارے
بھائی کو بھیج تاکہ ہم غلّہ حاصل کر سکیں۔ اور تو یقین جان کہ
ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے ◉

مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ: کَیْل کے لفظ سے فروخت کا مفہوم پیدا ہو رہا ہے کیونکہ اس کے معنی
ایسا غلّہ ہیں جو کَیْل کے مطابق دیا جائے۔

اَخَانَا: آیت ۶۲ میں لاتعلقی ظاہر کرنے کے لئے اپنے باپ کو اَبَاہ کہا تھا یہاں تعلق کے اظہار
کے لئے اَخَانَا کہا ہے۔

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ
مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۶۵

اس نے جواب میں کہا: کیا میں اسے اسی طرح تمہارے سپرد
کر دوں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی کو کیا تھا؟
میں اسے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ بہترین حفاظت کرنیوالا
اور تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا
ہے ◉

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا: ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ
اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ

اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٦﴾

اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کی نقدی انہیں واپس لوٹا دی گئی ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے باپ سے کہا: ابّا! ہم اور کیا چاہتے ہیں یہ ہماری نقدی ہے جو ہمیں واپس لوٹا دی گئی ہے۔ ہم اس کے ذریعہ اپنے اہل و عیال کے لئے غلّہ لائیں گے، اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے، اور ایک اونٹ کا بوجھ مزید لائیں گے۔ جو غلّہ ہم لائے ہیں وہ تو بہت ہی کم ہے ◉

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا: معطوف علی محذوف۔ ای فنستظہر بہا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا (بیضاوی، کشاف، شوکانی، روح البیان)

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٧﴾

ان کے باپ نے کہا: میں اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم اللہ کو ضامن ٹھہرا کر مجھ سے پختہ وعدہ نہ کرو کہ سوائے اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر جاؤ تم اسے ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے۔

اور جب انہوں نے اس سے پختہ وعدہ کر لیا تو اس نے

کہا: ہمارے قول و اقرار کا اللہ گواہ ہے ◉

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۸﴾

پھر اُس نے کہا: بیٹو! شہر میں ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا۔ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ مَیں تمہیں اللہ کی تقدیر سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ قضا و قدر کا مالک ہے۔ لیکن مَیں اس پر توکّل کرتا ہوں اور تمام توکّل کرنے والوں کو اسی پر توکّل کرنا چاہیئے ◉

لَا تَدْخُلُوْا: مصر (جلالین، رُوح البیان) مفسّرین نے ان کو اکٹھے داخل ہونے سے منع کرنے کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ اکثر کا خیال ہے کہ اس کا مقصد انہیں نظرِ بد سے بچانا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ مبادا ان کا جتھہ دیکھ کر بادشاہ کو خیال ہو کہ یہ کوئی ڈاکوؤں کی جماعت ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تدبیر تھی کہ اس طرح بن یامین یوسف کو علیحدہ مل سکے (رازی)

یہ بات تو واضح ہے کہ اگر لوگ شہر میں جلوس کی صورت میں چلیں تو مکینوں اور راہگیروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ پس بلا وجہ جلوس کی صورت اختیار کرنا مدنیت کے اصولوں کے منافی ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ

قَضٰهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ ع

اور جب وہ اُس طریق سے داخل ہوئے جس کا ان کے باپ نے ان کو حکم دیا تھا تو یہ اللہ کی تقدیر کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آیا۔ البتہ اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ یعقوب کے دِل کا ارمان پُورا ہو گیا۔ بے شک وہ اس علم کی وجہ سے جو ہم نے اسے دیا تھا بڑا صاحبِ علم تھا لیکن اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے ◉

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام معاملہ کی تہ تک پہنچ چکے تھے وہ چاہتے تھے کہ بن یامین یوسف سے علیحدہ مِل لے۔ اس غرض کو پُورا کرنے کے لئے انہوں نے ایک ایسا حکم دیا جو مدنیت کے اُصولوں کو ملحوظِ نظر رکھتا ہے۔

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ : يُغْنِيْ کا فاعل یعقوب کی رائے یا ان کا دخول ہے۔ (کشاف، رُوح البیان)

وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور جب وہ یوسف کے حضور پیش ہوئے اس نے اپنے بھائی کو اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ اور اس نے کہا: مَیں تیرا بھائی ہوں۔ پس اللہ کے احسان کو دیکھ اور جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں اس کی وجہ سے غم نہ کر ◉

فَلَا تَبْتَئِسْ : ف کا عطف محذوف پر ہے۔ صاحبِ روح البیان کہتے ہیں فانّ اللہ قد احسن الینا وجمعنا بخیر۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧١﴾

اور جب اس نے ان کا سامان تیار کیا تو اپنا پانی پینے کا پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔

پھر ایک پکارنے والے نے پکارا: اے قافلہ والو! تم چور ہو ◉

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧٢﴾

انہوں نے شاہی کارندوں کی طرف رخ کیا اور کہا: تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے ؟ ◉

قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٣﴾

کارندوں نے کہا: ہم شاہی پیمانہ گم پاتے ہیں۔ اور ان کے پیشکار نے کہا: جو شخص اسے لا کر دے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلّہ بطور انعام دیا جائے گا، اور اس انعام کا میں ضامن ہوں ◉

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾

انہوں نے کہا: اللہ! تم جانتے ہو کہ ہم اِس لئے نہیں آئے کہ اس سرزمین کا امن تباہ کریں۔ ہم کوئی چور نہیں ہیں ◉

تَاللّٰهِ: قسم فیه معنی التعجب (کشاف، بیضاوی، جلالین، روح البیان) اُردو میں ایسے موقع پر صرف "اللہ!" کا لفظ بولتے ہیں۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾

کارندوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو چور کی کیا سزا ہے؟ ◉

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

انہوں نے کہا: چور کی سزا؟ جس کے سامان میں سے پیمانہ نکلے۔ وہی چوری کی سزا میں پکڑ لیا جائے۔ ہم ایسے ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں ◉

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ

لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾

جب تلاشی شروع ہوئی تو تلاشی لینے والے نے یوسف کے بھائی کے اسباب سے پہلے دوسروں کے اسباب کی تلاشی شروع کی۔ پھر اس نے پانی پینے کا پیالہ یوسف کے بھائی کے اسباب سے برآمد کیا۔ اِس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی ورنہ بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ اپنے بھائی کو نہیں لے سکتا تھا۔ لیکن اللہ کی مشیّت نے اس کے لئے راہ ہموار کر دی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں۔ ہر صاحبِ علم کے اُوپر ایک عالم تر وجود ہے ◉

فَبَدَأَ: ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

اِس تمام بیان میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہاں دو مختلف برتنوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کو سقایہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے لئے مؤنث کی ضمیر لائی گئی ہے، اور دوسرے کو صواع کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے لئے مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے۔ پس یہ کہنا کہ حضرت یوسف نے بن یامین کے اسباب میں جان بُوجھ کر صوّاع (شاہی پیمانہ) رکھ دیا تھا غلط ہے۔ آپ نے سقایہ رکھا تھا، دانستہ یا نادانستہ (جعل کا لفظ دونوں مفہوموں کا متحمّل ہے) اور یہی بن یامین کے اسباب سے نکلا تھا۔ شاہی پیمانہ کسی کے اسباب سے نہیں نکلا۔ اگر بن یامین کے اسباب سے شاہی پیمانہ نکلتا تو یوسف کو اُسے اپنی تحویل میں لینے کا کوئی حق پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ شاہی پیمانہ نہیں بلکہ یوسف کا پیالہ بن یامین کے اسباب سے نکلا تھا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے اِس طرح بن یامین کو یوسف کی تحویل میں دے دیا اِس لئے یوسف خاموش ہو رہے۔

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یوسف نے تو بھائی کے اسباب میں اِسلئے پیالہ رکھا تھا کہ اسے راستہ میں تکلیف نہ ہو لیکن علیم و قدیر خدا نے اس فعل کے نتیجہ میں واقعات کو ایسے موڑ پر ڈال دیا کہ بن یامین ہی اس کی تحویل میں آگیا۔ خدا تعالیٰ کے اس کرم کو دیکھ کر لامحالہ یوسف نے شکر کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات اور بھی بلند کر دئے۔

قَالُوٓا إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُۥ مِن قَبْلُ ۚ فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِى نَفْسِهِۦ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ أَنتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۖ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ﴿٧٨﴾

یوسف کے بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو اُسکے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔

یوسف نے اپنا بھید نہ دیا اور ان پر حقیقت کا اظہار نہ کیا۔ اس نے کہا: تم بہت ہی بُرے لوگ ہو۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کو اللہ بہتر جانتا ہے۔ ◉

مفسرین نے یوسف کی چوری کے متعلق مختلف روایتیں لکھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے نانا کا ایک سونے کا بُت تھا جو اس نے چوری کر کے توڑ پھوڑ کر پھینک دیا۔ ایک روایت ہے کہ گھر میں ایک بکری کا بچہ یا تیتر تھا جو آپ نے سائل کو دے دیا۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے گرجا سے ایک سونے کی مورتی اُٹھالی تھی۔ ایک روایت ہے کہ آپ کو آپ کی چچی نے پالا تھا۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کے باپ نے آپ کو لے جانا چاہا۔ اس پر اس نے حضرت ابراہیم کا پٹکا جو اسے وراثت میں ملا تھا سوتے میں یوسف کی کمر پر کپڑوں کے نیچے باندھ دیا اور شور کر دیا کہ میرا پٹکا چوری ہو گیا ہے۔ جب پٹکا یوسف کی کمر سے برآمد ہوا تو اس نے کہا کہ یوسف اب میرا غلام ہے (کشاف، بیضاوی، رازی، رُوح البیان)

علامہ رازی کہتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ یہ جھوٹا الزام ہو۔ یوسف کے بھائی کوئی نبی ولی تو تھے نہیں۔ یوسف کے قاتل تھے۔ پھر ان کے الزام کی تصدیق طلب کرنے کے لئے اِس قدر ردوکد کرنا بے معنی بات ہے۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور ہم کسی طرح باور نہیں کرسکتے کہ یوسف علیہ السّلام نے چوری کی پس یوسف کے بھائیوں کا یہ الزام محض ایک دھوکہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ انکم لسارقون کے الفاظ سے چڑ گئے تھے اور انہوں نے اس اعتراض کو ردّ کرنے میں غلو سے کام لیا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا اشارہ یوسفؑ کا باپ کی برکت اور محبّت کو چرانے کی طرف ہو۔ بائیبل کے مطابق یعقوبؑ نے اپنی ماں ربقہ کی ہدایت پر اپنے باپ اسحٰقؑ کو دھوکہ دے کر وہ برکت جو پہلوٹھے یعنی عیسو کا حق تھا حاصل کر لی تھی (پیدائش ۲۷) چنانچہ اس پر عیسو نے کہا قد اخذ برکتی (پیدائش ۲۷ : ۳۷) اگرچہ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ یعقوبؑ نے دھوکہ کیا تھا لیکن بائیبل کے بیان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں برکت کو چرانے کا مفہوم موجود تھا پس اس تقریر سے ان کا مقصود بیان یہ تھا کہ یوسفؑ نے پہلوٹھے کا حق چوری کیا تھا۔

فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ: ھا کی ضمیر کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

ا۔ یہ اس قول کی طرف راجع ہے جو بعد میں آرہا ہے یعنی اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کے الفاظ آپ نے دِل میں کہے (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان، املاء) ابوعلی الفارسی کو اِس سے اتفاق نہیں۔ وہ کہتا ہے یہ طریق غیر مستعمل ہے (شوکانی)

ب۔ ضمیر اجابت کی طرف راجع ہے یعنی یوسفؑ نے اپنا جواب اپنے دِل میں چھپائے رکھا (بیضاوی، رازی)

ج۔ ضمیر ان کے قول (مقالۃ) کی طرف راجع ہے۔ یعنی انہوں نے یوسفؑ کے سارق ہونے کے متعلق جو بات کہی یوسفؑ نے اس کی حقیقت کو اپنے دِل میں چھپائے رکھا (بیضاوی، رازی، املاء)

د۔ ضمیر محذوف کی طرف راجع ہے۔ ای الحزازۃ الحاصلۃ ممّا قالوا (رُوح البیان) یعنی یوسف نے اپنے غصہ کو جو ان کے قول کے نتیجہ میں پیدا ہؤا تھا چھپائے رکھا۔

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ

اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۹﴾

یوسف کے بھائیوں نے کہا: اے سردار! اس کا ایک بوڑھا اور بزرگ باپ ہے۔ اس کی بجائے ہم میں سے کسی ایک کو لے لے تو ہمیں بھلا آدمی دکھائی دیتا ہے۔ ◉

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۹

یوسف نے کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ اس شخص کے سوا جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا کسی اور کو پکڑیں۔ اگر ہم کوئی ایسی حرکت کریں تو ہم ظالم ہوں گے ◉

مَعَاذَ اللّٰه : حذف فعله و اضيف الى المفعول اى نعوذ بالله من (جلالین، کشاف، شوکانی، روح البیان)

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ

وَ مَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

جب وہ یوسف سے ناامید ہو گئے تو باہم مشورہ کرنے کے لئے خلوت میں چلے گئے۔ ان میں سے سب سے بڑے نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے اللہ کو ضامن ٹھرا کر تم سے ایک پختہ عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملہ میں کوتاہی کر چکے ہو، پس میں تو یہ جگہ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ، جو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، میرے لئے کوئی فیصلہ نہ کر دے۔

تم اپنے باپ کی طرف لوٹ کر جاؤ اور ان سے کہو: اے ہمارے باپ! تیرے بیٹے نے چوری کی۔ ہم وہی کچھ کہہ رہے ہیں جس کا ہمیں علم ہے۔ ہمیں غیب کا حال معلوم نہیں تھا۔ بے شک تو اس امر کی تصدیق اس شہر سے جہاں ہم رہے تھے اور اس قافلہ سے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں کر لے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم سچ بول رہے ہیں ◉

مِنَ اللّٰهِ: کونه من الله لاذنه فیه (روح البیان، شوکانی)

مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ: وما، مزیدۃ ویجوزان تکون مصدریۃ فی موضع

النصب بالعطف علی مفعول 'تعلموا' (بیضاوی) اوّل الذکر اعتبار سے معنی متن میں کئے گئے ہیں۔ مؤخرالذکر اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: اور کیا تمہیں معلوم نہیں (یعنی تم خوب جانتے ہو) کہ اس سے پہلے تم یوسف کے معاملہ میں کوتاہی کرچکے ہو۔

وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ: یعنی جس وقت ہم نے تجھ سے عہد کیا تھا ہمیں آئندہ کی خبر نہ تھی۔ بن یامین نے جو چوری کی وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کی اور ہم اس چیز کو جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوئی روک نہیں سکتے تھے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

جب برادرانِ یوسف اپنا قصہ بیان کر چکے تو ان کے باپ نے کہا: معاملہ اِس طرح نہیں جس طرح تم بیان کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ تمہارے نفسِ امّارہ نے تمہیں ایک بھیانک فعل خوشنما کرکے دکھایا ہے۔ بہرحال میرا کام صبرِ جمیل ہے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ وہ ہر بات کو خوب جانتا ہے اس کی ہر بات حکمت سے پُر ہے ◉

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا: یوسف کے معاملہ میں بھی حضرت یعقوبؑ نے یہی الفاظ کہے تھے۔ دیکھو آیت ۱۹۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا: جمع کی ضمیر کی رعایت سے عام طور پر یہاں مراد یوسف، بن یامین اور یہوداہ جو مصر میں فلن ابرح الارض حتّٰی یاذن لی ابی او یحکم اللّٰہ لی (۸۱) کہہ کر قیام پذیر ہو گیا تھا لئے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں بِهِمْ جَمِيْعًا سے حضرت یعقوبؑ کی مراد اپنی تمام اولاد ہے۔ کچھ تو وہ تھے جو جسمانی طور پر آپ سے کھو گئے تھے اور کچھ وہ تھے جو رُوحانی طور پر کھو گئے

تھے۔ چنانچہ جب آپ کو یوسف اور بن یامین کے دیکھنے کی خوشخبری ملی تو آپ کے روحانی طور پر کھوئے ہوئے فرزند بھی کہنے لگے: یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِیْنَ (۹۸)

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ (۸۵)

اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا: ہائے یوسف کے لئے میرا رنج و غم! اور غم سے اس کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے، لیکن اس نے اپنا غم اور غصہ اندر ہی اندر دبا لیا ◉

یٰۤاَسَفٰى: یہ اصل میں یا اَسَفِی ہے یائے متکلم الف سے بدل گئی ہے (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی، روح البیان)

یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ: اس میں تجانس لفظی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا:

یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ (۱۸: ۱۰۵) مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ (۲۷: ۲۳)

وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ: باض السحاب کے معنی ہیں بادل برس پڑے (لین، لسان) علامہ رازی حضرت ابن عباس کے حوالہ سے اس کے معنی 'پھوٹ پھوٹ کر روئے' کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کے معنی 'اور ان کی آنکھیں سفید یعنی اندھی ہو گئیں' کئے ہیں۔ علامہ رازی ان معنوں کو رد کرتے ہیں کیونکہ یہ نبی کی شان کے خلاف ہیں۔

كَظِیْمٌ: کاظم (اسم فاعل) سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ کاظم کے معنی ہیں غصہ اور رنج کو دبانے والا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ (۸۶)

اس کے بیٹے کہنے لگے: بخدا تو یوسف کے ذکر سے باز نہیں
آئے گا حتیٰ کہ تو اس روگ سے گھل جائے یا پھر ہلاک
ہو جائے ◉

تَفْتَؤُا: فَتَأَ سے تَفْتَأُ اور فَتِئَ سے تَفْتَؤُا۔ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ فتا کے معنے ہیں: وہ باز آیا۔ یہاں تَفْتَؤُا سے پہلے لا محذوف ہے۔ عربی زبان میں لا کے حذف کی بے شمار مثالیں ہیں۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۸﴾

یعقوب نے کہا: میں اپنے رنج و کرب کی فریاد صرف اللہ ہی
کے حضور کرتا ہوں۔ مجھے اللہ کے ہاں سے وہ کچھ معلوم
ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔

اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا
پتہ لگاؤ۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اللہ کی رحمت سے
صرف کافر ناامید ہوتے ہیں ◉

بَثِّيْ: بَثّ کے معنی ہیں نشر کرنا۔ بثّ اس غم کو کہتے ہیں جو دبایا نہ جاسکے (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی، روح البیان)

حُزْنِیْ: حُزْن اس غم کو کہتے ہیں جو دِل میں پوشیدہ ہو (شوکانی)

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٩﴾

اور جب برادرانِ یوسف یوسف کے حضور پیش ہوئے تو انہوں نے اس سے کہا: سردار! ہم اور ہمارے اہل سخت تنگی میں ہیں۔ ہم حقیر پونجی لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں پورا پورا راشن دے۔ اور اللہ کی رضا کی خاطر ہمیں خیرات دے۔ وہ لوگ جو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خیرات کرتے ہیں، اللہ ان کو اس کا بدلہ دیتا ہے ◉

مُزْجٰىۃٍ: ازجٰی سے مزجی اسمِ مفعول ہے مزجٰىۃ اس کا اسم مؤنث ہے۔ ازجٰی کے معنی ہیں اس نے دفع کیا، دھکیلا۔ بِضَاعَةٍ مُّزْجٰىۃٍ کے معنی ہیں بضاعة مدفوعة يدفعها كل من رآها (جلالین) ایسی پونجی جسے ہر ایک دیکھ کر پرے پھینک دے یعنی حقیر، تھوڑی، نکمی، ردّی۔

وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا: الصدقة: ما اعطيته فى ذات الله للفقراء (لسان) یعنی صدقہ اس خیرات کو کہتے ہیں جو تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے فقراء کو دے۔ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا کہہ کر وہ لوگ بن یامین کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اَلْمُتَصَدِّق: صدقہ دینے والے کو مُتَصَدِّق کہتے ہیں (لسان)

جب یوسف نے بن یامین کو رکھ لیا تھا اس وقت اگر برادرانِ یوسف اس سے صدقہ طلب کرتے تو وہ بن یامین کو نہ رکھتا لیکن انہوں نے اکڑ دکھائی اور کہا کہ تو ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لے۔

اگر حضرت یعقوبؑ یوسف کے گم ہونے پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے تو جُدائی کا عرصہ اتنا لمبا نہ ہوتا۔ اور جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت یوسف یہ دُعا نہ مانگتے کہ ربّ السجن احب الی مما یدعوننی الیہ تو اتنی دیر زنداں میں نہ رہتے۔ انبیاءِ سابقہ کے قصّے بیان کرتے ہوئے قرآن جا بجا ان رموز کی طرف اشارہ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ قصّے محض قصّے کہانیاں نہیں۔ ایک جہت سے آئندہ کی پیشگوئیاں ہیں اور ایک جہت سے ان کے ذریعہ پہلی تعلیمات کا قرآن کی تعلیم سے تقابل اور توازن کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ نسلِ انسانی رُوحانی ارتقاء کی کن کن منازل سے گذر کر فداہ ابی و امی خاتم الانبیاء محمّد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں داخل ہوئی کہ اسے وہ نُور دیا گیا ہے جو لاشرقیۃ ولاغربیۃ ہے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۹۰﴾

اس نے کہا: تمہیں کچھ اپنے اس سلوک کا علم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے ایّامِ جاہلیت میں کیا تھا ◉۔

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۱﴾

وہ بولے: کیا تُو ہی یوسف ہے؟ اس نے کہا: مَیں یوسف ہوں۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ جو لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں اللہ ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ◉

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾

انہوں نے کہا: بخدا! اللہ نے، تجھے ہم پر فضیلت دی ہے۔ بیشک ہم خطاکار تھے ◉

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

یوسف نے کہا: آج کے دن، تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔ وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

میرا یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو۔ اسے تمام حال معلوم ہو جائے گا۔ پھر تم اپنے تمام کنبہ کو لیکر میرے پاس آجاؤ ◉

تَثْرِيْبَ: ثرب اُس چربی کو کہتے ہیں جو انتڑیوں کے ساتھ لپٹی ہوتی ہے جس طرح تجلید کے معنی جلد (چمڑی) کو اُتارنا ہے اسی طرح تثریب کے معنی اُس چربی کو اُتارنا ہے۔ استعارۃً اس کے معنی ایسی سرزنش اور عتاب کے ہیں جس کے نتیجہ میں آبرو ضائع ہو۔

يَاْتِ بَصِيْرًا: بصیر کے معنی دیکھنے والا اور حقیقتِ حال کو سمجھنے والا دونوں ہیں (لسان)

سُورۂ یوسف مکّی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ یوسف بھی تھے۔ اِس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ جس طرح برادرانِ یوسف یوسف کے حضور مجبور ہو کر پیش ہوئے اسی طرح اہلِ مکّہ جو حضورؐ کے عشیر تھے آپ کے حضور پیش ہوں گے۔ پھر جب یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور مکّہ فتح ہؤا تو حضورؐ نے اہلِ مکّہ کو اکٹھا کر کے پُوچھا: بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ انہوں نے کہا: ہم تجھ سے خیر کے امیدوار ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: مَیں وہی کچھ کہتا ہوں جو یوسفؑ نے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ لیکن یوسف کے بھائیوں نے تو یوسف کو صرف کوئیں میں پھینکا تھا، اہلِ مکّہ تو قدم قدم پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے رہے تھے۔ آپؐ کے ساتھیوں کو قتل کیا، آپ کو جلا وطن کیا، قید اور قتل کے منصوبے بنائے۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو وہاں بھی آپ کا تعاقب کیا۔ پھر یوسف اگر اپنے بڈھے باپ کے بیٹوں کو معاف نہ کرتا تو کیا کرتا لیکن سب انسانوں سے زیادہ رحیم انسان، خدائے ارحم الراحمین کے کامل پرتو نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا اور جو یوسف کے بھائی نہیں تھے انہیں یوسفؑ کے بھائیوں کا مرتبہ دیا اور فرمایا: جاؤ تم پر کوئی الزام نہیں۔ تم ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاریخ کے ورق اُلٹ جاؤ اس رحم کی مثال کہیں نہیں ملے گی۔ اور ملے بھی کیونکر۔ اگر زمین کی کھوہ سے کوئی اور ایسا انسان پیدا ہؤا ہوتا تو ایسی مثال بھی مل جاتی ؎

انی اری فی وجھك المتھلل
شانا یفوق شمائل الانسان

ترجمہ :- مَیں تیرے روشن چہرے میں وہ شان دیکھتا ہوں جو اِنسان کے خصائل سے بہت بلند ہے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٥﴾

جب برادرانِ یوسف کا کارواں مصر سے روانہ ہؤا ان کا باپ لوگوں سے کہنے لگا: مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ اگر تم یہ

نہ کہو کہ بڈھا بہک گیا ہے تو میں تمہیں کہوں گا وہ قریب آ رہی ہے ◉

لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ: جواب لولا محذوف (بیضاوی، جلالین، رُوح البیان)
فَنَّدَ کے معنی ہیں اس نے اُسے سٹھیا یا ہوا سمجھا یعنی ایسا بڈھا سمجھا جس کی عقل جاتی رہی ہو۔
تُفَنِّدُوْنِ اصل میں تُفَنِّدُوْنِیْ ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۶﴾

حاضرینِ مجلس کہنے لگے: بخدا تُو اپنے پُرانے وہم میں کھویا ہوا ہے ◉

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

اور جب خوشخبری کا پیغامبر آن پہنچا تو اس نے یوسف کی قمیص یعقوب کے منہ پر ڈالی اور اسی پل پچھلے تمام واقعات اس کی آنکھوں کے آگے پھرنے لگے۔
تب اس نے لوگوں سے کہا: کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے اللہ کی درگاہ سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں ◉

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا: ارتداد کے معنی ہیں اپنی پہلی حالت کو واپس لوٹنا۔ حضرت یوسفؑ نے فَارْتَدَّ بَصِیْرًا کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا بلکہ یَاْتِ بَصِیْرًا فرمایا تھا۔ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا

سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ جو اُمور پہلے اس نے چشمِ نہاں سے دیکھے تھے اب انہیں چشمِ عیاں سے دیکھ لیا یعنی یوسف کے بارے میں جو باتیں پہلے اس نے رؤیا اور کشوف کے ذریعہ دیکھی تھیں اب انہیں عالَمِ محسوسات میں دیکھ لیا۔ گویا جو پہلے دیکھا تھا اسے پھر دیکھ لیا۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے واقعات ایک ایک کر کے اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگے۔ رد کا لفظ محض صار کے معنوں میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

فَرَدَّ شُعُوْرَهُنَّ السُّوْدَ بِيْضًا
وَرَدَّ وُجُوْهَهُنَّ الْبِيْضَ سُوْدًا (لین)

کہ اس واقعہ ہائلہ نے ان کے سیاہ بالوں کو سفید کر دیا اور سفید مونہوں کو سیاہ کر دیا۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۸﴾

اس کے بیٹوں نے عرض کی، اے ہمارے باپ! اللہ سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کرئیے بے شک ہم خطاکار ہیں ◉

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۹﴾

اس نے کہا: مَیں ضرور تمہارے لئے اپنے ربّ سے بخشش طلب کروں گا۔ وہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ؕ

جب یعقوب کا تمام کنبہ یوسف کے پاس پہنچا تو یوسف نے اپنے
والدین کو اپنے ہاں جگہ دی اور کہا: مصر میں داخل ہو جاؤ۔
انشاء اللہ تمہیں امن ملے گا ◉

ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ : الاستثناء، عائد الی الامن لا الی الدخول
(رازی)

ادْخُلُوا مِصْرَ کے الفاظ اِس بات پر واضح قرینہ ہیں کہ حضرت یوسف نے اپنے والدین کا استقبال مصر سے باہر جاکر کیا تھا۔ دَخَلُوا عَلٰى يُوْسُفَ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف نے ان کے استقبال کے لئے شہر کے باہر خیمے لگا رکھے تھے۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾

اور یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ تمام
لوگ اس کے حضور زمین بوس ہوئے۔

یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میری اس رؤیا کی
تعبیر ہے جو میں نے برسوں پہلے دیکھی تھی۔ میرے رب نے
اسے سچ کر دکھایا ہے۔ اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے

قیدخانہ سے نکالا اور باوجود اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور
میرے بھائیوں میں اختلاف ڈال دیا تھا تم سب لوگوں کو صحرا
سے نکال کر میرے پاس لے آیا۔ بے شک میرا ربّ اپنی مشیت
لطیف تدبیروں کے ساتھ نافذ کرتا ہے۔ وہ ہر بات کو جانتا ہے
اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا: سجدہ کا لفظ عربی زبان میں سجدہ اطاعت یا اطاعت اور تواضع کے اظہار
مثلاً زمین بوس ہونا یا سر جھکانا، کے لئے بولتے ہیں مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انہوں نے شرعی
سجدہ جو کہ غیر اللہ کو کرنا حرام ہے نہیں کیا تھا۔ صاحب لسان العرب کہتا ہے کہ اس جگہ اس سے مراد
سجدہ تعظیم ہے۔ اس کے نزدیک جائز ہے کہ اس جگہ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (۵) میں لام اجل
کے لئے لیا جائے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے وخروا من اجلہ سُجّدًا للہ یعنی وہ تمام
لوگ یوسف کا مقام دیکھ کر اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے۔

لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ: لطیف التدبیر لاجل مایشاء (کشاف۔ روح البیان)

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ
الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

پھر یوسف نے اپنے ربّ سے مخاطب ہو کر کہا: اے میرے ربّ!
تو نے مجھے حکومت بخشی اور علم لدنی عطا کیا۔ اے زمین و آسمان
کے موجد! تو اس دنیا میں اور آخرت میں میرا دوست اور
نگہبان ہے۔ جب تو مجھے موت دے تو اسلام پر دے اور
مجھے صالحین کے زمرہ میں داخل کر ◉

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اِس کے نصب کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں:-

ا۔ یہ ربّ جو کہ بطور منادی واقع ہؤا ہے کی صفت ہے۔

ب۔ یہ خود منادی ہے اور اس سے پہلے یا محذوف ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اے رسول! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھے الہام کر رہے ہیں۔ تُو اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھا جب تیرے دشمنوں نے اپنی سازش کو ایک پختہ منصوبہ کی شکل دی ◉

اِس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ یوسف کا قصہ بطور کہانی کے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں آئندہ کی پیشگوئی بیان کی گئی ہے۔ پھر اِس آیت میں یہ بھی بتایا ہے کہ جس طرح یوسف کے بھائیوں نے اسکے خلاف ایک پختہ منصوبہ تیار کیا تھا اسی طرح اہلِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرنے کا ایک پختہ منصوبہ بنائیں گے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ ع ۵

اگرچہ تُو قرآن کے عوض جس سے تمام قوموں کا شرف وابستہ ہے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا پھر بھی باوجود تیری شدید خواہش کے اکثر لوگ ابھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے ◉

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ میں یہ پیشگوئی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ تمام قومیں قرآن کے ذریعہ عزت اور شرف حاصل کریں گی۔ اِس ماحول میں وما اکثر النّاس بمؤمنین کے یہ معنی اُبھرتے ہیں کہ ابھی اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اکثر النّاس سے مُراد اہلِ مکّہ بھی ہوسکتے

ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے : پھر بھی باوجود تیری شدید خواہش کے اہلِ مکّہ تیرے دَورِ اوّل میں اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ دَورِ اوّل کا مفہوم سیاقِ عبارت سے پیدا ہو رہا ہے۔ جب اہلِ مکّہ کو برادرانِ یوسف سے تشبیہہ دی تو گویا فرمایا کہ یہ برادرانِ یوسف فتح مکّہ کے بعد ہی ایمان لائیں گے خواہ تو کتنا ہی چاہے اس سے پہلے ایمان نہیں لائیں گے۔ اِس قسم کے ایجاز کی مثالیں قرآن میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٦﴾

زمین و آسمان میں کتنے ہی نشان ہیں جن کے پاس سے یہ لوگ گذر جاتے ہیں اور ان کی طرف مطلق دھیان نہیں دیتے ◉

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٧﴾

ان میں سے اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اس وقت تک اللہ پر ایمان نہیں لاتے جب تک کہ غیراللہ کو بھی اللہ کا شریک نہ ٹھہرا لیں ◉

أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٠٨﴾

کیا انہیں اطمینان ہے کہ ان پر اللہ کا کوئی ایسا عذاب مسلّط نہیں ہو جائے گا جس سے بھاگ نکلنے کی کوئی راہ نہ

ہو گی، یا ان پر اچانک قیامت نہیں ٹوٹ پڑے گی اور انہیں
خبر تک نہ چلے گی ◉

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ
اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: یہ میرا راستہ ہے۔ میں تمہیں
علیٰ وجہ البصیرت اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں بھی اور میرے
پیروکار بھی۔ میں اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوں اور مشرکوں
میں سے نہیں ہوں ◉

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَنَا مبتدا ہو اور عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ، اَنَا پر
عطف (کشاف) اس صورت میں ترجمہ ہو گا: میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے پیروکار
اس راہ پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہیں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ: یہ اصل میں اسبح سبحان اللہ ہے۔ صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی
اس کے معنی کرتے ہیں انزھہ من الشرکاء۔ صاحب روح البیان کہتا ہے منصوب بہ
فعل مضمر وھو اسبح۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ
اَهْلِ الْقُرٰي ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اے رسُول! تجھ سے پہلے ہم نے بستیوں کے رہنے والے انسانوں
کو جن پر ہم وحی کرتے تھے رسُول بنا کر بھیجا تھا۔ کیا وہ
زمین میں نہیں گھومے کہ دیکھتے کہ ان کے متقدمین کا کیا انجام
ہوُا؟ اِس بات میں کوئی شک نہیں بلکہ آخرت کی گھڑی صرف
ان لوگوں کے لئے سُودمند ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے
ہیں۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے؟ ◉

اَلدَّارُ کے معنی ہیں گھر، دھر (لسان) ساعۃ (کشاف، بیضاوی) دَارَ کے معنی ہیں وہ
چیز یا شخص گھوما یا گھوم کر واپس اپنے پہلے مقام پر آگیا (لسان)

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

یہ ہمارا قدیم سے دستور ہے کہ جب ہم رسُول بھیجتے ہیں
تو کچھ عرصہ کے لئے کافروں کو ڈھیل دے دیتے ہیں حتیٰ کہ
جب ہمارے رسُول ان کی طرف سے ناامید ہو جاتے ہیں اور
کافر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ رسُولوں نے ان سے جھوٹے وعدے
کر رکھے تھے ہماری مدد ہمارے رسُولوں کے پاس آن پہنچتی
ہے۔ پھر جسے ہم چاہتے ہیں وہ بچا لیا جاتا ہے۔ رہے عادی
مجرم، سو ایسے مجرموں سے ہمارا عذاب ٹلنے کا نہیں ◉

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ: متعلقة بمحذوف دل عليه الكلام كانه
قيل: وما ارسلنا من قبلك اِلّا رجالاً، فتراخى نصرهم، حتى اذا استيئسوا

عن النصر (کشاف، بیضاوی) علّامہ رازی نے استیئسوا عن النصر کی بجائے من ایمان القوم معنی کئے ہیں جو رسولوں کی شان کے زیادہ مطابق ہیں۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾

رسولوں کے قصے میں عقلمندوں کے لئے عبرت کے نشان ہیں۔ قرآن کوئی من گھڑت قصہ نہیں۔ یہ اپنی پیشرو کتب کی تصدیق کرتا ہے، ہر ایک ضروری چیز کو کھول کر بیان کرتا ہے اور مومنوں کے لئے سراسر ہدایت اور رحمت ہے ◉

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ: کَانَ کا اسم محذوف ہے۔ آیت کی تقدیر ہے ما کان القرآن حدیثًا یفترٰی۔

سُورَةُ الرَّعْدِ

ربطِ آیات

پہلی سورتوں میں انبیاء کی تکذیب کے نتائج کی طرف توجہ دلائی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہر حال غلبہ حاصل ہوگا اور مکّہ اور عرب کے لوگوں کو سرِ تسلیم خم کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔

سورہ یونس، ہود اور یوسف کی ابتدا الـر کے ساتھ کرکے اِس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام چالوں کو دیکھتا ہے۔ تم یہ نہ سمجھو کہ تمہارے فریب اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

اِس سورۃ کی ابتدا الـمّـر سے کی ہے گویا جہاں پہلے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے اِس بات کی طرف اشارہ کیا کہ خدا تعالیٰ کی ہر چیز پر نظر ہے، وہاں اِس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اس کا ہر فعل علم و حکمت پر مبنی ہے۔

آیت ۲ :-

فرمایا: قرآن کا نزول عین حق ہے یعنی اس کا نزول اہلِ دُنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اگر یہ نازل نہ ہوتا تو یہ کارخانہ تشنۂ تکمیل رہتا۔

آیت ۳ :-

اپنے دعویٰ کی دلیل میں فرمایا: سورج، چاند اور ستارے ایک مکمّل نظام کے پابند ہیں۔ اگر سفلی نظام کے لئے اس قدر تدبیر سے کام لیا گیا ہے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ رُوحانی نظام کو ادھورا چھوڑ دیا جاتا۔ تم افلاک پر نظر ڈالو تم دیکھو گے کہ ہر ایک چیز ایک نکتہ مرکزی کی طرف عود کر رہی ہے۔ پس جب بے جان چیزوں کا یہ عالم ہے تو تم صاحبِ عقل و ہوش ہو کر کیونکر اپنے نکتہ مرکزی یعنی خدا تعالےٰ کے لقا کے منکر ہو۔

آیت ۴ :-

اِسی مضمون کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ فرمایا: زمین میں خدا تعالیٰ کی قدرت اور صنعت کے نشانات دیکھو۔ اگر اس نے زمین بچھائی ہے تو اس سے پہلے اس کے لئے آسمان بنایا ہے۔ اگر زمین سے دریا نکالے ہیں تو اس سے پہلے پہاڑ بنائے ہیں جن کے ذریعہ وہ پانی حاصل کرتے ہیں۔ اور اس نے اس عملِ زوجیت کو پھلوں میں اور رات اور دن کی گردش میں دہرایا ہے۔

جب تمام کائنات میں یہ دستور چل رہا ہے کہ زمین آسمان کے بغیر اور دریا پہاڑوں کے بغیر بیکار ہیں اور کوئی درخت پھل نہیں لاتا جب تک کہ اتصال زوجین نہ ہو تو پھر تم کیونکر سمجھتے ہو کہ محض اپنی عقل سے ہدایت حاصل کر لو گے اور اپنے دل کی کھیتیوں کو آسمانی پانی کے بغیر سیراب کر لو گے اور آسمانی تخم ریزی کے بغیر پھل لے آؤ گے۔

آیت ۵ :-

اِس آیت میں اِس مضمون کے ایک اَور پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ کافر یہ کہتے ہیں مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہ اے رسول تو ہمارے جیسا ایک انسان ہے پھر تجھ میں اور ہم میں کیا فرق ہے کہ تیری طرف تو رسالت بھیجی گئی اور ہمیں محروم رکھا گیا۔ فرمایا: اے اہلِ زمین اس کا جواب تم اپنی زمین ہی میں ڈھونڈو۔ تم دیکھتے ہو کہ زمین میں پہلو بہ پہلو مختلف النوع قطعات ہیں اور مختلف قسم کے باغات ہیں۔ باوجود اس کے کہ تمام زمین ایک ہی سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے اس کے قطعات مختلف خاصیتوں کے حامل ہیں۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ زمین کے مختلف قطعات ایک ہی قسم کے پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں ان کے پھلوں میں فرق ہے۔ پس یہی حال عالمِ روحانی کا ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (۶: ۱۲۵) وہ علیم ہے جانتا ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے۔ کون الرّجل ہے جس کی زوجیت کے طفیل لوگوں کی خوابیدہ طاقتیں بیدار ہو جائیں گی اور وہ جو مستورات کے حکم میں ہیں انواع و اقسام کے پھل لانے لگیں گے اور دُنیا کی تاریکی کو اپنے انوار سے دُور کر دیں گے۔

آیت ۶ :-

جب خود کائنات سے عالمِ روحانی کا ثبوت بہم پہنچایا تو فرمایا: العجب ثم العجب! یہ لوگ حیاتِ آخرت کے منکر ہیں!!! پھر فرمایا: یہ سلاسل میں بندھے ہوئے لوگ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ انکی زنجیریں

کاٹ دے اور انہیں اپنے جوہر دکھانے کے مواقع فراہم کرے، لیکن یہ ہیں کہ اپنی زنجیروں سے چمٹے ہوئے ہیں۔

آیت ۷:۔

فرمایا: اے رسول تیری آمد کا یہ نتیجہ ہے کہ جو لوگ اپنی سلاسل کو کاٹ ڈالیں گے فلاح پائیں گے لیکن جو نہیں کاٹیں گے ضائع کر دئے جائیں گے۔ آج سے پہلے بھی ہمارا یہی دستور تھا اور آج بھی یہی دستور ہے۔ اِن لوگوں کا عجب حال ہے جب اِن کے لئے دونوں راہیں کھلی ہیں تو وہ نجات کی بجائے ہلاکت کو کیوں طلب کرتے ہیں؟

آیت ۸:۔

فرمایا: اِن لوگوں کو اپنی زنجیروں سے اس قدر محبت ہے کہ تمام نشانات دیکھ کر بھی کہتے ہیں کہ رسول کوئی نشان نہیں لایا۔ فرمایا: باقی نشان تو تم دیکھ چکے ہو اب سُن لو کہ یہ رسول منذر بھی ہے اور تمام جہانوں کے لئے ہادی بھی۔ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہیں ہلاکت کا نشان دیا جائے گا۔ اگر ایمان لاؤ گے تو ان برکات سے فائدہ اُٹھاؤ گے جو اِس نبی کے ساتھ وابستہ ہیں جو تمام قوموں کا رسول ہے یعنی تمام قوموں کو آخر اس رسول عربی کی اطاعت کرنا ہوگی۔ تم اگر اب ایمان لے آؤ گے تو تمہارا شمار اولین میں ہوگا۔

آیت ۹ تا ۱۱:۔

فرمایا: اللہ ہر ایک حاملہ کے حمل کو جانتا ہے یعنی تم اگر الرّجل سے حمل پاؤ گے اور اپنے حمل کی حفاظت کرو گے تو دیکھو گے کہ اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اس نے ہر ضرورت کا اندازہ کر رکھا ہے اور اس کا علم غائب اور حاضر سب پر حاوی ہے اور وہ ہر بات کو جانتا ہے۔

آیت ۱۲:۔

الرّجل کی شان کا ذکر سُن کر طبعاً دل میں خیال گزرتا ہے کہ کیا تمام عالمِ روحانی کا انحصار صرف اِس ایک شخص پر ہے؟ اگر یہ شخص کسی حادثہ کا شکار ہو جائے یا اسے کوئی آفت گھیر لے تو پھر کیا بنے گا؟ فرمایا: ہم نے اِس بات کا انتظام کر رکھا ہے۔ فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار اس کے آگے ہے جو اس کی حفاظت کر رہی ہے۔

پھر فرمایا: یہ تو ہمارا رسول کے ساتھ معاملہ ہے تمہارے ساتھ ہمارا معاملہ اس نہج پر ہوگا کہ اگر تم اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر لوگے تو جب تک تم خود بدل نہیں جاؤگے ہم اپنے انعام واکرام تم سے واپس نہیں لیں گے۔ اگر تم ہلاکت کو ڈھونڈوگے تو تمہیں ہلاکت نصیب ہوگی، اگر حیاتِ نو کو ڈھونڈوگے تو حیاتِ نو دی جائے گی۔

آیت ۱۳:۔

اسی مضمون کو عالمِ جسمانی کی ایک مثال سے واضح کیا۔ بجلی خوف کی نشانی بھی ہے اور ابرِ رحمت کی علامت بھی۔ یہی حال رسول کا ہے وہ منذر بھی ہے اور ہادی بھی۔

آیت ۱۴:۔

اِس آیت میں آیت ۱۳ میں دی گئی تمثیل کو آگے بڑھایا ہے۔ فرمایا: بادلوں کی گرج اور چمک خدا تعالیٰ کی حمد اور سبوحیت کا نقارہ ہے۔ لیکن کافروں کے لئے یہی بارانِ رحمت پیامِ اجل ثابت ہوتا ہے۔

آیت ۱۵ تا ۱۷:۔

جب لوگوں کو اپنی زنجیریں کاٹنے کا حکم دیا تو شرک جو کہ سب زنجیروں کی جڑ ہے کو کاٹ پھینکنے کا بھی حکم دیا پھر خدائے واحد و یگانہ اور بتوں کا فرق واضح کیا۔ ایک وہ ہے جو دعاؤں کو سنتا ہے، دوسرے وہ ہیں جو جسدِ بے جان ہیں۔ ایک وہ ہے جس کی تابع فرمان کائنات کی ہر چیز ہے، دوسرے وہ ہیں جنہیں کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں۔

آیت ۱۸:۔

حق و باطل کے فرق کو ایک مثال سے واضح کیا۔ فرمایا: جب آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے تو وادیاں اپنی اپنی بساط کے مطابق چلنے لگتی ہیں۔ پھر ان کے اوپر جھاگ اُٹھتا ہے۔ لیکن جھاگ تو ضائع ہوجاتا ہے اور پانی لوگوں کے فائدہ کے لئے زمین میں باقی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جب زیور بناتے ہیں تو جھاگ ضائع ہوجاتا ہے اور خالص دھات رہ جاتا ہے۔ اِن دونوں مثالوں سے یہ بتایا ہے کہ حق پائیدار ہے اور باطل ناپائیدار گویا اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا کے مضمون کو ایک نئے رنگ میں ادا کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں توحید اور شرک کا ذکر تھا یہاں حق و باطل کا۔ گویا توحید کو حق سے اور شرک کو باطل سے تعبیر کیا اور پیشگوئی فرمائی کہ وہ زمانہ آیا چاہتا ہے کہ شرک دُنیا سے مٹ جائے گا اور توحید قائم ہوگی کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ

ہمیشہ قائم رہنے والا پانی نازل ہو چکا ہے چنانچہ آج دُنیا کم از کم ظاہری توحید کی اس قدر قائل ہو چکی ہے کہ اہل تثلیث اور دیوی دیوتاؤں اور بتوں کی پوجا کرنے والے بھی اپنے مسلک کی توجیہیں کرنے لگے ہیں اور کہنے لگے ہیں کہ وہ توحید کے قائل ہیں اور وہ دن بھی قریب ہیں جب تمام سعید رُوحیں اپنے اپنے ظرف کے مطابق توحید کے اس چشمہ سے سیراب ہوں گی اور اپنی آلائشوں کو دھو ڈالیں گی۔

آیت ۱۹:۔

جب حق اور باطل میں تمیز کر دی تو فرمایا جو لوگ رسول کی آواز پر لبیک کہیں گے دُنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کریں گے اور جو اس سے روگردانی کریں گے ان کے لئے رُسوائی اور عذاب جہنم ہے۔

آیت ۲۰ تا ۲۵:۔

پھر فرمایا کہ جو رسول پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان لاتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتا وہ اندھا ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کے اوصاف بیان کئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

آیت ۲۶ :۔

حسبِ دستور عہد نبھانے والوں کے ذکر کے ساتھ عہد توڑنے والوں کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ مکمل ہو جائیں۔

آیت ۲۷:۔

جب مومنوں اور کافروں کا موازنہ کیا تو کافروں کے اس موازنہ کا ذکر بھی کر دیا جس کی رُو سے وہ اکثر اپنے آپ کو مومنوں سے بہتر قرار دیتے ہیں۔

فرمایا: رزق کی فراوانی یا دنیوی جاہ و جلال راستبازی کی دلیل نہیں ہیں۔ دنیوی متاع آخرت کی متاع کے مقابلہ میں محض ہیچ ہے۔

آیت ۲۸ تا ۳۰:۔

کافروں کے ایک اعتراض کا رد آیت ۲۷ میں کیا تھا آیت ۲۸ میں ان کے دوسرے اعتراض کا ذکر کیا۔

وہ لوگ صدہا نشان دیکھ چکنے کے بعد اندھے کے اندھے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص پر کوئی نشان کیوں نہیں اُترا۔ فرمایا: یہ تمہاری گمراہی کی علامت ہے۔ ان لوگوں کو جو اللہ کے حضور جھکتے ہیں خود بخود نشان

نظر آنے لگتے ہیں۔ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا انجام نیک ہے۔

آیت ۳۱:۔

جب ان لوگوں کا ذکر کیا جن کا انجام نیک ہے تو ان کے مرتبہ کا ذکر بھی کیا۔ فرمایا: جس طرح تو خیرالرسل ہے اسی طرح تیری اُمت خیرالامم ہے۔ حسبِ دستور اس کے ساتھ کافروں کا ذکر بھی کیا۔ ان کو منکرینِ رحمٰن کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا ظہور ہے۔

آیت ۳۲:۔

جب حضورؐ کا ذکر کیا تو قرآن کا ذکر اور اس کی خصوصیات بھی بیان کر دیں۔ پھر اس کے انکار کے نتائج سے آگاہ کیا۔

آیت ۳۳، ۳۴:۔

فرمایا: ان کا ہنسی مذاق کرنا بے معنی ہے۔ ان کے متقدمین کا بھی یہی دستور تھا جو اُن کا انجام ہوا وہی ان کا ہو گا کیونکہ خدائے برتر و یگانہ قادرِ مطلق خدا ہے۔ معبودانِ باطلہ کی طرح مٹی کا خدا نہیں۔ پھر فرمایا: اگر معبودانِ باطلہ کی کوئی حیثیت ہوتی تو اس کا علم خدائے بزرگ و برتر کو ہوتا۔ لیکن اس تمام کارخانہ میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ پس معلوم ہوا کہ شرک منکرینِ حق کی دروغ بافی کے سوا کچھ نہیں۔

آیت ۳۵:۔

جب شرک کا بطلان کر دیا تو فرمایا کہ اس عقیدہ کے نتیجہ میں تم لوگوں کو اس دُنیا میں بھی عذاب ملے گا اور آخرت میں بھی۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام دُنیا اس کی خدمت کے لئے مامور کر دی۔ اس سے زیادہ ذلت کا نشان کیا ہو گا کہ جو اُس کے نوکر تھے انہی کو اُس نے اپنا آقا اور خدا بنا لیا۔ ایسے ناخود اعتماد لوگوں نے نوکروں سے کیا کام لینا تھا لیکن جب شرک کا طلسم ٹوٹا تو انسان نے آگ اور پانی اور ہوا کی پوجا کرنے کی بجائے ان سے کام لینا شروع کر دیا۔

آیت ۳۶:۔

کفار کے ذکر کے ساتھ مومنوں کا ذکر بھی فرما دیا۔

آیت ۳۷، ۳۸:۔

مومنوں کے ذکر کے ساتھ قرآن کا ذکر بھی کر دیا کیونکہ یہی وہ آخری کتاب ہے جو صحیح توحید کی علمبردار ہے۔

آیت ۳۹:۔

کافروں کے بعض اعتراضات کا پچھلی آیات میں بطلان کیا تھا۔ ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ کیا نبی ہے کہ اس نے شادیاں بھی کی ہیں اور بچے بھی پیدا کئے ہیں۔ فرمایا: ہمارے رسول نے یہ کوئی انوکھی بات نہیں کی پہلے رسولوں نے بھی شادیاں کیں اور بچے پیدا کئے۔

اگر بچے پیدا کرنا نیکی کے منافی ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ابرار کی نسل آگے نہ چلے، صرف اشرار کی چلے۔

ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ رسول ہماری مرضی کا نشان کیوں نہیں لاتا۔ فرمایا: نشان تو وہی دکھایا جائے گا جو اللہ کی مرضی ہو گی۔

آیت ۴۰:۔

آخری رسول کے ذکر کے ساتھ آخری کتاب کا ذکر بھی کر دیا۔ فرمایا: جس طرح دوسرے قوانین دستورِ اساسی کے ماتحت ہوتے ہیں اسی طرح تمام دوسری شریعتیں قرآن کے تابع ہیں قرآن کو حق ہے کہ ان کے جو قانون چاہے منسوخ کر دے، جو چاہے باقی رکھے۔

آیت ۴۱:۔

قرآن کے ذکر کے ساتھ منکرین کا ذکر بھی کر دیا۔ پھر اس بات کو واضح کیا کہ تیرا کام صرف بلاغ ہے، حساب لینا ہمارا کام ہے۔

(ان لوگوں کو جو یہ سمجھتے ہیں کہ حساب لینا بھی ان کا کام ہے اِس آیت پر غور کرنا چاہیئے)

آیت ۴۲:۔

منکرین کو بتایا کہ دیکھو! ہم تمہاری سرحدوں کو کاٹتے ہوئے چلے آرہے ہیں، پس تمہیں اندازہ کر لینا چاہیئے کہ تمہارا یوم الحساب قریب ہے۔

آیت ۴۳:۔

فرمایا: جس طرح تمہارے متقدمین کی چالبازیاں ان کے کام نہ آئیں تمہاری چالبازیاں بھی تمہارے کام نہ آئیں گی۔

آیت ۴۴:۔

آخر میں فرمایا: کافر کہتے ہیں کہ تُو رسول نہیں۔ رسول بھیجنے والا تو خدا ہے۔ پس اِس بارے میں قابلِ پذیرائی شہادت یا تو اللہ کی ہے یا پھر ان لوگوں کی جنہیں سابقہ الٰہی کتابوں کا اور الٰہی قانون کا علم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پہلی کتب کی شہادت بھی تیرے حق میں ہے اور خدا تعالیٰ کی متواتر شہادت بھی تیرے حق میں ہے۔ پس ان کا یہ کہنا کہ تُو رسول نہیں بے معنی بات ہے۔

سورۃ کا ابتدا قرآن کے ذکر سے کیا تھا اس کا اختتام صاحبِ قرآن کے ذکر سے کیا تاکہ دائرہ کے دونوں سرے مل جائیں ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ②

میں اللہ، سب کچھ جاننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہوں۔ یہ کامل کتاب کی آیات ہیں۔ جو کتاب، تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے وہ نوعِ انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہے لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے ◉

اَلْکِتٰب : دیکھو نوٹ زیر آیت ۲ : ۲۔

حَقّ : سچ، ضروریات کو پورا کرنے والا۔ شک سے پاک۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ③

اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں پر کھڑا کیا جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ پھر وہ اپنے عرش پر قائم ہوا۔ اور اس نے سُورج اور چاند کام میں جوت دئے۔ ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت تک کے لئے چل رہا ہے۔ وہی تمام امور کا انتظام کرتا ہے۔ وہ اپنے نشان ایک ایک کرکے بیان کرتا ہے تاکہ تم اس بات کا یقین کرو کہ تمہیں ایک دن اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے ۞

عَمَد: جمع ہے واحد، عماد یا عمود۔

تَرَوْنَهَا عَمَد کی صفت بھی ہوسکتا ہے اور جملہ مستانفہ بھی (بیضاوی)۔ اوّل الذکر صورت متن میں اختیار کی گئی ہے۔ ثانی الذکر صورت میں معنی ہوں گے: اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر کھڑا کیا۔ تم یہ بات بچشم خود دیکھتے ہو۔

كُلٌّ: كل واحد منهما (جلالین، روح البیان)

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شمس اور قمر کے الفاظ بطور جنس استعمال ہوئے ہیں۔ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کے گرد دوسرے گھومتے ہیں اور دوسرے وہ جو دوسروں کے گرد گھومتے ہیں۔ پہلے شموس ہیں اور دوسرے اقمار۔

يُفَصِّلُ: يحدث الدلائل واحدًا بعد واحد (بیضاوی) اس کے معنی یبین بھی ہوسکتے ہیں یعنی کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ: قرآن نے جابجا زمین و آسمان کے نظام کو قیامت کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ اگر انسان کی جسمانی زندگی کے لئے اس نے اتنا عظیم الشان کارخانہ بنا رکھا ہے تو کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس کی روحانی زندگی کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا ہوگا۔ جب عالم جسمانی کا ایک ایک ذرّہ اسکے مُدبّر الامر ہونے کا اعلان کر رہا ہے تو عالم روحانی اس کے امر سے کیونکر باہر رہ سکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③

وہی ہے جس نے زمین کو بچھایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے،
اور اس نے ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے۔ وہ رات کو دن
کا اور دن کو رات کا لباس پہناتا ہے۔ ان تمام باتوں میں غور و فکر
کرنے والوں کے لئے نشان ہیں۔

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ: دیکھو نوٹ زیر آیت ۷: ۵۵۔

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ
زَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ
وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④

زمین میں پہلو بہ پہلو مختلف النوع ٹکڑے ہیں، اور انگوروں کے باغ
ہیں، اور کھیت ہیں، اور کھجوروں کے درخت ہیں جن میں سے بعض
گچھے کی صورت میں ہیں اور بعض نہیں! اگرچہ وہ تمام ایک ہی
پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ہم ان میں سے بعض کو دوسروں پر
ان کے پھلوں کے اعتبار سے فضیلت دیتے ہیں۔ دیکھو! اس میں
ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔

قِطَعٌ: بقاع مختلفة (کشاف، جلالین)
اس کا واحد قطعة ہے۔

صِنْوَانٌ: جمع، واحد: صِنْوٌ یا صُنْوٌ۔ ایک ہی جڑ سے پھوٹے ہوئے کھجور وغیرہ کے متعدد تنے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑥

اگر تو ان منکرین حق پر تعجب کرتا ہے تو جائز ہے، کیونکہ کیا ہی عجیب ہے ان کی یہ بات کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو از سرِ نو پیدا کئے جائیں گے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دوزخ کے مکین ہیں۔ وہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے ◉

اِنْ تَعْجَبْ: فقد عجبت فی موضع العجب (رازی)

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦

اگرچہ ان سے پہلے عبرت انگیز سزا کی مثالیں گزر چکی ہیں پھر بھی وہ تجھ سے اُس چیز کا مطالبہ کرنے کی بجائے جو ان کے لئے اچھی ہے اُس چیز کے لئے بیتاب ہیں جو ان کے لئے بُری ہے۔ لوگوں کے ظلم کے باوجود تیرا رب ان کی خطاؤں سے بے حد چشم پوشی کرتا ہے، لیکن

باایں ہمہ جب تیرا رب عذاب دیتا ہے تو بڑا سخت عذاب دیتا ہے ◉

مَثُلٰت: جمع، واحد: مَثُلَةٌ: عبرت انگیز سزا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۸

کافر کہتے ہیں: اس شخص کو اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں دیا گیا؟ لیکن تیرا منصب تو صرف ان کو ان کے انجام سے خبردار کرنا اور تمام قوموں کو ہدایت دینا ہے ◉

اس میں نشان کی نفی نہیں کی گئی۔ قرآن میں جابجا نشانوں کا ذکر ہے۔ یہاں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ تجھے بھیجنے کا یہ مقصد نہیں کہ تو شعبدہ بازی کرتا پھرے۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ تم لوگوں کو ان کی غلط روی کے انجام سے خبردار کرنے اور تمام قومیں تجھ سے ہدایت پائیں۔ لیکن یہ لوگ نہ انذار سے فائدہ اُٹھاتے ہیں نہ اس ہدایت سے جو تمام قوموں کے لئے برکت کا موجب ہے، محض شعبدے دیکھنے کی تمنا میں مرے جا رہے ہیں، نہیں دیکھتے کہ انذار بھی ایک نشان ہے اور قرآن کا تمام قوموں کے لئے ہدایت ہونا بہت بڑا معجزہ ہے۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ: محمد هو المنذر، وهو الهاد (طبری)۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝۹

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝۱۰

اللہ ہر ایک حاملہ کے حمل کو جانتا ہے، وہ رِحموں کے گھٹنے اور بڑھنے کو بھی جانتا ہے۔ اس کے پاس ہر ایک چیز ایک اندازہ

کے مطابق ہے۔ وہ غیب اور حاضر کو جانتا ہے۔ وہ بہت بڑا، بہت بلند ہے ◉

سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١١﴾

اس کے لئے دونوں برابر ہیں، وہ بھی جو تم میں سے بات کو چھپاتا ہے اور وہ بھی جو اسے ظاہر کرتا ہے، وہ بھی جو رات کو چھپتا ہے اور وہ بھی جو دن کو چلتا ہے ◉

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ ﴿١٢﴾

رسول کے آگے اور پیچھے فرشتوں کی ایک قطار ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

یاد رکھو! اللہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ اپنے تئیں نہ بدل لیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ سزا کسی طور ٹالی نہیں جا سکتی۔ ایسے لوگوں کا اللہ کے سوا کوئی دوست نہیں ◉

مَرَدٌّ: (۱) ظرفِ زمان و مکان (۲) مصدر۔

اِس جگہ یہ مصدر کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾

وہی ہے جو تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے تاکہ تمہیں خوف بھی رہے اور امید بھی رہے۔ اور وہی پانی سے لدے ہوئے بادل اُٹھاتا ہے ◉

خَوْفًا وَّ طَمَعًا: برق کا یا مخاطبین کا حال (کشاف)

وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے، اور فرشتے بھی اس کی ہیبت سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور پھر انہیں جس پر چاہتا ہے، گراتا ہے۔ باوجود اس کے وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بحالانکہ وہ بڑی قوتوں کا مالک ہے ◉

یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ: اس کے معنی مفسرین نے یسبح سامع الرعد بھی کئے ہیں (کشاف، بیضاوی، شوکانی) یعنی الرّعد سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: بادلوں کی گرج کو سُننے والے اس کی حمد اور تسبیح بیان کرتے ہیں۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں اس تکلّف کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید نے دوسری جگہ فرمایا ہے: یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ (۶۲) کہ زمین و آسمان

کی ہر ایک چیز اس کی تسبیح کرتی ہے۔ پس رعد کے تسبیح کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

الْمِحَالِ: علامہ شوکانی نے اس کے مندرجہ ذیل معنے دئے ہیں:۔

۱۔ العداوۃ

۲۔ الحول یعنی قوت

۳۔ الاخذ یعنی گرفت

۴۔ الحقد یعنی کینہ

۵۔ القوۃ

۶۔ الغضب

۷۔ الھلاک

۸۔ الحیلۃ

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۵﴾

صرف اسی کا حق ہے کہ اسے پکارا جائے۔ وہ معبود جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کی کوئی دعا نہیں سنتے۔ ان کی دعا اس شخص کی دعا سے بہتر نہیں سنی جاتی جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھاتا ہے تا کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے۔ لیکن پانی خودبخود اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو! کافروں کی دعا لاحاصل ہے ◉

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ: اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: حق کی طرف بلانا صرف اسی کا منصب ہے۔

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ : اِلَّا استجابة كاستجابة باسطِ كفّيه (کشاف، بیضاوی، جلالین، رازی، شوکانی، رُوح البیان)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿١٦﴾ السجدة

جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے چار و ناچار اللہ کا مطیع ہے اسی طرح ان کے سائے صبح و شام اسی کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں ◉

اٰصَال : اَصِیْل ؛ شام کا وقت ۔ اُصُلٌ اَصِیْل کی جمع اور آصَال اُصُل کی جمع یعنی اَصِیل کی جمع الجمع ۔

غُدُوّ : غداۃ کی جمع یا مصدر (بیضاوی، رُوح البیان)

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں پر بھی ایسی مخلوق ہے جن کے سائے ہیں ۔

اگر کسی کو یہ خیال گزرے کہ اکثر لوگ اور خصوصاً منکرین تو اللہ کی اطاعت نہیں کرتے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے دو قانون ہیں قانونِ شریعت اور قانونِ قدرت ۔ قانونِ قدرت سے کسی کو سرِ مُو انکار کی گنجائش نہیں، قانونِ شریعت سے انکار کا اس نے خود اختیار دے رکھا ہے ۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

اے رسول ! تو ان سے پوچھ : زمین و آسمان کا رب کون ہے ؟
پھر کہہ : اللہ ہے۔

کہہ : کیا پھر جانتے بوجھتے تم نے اس کو چھوڑ کر ان معبودانِ باطلہ کو کارساز بنا رکھا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ؟

کہہ : کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں یا اندھیرا اور روشنی برابر ہیں ؟

کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے جنہوں نے اس کی مانند کوئی مخلوق بنائی ہے اور اب ان پر اللہ کی اور ان کی مخلوق باہم مشتبہ ہو گئی ہے ؟

کہہ : ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے ؛ وہ یکتا ہے سب پر غالب ہے ◉

قُلِ اللّٰهُ : اجب عنهم بذلك اذ لا جواب لهم سواه (بیضاوی ، جلالین ، روح البیان) یہ طرزِ خطاب قرآن میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ جواب دینے سے عاجز آجائیں تو تو ان کی طرف سے کہہ اللہ۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خود جواب میں اَللّٰہ کہیں ، گویا قُلِ اللّٰهُ کہہ کر اُن کے جواب کو تکرار اً بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ خود تمہارے دل کہہ رہے ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اللہ ہے۔

اَفَاتَّخَذْتُمْ : الفاء للاستبعاد ای ابعد ان اقررتم هذا و علمکم بانه تعالی صانع العالم ومالکه اتخذتم من دونه اصنامًا (روح البیان)

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا

فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۸﴾

وہ آسمانوں سے پانی نازل کرتا ہے۔ اور وادیاں اپنے ظرف کے مطابق بہنے لگتی ہیں۔ پھر سیلِ رواں اُوپر آنے والے جھاگ کو اُٹھا لیتا ہے۔ اور ایسا ہی جھاگ ان دھاتوں پر اُٹھتا ہے جن کو لوگ زیور یا دوسرا سامان بنانے کی غرض سے آگ میں تپاتے ہیں۔ ایسی ہی مثالوں سے اللہ حق اور باطل کا فرق بیان کرتا ہے۔ جھاگ تو خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے، لیکن جو چیز لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔ اس طرح اللہ مثالوں سے بات واضح کرتا ہے ○

كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ: لايضاح المشتبهات (بیضاوی، روح البیان)

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ

جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹﴾ ع ۲/۱۱/۸

جن لوگوں نے اللہ کی آواز کو سُنا ان کے لئے بھلائی ہے۔ لیکن جو لوگ اس کی آواز کو نہیں سُنتے اگر ان کے پاس زمین کی تمام دولت ہو اور اتنی ہی دولت اور ہو تو وہ خواہش کریں گے کہ کاش یہ سب کچھ دے کر چھٹکارا حاصل کر لیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا حساب سختی سے لیا جائے گا۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، کیا ہی بُرا ہے یہ ٹھکانہ! ◉
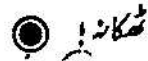
لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ : اجابوا الی ما دعا الله الیه (روح البیان)

سُوْٓءُ الْحِسَابِ : هو المناقشة فیه بان اذ یحاسب الرجل بذنبه لا یغفر منه شئ (بیضاوی، جلالین)

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۰﴾

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۱﴾

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۲﴾ؕ

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ

يَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُترا ہے حق ہے، اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہے؟ یاد رکھو! نصیحت تو صرف اہلِ خرد ہی حاصل کرتے ہیں، یعنی وہ لوگ جو اس عہد کو جو انہوں نے اللہ سے کیا ہے پورا کرتے ہیں اور اپنے پختہ عہد کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ بھی جو ان رشتوں کو قائم رکھتے ہیں جن کے قائم کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات سے خائف ہیں کہ کہیں ان کا حساب سختی سے نہ لیا جائے، اور وہ لوگ بھی جو اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر و استقامت دکھاتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں اور اس مال میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے ہماری راہ میں چھپ کر بھی اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا دنیا میں نیک انجام ہے۔ وہ اور ان کے نیکوکار آباؤ اجداد اور ازواج اور بچے ہمیشہ رہنے والے باغوں میں جائیں گے جہاں فرشتے ان کے محلوں

میں ہر ایک دروازہ سے یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے: تم پر اس
صبر و استقامت کی وجہ سے جو تم نے دکھایا سلامتی ہو۔
کیا ہی اچھا ہے ان کی دُنیا کا انجام! ◉

مِنْ كُلِّ بَابٍ: من ابواب للمنازل (بیضاوی، جلالین، رُوح البیان)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿۲۶﴾

رہے وہ لوگ جو اس عہد کو جو انہوں نے اللہ سے کیا ہے
پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں، ان رشتوں کو جنہیں اللہ نے قائم
رکھنے کا حکم دیا ہے قطع کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پیدا کرتے
ہیں، سو ان کے لیے لعنت ہے۔ انہوں نے دُنیا میں خرابی کے سوا
کچھ حاصل نہیں کیا ◉

الدّار: آیت ۲۵ اور ۲۶ میں دار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی مفسرین نے اس دُنیا کا گھر یا آخرت کا گھر کیے ہیں۔ ترجمہ دونوں اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ عقبی الدّار اور سوء الدّار مضاف مضاف الیہ ہیں۔ ترجمہ میں وضاحت کی خاطر تفسیری رنگ اختیار کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۷﴾ ع ۳ ۸ ۹

اللہ جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا

دیتا ہے۔ یہ لوگ دنیوی زندگی کے سازوسامان پر اترا رہے ہیں۔
لیکن آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی تھوڑی برتنے والی متاع ہے ◉

فَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : بما بسط لهم في الدنيا (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

مما نالوا فیها (جلالین)

اِلَّا مَتَاعٌ : الا متعة لا تدوم (بیضاوی) شیٔ قلیل (شوکانی، جلالین)

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ قُلْ إِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿۲۸﴾

اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿۲۹﴾

کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اترا؟ تو ان سے کہو: اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ قرار دیتا ہے۔ وہ اپنی راہ صرف انہی لوگوں کو دکھاتا ہے جو بار بار اسکی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پا گئے۔ یاد رکھو! دل اللہ ہی کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں ◉

ان کا صد ہا نشان دیکھ کر یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی نشان نہیں اترا ایک ایسا قول ہے جس کی تردید کی ضرورت نہیں۔ اس کے جواب میں صرف اتنا کہا ہے کہ چونکہ تم اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے تم پر ہدایت کی راہیں بند ہو گئی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۳۰﴾

وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل بجا لاتے ہیں ان کے لئے خوشی اور اچھا انجام ہے ◉

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۱﴾

اے رسول! جس طرح ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے ہیں اسی طرح ہم نے تجھے ایک ایسی اُمت کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جس سے پہلے کئی اُمتیں گزر چکی ہیں تاکہ تو ان کو وہ پیغام سُنائے جو ہم نے تیری طرف بھیجا ہے۔ لیکن ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کی بجائے رحمٰن کا انکار کرتے ہیں۔ تو ان سے کہہ جس رحمٰن کا تم انکار کرتے ہو وہ میرا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکّل کرتا ہوں۔ اور بار بار اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ◉

یعنی خدا تعالیٰ تو رسول اس لئے بھیجتا ہے کہ تمہیں اپنی رحمت سے نوازے لیکن تم پہلے سے اس کے رب رحمٰن ہونے ہی کے منکر ہو۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ : كما ارسلنا الانبياء قبلك (كشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی، رُوح البیان)
فِیْٓ اُمَّةٍ : الى امّة كما فى قوله تعالیٰ : فردوا ايديهم فى افواههم (رُوح البیان)
اُمَّة : اس کے معنی نبی کے پیروکاروں کے بھی ہیں (لسان)
فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ : فهى اٰخر الامم وانت خاتم الانبياء (کشاف، رازی)
جس طرح تُو تمام انبیاء کا وارث ہے اسی طرح تیری اُمّت تمام اُمّتوں کی وارث ہے۔ گویا جس طرح تُو خیرالانبیاء ہے تیری اُمّت خیرالامم ہے ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

هُوَ : الرحمٰن الّذى كفرتم به (رُوح البیان)

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۲﴾

اگر کوئی ایسا قرآن ہے جس کے ذریعہ سے پہاڑ چلنے لگیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا مُردے بولنے لگیں تو وہ یہی قرآن ہے۔ بات یہ ہے کہ تمام اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ کیا مومن یہ بات نہیں جانتے کہ اگر اللہ اپنی مرضی لوگوں پر زبردستی

ٹھونسنا چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دیتا ؛ لیکن اب صورت
یہ ہے کہ کافروں کے اعمال کے نتیجہ میں ان کی شامتِ اعمال ہمیشہ
ان کے شاملِ حال رہے گی یا ان کے پڑوس میں گھر بنائے رکھے گی
حتّٰی کہ اللہ کا وعدہ پُورا ہو جائے۔ یاد رکھو! اللہ اپنے وعدہ کے
خلاف نہیں کرتا ◉

وَلَوْ اَنَّ : لکان ھٰذا القرآن (کشاف، بیضاوی، شوکانی، رازی، رُوح البیان) وَلَوْ کا جواب محذوف ہے بعض نے اس کا جواب یہ بھی نکالا ہے کہ کافر پھر بھی نہ مانتے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (۵۹ : ۲۲) جبل کے معنی قوم کا رئیس اور عالم بھی ہیں (لسان، تاج) اسی طرح ارض کا لفظ تلطف اور انکسار اور اطاعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہیں من اطاعنی کنت لهٗ ارضًا یعنی جو میری اطاعت کرتا ہے مَیں اس کے لئے زمین کی طرح ہموار ہو جاتا ہوں۔ اسی طرح کہتے ہیں فلان ان ضُرِب فاَرضٌ یعنی فلاں شخص ایسا ہے کہ اگر تُو اسے تادیب دے تو ہموار اور مطیع ہو جاتا ہے (لین)۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ قرآن ہی وہ کتاب ہے جسکے ذریعہ پہاڑ چلنے لگتے ہیں اور زمین سے چشمے پھُوٹنے لگتے ہیں اور صدیوں کے مُردے بولنے لگتے ہیں۔

قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ : اس کے معنی مسافت کا طے کرنا بھی ہیں (کشاف)

یَاْیْئَسِ : یعلم (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان)

لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ : مشیئة الالجاء والقسر (کشاف)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۳﴾

اے رسول! تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا جاتا
رہا ہے لیکن میرا دستور یہ رہا ہے کہ پہلے مَیں نے کافروں کو ڈھیل
دی اور پھر ان کو پکڑا۔ اور دیکھو! میری سزا کیسی عبرتناک تھی! ◉

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۴﴾

لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۵﴾

کیا وہ خدائے برتر جس کی نگاہ ہر ایک متنفس کے عمل پر ہے معبودانِ باطلہ کی طرح بے بس ہے؟

ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں۔ تو ان سے کہہ: ذرا مجھے ان کے اوصاف تو بتاؤ؟ کیا تم اللہ کو ان چیزوں کی خبر دے رہے ہو جن کی زمین میں موجودگی کا اسے کچھ علم نہیں یا یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں؟!

بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کی فریب کاریاں خوشنما کر کے دکھائی گئی ہیں اور راہِ راست ان پر مسدود کر دیا گیا ہے۔ یاد رکھو! جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

ایسے لوگوں کے لئے اس زندگی میں ایک سخت عذاب ہے اور وہ عذاب جو انہیں آخرت کو ملے گا اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

کوئی بچانے والا انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا ◉

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ : والخبر محذوف تقديره : كمن ليس كذالك (بیضاوی، کشاف، جلالین، رازی)

ایک شاعر کہتا ہے ؎

اَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَاْسِهٖ

یعنی کیا وہ بھی رب ہے جس کے سر پر گیدڑ پیشاب کرتے ہیں۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۶﴾

جنت، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے، کی مثال اس باغ کی طرح ہے جسے چلتی ہوئی نہریں شاداب کر رہی ہوں۔ اس کے پھل اور اس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

متقیوں کا تو یہ انجام ہے۔ رہے کافر سو ان کا انجام آگ ہے ◉

وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۷﴾

وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اس وحی سے جو تجھ پر نازل ہوئی خوش ہیں۔ لیکن بعض گروہ ایسے ہیں جو اس کے بعض حصوں کو پسند نہیں کرتے۔
تُو ان سے کہہ: مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اسی کو پکارتا ہوں، اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے ◉

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع ۵

جس طرح ہم نے دوسری کتب نازل کیں اسی طرح ہم نے قرآن کو ایک واضح حکم کی صورت میں نازل کیا ہے۔
اے رسول! اگر تُو نے اس علم کے بعد جو تجھے ملا ہے لوگوں کی بیکار خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی تیرا دوست ہو گا اور نہ کوئی بچانے والا ◉

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ: اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں: اللہ کے ہاں سے نہ تو تجھے کوئی مددگار ملے گا نہ بچانے والا یعنی واللّٰہ یعصمك من النّاس کا وعدہ ختم ہوجائے گا اور فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار جو تیرے آگے سے ہٹالی جائے گی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا

وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۹﴾

تجھ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے اور انہیں ہم نے بیویاں اور بچے عطا کئے۔ کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشان لے آتا۔ ہر ایک چیز جو وقت کی پابند ہے ایک قانون کے تابع ہے ●

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۴۰﴾

اللہ جس شریعت کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم کرتا ہے۔ وہ اس قانون کا مالک ہے جو تمام قوانین کی جڑ ہے ●

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

اے رسول! خواہ ہم تجھے بعض وہ باتیں دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے خواہ وفات دے دیں تجھے اس سے کچھ تعلق نہیں۔ تیرا کام ہمارے پیغام کو پورے طور پر پہنچانا ہے حساب لینا ہمارا کام ہے ●

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان کی زمین کو اطراف سے کاٹتے ہوئے چلے آ رہے ہیں؟ اللہ فیصلہ کرتا رہے گا کوئی اس کے فیصلہ کو ردّ نہیں کر سکتا۔ اور جب وہ حساب لینے لگتا ہے تو پھر جلدی سے لیتا ہے ◉

اَلْاَرْضَ: ال تخصیص کے لئے ہے یعنی کفار کی زمین۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ان سے پہلے لوگوں نے بھی چالیں چلیں، لیکن وہ چال کہ جسے چال کہیں تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ وہ تمام لوگوں کے اعمال کو جانتا ہے۔ کفار جلد جان لیں گے کہ دُنیا میں نیک انجام کس کا ہوتا ہے ◉

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶ / ۱۲

اے رسول! کافر تجھے کہتے ہیں تو رسول نہیں۔ تو ان سے کہہ: ہمارے جھگڑے کو نپٹانے کے لئے اللہ کی اور ان لوگوں کی گواہی کافی ہے جو کتاب کا علم رکھتے ہیں ◉

سُورَۃُ اِبْرَاھِیْمَ

ربطِ آیات

قارئین کو چاہیئے کہ ربطِ آیات کے اِس سلسلہ کو سمجھنے کے لئے سُورہ یونس کے ماتحت دی گئی ابتدائی سطور کو پھر سے پڑھ لیں۔

یہ سورۃ من وجہ الرعد کے لئے بطور تتمہ ہے اور من وجہ سورۃ الرعد بطور جملہ معترضہ ہے اور اِس سورۃ سے پھر وہی مضمون شروع ہو جاتا ہے جو سورۃ یونس سے شروع ہُوا تھا۔

الرعد میں سفلی نظام کو روحانی نظام کے لئے بطور دلیل پیش کیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ جس طرح سفلی نظام ایک مکمل نظام ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر روحانی نظام بھی ایک مکمل نظام ہے۔ پس اگر پہلے رسولوں کا آنا اسی نظام کی ایک کڑی تھا تو اس رسول کا آنا جو کہ تمام قوموں کا ہادی ہے (۸ : ۱۳) بھی اُسی نظام کی تکمیل ہے۔

آیت ۲ تا ۴ :۔

الرعد کی آخری آیت میں حضورؐ کی صداقت کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی پیش کی تھی اِس سورۃ کی ابتداء میں قرآن کی حقانیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ فرمایا: یہ وہ پاک کتاب ہے جو تاریکیوں سے نکال کر النور یعنی خدا تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہے۔ پس جو لوگ اِس کتاب کا انکار کرتے ہیں خود اپنی تباہی کا سامان کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عارضی تعیّش کی خاطر دائمی زندگی کو چھوڑ دیتے ہیں۔

آیت ۵ :۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے قرآن کا قاعدہ ہے کہ اختصار کی خاطر اکثر سوال کو حذف کر دیتا ہے اور صرف جواب دینے پر اکتفا کرتا ہے۔ جب قرآن کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے جو النور یعنی اللہ کی طرف ہدایت کرتی ہے تو طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ کتاب عربی زبان میں کیوں نازل ہوئی اسے تو

ملائکہ کی زبان میں یا کسی ایسی زبان میں نازل ہونا چاہیئے تھا جو النور کی طرح لا شرقیۃ ولا غربیۃ ہو۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ پہلے بھی ہمارا قاعدہ تھا کہ ہمارے رسول اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغامِ رسالت لائے تھے اور اب بھی ہم نے اسی قاعدہ پر عمل کیا ہے۔

اس جواب کو مندرجہ ذیل حقائق سامنے رکھ کر دیکھئے:

قرآن کریم میں بار بار یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پہلے لوگ ایک ہی امّت تھے پھر انہوں نے آپس میں تفرقہ پیدا کیا سو اللہ نے اس تفرقہ کو مٹانے کے لئے رسول بھیجے (۲ : ۲۱۴)۔ یونس ۲۰ میں فرمایا: وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔ اس آیت میں مِنْ رَّبِّكَ کے الفاظ صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ جس طرح پہلے لوگ ایک ہی قوم اور ایک ہی امّت تھے اسی طرح رسولِ آخر الزمان کے ہاتھ پر پھر ان کو جمع کر دیا جائے گا اور وہ پھر ایک قوم ہو جائیں گے۔ اسی لئے حضورؐ کو كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (۳۴ : ۲۹) یعنی جامع للنّاس اور رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۱ : ۱۰۸) اور لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳ : ۸) کا خطاب دیا گیا۔ اب ذرا اس زمانہ کو دیکھو کہ کس طرح دنیا سمٹ کر ایک کوزہ میں بند ہو گئی ہے۔ H. G. Wells نے تو آج سے صرف چند سال قبل One World کا تصور پیش کیا تھا لیکن قرآن نے چودہ سو سال پہلے فرما دیا کہ وہ زمانہ آنے کو ہے کہ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (۸۱ : ۸) جب لوگ قریب قریب کر دئے جائیں گے اور قوموں کا ایک دوسرے سے بُعد دور ہو جائے گا اور جس طرح وہ پہلے ایک قوم تھے كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کے ہاتھ پر وہ پھر ایک ہی قوم ہو جائیں گے۔ اور اس طرح نسلِ انسانی جس نکتہ سے شروع ہوئی تھی اسی کی طرف واپس لوٹ آئے گی تاکہ ارتقاء کا دائرہ مکمل ہو جائے۔

قرآن کے بیان کردہ ان حقائق کے پیشِ نظر وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ کی آیت پر غور کرو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربی امّ الالسنۃ ہے اور یہی وہ زبان ہے جو بالآخر واحد بین الاقوامی زبان کے طور پر اختیار کی جائے گی۔

پس قرآن عربی میں صرف اس لئے نازل نہیں ہوا کہ اس کے اوّل مخاطبین عرب تھے۔ اس کی یہ بھی وجہ ہے کہ عربی اُمّ الالسنۃ ہے اور پہلی اور آخری زبان ہے۔ یہی وہ زبان ہے جو تمام قوموں کی زبان بن سکتی ہے کیونکہ نہ صرف یہ کہ اس زبان کی صلاحیتیں باقی زبانوں سے بہت بڑھ کر ہیں جیسا کہ

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ... بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۲۶: ۱۹۳ تا ۱۹۵) میں واضح اشارہ ملتا ہے یہ ملائکہ کی زبان ہے۔ پھر یہ اس خطہ کی زبان ہے جو کہ عین نافِ زمین میں واقع ہوا ہے اور اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ لَا شرقیۃ ولَا غربیۃ ہے۔

عربی کے اُمّ الالسنۃ ہونے کے متعلق سب سے پہلے صاحبِ مواہب الرحمٰن نے توجہ دلائی۔ اس کے بعد اس مضمون پر اور بھی لٹریچر لکھا گیا۔ شیخ محمد احمد صاحب مظہر فاضل ایڈووکیٹ کی کتاب Arabic the Source of all languages نہایت محققانہ تصنیف ہے یہ پاکستان سے باہر بھی چھپی ہے اور باہر کے ممالک میں بہت مقبول ہوئی ہے۔

آیت ۶:

پھر یہ فرمایا کہ اصل چیز تو ہدایت ہے اس سے پہلے موسیٰ ہدایت اور نور لے کر آئے تھے اب اسی نور کی طرف ہدایت کرنے کے لئے یہ رسول آیا ہے۔

آیت ۷ تا ۹:

پھر فرمایا کہ موسیٰ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اعلان کیا تھا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے نشانات کو قبول کرو گے اور اس کی نعمتوں کا شکر کرو گے تو اس کے مزید انعامات کے وارث بنو گے اگر انکار کرو گے تو خدا تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔ اس طرح اپنے مخاطبین کو واضح طور پر کہہ دیا کہ اگر تم قرآن کو قبول کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بنو گے ورنہ ذلیل و خوار ہو گے۔

آیت ۱۰ تا ۱۸:

پھر فرمایا موسیٰ پر کیا موقوف ہے پہلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے کہ ان کے مخاطبین نے ان کو کہا کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ایسی دھمکی دینے والوں کو نابود کر دیں گے اور رسولوں کو زمین کا وارث بنائیں گے اور کافروں کو داخلِ جہنم کریں گے۔ ان آیات میں صاف فرمایا ہے کہ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غالب آئیں گے۔

آیت ۱۹:

فرمایا: رسالت کے منکروں کی کوششیں بے ثمر ہیں

آیت ۲۰،۲۱:-

فرمایا: زمین و آسمان کی خلقت اس نہج پر ہوئی ہے کہ صداقت کا بول بالا ہو۔ پس خدا تعالیٰ کی بات پوری ہو کر رہے گی خواہ اسے پورا کرنے کے لئے اسے تمام اہلِ زمین کو نیست و نابود کرنا پڑے۔

آیت ۲۲، ۲۳:-

اس قدر تحدی کے بعد کمزور طبع لوگوں کے دل میں خیال پیدا ہونا ضروری ہے کہ ہمارا عذر معقول ہے ہم ملک میں کمزور ہیں اس لئے اگر ہم ایمان نہیں لائے تو اس کا بار بڑے لوگوں کی گردن پر ہے۔

فرمایا: قیامت والے دن تمہارا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور تم میں سے بڑے لوگ تمہارا بوجھ اُٹھانے سے انکار کر دیں گے۔ بلکہ اس دن شیطان بھی صاف صاف کہہ دے گا کہ مجھے تم پر کوئی اختیار نہیں تھا تم نے خواہ مخواہ میری بات مانی۔

جب بات اتنی کھول کر بیان کر دی تو بالآخر فرمایا کہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت ۲۴:-

ظالموں کے انجام کے ذکر کے ساتھ مومنوں کے انجام کا ذکر بھی کر دیا تا کہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

آیت ۲۵ تا ۲۷:-

آیت ۲۳ میں توحید کے منکروں کے انجام کا ذکر کیا تھا اور آیت ۲۴ میں توحید کے قبول کرنے والوں کے انجام کا ذکر کیا تھا۔ آیت ۲۵، ۲۶ میں کلمہ طیبہ یعنی توحید اور کلمہ خبیثہ یعنی شرک کے فرق کو نہایت عمدہ مثال سے واضح کیا۔ فرمایا کلمہ طیبہ اس درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں لیکن کلمہ خبیثہ اس درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اُکھیڑ لیا جاتا ہے اور اسے کوئی ثبات نہیں۔

آیت ۲۸:-

فرمایا کلمہ طیبہ یعنی توحید کے ذریعہ تمہیں ثبات عطا کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ اسے قبول کریں گے دُنیا اور آخرت کے وارث ہوں گے۔

آیت ۲۹، ۳۰:-

فرمایا: کلمہ طیبہ خدا تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک بہت بڑا انعام ہے۔ تمہیں یہی سزاوار ہے کہ اس کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ اگر تم شرک کی راہ اختیار کرو گے تو اس میں تمہارے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

آیت ۳۱:۔

فرمایا: خدا تعالیٰ کے ہم سر بنانے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ عارضی طور پر کچھ مل جائے گا لیکن اس کا نتیجہ جہنم ہوگا۔

اِس میں ان لوگوں کے لئے تنبیہہ ہے جو ذاتِ احدیت کے سوا کسی اور کو موثرِ حقیقی سمجھتے ہیں۔

آیت ۳۲:۔

جب مُشرکوں کے انجام کا ذکر کیا تو مومنوں کو بتایا کہ وہ اپنا کردار کس نہج پر قائم کریں۔ مومنوں کے کردار کے دو پہلو ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی جسے یقیموا الصّلوٰۃ کے حکم سے ادا کیا ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی جسے ینفقوا ممّا رزقنٰھم کے حکم سے ادا کیا ہے۔

آیت ۳۳ تا ۳۵:۔

فرمایا: تم کیونکر خدا تعالیٰ سے رُوگردانی کرتے ہو۔ اس نے زمین و آسمان کو تمہاری خدمت کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ جب اس نے تمہاری عارضی زندگی کے لئے اِس قدر اہتمام کیا ہے کہ تمہاری کوئی ضرورت نہیں جو پوری نہ کی ہو تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری روحانی ضرورتوں کو نظر انداز کر دے۔

آیت ۳۶ تا ۴۲:۔

جس طرح اس نے ہماری سفلی زندگی کے لئے آسمان اور سورج اور چاند بنائے ہیں اسی طرح اس نے ہماری رُوحانی زندگی کا انتظام کیا ہے۔ اِس نظام کی آخری کڑی وہ نظام ہے جس کی بنیاد ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ میں رکھی۔ چنانچہ ابراہیم کی ان دعاؤں کا ذکر کیا جو اس نے قیامِ کعبہ کے وقت کی تھیں۔ ابراہیم کی دعا کا ذکر کرکے اس راہ کے متلاشیوں پر یہ بات واضح کر دی کہ اس راہ کو پانے کے لئے خدا تعالیٰ ہی کے حضور دعائیں کرو۔ اس راہ پر خود بھی قائم ہو اور اپنی اولادوں کو بھی قائم کرو۔

آیت ۴۳، ۴۴:۔

جب نظامِ روحانی کی آخری کڑی کا ذکر کیا تو ان لوگوں کا اور ان کے انجام کا ذکر بھی کر دیا جنہوں نے

ظلم کی راہ سے اس کا انکار کیا ہے۔

آیت ۴۵، ۴۶:۔

پھر اس نظامِ روحانی کے آخری علمبردار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو کفر کے نتائج سے آگاہ کرا اور اُن سے کہہ کہ پہلے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

آیت ۴۷، ۴۸:۔

اس کے بعد نہایت حکیمانہ الفاظ میں فرمایا: وہ جتنی چاہیں تدبیریں کر لیں۔ اگر وہ ایسی تدبیریں بھی کریں جن کے نتیجہ میں پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائیں پھر بھی وہ اللہ کے کام میں رخنہ نہیں ڈال سکیں گے۔ اسکی تقدیریں پوری ہو کر رہیں گی اور وہ اپنے اس وعدہ کو پورا کرے گا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا تھا، یعنی اس نظام کو قائم کرنے کا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قائم کیا جانا مقدر تھا اور جس کا وعدہ تمام رسولوں سے کیا گیا تھا۔

آیت ۴۹ تا ۵۲:۔

جب یہ فرمایا کہ ہم یہ نظام قائم کرکے رہیں گے تو یوم الحساب کا ذکر بھی کر دیا جس دن ان لوگوں سے جو اس نظام کی مخالفت پر کمر بستہ تھے حساب لیا جائے گا۔

آیت ۵۳:۔

بالآخر یہ فرمایا کہ قرآن وہ پیغام ہے جن کے ذریعہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔ یہ کتاب خدا نما ہے، توحید کی علمبردار ہے اور صاحبِ خرد لوگوں کے لئے نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

اِس سورۃ کی ابتدا بھی قرآن ہی کے ذکر کے ساتھ ہوئی تھی اِس کا خاتمہ بھی قرآن ہی کے ذکر کے ساتھ ہوا تاکہ دائرہ کے دونوں سرے مل جائیں ؏
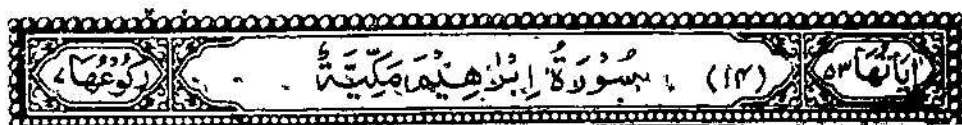
آیاتہا ۵۲ — (۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ — رکوعہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

میں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے (پڑھتا ہوں)۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ② اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ③ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۗ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ④

میں اللہ سب کچھ دیکھنے والا ہوں۔ یہ ایک دائمی شریعت ہے جو ہم نے تجھ پر اِس لئے نازل کی ہے تاکہ تُو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے مختلف قسم کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے، یعنی سب پر غالب، ہر قسم کی حمد کے لائق، زمین و آسمان کے خالق و

مالک، اللہ کے راستہ کی طرف۔

جب کافر سخت عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے تباہی، ہائے رُسوائی۔

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں،

لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی نکالتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جو گمراہی میں بہت دُور بھٹک گئے ◉

کِتٰبٌ: یہ اصل میں ھُوَ کِتٰبٌ ہے۔ مبتدا محذوف ہے۔ کتاب کے معنی قانون، شریعت، کتاب وغیرہ کے ہیں۔ یہاں کتاب نکرہ آئی ہے۔ نکرہ کا استعمال بعض دفعہ شان کے اظہار کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ موصوف کی شان اس قدر معلوم اور مشہور ہے کہ اس کے لئے اسم علم لانے کی ضرورت نہیں۔

اِلَی النُّوْرِ: فِی النُّوْرِ کی بجائے اِلَی النُّوْرِ کے الفاظ لاکر یہ بتایا ہے کہ النور کی کوئی انتہا اور کنہ نہیں۔ جب انسان النور کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو ہر اگلے قدم کے بعد پہلا قدم اس طرح دکھائی دیتا ہے جیسے کہ وہ اندھیرے سے روشنی میں آیا ہو۔ یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (۲۰:۴۷) میں اسی چیز کو بیان کیا گیا ہے۔

الظُّلُمٰتِ کو جمع اور النُّوْرِ کو واحد لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اندھیرے کئی قسم کے ہیں مگر النور ایک ہی ہے۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (۳۷:۹۹) اور اِلَی النُّوْرِ دونوں میں اِلٰی کا صلہ آیا ہے جس طرح ذَھاب اِلَی اللّٰہ کی کوئی حد نہیں اسی طرح اخراج مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ کی بھی کوئی حد نہیں۔ سورۃ النور: ۳۵ میں فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ پس اصل نور اللہ ہی ہے۔

اَللّٰهِ: اَلْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ کا عطف بیان ہے۔

وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ: یُوَلْوِلُوْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ یَضِجُّوْنَ مِنْهُ وَ یَقُوْلُوْنَ یَا وَیْلَاهُ (کشاف، رازی، شوکانی، روح البیان) اسی مضمون کو دوسری جگہ وَدَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (۲۵:۱۳) کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔

یَصُدُّوْنَ : صد یصد متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ اِس جگہ دونوں معنی مراد ہیں یعنی خود بھی رُکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔

ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ : والبعد فی الحقیقۃ للضال فوصف بہ فعلہ للمبالغۃ (کشاف، بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵

جب ہم کوئی رسول بھیجتے ہیں تو اسے اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجتے ہیں تاکہ وہ ہمارا پیغام کھول کر بیان کرے، پھر جب وہ ہمارا پیغام پہنچا دیتا ہے تو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉

بِلِسَانِ قَوْمِهٖ : لسان کے لفظی معنی زبان کے ہیں۔ مجازاً یہ لفظ کلام اور لُغت کے لئے بھی بولتے ہیں۔ رجلٌ لَسِنٌ ایسے آدمی کو کہتے جو اپنی بات وضاحت کے ساتھ بیان کرے۔ کان اجود لسانا منھم کے معنی ہیں کہ وہ ان سب میں فصیح ترین انسان تھا۔ لسان القوم کے معنے ہیں قوم کا ترجمان۔ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ (۵: ۷۹) میں اہلِ لُغت و تفسیر نے لسان کے معنے دعا بھی کئے ہیں۔ اِس طرزِ کلام کو تسمیۃ الشئ باسم آلتہ کہتے ہیں۔

پس اِس آیت کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں:-

۱۔ ہم اسے اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجتے ہیں یعنی اس کی بھی وہی زبان ہوتی ہے جو اس کی قوم کی ہوتی ہے اور وہ متکلما بلغۃ من ارسل الیھم (روح البیان) ہوتا ہے۔

۲۔ اسے اس قوم کی زبان میں کامل دسترس حاصل ہوتی ہے اور وہ اس زبان میں فصیح اور بلیغ

کلام کرسکتا ہے۔

۳- ہم اسے اس کی قوم کا ترجمان بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ ہمارے حضور ان کی ضروریات کی ترجمانی کرتا ہے اور ان کے لئے دعائیں کرتا ہے ۔

دلم ے بلرزد چو یاد آورم
دعاہائے بشوریدہ اندر حرم

۴- اس کے معنی ہیں: بدعاء قومہ یعنی اس کی قوم زبانِ حال اور قال سے اس کے آنے کی دعا کر رہی ہوتی ہے۔

جب ایک طرف فرمایا یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور دوسری طرف فرمایا کہ ہر ایک رسول اپنی قوم کی زبان کا حامل ہوتا ہے تو حضور فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں قرآن نازل فرما کر یہ بات واضح کردی کہ عربی اُمّ الالسنۃ ہے۔ اس میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ بالآخر عربی زبان ایک ایسی بین الاقوامی زبان بن جائے گی کہ تمام دوسری زبانیں اس کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت حاصل کرلیں گی، کاش کہ اس ملک کے صاحبِ اقتدار لوگ ہمارے رسول کی زبان کی ترویج کی طرف توجہ دیں۔

فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ: والفاء فصیحة مثلها فی قوله تعالیٰ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فانفلق، کانه قیل فبینوا لهم فاضل اللّٰه منهم من شاء اضلاله (روح البیان)

لمّا ترك الضال علی اضلاله صار کانّه اضله (رازی)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۶

ہم نے موسیٰ کو اپنے نشانات کے ساتھ یہ حکم دے کر بھیجا : اپنی قوم کو مختلف قسم کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آ

اور انہیں ان معاملات کی یاد دلا جو اللہ نے پہلی اُمتوں کے ساتھ کئے تھے۔ دیکھو! ان واقعات میں تمام ان لوگوں کے لئے نشانات ہیں جن کا شیوہ صبر و شکر ہے ◉

بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ: بوقائعه التی وقعت علی الامم قبلهم، وعن ابن عباس نعماؤه و بلاؤه (کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، رُوح البیان) اس کے لفظی معنی ہیں اللہ کے دن۔ یعنی وہ دن جب اس نے اُمم سابقہ پر کوئی نعمت نازل کی یا انہیں کوئی عذاب دیا۔

ذٰلِكَ: اشارة الی ایام الله (رُوح البیان، شوکانی)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝۷

ع ۱۳

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝۸

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا تھا: اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دلائی۔ وہ تمہیں دردناک عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے ایک کڑی آزمائش تھی۔

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے ربّ نے اعلان کیا

تھا: اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر پہلے سے زیادہ انعام کروں گا
لیکن اگر تم ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بہت سخت
ہے ●

لَاَزِيْدَنَّكُمْ: نعمة الى نعمة (بيضاوی، روح البيان)

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٩﴾

اور موسیٰ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: اگر تم - اور تمام
اہل زمین ناشکری پر کمر باندھ لو تو یاد رکھو کہ اللہ کو تمہاری
شکرگزاری کی حاجت نہیں۔ وہ اپنی ذات میں ہر قسم کی حمد کے
لائق ہے ●

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ
وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۬ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ
جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ
وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا
تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿١٠﴾

کیا تمہیں اپنے سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں ملی، یعنی نوح کی قوم
کی، عاد اور ثمود کی اور ان لوگوں کی جو ان کے بعد ہوئے جن کے

صحیح حالات کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کے پاس ان کے
رسول کھلے کھلے نشان لے کر آئے لیکن انہوں نے ان کا مذاق اڑایا
اور کہا: جو پیغام تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے
ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو
ہمیں اس کے متعلق بڑا شک ہے، اور ہم سخت شک اور
خلجان میں پڑے ہوئے ہیں ◉

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ: یہ حضرت موسیٰ کا کلام بھی ہوسکتا ہے اور خدا تعالیٰ کا بھی۔

فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ: اس کے مفسرین نے مختلف معنی کئے ہیں۔

۱۔ وہ غصے سے اپنے ہاتھ کاٹتے تھے۔ گویا یہ عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (۳: ۱۲) سے ملتا جلتا محاورہ ہے۔

۲۔ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں تعجب کے اظہار اور استہزاء کے طور پر دیتے تھے۔

۳۔ افواھھم میں ضمیر انبیاء کی طرف ہے یعنی وہ اپنے ہاتھ انبیاء کے منہ میں دیتے تھے یعنی ان کی گستاخی کرتے تھے اور انہیں کہتے تھے کہ خاموش ہو جاؤ۔ پنجاب میں عموماً دیہاتی عورتیں ایک دوسری سے لڑتی ہوئی یہ حرکت کرتی ہیں۔ اسے چھبیاں دینا کہتے ہیں۔

(کشاف، بیضاوی، رازی، شوکانی، روح البیان)

۴۔ وہ ان کی تکذیب کرتے تھے چنانچہ کہتے ہیں: رددتُ قولَ فلانٍ فی فیہ: ای کذّبتہ۔
(روح البیان)

قَالَتْ رُسُلُھُمْ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرَکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ
مُّسَمًّی ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ

نَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ⑪

ان کے رسولوں نے جواب میں کہا: کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں اپنی طرف بُلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں زندگی کی معلوم مدت تک مہلت دے۔

انھوں نے کہا: تم لوگ ہماری طرح کے آدمی ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں اپنے ان معبودوں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے۔ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو ہمارے پاس کوئی کُھلا کُھلا نشان لے کر آؤ۔ ◉

اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ: کفار نے کہا تھا کہ ہمیں تیرے پیغام کے بارے میں شک ہے۔ اس کا یہ جواب دیا کہ کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شک ہے یعنی میں تو اللہ کی طرف سے پیغام لایا ہوں، اس پیغام کے انکار کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تم خدا کا انکار کرنے لگو گے۔ وہ لوگ جو خشک توحید کے قائل ہیں انہیں غور کرنا چاہیئے جس طرح سُورج کے بغیر دیکھنا محال ہے حتیٰ کہ دیئے بھی اس کے وجود کے بغیر روشنی نہیں دے سکتے، اسی طرح خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین صرف انبیاء کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ محض عقل بیکار ہے کیونکہ ؎

یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو

فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: و ان لم یکن الامر کما قلنا بل کنتم رسلًا من جهة الله (رُوح البیان) گویا فا کا عطف محذوف پر ہے۔

اِس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ مکالمہ ہر ایک رسول کا اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ جدا جدا ہوا۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ

لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۲ / ۱۴

ان کے رسولوں نے جواب دیا: بیشک ہم تمہاری طرح کے انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشان لائیں۔ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں اور مومنوں کو صرف اللہ ہی پر توکّل کرنا چاہیئے۔

ہمارے لئے یہ کیونکر جائز ہے کہ ہم اللہ پر توکّل نہ کریں جبکہ اس نے ہمیں وہ راہیں دکھائی ہیں جن کی ہمیں تلاش تھی۔ جو اذیّتیں تم ہمیں پہنچاتے ہو ہم ان پر صبر کریں گے۔ توکّل کرنے والوں کو صرف اللہ ہی پر توکّل کرنا چاہیئے ◉

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: و کا عطف محذوف پر ہے گویا فرمایا: نتوکّل علی اللہ وعلی اللہ فلیتوکّل المؤمنون۔

وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا: "ہماری راہیں" کہہ کر اِس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ وہ راہیں ہیں جنہیں ہم اختیار کر چکے ہیں اور اپنا چکے ہیں یا یہ وہ راہیں ہیں جن پر چلنا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ یا یہ وہ راہیں

ہیں جن کی ہمیں تلاش تھی۔ دوسری جگہ فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹: ۷۰)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۵﴾

اس پر وہ لوگ جنہوں نے کفر کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا اپنے رسولوں سے کہنے لگے: دو باتوں میں سے ایک ہو کر رہے گی۔ یا تو ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ گے۔

اس پر ان کے ربّ نے ان پر وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمہیں ملک کا وارث بنائیں گے۔ میرا یہ وعدہ ان لوگوں کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور میرے وعید سے ڈرتے ہیں ◉

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا: ليكونن احد الامرين لامحالة (کشاف، بیضاوی، رازی)

ذٰلِكَ: ای ذالك الامر والوعد (روح البیان)

مَقَامِيْ: مقام کے معنی مرتبہ اور مقام کے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (۵۵: ۴۷) مَقَامِيْ کے معنی میرا قیامت کے روز محاسبہ کے لئے کھڑا ہونا بھی ہو سکتے ہیں اور مقامهم عندی بھی یعنی ان کا میرے حضور کھڑا ہونا۔ اوّل الذکر صورت میں اضافت فاعل کی طرف ہوگی

اور ثانی الذکر صورت میں مفعول کی طرف۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿١٦﴾

اُنہوں نے فیصلہ چاہا اور فیصلہ یہ ہُوا کہ ہر ایک سرکش اور سچائی کا دشمن ناکام اور نامراد ہُوا ◉

وَاسْتَفْتَحُوْا : اِس کی ضمیر انبیاء کی طرف بھی جا سکتی ہے اور کافروں کی طرف بھی۔ اسْتَفْتَحُوْا کے معنی ہیں اُنہوں نے فیصلہ چاہا یا فتح کی دعا کی۔ دوسری جگہ آتا ہے رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا (۷ : ۹۰) یعنی اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿١٧﴾

ان کے سامنے جہنّم ہے۔ وہاں اُنہیں کھولتا ہُوا پانی پینے کو ملے گا ◉

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿١٨﴾

وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پئیں گے لیکن آسانی سے نگل نہیں سکیں گے۔ ان پر موت ہر طرف سے یورش کرے گی لیکن وہ نہیں مریں گے۔ اور ان کے سامنے ایک سخت عذاب ان کی انتظار میں ہو گا ◉

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ

اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ
مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑲

جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ
کی طرح ہے کہ ایک تیز آندھی والے دن اُڑا کر
لے گئی۔ وہ اپنے اعمال میں سے کوئی چیز محفوظ نہیں کر سکیں گے۔
ان کی گمراہی پرلے درجہ کی گمراہی ہے ◉

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ: مثل اعمال الذین کفروا بربھم کرماد۔ (کشاف، رازی)

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ: اشارۃ الی بعد ضلالھم (کشاف)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑳
وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ㉑

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو سچائی کا
گہوارہ بنایا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کر دے اور تمہاری
جگہ ایک نئی مخلوق کو لے آئے۔ اس میں اسے کوئی بھی دشواری
نہیں ہوگی ◉

بِالْحَقِّ: یا حق کی تائید کے لئے پیدا کیا ہے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۲﴾ ع ۳ ۱۵

قیامت کے دن تمام لوگ اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ پھر کمزور لوگ ان لوگوں سے جو تکبر کیا کرتے تھے کہیں گے: ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے تھے۔ کیا تم ہم سے اللہ کا عذاب کچھ تھوڑا سا کم کر سکتے ہو؟

وہ کہیں گے: اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم تمہیں ضرور ہدایت دیتے۔ ہمارے لئے یکساں ہے خواہ ہم صبر کریں خواہ نہ کریں۔ ہمارے بچنے کوئی جائے فرار نہیں ◉

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا: يوم القيامة (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

برزوا کے معنی ظاہر ہونا ہے۔ پس اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ قیامت کے دن قبروں سے نکل کر اللہ کے حضور پیش ہوں گے یا بغیر کسی ستر کے اس کے حضور پیش ہوں گے یا جن پردوں میں انہوں نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا اُن سے نکل کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

جب معاملہ چکا دیا جائے گا تو شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا: اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا لیکن میں نے اسے پورا نہیں کیا۔ مجھے تم پر کچھ بھی تسلط نہ تھا۔ میں نے تو سوائے اس کے کچھ نہیں کیا کہ تمہیں دعوت دی۔ لیکن تم نے میری دعوت کو قبول کر لیا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو۔ اپنی ہی جانوں کو ملامت کرو۔ نہ میں کوئی تمہاری مدد کر سکتا ہوں نہ تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو۔ تم نے جو مجھے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا میں اس سے پہلے تمہاری اس حرکت سے بیزاری کا اظہار کر چکا ہوں۔ یاد رکھو! جو لوگ موقع اور محل نہیں دیکھتے ان کے لئے ایک دردناک عذاب ہے ◉

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: یہ شیطان کا قول بھی ہو سکتا ہے اور خدا کا بھی۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جو چلتی ہوئی نہروں سے شاداب ہوں گے۔ وہ اپنے رب کے حکم سے ان باغوں میں

ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کی خوش آمدید سلامتی کی دُعا
سے ہوتی گی۔ ۞

تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ: تَحِيَّتُهُمْ میں تحیۃ کی نسبت مفعول کی طرف بھی ہوسکتی ہے اور فاعل کی طرف بھی۔ گویا تَحِيَّتُهُمْ کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ جو دعا ان کو دی جائے گی اور یہ بھی کہ جو دعا وہ دیں گے موخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔

تَحِيَّة اصل میں اسم مصدر ہے۔ یہ لفظ بقائے دوام، درازیٔ عمر اور ثانوی اعتبار سے خیر و برکت اور استحکام کی دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۵﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اے شخص! کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے کس طرح حقیقت حال کو بیان کیا؟ اس نے پاک کلام کو پاک درخت سے تعبیر کیا ہے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور وہ ہر موسم میں اپنا پھل اللہ کے حکم سے دیتا ہے۔ اللہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ۞

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ: كَلِمَةً طَيِّبَةً ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کی تفسیر ہے یا كَلِمَةً مَثَلًا کا بدل ہے اور كَشَجَرَةٍ كَلِمَةً کی صفت ہے۔ یا كَشَجَرَةٍ خبر ہے اور اس سے پہلے ھی محذوف ہے۔

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ: شَجَرَة کی صفت ہے یا جملہ سابقہ کا حال ہے۔ كُلَّ حِيْنٍ سے مراد

کل وقتٍ وقتہ اللہ لاثمارھا ہے (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٧﴾

اور ناپاک کلام کا حال ناپاک درخت کی طرح ہے کہ وہ سطح زمین سے ہی اکھیڑ لیا جاتا ہے اسے کچھ بھی ثبات نہیں ◉

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٨﴾ ع ۴ ۱۶

اللہ مومنوں کو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کلام سے ثبات بخشتا ہے جو دائمی صداقت کا حامل ہے۔ البتہ وہ ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ◉

الْقَوْلِ الثَّابِتِ: اس سے مراد کلمہ توحید ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یاد رکھو! جو شخص حقیقی توحید پر قائم ہو گیا وہ دنیا کی کسی طاقت کے آگے سربسجود نہیں ہوتا بلکہ تمام دنیا اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کا دم بھرتی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٩﴾

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٣٠﴾

کیا تو نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کا حق شکر کی بجائے کفرانِ نعمت سے ادا کیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر (یعنی) جہنم میں لا اتارا ؟ وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ کیا ہی بُرا ہے یہ ٹھکانا ! ◉

بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ بِشکر نعمۃ اللہ (کشاف، بیضاوی، جلالین، روح البیان)

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿٣١﴾

ان لوگوں نے اللہ کے ہمسر بنا رکھے (ہیں) تاکہ لوگوں کو اس کی راہ سے برگشتہ کریں۔
اے رسول ! تو ان سے کہہ : چند دن عیش کر لو، بالآخر تمہیں دوزخ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ◉

قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣٢﴾

اے رسول ! میرے مومن بندوں سے کہہ کہ وہ نماز کو قائم کریں اور اس رزق میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے ہماری راہ میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کریں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے

جس دن نہ فدیہ کام دے گا اور نہ دوستی ◉

بَیْعٌ : فداء (جلالین)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۷

اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ وہ بادلوں سے پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعہ تمہارے لئے پھلوں کی صورت میں رزق بہم پہنچاتا ہے۔ اس نے تمہارے لئے کشتیوں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں۔ اور اس نے تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کر رکھا ہے۔ اور اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے جن کا حال یہ ہے کہ وہ ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ اور اس نے تمہارے لئے رات

اور دن کو مسخّر کر رکھا ہے۔ اور اس نے تمہیں ہر ایک وہ چیز دی ہے جسے تم نے زبانِ حال سے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو گِن نہیں سکو گے۔ بے شک انسان بہت ہی ظلم کرنے والا، کفرانِ نعمت میں بہت بڑھا ہُوا ہے ◉

مَاسَأَلْتُمُوْهُ: بلسان الحال (کشاف، بیضاوی، رازی)۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿٣٦﴾

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٧﴾

وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے کہا تھا: اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا شہر بنا۔ اور مجھے اور میری اولاد کو بُتوں کی پرستش سے دُور رکھ۔

اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ پس جو میری پیروی کرتا ہے وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرتا ہے اس کے بارے میں مَیں صرف اتنا کہتا ہوں کہ تُو غفور اور رحیم ہے ◉

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: حضرت ابراہیم نے حضرت نوح والی غلطی نہیں کی اور اس اولاد کو جو آپ کے مسلک پر نہیں چلتی اپنانے سے اجتناب کیا ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ

عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے معزز گھر کے قریب ایک بے آب وگیاہ وادی میں لا بسایا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! میں نے یہ اس لئے کیا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ پس تُو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر اور انہیں ہر قسم کے پھل عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں ◉

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۹﴾

اے ہمارے پروردگار! جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم علانیہ کرتے ہیں تُو سب کچھ جانتا ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ سے چھپی ہوئی ہو ◉

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۴۰﴾

تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے۔ بیشک میرا رب دعائیں سننے والا ہے۔ ◉

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۱﴾

اے میرے پروردگار! مجھے نماز کو قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا کر جو اس نظام کو قائم کرنے والے ہوں۔ اے ہمارے پروردگار! میری اِس دعا کو قبول کر ◉

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ: وکا عطف محذوف پر بھی ہو سکتا ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کا ترجمہ ہوگا اے ہمارے رب! ہم پر اپنے افضال نازل فرما اور میری دعا کو قبول کر۔ عرب لوگ ایسے موقع پر و زائدہ بھی لے آتے ہیں۔ اِس سے مقصد کلام میں زور پیدا کرنا ہوتا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۲﴾ ع ۶ / ۱۸

اے ہمارے پروردگار! جس دن حساب ہوگا مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو اپنی مغفرت میں لے لینا ◉

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۳﴾

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۴﴾

تو یہ نہ سمجھ کہ اللہ ان ظالموں کی کارروائیوں سے بےخبر ہے۔
وہ انہیں صرف اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں
پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ اپنے سروں کو اُٹھائے ہوئے
خوف سے بھاگے چلے جا رہے ہوں گے۔ ان کی نظریں لوٹ کر
واپس نہیں آئیں گی اور ان کے دل امیدوں سے خالی
ہوں گے ◉

اَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ: خالية من كلّ رجاء و امل (رازی)

وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ
الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍۙ نُّجِبۡ
دَعۡوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ
مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍۙ ﴿۴۴﴾
وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ
لَكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَكُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾

اے رسول! ان لوگوں کو اس دن سے ڈرا جس دن انہیں عذاب
آلے گا اور ظالم کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی
مدت کے لئے اور مہلت دے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کر لیں
اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں۔

اللہ جواب دے گا: کیا اس سے پہلے تم قسم کھا کھا کر نہیں
کہتے تھے کہ تمہارے لئے موت نہیں۔ یہی نہیں تم ان لوگوں کے

دیار میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور ہم ان لوگوں کے حالات تم سے مثال کے طور پر بیان کر چکے تھے ◉

نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ : جوابِ دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

یہ لوگ اپنی تمام تدابیر بروئے کار لا چکے ہیں۔لیکن اگرچہ ان کی تدابیر ایسی ہوں کہ ان کے نتیجہ میں پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں پھر بھی اللہ کے پاس ان کی تدابیر کا جواب ہے ◉

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

پس تُو یہ گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدے پُورے نہیں کرے گا۔ اللہ ہر چیز پر غالب ہے،وہ اسکے دشمنوں کو سزا دے گا ◉

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

لوگو! کچھ اس دن کا بھی دھیان کرو۔ جس دن اس زمین کی بجائے ایک نئی زمین پیدا کر دی جائے گی اور ان آسمانوں کی بجائے نئے آسمان پیدا کر دئے جائیں گے۔ اور تمام لوگ واحد اور قہار اللہ کے حضور پیش ہوں گے ◉

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٥٠﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥١﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥٢﴾

اس دن تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے گا۔ ان کے لباس تارکول سے بنے ہوئے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپے ہوئے گی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو گا تاکہ اللہ ان میں سے ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔ یاد رکھو! اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں کرتا ◉

هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٣﴾ ع ۱۱ ۱۹

یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے تاکہ اس کے ذریعہ انہیں آنے والے عذاب سے ہشیار کیا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ صاحبِ خرد لوگ نصیحت حاصل کریں ◉

بَلٰغٌ، مصدر۔ اِس کے لفظی معنی پہنچنا ہے۔ لسان کہتا ہے البَلاغُ: مَا تَبَلَّغُ بِهٖ وَيُتَوَصَّلُ

الی شئ المطلوب والبلاغ ما بلغك یعنی بلاغ کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعہ کسی مطلوب چیز تک پہنچا جائے یا جو تجھ تک پہنچے۔ موخر الذکر تشریح کے اعتبار سے اس کے معنی پیغام اور نصیحت کے ہیں۔ اوّل الذکر تشریح کے اعتبار سے اس کے معنی ہیں: یہ وہ کتاب ہے جو لوگوں کو ہم تک پہنچاتی ہے یا منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے۔ گویا عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ (۱۶:۱۰) کے وعدہ کی تکمیل اس کتاب کے ذریعہ کی گئی ہے۔ اِس جگہ یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تمام الہامی کتب میں سے صرف قرآن ہی ایک کتاب ہے جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ تمام کی تمام خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور خدا نما ہے۔

وَلِيُنْذَرُوْا: و کا عطف محذوف پر بھی ہو سکتا ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کی تقدیر یہ ہوگی وَلِيُنْصَحُوْا وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ۔ مزید وضاحت کے لئے آیت ۱۳ کے تحت دیا گیا نوٹ دیکھیں۔

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ

ربطِ آیات

یہ سورۃ الـرٰ کے سلسلہ کی آخری سورۃ ہے اور اس میں بھی وہی مضمون چل رہا ہے جو اس سلسلہ کی پہلی سورتوں میں چل رہا تھا۔

آیت ۲ :-

سورہ ابراہیم کے آخر میں قرآن کا ذکر کیا تھا اس سورت کی ابتدا بھی قرآن کے ذکر سے کی ہے۔

آیت ۳ :-

فرمایا: قرآن ایسی عمدہ تعلیم پیش کرتا ہے کہ اس کا انکار کرنے والے بسا اوقات یہ خواہش کرینگے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

آیت ۴ :-

فرمایا: جب تُونے پیغام پہنچا دیا تو منکرین سے تعرض نہ کر۔ ان کا انجام ہلاکت ہے۔

آیت ۶،۵ :-

فرمایا: قومیں اس لئے تباہ ہوتی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے کسی اٹل قانون کی گرفت میں آجاتی ہیں۔ یہی حال منکرینِ قرآن کا ہے۔ وہ الٰہی تقدیر کے ایسے چکر میں پھنس گئے ہیں کہ اب ان کا اس سے نکلنا محال ہے۔

آیت ۸،۷ :-

فرمایا: ان کی اس شامتِ اعمال کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارے رسول کو مجنون کہتے ہیں، انہی سے استہزاء کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنی تصدیق کے لئے فرشتوں کو ہم پر نازل کر۔

آیت ۹ :-

فرمایا: فرشتے اس وقت نازل ہوں گے جب ان کی ہلاکت کا حتمی فیصلہ ہو جائے گا اور پھر اس کے

بعد ان کو کوئی مُہلت نہیں دی جائے گی۔

آیت ۱۰:۔

آیت ۹ میں ان کے استہزاء کا جواب انہی کی زبان میں دیا تھا۔ اِس آیت میں فرمایا: تم جتنا چاہو استہزاء کر لو، جتنا چاہو زور لگالو، قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ تم نہ استہزاء سے اس کا ابطال کر سکتے ہو نہ کسی اَور طریق سے۔

آیت ۱۱ تا ۱۳:۔

فرمایا: ان کا استہزاء کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی منکرین نے یہی کچھ کیا تھا۔ یہ ان کی عادت مستمرہ ہے۔

آیت ۱۴:۔

فرمایا: باوجود اِس کے کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ پہلے مکذّبین کا کیا حال ہُوا یہ رسول کی تکذیب سے باز نہیں آتے۔

آیت ۱۵/ ۱۶:۔

فرمایا: ان کی حالت یہ ہے کہ اگر ہم ان کو آسمانوں کی سیر بھی کروا دیں اور یہ اس عالم کے عجائبات کا بچشمِ خود معائنہ کرلیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے اور کہیں گے کہ یہ فریبِ نظر ہے۔

آیت ۱۷ تا ۱۹:۔

فرمایا: اے روحانی آسمان کا انکار کرنے والو ذرا مادی آسمان کی طرف نظر دوڑاؤ تم دیکھو گے کہ ہم نے کس طرح اِس نظام کی حفاظت اور زینت کا انتظام کیا ہے اور کس طرح ستاروں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور یہ عالمِ جسمانی تو عالمِ رُوحانی کا لباس اور پَرتَو ہے۔ پس تم ستاروں کی کثرت سے شبہ میں نہ پڑو۔ یہ تمام عالمِ روحانی کی زینت ہیں۔ اور اِس بات کو یاد رکھو کہ کاہنوں کی پیشگوئیوں اور انبیاء کی پیشگوئیوں میں ظاہر و باہر فرق ہے۔ انبیاء کے الہام کی تائید میں زمین اور آسمان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں صفائی اور روشنی اور پختگی ہوتی ہے لیکن کاہنوں کا الہام شیطانی ہوتا ہے جس میں ننانوے فیصد جھوٹ ہوتا ہے، بات ادھوری اور کچی ہوتی ہے اور ملائکہ ان کی باتوں کی تائید کرنے کی بجائے شہابِ ثاقب بن کر ان کی تردید کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔

آیت ۲۰ تا ۲۳:-

آسمان کے ذکر کے ساتھ زمین کا ذکر بھی کر دیا۔ اللہ نے اس میں پہاڑ اُٹھائے، نباتات اگائیں اور ہر ایک کار آمد چیز پیدا کی تاکہ انسان اور حیوان اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ اگر سفلی زندگی کے لئے اِس قدر اہتمام کیا گیا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ روحانی زندگی کے لئے کوئی انتظام نہ کیا گیا ہو۔

آیت ۲۴ تا ۲۶:-

فرمایا: جب وہی مبداءِ حیات ہے، جب اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، جب ہر ایک چیز کا وہی وارث ہے، جب اسی کے حضور میں سب کو پیش ہونا ہے تو تم اس سے رُوگردانی کیوں کرتے ہو۔

آیت ۲۷، ۲۸:-

اِن آیات میں بتایا ہے کہ ہم نے انسان کو کس ذلیل حالت سے ترقی دے کر انسان بنایا ہے اور کس طرح اُس ناری فطرت کو جو اُس کے آباؤ اجداد میں تھی گیلی مٹی میں سمو دیا۔

آیت ۲۹ تا ۴۵:-

اور جب انسان مشرف بہ الہام ہونے کے قابل ہُوا تو اس کو الہام سے نوازا گیا اور فرشتوں کو اس کی تائید کا حکم دیا چنانچہ فرشتے اس کی تائید کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن ابلیس نے اس کا انکار کیا۔ اس پر اللہ نے اسے اپنی درگاہ سے دھتکار دیا۔ اور جب اس نے کہا کہ وہ سب لوگوں کو گمراہ کرے گا لیکن اس کے برگزیدہ بندوں پر اس کو کوئی اختیار نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ راستہ جو میرے برگزیدہ بندے اختیار کرتے ہیں ہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ مجھ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو تیری اطاعت کرتے ہیں سو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

آیت ۴۶ تا ۴۹:-

جب اہلِ دوزخ کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ ہی اہلِ جنت کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ متعین ہو جائیں۔

آیت ۵۰، ۵۱:-

پھر اپنی رحمت کی طرف لوگوں کو بُلایا اور اپنے انتقام سے ڈرایا۔

آیت ۵۲ تا ۷۵:-

آدم کے ذکر کے بعد ابراہیم جو اپنے زمانے کے آدم تھے کا ذکر کیا۔ اِس سلسلہ میں لوط کا واقعہ بیان کیا اور یہ بتایا کہ اس کے منکرین کس طرح تباہ کئے گئے۔

آیت ۷۶ تا ۷۸ :-

پھر دیدۂ عبرت کو دعوت دی کہ اِس واقعہ سے سبق حاصل کرے۔

آیت ۷۹ تا ۸۵ :-

اس کے بعد شعیب کی قوم اور ثمود کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ لوگ اپنے نبی کا انکار کرنے کی وجہ سے کس طرح ہلاک کئے گئے۔

آیت ۸۶، ۸۷ :-

فرمایا: کارخِ عالم سچائی کی تائید کے لئے پیدا کیا گیا ہے پس منکروں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ قیامت برحق ہے اور وہ خالقِ کل ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

آیت ۸۸ تا ۱۰۰ :-

اِس سورۃ کی ابتداء میں قرآن کا ذکر کیا تھا آخری آیات میں پھر قرآن کا ذکر کیا ہے تاکہ دائرہ کے دونوں سرے مل جائیں۔ پھر فرمایا کہ اگر تم قرآن سے اعراض کروگے تو تم پر ویسا ہی عذاب نازل ہوگا جیسا کہ تم سے پہلے منکرینِ کتبِ الٰہی پر نازل ہؤا۔

اس کے بعد منکرین کو زجر کی گئی اور مومنین کو تسبیح و تحمید اور تادمِ واپسیں عبادت کرنے کا حکم دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ②

مَیں اللہ سب کچھ دیکھنے والا ہوں یہ کامل کتاب اور حق اور باطل کو جدا جدا کرکے دکھلا دینے والے قرآن کی آیات ہیں ◉

قُرْاٰنٍ: تنکیرہ للتفخیم (کشاف، بیضاوی)

مُبِیْنٍ: یبین الرشد من الغی (بیضاوی، روح البیان)

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ③

جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا ہے وہ بسا اوقات خواہش کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے ◉

ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَ یَتَمَتَّعُوْا وَ یُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ④

تُو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے کہ وہ کھائیں اور پئیں اور مزے اڑائیں اور جھوٹی امیدیں انہیں اپنے انجام سے غافل کردیں۔

وہ اپنے اعمال کا انجام جلد ہی جان لیں گے ◉

یَأْکُلُوْا ، یتمتعوا اور یلھھم کا جزم جواب امر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ ان سے پہلے لام مقدر ہو۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۵﴾

ہم نے کسی بستی کو تباہ نہیں کیا جب تک کہ وہ ایک معلوم قانون کی گرفت میں نہ آ گئی ہو ◉

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۶﴾

کوئی قوم اپنی تقدیر کی مقررہ میعاد سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی ◉

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۷﴾

لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۸﴾

یہ لوگ کہتے ہیں: اے وہ شخص کہ جس پر یہ ذکر اترا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو کیوں فرشتوں کو اپنی تصدیق کے لئے ہمارے پاس نہیں لے آتا ◉

لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ : يشهدون بصدقك و يعضدونك على إنذارك لقوله تعالى : لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا : (کشاف، روح البیان)

اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: تو ہم پر فرشتے کیوں نہیں بھیجتا جو ہمیں تباہ کر دیں۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں فیعاقبونا على تكذيبنا لك۔ مابعد کا جملہ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ان معنوں کی تصدیق کرتا ہے۔

الذِّكْرُ : اس جگہ کفار نے قرآن کو الذکر تعریضاً اور استہزاءً کہا ہے۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿۹﴾

لیکن ایسے لوگوں پر فرشتے تو ہم اس وقت نازل کرتے ہیں جب ان کی سزا واجب ہو جاتی ہے۔ اور جب ہم فرشتے بھیجیں گے تو انہیں کوئی مہلت نہیں دی جائے گی ◉

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۰﴾

یہ پند و نصیحت سے پُر کتاب تو ہم ہی نے نازل کی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ◉

الذِّکْرَ: آیت ۶ میں کافروں نے قرآن مجید کو الذِّکر تعریضاً کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو دہرا کر فرمایا کہ بیشک یہ الذِّکر ہے یعنی ایسی پند و نصیحت سے پُر اور شرف و عزت بخشنے والی کتاب ہے کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کو الذِّکر نہیں کہا جا سکتا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۲﴾

اے رسول! ہم نے تجھ سے پہلے اگلے زمانہ کے لوگوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔ لیکن ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو ◉

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

جس طرح یہ عادت پہلے لوگوں کی طبیعت بن چکی تھی اسی طرح ہم نے اسے ان مجرموں کے دل میں راسخ کر دیا ہے ◉

كَذٰلِكَ: ای کا دخالنا الاستھزاء فی قلوب الاوّلین (رُوح البیان)

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

یہ لوگ اس رسول پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ ایسے پہلے لوگوں کے ساتھ ہم نے جو سلوک کیا تھا وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے ◉

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ: ای سنّة الله فیھم (بیضاوی) طریقتھم التی سنھا الله فی اِھلاکھم (کشاف، بیضاوی، رازی، رُوح البیان، شوکانی)

اِس آیت کے مندرجہ ذیل معانی بھی ہوسکتے ہیں: یہ لوگ اس رسول پر ایمان نہیں لاتے۔ ان کے قدماء کا بھی یہی دستور تھا۔

علامہ رازی الزجاج کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں مضت سنّة الله فی الاوّلین بان یسلك الکفر والضلال فی قلوبھم۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۵﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ان کی حالت یہ ہے کہ اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ روزِ روشن میں اس دروازہ کے ذریعہ آسمان پر چڑھتے چلے جائیں حتیٰ کہ اس عالم کے تمام عجائبات اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو کہیں گے: ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے ◉

فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ: یصعدون الیھا ویرون عجائبھا (بیضاوی، رازی، رُوح البیان، شوکانی) ویرون عجائبھا کا فقرہ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ میں اِس طرح سمویا ہوا ہے کہ بغیر بولے اُبھر رہا ہے۔ رُبَّ اشارة افصح من عبارة۔ اِس تمام آیت کا ماحصل یہ ہے کہ جب تک تم لوگ اپنے دلوں میں

ایک پاک تبدیلی پیدا نہیں کر لیتے نشانات تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے ؎

پاک دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں،
اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہے خوفِ کردگار

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٧﴾

وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿١٨﴾

إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿١٩﴾

ہم نے آسمان میں جابجا قلعے بنائے ہیں، اسے چشمِ بینا کے لئے آراستہ پیراستہ کیا ہے اور ہر ایک مردود شیطان کی دستبرد سے محفوظ کیا ہے، پھر بھی اگر کوئی شیطان چوری چھپے سے کسی بات کی بھنک لے لے تو اس کے پیچھے ایک ایسا شعلہ لگ جاتا ہے جو سچ اور جھوٹ کو نکھیر دیتا ہے ◉

بُرج کے معنی قلعہ کے بھی ہیں اور ستارہ کے بھی۔ ستاروں کی منزل کو بھی بُرج کہتے ہیں۔
وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ کے الفاظ سے وہی مضمون ادا کیا ہے جو دوسری جگہ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا (۲۱ : ۳۳) کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔

اِس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی شیطان کے آسمان کی باتوں کو چوری چھپے سے سُن لینے اور اس کے پیچھے شہابِ ثاقب کے لگ جانے کے کیا معنی ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب خدا تعالیٰ کا کوئی نبی دُنیا میں آتا ہے تو آسمانوں میں ایک شور پیدا ہو جاتا ہے۔ فرشتے آسمان کے کناروں پر آ جاتے ہیں (۶۹ : ۱۸) اور تمام فضاء جاء النبی جاء النبی کے نقاروں سے گونجنے لگتی ہے۔ اُس وقت آسمان زمین کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور جس طرح برسات کے دنوں میں کنوؤں کا پانی اُوپر آ جاتا ہے آسمانی بارش کے نتیجہ میں دلوں کی زمین موجزن ہونے لگتی ہے۔ ایسے اوقات میں بعض وہ لوگ بھی جو کہ در اصل شیاطین کے زُمرہ میں ہوتے ہیں کوئی ٹوٹی پھوٹی خبر سُن لیتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ بھی ملہم ہیں۔ لیکن ان کے الہام میں اور

خدا تعالیٰ کے نبی کے الہام میں یہ فرق ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نبی کے الہام کی تائید میں آسمانوں سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس کے کلام میں صفائی، روشنی اور پختگی ہوتی ہے لیکن ان لوگوں کا الہام شیطانی ہوتا ہے جس میں ننانوے فیصد جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے، بات ادھوری اور کچی ہوتی ہے اور ملائکہ ان کی باتوں کی تائید کرنے کی بجائے انہیں نابود کرنے کے لئے فوراً شہابِ ثاقب بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ چونکہ عالمِ جسمانی کو عالمِ رُوحانی سے گہری نسبت ہے بلکہ یُوں کہہ لو کہ عالمِ جسمانی عالمِ روحانی کا پرتو ہے اِس لئے ملائکہ کے اِس فعل کو عالمِ جسمانی میں شہابِ ثاقب کے آئینہ میں دکھایا جاتا ہے۔

There are more things in earth and heavens Horatio,

Than your philosophy can dream of

(Hamlet)

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۲۰﴾

اور ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں محکم پہاڑوں کا سلسلہ قائم کیا اور ہر ایک قسم کی مناسب نباتات اُگائیں ◉

مَّوْزُوْنٍ : مقدر بمقدار معين تقتضيه حكمته او مستحسن متناسب من قولهم كلام موزون (بیضاوی) اوّل الذکر اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: اور اس میں ہر ایک قِسم کی نباتات ایک اندازہ کے مطابق اُگائی۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۱﴾

اور ہم نے زمین میں تمہارے لئے زندگی کے سامان بہم پہنچائے اور

تمام اس مخلوق کے لئے بھی جسے رزق مہیا کرنے کی ذمہ داری تم پر
نہیں ◉

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مخلوق ایسی بھی ہے جس کو رزق دینے کی ذمہ داری انسان پر ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾

کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس، لاتعداد خزانے نہ ہوں لیکن
ہم ہر ایک چیز ایک اندازہ کے مطابق عطا کرتے ہیں ◉

امام راغب نے نزول کے معنی عطاء کے بھی کئے ہیں (مفردات)

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور ہم ہواؤں کو اِس حال میں بھیجتے ہیں کہ وہ بادلوں سے لدی
ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر ہم آسمان سے پانی اُتارتے ہیں اور وہ پانی
تمہیں پلاتے ہیں۔ تمہارے لئے جائز نہیں کہ اس پانی کو اپنا ذاتی خزانہ
بنا لو ◉

لَوَاقِحَ: لاقح کی جمع۔ لاقح اسمِ فاعل ہے۔ لَقِحَت کے معنی ہیں وہ عورت حاملہ ہوئی۔ اِس جگہ
لَوَاقِحَ بطور حال واقع ہوا ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ: مانعین (طبری)

اِس آیت میں اِس بات سے منع کیا ہے کہ اس دولت کو جو خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کے ماتحت عام
وخاص کو دی جاتی ہے کوئی فرد یا قوم اس طرح استعمال کرے کہ دوسرے اس سے محروم ہو جائیں۔

قوموں کے درمیان اِس بات پر جھگڑے ہوتے ہیں کہ دریاؤں کے پانی کی تقسیم کن اصولوں پر ہو۔ بالائی علاقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا حق فائق ہے۔ قرآن نے اصولی طور پر یہ فیصلہ دیا ہے کہ کسی قوم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ خدا تعالیٰ کے بخشے ہوئے خزانوں کو اس طرح استعمال کرے کہ دوسرے لوگ جن تک عام حالات میں ان کو پہنچنا چاہیئے اس سے محروم ہو جائیں۔ عالمی قانون نے بھی قرآن کے اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۴﴾

ہم ہی زندگی بخشتے ہیں، ہم ہی موت دیتے ہیں۔ ہم اور صرف ہم ہی حقیقی وارث ہیں ◉

ورث یرث فھو وارث۔ وارث کے معنی ہیں کسی کے مرنے کے بعد اس کی چیز کا مالک ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ مجازاً بولا جاتا ہے۔ وہ تمام اشیاء کا مالکِ حقیقی ہے۔ اس نے اہلِ دُنیا کو جو ملکیت دے رکھی ہے وہ مجازی ہے لیکن ایک وقت آئے گا جب یہ مجازی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی اور تمام وراثت مالکِ حقیقی کو لوٹ جائے گی۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵ : ۲۸)۔ اِسی مفہوم کے پیشِ نظر اہلِ لُغت کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے متعلق وارث کا لفظ بولا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: وہ جو تمام عالم کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہے گا۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

ہم تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتے ہیں جو دوسروں سے آگے نکلنے کی خواہش رکھتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جانتے ہیں جو پیچھے رہنا چاہتے ہیں ◉

ع ۲ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶﴾ ع

تیرا ربّ تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔اس کی ہر بات میں حکمت
ہے، وہ ہر بات کو بخوبی جانتا ہے ◉

هُوَ يَحْشُرُهُمْ : ایک حشر تو قیامت کے دن ہوگا لیکن قرآن سے واضح طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح پہلے تمام لوگ ایک ہی قوم اور ایک ہی ملّت تھے وہ پھر رسولِ پاک خدا کا ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ پر اکٹھے کئے جائیں گے۔ اسی لئے حضورؐ کو حاشِر کا لقب دیا گیا ہے۔ خدائے علیم کی حکمتِ بالغہ کو یہی پسند ہے کہ دُنیا کی صف لپٹنے سے پہلے تمام لوگ اسلام پر جمع ہو جائیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے انسان کو کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو ایسے کیچڑ سے تیار کی گئی تھی جسے شکل و صورت میں ڈھال دیا گیا ہو ◉

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ : وظاهر الاٰية يدل على ان هٰذا الصلصال انما تولد من الحمأ المسنون (رازی)

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۸﴾

اور اس سے پہلے ہم نے جنّوں کو تیز آگ سے پیدا کیا تھا ◉

سَمُوْم : سم سوراخ کو کہتے ہیں۔ سَمُوْم اس گرم ہوا کو کہتے ہیں جو مسامات میں گھس جائے مجازاً یہ لفظ تیز آگ کے لئے بھی بول لیتے ہیں۔

دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (۲۱ : ۳۸) کہ انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے یعنی اس کی فطرت میں جلدی رکھ دی گئی ہے۔ اِن آیات میں انسان اور جن کی فطرت کا فرق بتلایا ہے۔ اِس جگہ جن سے مراد کیومین Cave man ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۳۰﴾

تم وہ وقت یاد کرو جب تمہارے ربّ نے فرشتوں سے کہا تھا: مَیں کھنکتی ہوئی مٹی سے جو ایسے کیچڑ سے تیار کی جائے گی جسے شکل و صورت میں ڈھال دیا گیا ہو انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب مَیں اسے ہر طور سے مکمل کر دوں اور اس میں اپنی رُوح پھُونک دوں تو تم پر واجب ہے کہ اس کے آگے سرِ اطاعت خم کر دو ◉

قرآنی محاورہ میں رُوح سے مراد وحی ہے چنانچہ وحی لانے والے فرشتہ یعنی جبرائیل کو الرّوح (۷۸ : ۳۹)، (۹۷ : ۵) رُوح الامین (۲۶ : ۱۹۴) اور رُوح القُدس (۱۶ : ۱۰۳) کہا گیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (۴۰ : ۱۶)۔

اِس آیت میں بتایا ہے کہ جب انسان اپنی ارتقاء کی منازل طے کرتا ہُوا اپنے کمال کو پہنچ گیا اور روحِ قبول کرنے کے قابل ہوگیا تو اسے زمین کا وارث بنا دیا گیا اور تمام طاقتوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کے لئے طینی صفت ہونا ضروری ہے ناری صفت آدمی حکومت کے لائق نہیں۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور جب تیرے ربّ نے اسے ہر طور سے مکمل کر دیا اور اس
میں اپنی رُوح پھُونک دی تو تمام فرشتوں نے اس کے سامنے
سرِتسلیم خم کر دیا ◉

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ : ای فخلقه فسواه فنفخ فیه الرّوح فسجد له الملائکۃ (رُوح البیان)
ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ترکیب اسی طرح ہے جس طرح فرمایا فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۲ : ۶۱) ای فضرب فانفجرت۔

إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰٓ أَن يَكُونَ مَعَ ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿۳۲﴾

لیکن ابلیس نے سرِتسلیم خم کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار
کر دیا ◉

اِلّا کی وجہ سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ سے تھا۔ یہ خیال باطل ہے اِس جگہ اِلَّا منقطع واقع ہوُا ہے۔ ایسی صورت میں مستثنٰی کا مستثنٰی منہ کی جنس میں سے ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح کہتے ہیں قام القوم اِلّا حماداً کہ تمام قوم کھڑی ہوگئی مگر گدھا کھڑا نہ ہوُا۔ اِس کے یہ معنی نہیں کہ گدھا بھی قوم میں سے تھا۔

پہلے اِنس وجِن کا ذکر کیا پھر آدم اور ابلیس کا۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (۱۸ : ۵۱) قرآن نے آدم کے دشمن اور اس کی زوج کو ورغلانے والے کو شیطان (۲ : ۳۶، ۷ : ۲۱) اِبلیس، جِنّ اور جانّ کے لفظ سے یاد کیا ہے، بائیبل نے اسے سانپ کہا ہے۔ عربی زبان میں جانّ اس چھوٹے سانپ کو بھی کہتے ہیں جو مشکل سے نظر آئے۔ بائیبل میں اسے سانپ اس کی فطری خباثت اور منافقت کی وجہ سے کہا گیا تھا لیکن علماء ظاہر بین بات کو نہ سمجھے اور اس سے سچ مچ کا سانپ مُراد لینے لگے۔ ابلیس کون تھا؟ اپنے زمانہ کا شیطان! آدم کے وقت کا نمرود، فرعون اور ابوجہل۔ وہ خدا تعالیٰ کے نبی کے مقابلہ میں کھڑا ہوُا، حد سے بڑھا اور شیطان کہلایا، خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوُا اور ابلیس کہلایا، اپنی طبیعت کی تیزی اور طراری، سرکشی اور بغاوت اور مخفی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے جِنّ اور جانّ کہلایا۔ اسے اصحابِ

فکرو دانش! غور کرو کہ ایک ہی شخص کو کبھی شیطان، کبھی ابلیس، کبھی جن اور کبھی جانّ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ ان ناموں سے اس کی فطرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا منظور رہے۔ وہ ایک ایسی قدیمی قوم سے تعلق رکھتا تھا جو زمین میں جابروں کی طرح رہتے تھے اور کسی فرمانروا کی فرماں روائی قبول نہیں کرتے تھے۔ جب خدا تعالیٰ کے نبی نے آ کر علم اور آشتی، ضبط اور نظم کی تعلیم دی تو وہ قوم کی قوم آپ کے مقابل پر کھڑی ہوگئی۔

قَالَ يٰٓاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۳﴾

اس پر اللہ نے ابلیس سے کہا: اے ابلیس! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تُو سرِتسلیم خم نہیں کرتا ◉

قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۴﴾

ابلیس نے جواب دیا: مجھے زیبا نہیں کہ مَیں انسان کے آگے سرِتسلیم خم کروں جسے تُو نے کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا، جو ایسے کیچڑ سے تیار کی گئی تھی جسے شکل و صُورت میں ڈھال دیا گیا ہو ◉

قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ﴿۳۵﴾

وَّاِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۳۶﴾

اللہ نے فرمایا: یہاں سے دُور ہو۔ تُو مردود ہے۔ تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت رہے گی ◉

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

ابلیس نے کہا: اے میرے رب! جب تُو نے مجھے ملعون ہی قرار دے دیا تو مجھے اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے ان کو ورغلانے کی مہلت دے ◉

فَاَنْظِرْنِیْٓ : والفاء متعلق بمحذوف دل علیه فاخرج منها فانك رجیم (بیضاوی)
والتقدیر: اذا جعلتنی رجیما ملعونًا الیٰ یوم الدین فانظرنی۔
اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ : اس کے معنی قیامتِ کبریٰ کے بھی ہیں اور اس قیامت کے بھی جب یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ (۸ : ۴۳) کے مطابق بندہ اپنے اُوپر موت وارد کرکے ایک نئی زندگی حاصل کرلیتا ہے

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾
اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

اللہ نے کہا: جا! تجھے بھی اس دن تک مہلت دی جاتی ہے جس کا وقت معیّن ہے ◉

ابلیس نے بہت تیر مارا تھا کہ کہا کہ مجھے مہلت دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے جیسے اور بھی سینکڑوں شیطان ہیں جنہیں ہم نے مہلت دی۔ جا تُو بھی ان کے زمرہ میں شامل ہو جا۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

ابلیس نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تُو نے مجھے گمراہ قرار دیا

مَیں زمین میں تیرے انسانوں کو ان کے اعمال خوبصورت کر کے دکھاؤں گا اور ان تمام کو گمراہ کروں گا۔ البتہ وہ لوگ جن کو تُو نے اپنا برگزیدہ بنا لیا ان سے میرا کوئی سروکار نہیں ہو گا۔◉

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۲﴾
إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِينَ ﴿۴۳﴾
وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۴﴾
لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿۴۵﴾ ع ۳ ۱۹ ۳

اللہ نے کہا: وہ راہ جو میرے برگزیدہ بندوں نے اختیار کی وہ راہ ہے جس کی حفاظت مَیں نے اپنے اُوپر فرض کر رکھی ہے۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

جو میرے بندے ہیں ان پر تجھے کوئی اختیار نہیں۔ البتہ وہ راہ گم کردہ لوگ جو تیری پیروی کرتے ہیں مجھے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں۔ ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے ایک گروہ مخصوص ہے ◉

هٰذَا: عائد الی الاخلاص، ای هٰذا الطریق فی العبودیۃ طَرِیق علی مستقیم (رازی)
عَلَيَّ: حق علیّ ان اُراعیهٔ وهو ان لایکون لك سلطان علی عبادی (کشاف، بیضاوی)

رازی، شوکانی، روح البیان)

مَوْعِد : وعدہ۔ وعدہ کی جگہ یعنی وہ ٹھکانہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ : اِس سے مراد سات اصولی گناہ بھی ہو سکتے ہیں جو کہ تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں مثلاً بدظنی، تکبر، اتباعِ ہوا، کورانہ تقلید، شرک اور نفاق۔

اِس سے مراد انسانی جسم کے وہ سات سوراخ بھی ہو سکتے ہیں جن کا غلط استعمال انسان کو جہنم میں لے گرتا ہے مثلاً دو آنکھیں، دو کان، زبان اور دونوں اعضاءِ نہانی۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۶﴾

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۸﴾

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۹﴾

رہے متقی! سو وہ ان مقامات پر رہیں گے جہاں باغ اور چشمے ہوں گے۔

انہیں کہا جائے گا: تم جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ سلامتی اور امن تمہارے شاملِ حال ہے۔

ہم ان کے دلوں میں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے۔ وہ تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے بھائی بھائی دکھائی دیں گے۔

وہاں ان کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کبھی وہ وہاں

سے نکالے جائیں گے ◉

وَعُيُوْنٍ : تجری فیها (جلالین)

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۰﴾
وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۱﴾

اے رسول! میرے بندوں کو بتا دے کہ میں بہت بخشنے والا،
بہت رحم کرنے والا ہوں لیکن جب سزا دیتا ہوں تو بڑی
دردناک سزا دیتا ہوں ◉

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۲﴾

اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ سناؤ ◉

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ
وَجِلُوْنَ ﴿۵۳﴾
قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۴﴾

جب وہ ابراہیم کے پاس آئے اور سلام کیا، اس نے کہا:
ہمیں تو تم سے خوف آ رہا ہے۔
اُنھوں نے کہا: خوف نہ کھا ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی
بشارت دیتے ہیں جو علمِ لدُنی کا حامل ہو گا ◉

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِىْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِىَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اس نے کہا: کیا تم مجھے میرے بڑھاپے کے باوجود یہ بشارت دے رہے ہو؟ یہ تم کیا بشارت دے رہے ہو! ◉

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۶﴾

انہوں نے کہا: ہم نے تجھے سچی بشارت دی ہے۔ تُو ان لوگوں میں سے مت بن جو اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں ◉

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۷﴾

ابراہیم نے کہا: سوائے راہ گم کردہ لوگوں کے کون اپنے ربّ کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے ◉

حضرت ابراہیم نے جب کہا فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ تو یہ اصل میں اظہارِ تعجب تھا سوال نہیں تھا۔ فرشتوں نے اسے سوال سمجھ کر فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ کہا۔ اس غلط فہمی کا ازالہ حضرت ابراہیم نے وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ کہہ کر کر دیا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۸﴾

پھر ابراہیم نے ان سے کہا: اے خدا کے فرستادو! تمہاری آمد کا کیا مقصد ہے؟ ◉

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۹﴾

اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۱۴ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۱﴾

اُنھوں نے کہا: ہم مجرم لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو ہلاک کر دیں۔ لیکن لُوط کا خاندان ان میں شامل نہیں۔ ہم اس کی عورت کے سوا جس کے متعلق ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں شامل ہو گی ان سب کو بچا لیں گے ◉

اِس آیت میں اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ کے بعد لاھلاکھم کے الفاظ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ کی رعایت سے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ قارئین کو قرآن میں اس قسم کے محذوفات کثرت سے ملیں گے۔ مثلاً یوسف: ۴۴ میں وَ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ کے بعد یَاْکُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ کی رعایت سے قد التوت علی الخضر کے الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ: چونکہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول تھے اِس لئے فعل کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ سفیر لوگ اکثر جب 'ہم' کہتے ہیں تو اس سے مراد 'ہماری حکومت' ہوتی ہے۔ مقصد کے اتحاد کو فعل کے اتحاد سے ادا کرنا ایک مسلّمہ طرزِ بیان ہے۔ سورہ مریم میں لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا (۲۰) کے الفاظ بھی اِسی نوعیت کے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ ۙ
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور جب ہمارے رسول لُوط کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: تم اجنبی لوگ ہو ◉

اِس جگہ آل کا لفظ زائد ہے (جلالین، لین) اس کی تائید مابعد کی عبارت قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے لَقَدْ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ صاحبِ لسان کہتا ہے اراد من مزامیر داؤد نفسہ، والآل صلۃ زائدۃ۔

یہاں یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ زائد کے معنی فالتو اور بے ضرورت کے نہیں۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ زیادۃ اللفظ تدل علی زیادۃ المعنی یعنی جب کوئی لفظ بڑھا دیا جائے تو اس سے معانی میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اِس طرزِ بیان کو انگریزی میں Pleomastic use کہتے ہیں۔ مثلاً جب ہم کہیں Each of the two twins. تو اگرچہ Two کا لفظ زائد ہے مگر یہ لفظ زور دینے کے لئے بڑھا دیا گیا ہے۔

پس جب ہم کہتے ہیں کہ اٰل کا لفظ زائد ہے تو اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ لُوط کو آلِ لُوط کہا ہے یعنی جس طرح ابراہیم کو اُمّت (۱۶ : ۱۲۱) کہا ہے لوط کو آلِ لوط کہا ہے گویا آل کا لفظ بڑھا کر یہ بتایا ہے کہ لوط اپنی ذات میں ایک قوم اور گھرانہ تھا۔

قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ کے معنی اجنبی لوگ بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی کہ تنکرکم نفسی و تنفر عنکم مخافۃ ان تطرقونی بشر (بیضاوی، کشاف، رُوح البیان) یعنی ایسے لوگ جن سے شر کا خوف ہو۔

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٤﴾
وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٥﴾
فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٦﴾

اُنہوں نے کہا: بات اِس طرح نہیں جس طرح تُو نے سمجھی ہے۔ ہم تجھے اُس عذاب کی خبر دینے آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ ہم تیرے پاس اس عذاب کی خبر لے کر آئے ہیں جو کسی صورت ٹل نہیں سکتا۔ اور ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔
پس تُو اپنے اہل و عیال کو لے کر رات کے آخری حصّہ میں یہاں سے چل دے۔ تُو خود ان کے پیچھے چل اور تم میں سے کوئی

پیچھے نہ رہے۔ اور تم لوگ اُدھر کو جاؤ جدھر کا تمہیں حکم ملا ہے ◉

بَلْ : یہ لفظ اضراب کے لئے آتا ہے یعنی پہلی بات کی تکذیب اور اگلی بات کی تائید کے لئے۔ان کے آنے سے لوط کے دل میں خوف پیدا ہُوا جس کو اس نے ایسے الفاظ سے ادا کیا جن سے مہمان کی ہتک بھی نہیں ہوتی اور ما فی الضمیر بھی ادا ہو جاتا ہے۔ وہ بات کو سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ بات اس طرح نہیں جس طرح تُو سمجھتا ہے ہم تیرے لئے خوف کا باعث بن کر نہیں آئے بلکہ خوشی کا پیغام لے کر آئے ہیں

قِطْعٌ : رات کا کوئی حصّہ، رات کا آخری حصّہ، رات کا سب سے تاریک حصّہ۔

لَا يَلْتَفِتْ : اِلتفتَ اور تَلَفَّتَ کے معنی مڑنا یا مڑ کر دیکھنا ہے یا توجہ کرنا ہیں۔کنایتاً اس کے معنی ولا ینصرف احدکم ولا یتخلف (بیضاوی، کشاف، رُوح البیان) کے ہیں یعنی تم میں سے کوئی اپنے مقصد سے روگردانی نہ کرے اور پیچھے نہ رہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

اور ہم نے لوط کو اِس بات کی اطلاع دے دی کہ صبح کو ان کی جڑیں کٹ چکی ہوں گی ◉

مُصْبِحِيْنَ : ھو حال من ھٰؤلاء او من الضمیر فی مقطوع (بیضاوی، املاء)

مُصْبِح : اسم فاعل۔ وہ جو صبح میں داخل ہو یا صبح میں کوئی کام کرے۔

آیت کا لفظی ترجمہ ہے: ان صبح میں داخل ہونے والوں کی جڑیں کٹی ہوئی ہیں۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور شہر کے لوگ لوط کے پاس خوشیاں مناتے ہوئے آئے ◉

قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ ضَيْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۹﴾
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۷۰﴾

لوط نے ان سے کہا: یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رُسوا نہ کرو۔
اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو ◉

قَالُوْۤا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

اُنھوں نے کہا: کیا ہم نے تجھے غیر قوموں کے لوگوں سے منع نہیں کر رکھا؟ ◉

قَالَ هٰۤؤُلَاۤءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۲﴾

لوط نے کہا: یہ رہیں میری بیٹیاں۔ اگر تم نے میرے خلاف کوئی کارروائی کرنی ہی ہے تو اس سے بہتر اور کیا ضمانت ہو سکتی ہے ◉

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ: عربی قاعدہ کے مطابق جواب شرط محذوف ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۳﴾

ہمیں تیری بیان کی قسم! وہ لوگ اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے تھے ◉

بعض مفسّرین نے ان الفاظ کا متکلم ملائکہ کو لیا ہے۔ گویا انھوں نے لوط کو مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے لیکن قرآن کے طرزِ خطاب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول پاک فداہ روحی وجنانی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر کہے۔

لَعَمْرُكَ : عَمر اور عُمر ہم معنی الفاظ ہیں۔لیکن عرب لوگ جب یہ لفظ قسم کے لئے استعمال کریں تو ہمیشہ فتح کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس طرح یہ سہل الاداء ہے۔اِس جملہ کی ترکیب یوں ہے :۔

ل	حرف قسم	جملہ اسمیہ
عمرك	مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتدا	
قسمی	(محذوف) خبر	

اِسی طرح تاللہ باللہ واللہ میں فعل محذوف ہوتا ہے گویا جملہ کی تقدیر ہوتی ہے احلف باللہ۔ تاللہ میں ت ب سے بدل جاتی ہے۔واللہ کی تقدیر ہے واحلف باللہ۔

رَبك کا لفظ تانیس اور محبت کے اظہار کے لئے آیا ہے۔یہ لفظ مختلف انبیاء اور اولیاء کے لئے مندرجہ ذیل دفعہ آیا ہے :۔

ابراہیم کے لئے ایک مرتبہ يَاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ۔ (۱۱:۷۷)

موسٰی کے لئے ایک مرتبہ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ۔ (۲۰:۱۳)

زکریا کے لئے ایک مرتبہ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔ (۱۹:۱۰)

نحوائے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

مریم کے لئے ایک مرتبہ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ (۱۹:۲۵)

(اگرچہ یہ کلام خدا تعالٰی کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اندازِ کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ کا کلام ہے)

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی وجنانی کے لئے ۲۱۱ مرتبہ۔

سُبحان اللہ! کیا مقام ہے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اللہ تعالٰی نے جس طرزِ تانیس کا اظہار ابراہیم اور موسٰی جیسے جلیل القدر انبیاء سے ایک دفعہ سے بڑھ کر نہیں کیا حضور کے لئے بار بار کیا۔پھر اس اظہار محبت میں یہ افراد پیدا کیا کہ یہ اظہار بار بار کرنے کے باوجود عدد مفرد (۲۱۱) سے کیا۔گویا ایک طرف تو اپنی سبوحیت کو قائم رکھا اور دوسری طرف اِس بات کا اشارہ کیا کہ محمد اپنی شانِ محبوبیت میں منفرد ہے،

صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۱۱ کے عدد میں اِس بات کا بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ بھی ایک ہے اور محمد بھی ایک اور اگرچہ دیکھنے میں ایک اور ایک دو نظر آتے ہیں لیکن محمد کا وجود ذاتِ احدیت میں یوں فنا ہو گیا ہے کہ اس کے وجود سے اللہ تعالیٰ کی توحید میں کوئی فرق نہیں آتا ۔

شانِ احمد راکہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتادمیم

شدّتِ تانیس کے اظہار کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ محبوب کا نام یا اس کی اضافت قسم میں شامل کر لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ جب انہیں حضورؐ سے محبّت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تو کہتیں ورَبّ محمّد یعنی محمد کے ربّ کی قسم اور جب ناراضگی کا اظہار منظور ہوتا تو کہتیں وَ ربّ ابراھیم یعنی ابراہیم کے ربّ کی قسم۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے وَرَبِّكَ کے الفاظ سے قسم کھائی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (۴: ۶۶)۔
فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (۱۵: ۹۲)
فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ (۱۹: ۶۹)
قرآن میں یہ طرزِ خطاب کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔

پس جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ تانیس کیا ہے کسی اور سے نہیں کیا تو لعمرك کے الفاظ جو کہ شدید تانیس کو ظاہر کرتے ہیں یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے کہے گئے ہیں، فداہ ابی و امی۔ دوسرے انبیاء کے ذکر میں خطاب کا رُخ موڑ کر رسولِ پاک کی طرف کرنے کی قرآن میں بے شمار مثالیں ہیں، مثلاً فرمایا مُسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ (۱۱: ۸۴) یہ طرزِ کلام بھی تانیس کے اظہار کی ایک صورت ہے۔

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿۷۴﴾

اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ دن چڑھتے ہی ایک ہولناک چیخ نے ان کو

دبوچ لیا ◉

الصَّیْحَۃُ : ہولناک آواز اور چیخ کو صیحۃ کہتے ہیں چونکہ زلزلہ سے پہلے ہولناک آواز آتی ہے اس لئے یہ لفظ زلزلہ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کنایتاً یہ لفظ عذاب کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

مُشْرِقِیْنَ : اخذ تھم میں مفعول کی ضمیر کا حال ہے۔ آیت کا لفظی ترجمہ ہے : جونہی وہ لوگ دن میں داخل ہوئے۔

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾

اور ہم نے ان بستیوں کو زیر و زبر کر دیا اور ان لوگوں پر کنکریلے پتھر برسائے ◉

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾

دیکھو! اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو نشانات کو پڑھنا جانتے ہیں ◉

وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾

ان بستیوں کے کھنڈرات اس راہ گذر پر واقع ہیں جو اب بھی موجود ہے ◉

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾

دیکھو! اس واقعہ میں مومنوں کے لئے نشان ہے ◉

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ ﴿٧٩﴾

اور جنگل کے رہنے والے بھی ظالم لوگ تھے ◉

اَیْکَۃ : گھنا جنگل۔

اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ : گھنے جنگل کے رہنے والے لوگ یعنی شعیب کی قوم۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٨٠﴾

ہم نے ان کو سزا دی۔ ان دونوں قوموں کی بستیوں کے کھنڈرات ایسی راہ پر واقع ہیں جو دور سے صاف نظر آتی ہے ◉

اِنَّھُمَا : قری قوم لوط والایکۃ (کشاف)

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨١﴾

اور حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کا انکار کیا ◉

الْحِجْرِ : وہ وادی جس میں ثمود کی قوم رہتی تھی۔ یہ وادی مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ حجر کے لفظی معنی روک کے ہیں جیسا کہ اگلی آیت سے معلوم ہوتا ہے یہ لوگ پہاڑوں میں قلعے بنا کر رہتے تھے۔ اسی مناسبت سے ان کی بستی کا نام الحجر رکھا گیا۔

الْمُرْسَلِیْنَ : یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ الحجر کے لوگوں نے تو صرف ایک رسول یعنی صالح کا انکار کیا تھا۔ پھر یہ کیوں کہا کہ اُنہوں نے رسولوں کا انکار کیا۔ اس کے کئی جواب ہیں :

۱۔ قرآن کے طرزِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رسول کا انکار سب رسولوں کا انکار ہے۔

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ سلسلۂ نبوت ہی کے منکر ہوں چنانچہ علامہ رازی کہتے ہیں لعل القوم کانوا براھمۃ منکرین لکل الرسل۔

۳۔ چونکہ مومن بھی نبی کے پیغام کے حامل ہوتے ہیں اس لئے ان کو بھی اس زمرہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

صاحبِ کشاف اور بیضاوی کہتے ہیں اراد صالحًا ومن معه من المؤمنين۔ صاحبِ رُوح البیان اِس آیت کے نیچے فرماتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ پس من فرق بينهم كان مكذبًا للكل یعنی جس نے ان میں فرق کیا ہر ایک کا انکار کیا۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۲﴾

ہم نے ان کو اپنے نشانات دئے لیکن انہوں نے ان سے روگردانی کی ◉

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۳﴾

ان کا طریق یہ تھا کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتے تھے تاکہ اس طرح امن و امان سے رہیں ◉

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۴﴾

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۵﴾

لیکن جونہی صبح ہوئی ایک ہولناک چیخ نے ان کو دبوچ لیا اور ان کا تمام مال و اسباب ان کے کچھ کام نہ آیا ◉

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۶﴾

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۷﴾

ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

صرف حق کی تائید کے لئے پیدا کیا ہے۔ قیامت کی گھڑی آ کر
رہے گی۔ پس ان سے متانت کے ساتھ کنارہ کر۔ یاد رکھ! تیرا
ربّ خالقِ کُل ہے، ہر چیز کو خوب جانتا ہے ◉

الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ: جیسا کہ ۱۲: ۸۴ کے ماتحت لکھا گیا ہے ہر ایک چیز کا اپنا اپنا حُسن ہے۔ صبر کا حُسن یہ ہے کہ اس میں شکوہ کا رنگ نہ ہو۔ اعراض کا حُسن یہ ہے کہ تکبّر نہ ہو اور ماتھے پر بل نہ آئے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ جمیل یحب الجمال۔ قرآن نے ہر رنگ میں حُسن کا اہتمام کیا ہے۔ صبر کرو تو صبرِ جمیل کرو۔ اعراض کرو تو اعراضِ جمیل کرو۔ نماز پڑھو تو خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ (۷: ۳۲) ایک ایک سجدہ کو سنوار کر ادا کرو۔ چلو تو میانہ روی سے چلو (۳۱: ۲۰) کہ یہ چال کی زینت ہے۔ بات کرو تو نرم آواز سے بولو (۳۱: ۲۰) کہ آواز کا حُسن اس کی لوچ ہے۔ کپڑے پہنو تو اُجلے پہنو وَثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ (۷۴: ۵) حتّٰی کہ فرمایا اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا (۱۸: ۸) ہم نے زمین میں جو کچھ بنایا ہے اس لئے بنایا ہے کہ اس کو زینت بخشے۔ پھر ہم لوگوں کی آزمائش کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون خوبصورت اعمال بجالاتا ہے۔ یعنی ایسے اعمال کرتا ہے کہ ہر چیز کو بناتا اور سنوارتا ہے۔ پس مومن کا کام یہ ہے کہ ہر چیز کو سنوارے، اپنی رُوح کو بھی، اپنے جسم کو بھی، اپنے گھر کو بھی، اپنے شہر کو بھی، اپنے مُلک کو بھی، اپنی دُنیا کو بھی، اپنے جہان کو بھی۔ چنانچہ اوّل المؤمنین وہ محبوبِ ارض وسما ہے جس نے تمام کائنات کو حُسن بخشا اور وجہ بناء کائنات بنا، جو میرے محبوب کا ظلِّ کامل ہے، جس کی قوّتِ قدسیہ کے دَم سے ہر آن زمین کے چہرہ کے داغ دھوئے جاتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ: جب یہ فرمایا کہ زمین وآسمان کو حق کی تائید کے لئے پیدا کیا تو طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ لوگ کیوں پیدا کئے جن سے اعراض کا حکم دیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا اگرچہ وہ خالقِ کُل ہے لیکن ہر بات کو خوب جانتا ہے۔ اِس میں اِس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بعض چیزوں کو حق کے مقابل اِسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ اس تقابل سے حق کا چہرہ روشن ہو۔

گر نہ بودے در مقابل رُوئے مکروہ وسیاہ
کس چہ دانستے جمالِ شاہدِ گلفام را

اسی طرح بعض چیزوں کو حق کے مقابلہ کے لئے پیدا کیا ہے لیکن اس کی غرض حق کو مٹانا نہیں بلکہ اس کشمکش کے ذریعہ اسے مضبوط اور مستحکم کرنا اور اس کی مخفی قوتوں کو بیدار کرنا نکھارنا اور بڑھانا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٨﴾

اے رسول! ہم نے تجھے بار بار پڑھی جانے والی سات آیات
اور عظیم الشّان قرآن دیا ہے ◉

مَثَانِيْ: مثنی یا مثناۃ کی جمع۔ یعنی جو چیز دہرائی جائے یا جسے دہرا کیا گیا ہو۔ تعریف یا مذمت کو بھی ثناء اِس لئے کہتے ہیں کہ اسے تکراراً بیان کیا جاتا ہے۔

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سے مراد سورۃ فاتحہ لی ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ فاتحہ کے نیچے دیا گیا نوٹ بھی پڑھ لیں۔

اَلْفَاتِحَہ کو اَلْمَثَانِيْ کہنے کی کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ اس کی آیات بار بار یعنی تکراراً پڑھی جاتی ہیں۔

۲۔ حدیث میں آیا ہے یقول اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین: چنانچہ الفاتحہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے اور دوسرا بندے کی دعا پر۔

۳۔ یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔

۴۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی گئی ہے۔

۵۔ یہ تمام کتب الٰہیہ میں استثنائی حیثیت رکھتی ہے۔

۶۔ اِسی سورۃ کی آیت ۴۵ میں کہا گیا ہے کہ جہنّم کے سات دروازے ہیں۔ اِس سورۃ کی بھی سات آیات ہیں اور ان میں سے ہر ایک آیت جہنّم کے ایک دروازہ کا سدِّ باب کرتی ہے۔

بعض لوگوں نے سبع من المثانی سے مراد سورۃ فاتحہ کو چھوڑ کر پہلی سات سورتیں لی ہیں لیکن الانفال اور توبہ کو ایک سورۃ لیا ہے یعنی ایسی سورتیں جن کی آیات سَو سے زائد ہیں (رازی) بعض نے اس سے مراد وہ سورتیں لی ہیں جو بقرہ سے توبہ تک کی سورتوں کے مقابل پر طوالت کے اعتبار سے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں یعنی

جن کی آیات سو سے کم ہیں بعض نے اس سے مراد پہلی الہامی کتب لی ہیں (بیضاوی)

بہر حال فائق رائے یہی ہے کہ اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس جگہ سبع من المثانی کو قرآن پر عطف کہا گیا ہے اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ضروری ہے لہذا معلوم ہوُا کہ سبع من المثانی قرآن کا حصّہ نہیں۔

سو جاننا چاہیئے کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ مغائرت حقیقی ہو۔ بعض دفعہ زور دینے کے لئے اسی جنس کے ایک حصّہ کو جنس پر عطف کر دیتے ہیں۔ اس سے مقصد اس جزو کو نمایاں حیثیت دینا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ (۲ : ۹۹) علمِ بیان میں اِس طرزِ کلام کو عطف الکل علی البعض یا عطف العام علی الخاص کہتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح قرآن کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہو یعنی ایک حصّہ کا نام سبع من المثانی اور دوسرے کا القرآن العظیم رکھا ہو گویا سبع من المثانی کو اُمّ القرآن اور باقی قرآن کو عظیم قرآن کہا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ القرآن کا لفظ قرآن کے بعض حصّوں کے لئے بھی بول لیتے ہیں مثلاً سورہ یوسف میں فرمایا بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ (۴)

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۰﴾

اے نبی! جو متاعِ دُنیا ہم نے ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے تُو اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ، اور نہ ان کے حال پر غم کھا۔ مومنوں سے شفقت اور مہربانی کا سلوک کر اور لوگوں سے کہہ: میرا کام تمہیں تمہارے اعمال کے انجام سے صاف صاف آگاہ کرنا ہے ◉

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۲﴾

یاد رکھو! اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو ہم تم پر وہی عذاب نازل کریں گے جو ہم نے تم سے پہلے ان تفرقہ اندازوں پر کیا تھا جنہوں نے اپنی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے تھے ◉

كَمَآ اَنْزَلْنَا: یہ متعلق بمحذوف ہے۔

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ: ای کتبهم المنزلة علیهم (جلالین) قرآن مجید میں قرآن کا لفظ قرآن کے لئے، اس کے بعض حصوں کے لئے اور کتب سابقہ کے لئے استعمال ہوا ہے چونکہ پہلی الہامی کتابیں بھی اسی نور کی طرف رہنمائی کرتی ہیں جس کی طرف قرآن کرتا ہے اس لئے ان کو بھی قرآن کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن کے معنی پڑھنا اور اکٹھا کرنا دونوں ہیں۔ ثانی الذکر معنی کے اعتبار سے یہ لفظ بائیبل پر خوب چسپاں ہوتا ہے کیونکہ اس میں کئی صحف جمع ہیں۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

تیرے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے کہ ان کے طور طریق کیا تھے ◉

فَوَرَبِّكَ: اس میں استیناس اور التفات ہے۔ دیکھئے نوٹ زیر آیت ۴۷۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۶﴾
الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

اے رسول! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اسے کھول کھول کر بیان
کر، اور مشرکوں سے تعرض نہ کر۔ تیری طرف سے ان لوگوں کا
مقابلہ کرنے کے لئے جنہوں نے دین سے تمسخر کرنا اپنا وطیرہ
بنا رکھا ہے اور اللہ کے سوا کئی دوسرے معبود بنا رکھے ہیں
ہم کافی ہیں۔ وہ اپنے انجام کو جلد ہی جان لیں گے ◉

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۸﴾

ہم خوب جانتے ہیں کہ جو باتیں وہ بناتے ہیں اس سے تیرے دل
کو تکلیف پہنچتی ہے ◉

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۹﴾
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۱۰۰﴾ ع ۶

لیکن تو ان کی باتوں کی پروا نہ کر۔ اپنے ربّ کی تسبیح و تحمید
کر اور اس کی اطاعت کر اور اپنے ربّ کی عبادت میں مشغول
رہ حتّٰی کہ تیرے نفس پر وہ موت وارد ہو جائے جس کے
نتیجہ میں یقین ملتا ہے ◉

یَقِیْن: موت کو بھی یقین کہتے ہیں کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان کو تمام ان باتوں پر یقین آجاتا ہے

جن کے متعلق اِس دُنیا میں اسے شک ہوتا ہے۔

وہ موت جس کے نتیجہ میں یقین آتا ہے عارفوں پر اسی دُنیا میں وارد ہوجاتی ہے۔ یہ فنا کا مقام ہے۔ اس کے بعد لقا کا مقام آتا ہے اور پھر لقا کا۔

اِس آیت کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں: اور اپنے ربّ کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھ پر موت آجائے۔

متن میں کئے گئے معنوں سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ یقین حاصل ہونے کے بعد عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ بیشک اس مقام پر پہنچ کر تمام احکام ساقط ہوجاتے ہیں اور بندہ کو اعمل ما شئت کی سند مل جاتی ہے لیکن وَاعْبُدْ کا امر ساقط ہونے کے یہ معنی نہیں کہ بندہ عبادت سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اس کے صرف اِس قدر معنی ہیں کہ وہ عبادات جن کو پہلے وہ حکم کے ماتحت بجالاتا تھا اب فطری جوش و خروش سے بجالاتا ہے۔ گویا اس کی مرضی اور اس کے مولا کی مرضی ایک ہوجاتی ہے ؎

دیوانہ کنی و ہر دو جہانش بخشی

دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب اللہ کی کنہ نہیں تو اس یقین کی کنہ کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس راہ میں مقام کے بعد مقام ہے۔ فنا کے بعد فنا اور بقا کے بعد بقا اور لقا کے بعد لقا۔

اِس آیت میں خطاب عام بھی ہوسکتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔ یہ بھی جائز ہے کہ خطاب حضورؐ کو ہو لیکن اس سے مراد اُمّت ہو۔

سُورَةُ النَّحۡلِ

ربطِ آیات

آیت ۲ :-

پچھلی سورۃ میں قرآن کی ضرورت اور اس کی حقانیت کے دلائل دیئے تھے، کفار کے استہزاء کا ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان کے لئے ہلاکت مقدر ہے۔ سورۃ کے آخر میں فرمایا تھا کہ قرآن کا انکار اور شرک ایک ہی چیز ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ہلاکت ہے، پس سلامتی کی راہ اللہ کا عبد بننا ہے۔

اِس سُورۃ کے ابتداء میں فرمایا: تم استہزاء سے باز آجاؤ اور یہ نہ کہو کہ اگر رسول سچا ہے تو ہم کیوں ہلاک نہیں کئے جاتے۔ تمہاری ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ جلد ہی نافذ ہوا چاہتا ہے۔

آیت ۳ تا ۵ :-

اس کی رحمت تقاضا کر رہی ہے کہ ہلاک کرنے سے پہلے ایک بار اَور تنبیہ کر دے۔ فرمایا: رسول کے ذریعہ انذار کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ یہ ہماری سُنتِ قدیمہ ہے۔ آسمان اور زمین کا نظام توحید پر شہادت دیتا ہے لیکن انسان اپنی اصلیّت کو بھول جاتا ہے اور ہم سے جھگڑنے لگتا ہے۔

آیت ۶ تا ۱۷ :-

فرمایا: اِس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے، زمین اور آسمان بنائے، سُورج اور چاند بنائے، پہاڑ اور سمندر بنائے۔ بھلا جس نے تمہاری سفلی اور عارضی زندگی کے لئے اِس قدر اہتمام کیا ہے وہ کیونکر تمہاری روحانی اور دائمی زندگی کا کوئی انتظام نہیں کرے گا۔

آیت ۱۸ تا ۲۲ :-

جب خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ذکر کیا تو مقابل پر بُتوں کی بے بساطی کا ذکر بھی کر دیا۔

آیت ۲۳، ۲۴ :-

فرمایا: جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے وہ توحید کے منکر ہیں اور متکبر ہیں۔ اور اللہ متکبروں سے محبت نہیں کرتا۔

آیت ۲۵، ۲۶ :-

فرمایا: ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان سے قرآن کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ان کو اس دریدہ دہنی کی سزا مل کر رہے گی۔

آیت ۲۷ :-

فرمایا: یہ لوگ ہمارے رسول کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں لیکن ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو انکے پیشروؤں کا ہوا۔

آیت ۲۸ :-

فرمایا: ان کے لئے صرف دُنیا ہی کا عذاب نہیں وہ قیامت کے دن ذلیل ہوں گے۔

آیت ۲۹/۳۰ :-

فرمایا: اس وقت تو یہ بڑے پاٹے خان بنے پھرتے ہیں لیکن جب فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے اس وقت وہ فرمانبرداری کا اظہار کریں گے لیکن ان کا عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

آیت ۳۱ تا ۳۳ :-

منکرین کے ذکر کے ساتھ مصدقین کا ذکر بھی کر دیا تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

آیت ۳۴ تا ۳۶ :-

پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا اور فرمایا: یہ لوگ پہلے منکرین کے طریق پر چل رہے ہیں انہی کی طرح باتیں بنا رہے ہیں۔ پس ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو اُن سے کیا گیا۔

آیت ۳۷ :-

فرمایا: ہمارے رسول کا آنا کوئی نئی بات نہیں ہم نے اس سے پہلے ہر ایک قوم میں رسول بھیجے ہیں ۔ جو لوگ ایمان لائے وہ ایمان کے ثمرات سے بہرہ ور ہوئے اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کو انکار کے نتائج بھگتنا پڑے۔

آیت ۳۸، ۳۹ :-

رسول کو مخاطب کر کے فرمایا: اگرچہ تجھے شدید خواہش ہے کہ یہ لوگ ہدایت پالیں لیکن خدا تعالیٰ نے انکے

لئے ہلاکت مقدر کر رکھی ہے کیونکہ وہ قیامت کے منکر ہیں۔

آیت ۴۰ :-

فرمایا: قیامت کا آنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ منکرین کو ان کے جرم کی سزا مل سکے۔

آیت ۴۱ :-

فرمایا: وہ ربّ جس کی شان کُنْ فَیَکُوْن ہے اس کے لئے قیامت کا برپا کرنا کیا مشکل ہے۔

آیت ۴۲، ۴۳ :-

اللہ نے منکرین کے ذکر کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر بھی کر دیا جو ایمان کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔ فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے ہیں اور صبر و ہمّت سے کام لیتے ہیں ان کو دین اور دُنیا کی عزّت ملے گی۔

آیت ۴۴، ۴۵ :-

جیسا کہ پہلے کئی مرتبہ بتایا جاچکا ہے قرآن کا قاعدہ ہے کہ اختصار کے پیشِ نظر اکثر سوال کو بیان کئے بغیر اس کا جواب دے دیتا ہے۔ کفار کا ایک اعتراض تو یہ تھا کہ کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کا جواب آیت ۳۷ میں دیا کہ پہلے بھی اللہ کے انبیاء آتے رہے ہیں۔ ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اگر خدا نے کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتہ کو بھیجتا۔ فرمایا: پہلے بھی انسانوں ہی کو یہ خلعت پہنائی گئی اور اب بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ پہلے بھی الہامی کتب انسانوں ہی کے ذریعہ نازل ہوتی رہیں اور اب بھی وہ کتاب جو تمام دُنیا کے لئے عزّت و شرف کی ضامن ہے انسان ہی کے ذریعہ نازل ہوئی۔

آیت ۴۶ تا ۴۸ :-

رسول کے ذکر کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر بھی کیا جو ہر وقت اس کے خلاف منصوبے بناتے رہتے ہیں فرمایا: ان کا انجام ہلاکت ہے۔

آیت ۴۹ تا ۵۱ :-

رسولوں کی آمد کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے۔ فرمایا: زمین اور آسمان کی ہر چیز اس کے حضور سجدہ کرتی ہے حتّٰی کہ ہر ایک چیز کا سایہ بھی اس کی جناب میں سربسجود ہے۔ تمام جاندار مخلوق اور فرشتے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ تم خود اس کی مشیت الجاء کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ پس کیوں اس دائرہ میں بھی جہاں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے؟

آیت ۵۲، ۵۳ :-

فرمایا: یہ کیا بوالعجبی ہے کہ جہاں اس کی مشیت الجاء جاری ہے وہاں تو تم اس کی فرمانبرداری کرتے ہو اور جہاں مشیت الجاء جاری نہیں اپنے نفس کی پیروی کرتے ہو۔ اس طرح تم نے خدا کے ساتھ اپنے نفس کو بھی دوسرا خدا بنا رکھا ہے پس بہتر ہے کہ دو خداؤں کی بجائے صرف خدائے واحد کی پرستش کرو اور صرف اسی کی اطاعت کرو جو زمین اور آسمان کا بادشاہ ہے۔

آیت ۵۴ تا ۵۶ :-

توحید کو اختیار کرنے کی ایک اور دلیل دی، فرمایا: اللہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے اور تمہارے دل اِس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ صرف وہی مصیبت سے نجات دے سکتا ہے۔

آیت ۵۷ :-

اس کے بعد شرک کی مختلف اقسام کا ذکر کیا جو ان لوگوں میں رائج تھیں۔ ایک تو یہ تھی کہ وہ اللہ کے دئیے ہوئے رزق کا ایک حصّہ معبودانِ باطلہ کے لئے مخصوص کرتے تھے۔ اس پر زجر فرمائی۔

آیت ۵۸ تا ۶۰ :-

دوسری قسم یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ فرمایا: جب اُن کو بیٹیوں سے اِس قدر نفرت ہے کہ بیٹی کی پیدائش کی خبر سُن کر ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں تو کس حق سے اللہ تعالیٰ کے متعلق بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

آیت ۶۱ :-

شرک کے ذکر کے ساتھ اس خرابی کا ذکر کیا جو تمام بُرائیوں کی جڑ ہے یعنی قیامت کا انکار۔

آیت ۶۲، ۶۳ :-

فرمایا: قیامت کے انکار کی وجہ سے تمہارے اعمال تو اِس قابل ہیں کہ تم پر فوری عذاب نازل ہو لیکن اللہ تمہیں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ تم معبودانِ باطلہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے گا۔ حُسنِ سلوک کیسا! تم تو آگ کا ایندھن ہو۔

آیت ۶۴ :-

ان کا اصل اعتراض تو یہی تھا کہ کسی رسول کی ضرورت نہیں۔ اس پر آیت ۳۷ سے بحث چل رہی ہے۔

یہ اعتراض کہ اگر اللہ نے کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا ضمنی اعتراض تھا۔ ان کی ان حیلہ سازیوں کے پیشِ نظر فرمایا: جس طرح رسول بھیجنا ہماری سُنّتِ قدیمہ ہے اسی طرح شیطان کا نبیوں کے مخالفوں کو گمراہ کرنا اس کی عادتِ قدیمہ ہے۔

آیت ۶۵، ۶۶:۔

فرمایا: قرآن تو اس لئے آیا ہے کہ لوگوں کے اختلاف مٹائے اور ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا موجب ہو اور یہی غرض رسول کے آنے کی ہے۔

آیت ۶۷ تا ۷۱:۔

پھر اللہ کے مختلف انعامات اور اس کی قدرتوں کا ذکر کیا۔

آیت ۷۲:۔

پھر فرمایا: اللہ نے تمہیں اس لئے رزق نہیں دیا کہ جن لوگوں پر تمہیں قدرت دی گئی ہے تم ان کے حصہ کا رزق روک لو اور اس طرح اللہ کی نعمت کی ناشکری کرو۔ اس آیت میں حقوق اللہ سے حقوق العباد کی طرف گریز کیا گیا ہے۔

آیت ۷۳ تا ۷۵:۔

پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا اور فرمایا: اللہ نے تم پر قسم قسم کے احسان کئے ہیں لیکن تم ایسے ناشکر گزار ہو کہ اس کی عبادت کرنے کی بجائے ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو کسی چیز پر اختیار نہیں۔

آیت ۷۶:۔

بُتوں اور اللہ کا فرق ایک مثال سے واضح کیا۔ فرمایا: جس طرح غلام کو آقا کے مال پر کوئی اختیار نہیں لیکن حُر جس طرح چاہتا ہے اپنا مال خرچ کرتا ہے اسی طرح وہ بُت جنہیں تم نے آقا بنا رکھا ہے بے بس ہیں۔ تمہارا اصل آقا اللہ ہے۔

آیت ۷۷:۔

اسی مضمون کو ایک اَور مثال سے واضح کیا۔ فرمایا: ایک آدمی گونگا اور بیکار ہے اور اپنے آقا پر بوجھ ہے اور ایک دوسرا ہے جو خود بھی راہِ راست پر قائم ہے اور دوسروں کو بھی انصاف کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ مقصودِ بیان یہ ہے کہ یہ گونگے اور بیکار بُت جن کو اپنی نگرانی کے لئے

پیروہتوں کی ضرورت ہے اس قائم بالذات خدا کی مانند کیونکر ہو سکتے ہیں جو اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور ان کو رُشد و ہدایت کی تعلیم دیتا ہے۔

آیت ۷۸، ۷۹ :-

فرمایا: اللہ کا علم اور قدرت زمین اور آسمان پر حاوی ہے اور قیامت سر پر کھڑی ہے، اس نے تمہیں کان، آنکھ اور دل دیئے پھر تم کیوں چشمِ بینا سے نہیں دیکھتے اور گوشِ ہوش سے نہیں سُنتے۔

آیت ۸۰ تا ۸۳ :-

پھر اس کی قدرتوں اور انعامات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ان انعامات کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کے حضور سرِ تسلیم خم کرو۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو ہمارا رسول بری الذمہ ہے، اس کا کام صرف اتنا ہے کہ اللہ کا پیغام تمہیں کھول کر بیان کر دے۔

آیت ۸۴ :-

فرمایا: ان کی حالت یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

آیت ۸۵ تا ۹۰ :-

پھر ان کو تنبیہ کرتے ہوئے قیامت اور اس کے احوال کا ذکر کیا۔

آیت ۹۱ تا ۱۰۱ :-

جب حجت تمام کر دی تو چند احکام گنائے جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد سے ہے۔ اس سلسلہ میں بتایا کہ ان احکام پر عمل کرنے کے نتیجہ میں تمہیں ایک پاک زندگی نصیب ہوگی اور تم شیطان کے تسلط سے بچ جاؤ گے۔

آیت ۱۰۲/۱۰۳ :-

احکام کے ذکر کے ساتھ طبعاً دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اگر یہ کتاب پہلی الہامی کتب کے سلسلہ کی آخری کتاب ہے تو اس میں بعض سابقہ احکام کیوں منسوخ کر دیئے گئے ہیں؟ فرمایا: ہمارا فیصل تمہاری ارتقاء کی نشان دہی کر رہا ہے۔ قرآن خود بول رہا ہے کہ یہ رُوح القدس کا لایا ہوا کلام ہے اور انسانیت کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

آیت ۱۰۴ :-

اس کے بعد ان کے اِس اعتراض کا جواب دیا کہ قرآن رسول پر نازل نہیں ہوا بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جو رسول کو پسِ پردہ تعلیم دیتا ہے۔

آیت ۱۰۵، ۱۰۶:۔

اِن آیات میں بے جا اعتراض کرنے والوں اور منکروں کو تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۱۰۷ تا ۱۱۰:۔

اِن آیات میں ان لوگوں کو زجر کی گئی ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

آیت ۱۱۱:۔

منکرین اور مرتدین کے ذکر کے ساتھ ایمان پر قائم رہنے والوں کا ذکر فرمایا تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں۔

آیت ۱۱۲:۔

پھر قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

آیت ۱۱۳، ۱۱۴:۔

فرمایا: اے اہلِ مکہ تمہارے اعمال کے نتائج اِس دُنیا میں بھی ظاہر ہوں گے یعنی تم پر قحط نازل ہوگا۔

آیت ۱۱۵، ۱۱۶:۔

ترغیب وترہیب کے بعد آیت ۹۱ کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے اکلِ حلال کے متعلق چند مزید احکامات گنائے۔

آیت ۱۱۷ تا ۱۱۹:۔

اس کے بعد فرمایا: حلال وحرام کا بتانا اللہ کا کام ہے تمہارا نہیں۔ فرمایا: جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں تم سے پہلے یہودیوں پر بھی حرام کی گئی تھیں۔

آیت ۱۲۰:۔

احکام کے ذکر کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر بھی فرما دیا جو ناسمجھی میں کوئی بُرا فعل کر لیتے ہیں۔

آیت ۱۲۱ تا ۱۲۴:۔

اہلِ عرب ابوالانبیاء ابراہیمؑ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کو اسلام کی دعوت دیتے

ہوئے فرمایا کہ یہ رسول اسی تعلیم کا حامل ہے جو ابراہیم نے دی۔

آیت ۱۲۵:۔

فرمایا یہودی اِس لئے موردِ عذاب ٹھہرے کہ انہوں نے اللہ کے حکم کا انکار کیا تھا پس اگر تم بھی اللہ کے احکام کا انکار کروگے تو تم پر بھی گرفت ہوگی۔

آیت ۱۲۶:۔

جب دلائل و براہین سے ثابت کر دیا کہ تمام خیر اللہ کی فرمانبرداری میں ہے تو رسول کو حکم دیا کہ لوگوں کو احسن طریق سے اسلام کی دعوت دے۔

آیت ۱۲۷:۔

احکام کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو بہتر تو یہ ہے کہ تم اس کو معاف کر دو لیکن اگر تم نے اسے سزا دینا ہی ہو تو اس کی زیادتی کے مطابق اس سے انتقام لو۔

آیت ۱۲۸/ ۱۲۹:۔

آخر میں رسول کو مخاطب کر کے فرمایا: صبر کر ان کے حیلوں سے دلگیر نہ ہو۔ اگر تم لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کروگے اور عملِ صالح بجالاؤگے تو اس کی نصرت ضرور تمہارے شاملِ حال ہوگی۔

آیاتہا ۱۲۸ (۱۶) سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ رکوعہا ۱۶
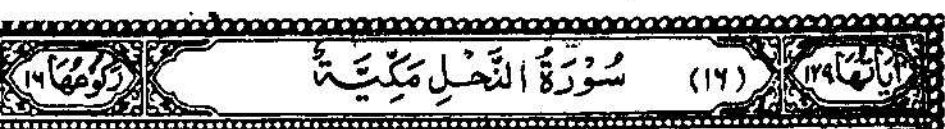
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ②

اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ تمہیں اس کے نفاذ کے لئے بیتاب ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُن چیزوں سے جنہیں وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اس کا کچھ بھی تعلق نہیں۔ وہ اُن سے بہت بلند و بالا ہے ◉

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ : اگر عن سببیہ لیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے : جن کے باعث وہ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ③

وہ اپنے امر کے نفاذ کے لئے فرشتوں کو اپنے بندوں میں سے ان کے پاس جنہیں وہ پسند کرتا ہے وحی دے کر بھیجتا

ہے اور کہتا ہے: لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ لوگو! جب مَیں ہی معبود ہوں تو صرف مجھی سے ڈرو ◉

الرُّوح: وحی کو رُوح اِس لئے کہا گیا ہے کہ وہ دلوں کو زندگی بخشتی ہے۔
مِنْ اَمْرِہٖ: متن میں من سببیہ لیا گیا ہے۔
فَاتَّقُوْنِ: ف نتیجہ کے لئے ہے۔ یہ اختصارِ قرآنی ہے کہ صرف ایک ف کا لفظ لاکر اور کلام کا رُخ بدل کر لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا کے مضمون کو دہرا دیا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ④

اس نے آسمان اور زمین سچائی کی تائید کے لئے پیدا کئے ہیں۔ وہ ان چیزوں سے جنہیں وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں بہت بلند و بالا ہے ◉

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ⑤

اُس نے انسان کو پانی کے ایک قطرے سے پیدا کیا ہے اور دیکھو! وہ کس بیباکی سے خود اسی سے جھگڑا کرتا ہے۔ ◉

خَصِيْمٌ: خَصِمَ سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خَصِیم جھگڑالو آدمی کو کہتے ہیں۔ خَصَمَ کے معنی ہیں اس نے جھگڑا کر کے اپنی بات منوائی یا منوانا چاہی۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ ⑥

اور اس نے چوپائے پیدا کئے۔ تم ان سے گرم کپڑے اور دیگر فوائد اور نیز اپنی غذا حاصل کرتے ہو ◉

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝

جب تم انہیں شام کو اپنے ٹھکانے پر واپس لاتے ہو یا صبح کو چرنے کے لئے لے جاتے ہو تو وہ تمہاری رونق کا باعث بنتے ہیں ◉

مفسرین نے کہا ہے کہ واپس لانے کو پہلے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ سیر شکم ہونے کے باعث زیادہ بارونق دکھائی دیتے ہیں (کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان)

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

اور وہ تمہارا ساز و سامان ان مقامات پر لے جاتے ہیں جہاں سامان اٹھا کر لے جانا تو الگ رہا تم ان کے بغیر اپنی جان کو سخت مشقت میں ڈالے بغیر خود بھی نہیں پہنچ سکتے۔ یاد رکھو! تمہارا رب بہت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ کا تطابق لَمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ سے کیونکر ہے اس کے ساتھ تو لم تکونوا حاملیها الیه کہنا چاہیئے تھا سو جاننا چاہیئے کہ جب یہ فرمایا کہ ان کے بغیر تم خود وہاں مشکل سے پہنچ سکتے تھے تو گویا "سامان اٹھا کر لے جانا تو الگ رہا" کے الفاظ بے کہے اسی فقرہ میں سمودئے۔ رُبَّ اشارۃ افصح من عبارۃ۔

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾

اور اس نے تمہارے لئے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان کی سواری کرو اور ان سے اپنی زینت کا سامان کرو۔ اور وہ تمہاری سواری اور زینت کے لئے کئی اور بھی چیزیں بنائے گا جن کا فی الحال تمہیں کوئی علم نہیں ◉

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۰﴾ ع

تمہیں سیدھا راستہ بتانا اللہ ہی کے ذمہ ہے کیونکہ بہت سی راہیں ٹیڑھی ہیں۔اور اگر وہ اپنی مشیت اِلجاء جاری کرتا تو تمہیں سب کو ہدایت دے دیتا ◉

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۱﴾

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۲﴾

وہی ہے جو بادلوں سے پانی نازل کرتا ہے۔ اس میں تمہارے لئے پینے کا سامان ہے۔اور اس سے وہ سبزہ زار پیدا ہوتے

ہیں جن سے تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو۔ اور وہ پانی کے ذریعہ تمہارے کھیت اُگاتا ہے، اور زیتون، کھجور اور انگور اور ہر قسم کے دوسرے میوہ جات پیدا کرتا ہے۔ اس تمام کاروبار میں غوروفکر کرنے والوں کے لئے نشان ہے ◉

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور اس نے تمہاری خدمت کے لئے دن اور رات اور سورج اور چاند کو جکڑ رکھا ہے۔ اسی طرح تمام ستارے بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ اس تمام کاروبار میں عقل سے کام لینے والوں کے لئے نشان ہیں ◉

وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ: اِس جملہ کی ترکیب پہلے جملہ سے مختلف ہے۔ اس میں سَخَّرَ لَكُمْ کی بجائے مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ آیا ہے۔ اِس طرح یہ بتایا ہے کہ جس طرح چاند اور سورج انسان کی خدمت پر مامور ہیں ستارے نہیں۔ آج یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ چاند اور سورج کے بغیر زمین کی آبادی ناممکن ہے، لیکن ستارے اگرچہ زمین پر اثرانداز ہوتے ہیں تاہم ان کا اثر اس صورت کا نہیں کہ ان میں سے کسی کے بغیر زمین کی آبادی بربادی میں بدل جائے۔ پھر مُسَخَّرٰت اسم مفعول ہے اور سَخَّرَ فعل ماضی۔ اسم مفعول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تسخیر کا فعل اس تواتر اور شدت سے عمل میں لایا گیا ہے کہ مسخر ہونا ان کی طبیعت اور صفت بن گئی ہے۔ چونکہ شدت اور تواتر کا عمل زمانہ دراز کو چاہتا ہے اِس لئے مطلق فعل کے مقابل اسم مفعول کا لفظ لا کر یہ معنی پیدا کئے ہیں کہ مسخر ہونے میں نجوم کو شمس و قمر پر تقدم زمانی حاصل ہے۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور اس نے تمام ان مختلف قسم کی چیزوں کو جو اس نے زمین میں تمہارے لئے پیدا کی ہیں تمہاری خدمت پر مامور کر رکھا ہے۔ اس تمام کاروبار میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نشان ہے ◉

وَمَاذَرَاَ لَكُمْ : عطف علی الّیل (کشاف، بیضاوی)

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

وہی ہے جس نے سمندر کو تمہاری خدمت پر مامور کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے لئے آرائش اور زیبائش کا سامان نکالو۔ تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں سمندر کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم سفر کرو اور اس کے فضل کو تلاش کرو، اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو ◉

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ : و کا عطف محذوف پر ہے۔

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور اس نے زمین پر پہاڑ گاڑ رکھے ہیں تاکہ وہ تمہیں متزلزل نہ کرے۔ اور اس نے زمین میں دریا اور راستے بنائے ہیں تاکہ تم اپنی منزل کو پا لو۔ اور اس نے زمین میں نشانات رکھے ہیں تاکہ تم راہ سے نہ بھٹکو۔ اور تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو ستاروں سے ہدایت حاصل کرتے ہیں ◉

اے لوگو! غور کرو جب اس نے عارضی اور سفلی زندگی کا اس قدر اہتمام کیا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ روحانی اور ابدی زندگی کا کوئی انتظام نہ کیا ہو۔

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۸﴾

کیا وہ جو نیست سے ہست کرتا ہے ان کی مانند ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا تم غور نہیں کرو گے اور نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟ ◉

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: الا تلاحظون فلا تذكرون (روح البیان)

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹﴾

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو تم ان کو گن نہیں سکو گے۔

بیشک اللہ بہت بخشنے والا ، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

اللہ تمام ان باتوں کو جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو اور وہ تمام ان باتوں کو جانتا ہے جن کو تم ظاہر کرتے ہو ◉

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۱﴾

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۲﴾

وہ معبود جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کسی چیز کے خالق نہیں۔ خالق ہونا تو درکنار وہ تو خود مخلوق ہیں ۔ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ۔ اور انہیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ ان کا حشر کب ہوگا ◉

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ : تکرار سے حصر کا فائدہ حاصل کیا گیا ہے یعنی ایسے مردہ ہیں کہ ان میں زندگی کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۳﴾

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ رہے وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل حق سے بے بہرہ ہیں۔ وہ بات بات پر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہیں۔ بیشک اللہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو وہ چھپا کر کرتے ہیں اور ان کو بھی جن کو وہ علانیہ کرتے ہیں۔ یاد رکھو! اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو بات بات پر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہیں ◉

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۵

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جو کچھ تمہارے رب نے نازل کیا ہے تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے، تو وہ کہتے ہیں: یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ◉

مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ: مَاذَا کے مختلف معنی ہوسکتے ہیں:

اگر تو پوچھنے والے مومن ہیں تو اس کے معنی ہوں گے: تمہارے رب نے کیا شاندار چیز نازل کی ہے۔

اگر سوال کرنے والے وہ لوگ ہیں جو تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو اس کے وہ معنی ہوں گے جو متن میں دیئے گئے ہیں۔ متن میں یہ معنی اس لئے اختیار کئے گئے ہیں کہ اگلی آیت سے ان کا زیادہ جوڑ ہے۔

اگر سوال کرنے والے منکرین کے اپنے ہی لوگ ہیں تو اس کے معنی ہوں گے: یہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ یعنی وہ آپس میں بیٹھے قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک گروہ سوال کرتا ہے جس میں تحقیر اور تمسخر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور دوسرا ایسا جواب دیتا ہے جس سے اس کی تائید مقصود ہوتی ہے۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ

ع٣ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝٢٦

وہ یہ بات اِس لئے کہتے ہیں تاکہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں وہ اپنی نادانی سے گمراہ کرتے ہیں۔ سنو! کیا ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھائیں گے! ◉

بِغَيْرِ عِلْمٍ : فاعل کا حال بھی ہوسکتا ہے اور مفعول کا بھی۔ مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنے ہوں گے : اور کچھ ان جاہلوں کا بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں وہ گمراہ کرتے ہیں

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٧

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے رسولوں کے خلاف تدبیریں کی تھیں لیکن اللہ نے ان کی بنیادوں کو جڑ سے اُکھیڑ دیا، اور ان کی اپنی ہی چھت ان کے سر پر آ رہی، اور عذاب نے انہیں اس راہ سے آ لیا جدھر کا انہیں گمان تک نہ تھا ◉

السَّقْفُ مجازاً آسمان کو بھی کہتے ہیں دوسری جگہ فرمایا وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (۲۱ : ۳۲) آسمان گرنے کا محاورہ عربی اور اُردو میں یکساں ہے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸﴾

اور اسی پر بس نہیں، وہ قیامت کے دن انہیں ذلیل کرے گا اور کہے گا: وہ 'میرے شریک' کہاں ہیں جن کے بارے میں تم مومنوں سے جھگڑا کیا کرتے تھے؟

پھر وہ لوگ جن کو ہماری جناب سے علم دیا گیا ہے کہیں گے: آج کے دن کافروں کے لئے ذلت اور عذاب ہے ◉

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۳۰﴾

وہ لوگ جن کی رُوحیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کریں گے کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوں گے جب موت کو دیکھیں گے تو فرمانبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہیں گے: ہم تو کوئی بُرائی نہیں کرتے تھے۔

فرشتے ان سے کہیں گے: کرتے کیوں نہیں تھے۔ اللہ ان تمام اعمال کو خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہے ہو۔ پس تم طرح طرح کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔

ان لوگوں کا ٹھکانا کیا ہی بُرا ہے جنہوں نے ہمارے پیغام کو تکبر سے ٹھکرا دیا! ◉

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ: كل صنف بابها (بیضاوی بروح البیان)

الْمُتَكَبِّرِينَ: عن قبول التوحيد وسائر ما اتت به الانبياء (رازی)

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾

اور جب متقیوں سے پوچھا جاتا ہے کہ جو کچھ تمہارے ربّ نے نازل کیا ہے تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے تو وہ کہتے ہیں: یہ بھلائی ہی بھلائی ہے۔

نیکوکاروں کے لئے اس دُنیا میں بھی نیک اجر ہے لیکن وہ اجر جو ان کو آخرت میں ملے گا اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

کیا ہی اچھا ہے متقیوں کا ٹھکانا! ◉

حَسَنَةٌ: مثوبة حسنة (رُوح البیان، کشاف، بیضاوی)

وَلَدَارُ الْآخِرَةِ: اى ولثوابهم فيها (بیضاوی بروح البیان)

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٢﴾

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

ان کے لئے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں۔ وہ ان میں داخل ہوں گے۔ وہ باغ چلتی ہوئی نہروں سے سیراب ہوں گے۔ اور انہیں وہاں جو چاہیں گے ملے گا۔ متقیوں کو اللہ اسی طرح اجر دیتا ہے۔ یعنی ان لوگوں کو جن کی روحیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہیں حیاتِ طیبہ حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ اس وقت وہ ان سے کہہ رہے ہوتے ہیں: تم پر سلامتی ہو۔ اپنے ان اعمال کے نتیجے میں جو تم کیا کرتے جنت میں داخل ہو جاؤ ◉

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

کیا یہ کفار صرف اس بات کے انتظار میں ہیں کہ ان پر ملائکہ شداد نازل ہوں یا ان کے بارے میں تیرے رب کا فیصلہ

صادر ہو جائے ؟

ان سے پہلوں کی حرکات بھی ایسی ہی تھیں۔ سو جب اللہ نے ان کو تباہ کر دیا تو ان پر کوئی ظلم نہ کیا۔ ظلم تو خود انہوں نے اپنی جانوں پر کیا۔ اور اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کیفرِ کردار کو پہنچ گئے، اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی ان کے گلے کا ہار ہو گیا۔ ◉

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٦﴾

مشرک کہتے ہیں: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے، اور اس کے حکم کے خلاف کسی چیز کو حرام نہ ٹھہراتے۔

اُن سے پہلوں کی حرکات بھی ایسی ہی تھیں جیسی ان کی ہیں۔ لیکن ہمارے رسولوں کا کام صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو ہمارا پیغام صاف صاف الفاظ میں پہنچا دیں ◉

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ

وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾

ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجا جس نے ان سے کہا: اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے کنارہ کرو۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن لوگوں میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دے دی، اور بعض کے لئے ہلاکت واجب ہو گئی۔

تم ذرا زمین میں گھومو اور دیکھو کہ ہمارے رسولوں کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ◉

فَبِنْهُمْ ، والفاء فصيحة (روح البيان)۔

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾

اے رسول! چاہے تجھے کتنی ہی شدید خواہش ہو کہ وہ ہدایت پا جائیں، اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دے گا جن کی ہلاکت کا وہ فیصلہ کر چکا ہے۔ اور جب ان پر عذاب نازل ہوگا انہیں کوئی اس سے بچا نہیں سکے گا ◉

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳۹﴾

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىۡ يَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰذِبِيۡنَ ﴿۴۰﴾

یہ لوگ اللہ کی کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں: جو مرگیا اللہ اسے کبھی دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

کیوں نہیں زندہ کرے گا! یہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اس کے ذمّہ ہے، ایک سچّا وعدہ۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ ایک دن ان کو دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ وہ انہیں ضرور زندہ کرے گا تاکہ انہیں وہ باتیں کھول کر بیان کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ ◉

لَا يَعۡلَمُوۡنَ : انهم يبعثون (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ : متعلق بیبعث مقدر (جلالین، کشاف، بیضاوی، روح البیان)

اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَىۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۴۱﴾ ع

جب ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ کوئی چیز وجود میں آجائے تو ہم اسے حکم دیتے ہیں کہ وجود میں آ جا، اور وہ کوئی بعد کون وجود میں آجاتی ہے ◉

آیت ۳۹، ۴۰ میں قیامت کا ذکر کیا اس آیت میں اس کی دلیل دی اور وہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی سُنّتِ قدیمہ اِس طور پر واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ معرضِ وجود میں آجا اور وہ کونًا بعد کونٍ وجود میں آجاتی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے یکون مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار کو چاہتا ہے۔ قرآن نے کہیں کن فکان نہیں کہا ہر جگہ کُنْ فَیَکُوْن کہا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی چیز وجود میں آجائے تو سلسلہ اسباب کو اس نہج پر ڈال دیتا ہے کہ اس چیز کے وجود میں آنے کے لئے زمین ہموار ہونا شروع ہوجاتی ہے اور بالآخر وہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہی حال قیامت کا ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۷ : ۱۸۸) سے ظاہر ہے زمین و آسمان قدم بر قدم قیامت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اسی چیز کو اِس آیت میں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور اس کا ثبوت زمین و آسمان کی ساخت میں موجود ہے۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۲﴾

الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی، یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اور اپنے ربّ پر توکّل کیا، ہم ضرور اس دُنیا میں نیک ٹھکانا عطا کریں گے۔ اور وہ اجر جو انہیں آخرت میں ملے گا اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ کاش کافروں کو یہ بات معلوم ہوتی ◉

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا

اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۴۵﴾

اے رسول! تجھ سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ ہم ان پر وحی نازل کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں اپنی آیات اور کتب عطا کی تھیں۔ اے منکرینِ حق اگر تمہیں یہ بات معلوم نہیں، تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔

اے رسول! ہم نے تجھ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو تمام دُنیا کے لئے شرف اور عزت کا موجب ہے۔ تجھے رسول بنانے میں ہماری غرض یہ ہے کہ تو تمام لوگوں کو اس چیز کی حقیقت سے آگاہ کر دے جو ان کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اور لوگوں کی طرف یہ کتاب بھیجنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعہ شرف اور عزت حاصل کریں اور اس کے حقائق پر غور کریں۔ ◉

وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ : يتاملوا فيه فيفهموا الحقائق (بیضاوی، کشاف)

التفکر تصرف القلب فی معانی الاشیاء لدرك المطلوب ای و ارادة ان یجیلوا فیه افکارهم فیتنبهوا الحقائق (روح البیان) و کا عطف محذوف پر ہے۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيۡنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۴۶﴾

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٤٧﴾

أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٤٨﴾

کیا ان لوگوں نے جو ہمارے رسول کے خلاف طرح طرح کے منصوبے باندھتے ہیں اطمینان کر لیا ہے کہ اللہ انہیں زمین میں غرق نہیں کر دے گا، یا ان پر اس جہت سے عذاب نہیں آئے گا جس کا انہیں کوئی گمان نہیں، یا اللہ انہیں ان کی پریشان دوانیوں کے دوران نہیں پکڑ لے گا اور وہ اس کی گرفت سے نکل نہیں سکیں گے، یا وہ انہیں آہستہ آہستہ ہلاک نہیں کر دے گا۔

لوگو! اگر تمہارا رب تمہاری رسّی دراز کرتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بہت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ : السيات صفة مصدر محذوف۔ اي مكروا المكرات السيّات (شوکانی)۔

خَسَفَ : دھنسانا، ذلیل کرنا، زمین میں دھنسانے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ان کو ایسا ذلیل و رسوا کرے کہ اہلِ زمین میں وہ کسی شمار میں نہ رہیں۔

فِي تَقَلُّبِهِمْ : اس کے معنی سفر کے دوران یا فی حال تصرفهم في الامور التي تصرف فيها امثالهم ہیں (رازی)

فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ : حيث لا يعاجلكم بالعقوبة (روح البیان)۔

ف کا عطف محذوف پر ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٩﴾

کیا انہوں نے کبھی ان چیزوں پر غور نہیں کیا جو اللہ نے پیدا کی ہیں، جن کے سائے اللہ کے حضور سجدے بجا لاتے ہوئے اور عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھک رہے ہیں ◉

وَهُمْ دَاخِرُونَ : دٰخِرُوْنَ ذوی العقول کا صیغہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عجز و نیاز کا اظہار عقلاء کا فعل ہے پس جب ان کی طرف عجز و نیاز کو منسوب کیا تو گویا یہ بھی فرمایا کہ وہ یہ فعل سمجھتے بوجھتے کر رہے ہیں۔ اس کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ سجدہ کرنے والوں میں اصحابِ عقل بھی شامل ہیں اور ان کی رعایت سے عقلاء کا صیغہ سب کے لئے استعمال کر لیا گیا ہے (روح البیان، بیضاوی)

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٥٠﴾

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥١﴾ السجدة ع ۶ ۱۰ ۱۲

آسمان اور زمین میں جو بھی جاندار مخلوق ہے اللہ کے حضور سربسجود ہے۔ اسی طرح فرشتے بھی اس کے حضور سربسجود ہیں۔ وہ اس کی عبادت بجا لانے میں تکبّر نہیں کرتے۔ وہ اپنے ربّ سے جو ان پر غالب ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم انہیں

دیا جاتا ہے بجا لاتے ہیں ◉

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۲﴾

اللہ کہتا ہے: تم دو خداؤں کی پرستش نہ کرو۔ وہی ایک تمہارا معبود ہے۔ سُنو! مَیں ہی تمہارا معبود ہوں پس مجھی سے ڈرو ◉

فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ: نقل من الغيبة الى التكلم مبالغة في الترهيب فكانّهٗ قال فانا ذالك فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (بیضاوی) اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ کی ترکیب کے لئے دیکھئے نوٹ زیر آیت ۲:۴۱۔

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۗ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اسی کا ہے۔ اطاعت صرف اسی کا حق ہے۔ جب وہی مالک ہے اور وہی مطاع تو کیا تم اب بھی ماسوا اللہ سے ڈرو گے؟ ◉

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ: الفاء للعطف على مقدر اى ايعد العلم بما ذكر من التوحيد غير الله تطيعون فتتقون (روح البیان)

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۚ ﴿۵۴﴾

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٥﴾

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٦﴾

تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے اللہ کی عطا ہے۔ اور جب بھی تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تم اسی کے حضور فریاد کرتے ہو۔ لیکن جب وہ تمہاری تکلیف دور کر دیتا ہے تم میں سے بعض لوگ معبودانِ باطلہ کو اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں تاکہ وہ ہماری عطا کی ناشکری کریں۔ مشرکو! تم بے شک عارضی فائدہ حاصل کر لو۔ تم حقیقت کو جلد ہی جان لو گے ◉

ان آیات میں التفات ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی عطا وغیرہ کا ذکر کیا۔ جب اس ذکر کے ساتھ محبوب کے رُخ سے پردہ ہٹ گیا اور وہ سامنے آکر کھڑا ہو گیا تو غیبت سے متکلم کی طرف التفات کیا لیکن مشرکوں سے مُنہ پھیرے رکھا اور ان کے لئے غائب ہی کی ضمیر رکھی۔ پھر تہدید اور زجر میں شدت پیدا کرنے کے لئے خطاب کا رُخ ان کی طرف پھیر دیا۔ سبحان اللہ! کیا کلام ہے کہ محض التفات ضمائر سے رنگا رنگ کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ

تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٧﴾

یہ لوگ اس رزق میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ایک حصہ ان چیزوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتیں۔ مشرکو! اللہ گواہ ہے کہ تم سے ان افترا پردازیوں کی ضرور پرسش ہو گی ◉

تہدید کے اظہار کے لئے غیبت سے خطاب کی طرف التفات فرمایا ہے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۸﴾

ان لوگوں نے اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کر رکھی ہیں حالانکہ وہ ان باتوں سے پاک ہے، لیکن اپنے لئے وہ چیز انتخاب کی ہے جو انہیں پسند ہے ◉

یعنی اولادِ نرینہ۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۹﴾

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۶۰﴾

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔ وہ اس خبر کی وجہ سے جو اس کو دی گئی اپنی قوم سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا بیٹی کو ذلت کے ساتھ اپنے پاس رکھے یا مٹی میں گاڑ دے۔ ◉

دیکھو! کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں ◉

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۱﴾

اُن لوگوں کی حالت بُری ہے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے. اس کے برخلاف اللہ کی شان بلند ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس کی ہر بات میں حکمت ہے ◉

یہ لوگ اپنی بقا اپنی اولاد کے ذریعہ ڈھونڈتے ہیں لیکن دائمی زندگی تو ایمان کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے بر خلاف اس کے اللہ اپنی ذات میں حیّ اور قیّوم ہے۔ اسے اپنی بقاء کے لئے نہ کسی بیٹے کی ضرورت ہے نہ کسی اور حیلے کی۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑنے لگتا تو وہ زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا۔ لیکن اس کی سُنّت یہ ہے کہ وہ ان کو ایک مقررہ مدت تک ڈھیل دیئے چلا جاتا ہے۔ پھر جب ان کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو وہ اس گھڑی سے نہ لمحہ بھر کے لئے پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے نکل سکتے ہیں ◉

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ آیت عصمتِ انبیاء کے عقیدہ کا رد کرتی ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ قرآن کی نصِ صریح سے ثابت ہے کہ بعض لوگ ظالم نہیں ہوتے چنانچہ فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ

الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (۳۵: ۳۳) پس اِس آیت کے صرف یہ معنی ہیں کہ بعض لوگوں کا یا مجموعی طور پر لوگوں کا ظلم اِس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال نہ ہوتی تو اِس کی وجہ سے ابرار و اشرار سب فنا ہو جاتے۔ آیہ شریفہ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (۸: ۲۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۳﴾

یہ لوگ اللہ کے لئے وہ چیزیں تجویز کرتے ہیں جو خود انہیں پسند نہیں - بایں ہمہ ان کی زبانیں دروغ بافی کرتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی مقدر ہے۔ بھلائی کیسی؟ ان کے لئے دوزخ ہے۔ وہ وہاں سب سے آگے بھیجے جائیں گے ◉

مُفْرَطٌ: افرطته فی طلب الماء کے معنے ہیں اس نے اسے پانی کی تلاش میں آگے بھیجا۔ مُفرط اسم مفعول ہے۔

افرط الشیٔ کے معنے ہیں نسیه و ترکه اس نے اسے بھلا دیا اور چھوڑ دیا۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنے ہوں گے وہ وہاں بھولے بسرے پڑے رہیں گے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

اللہ گواہ ہے! ہم نے تجھ سے پہلی اُمتوں کی طرف بھی رسول بھیجے۔
لیکن شیطان نے اُن کے بُرے اعمال انہیں خوشنما کرکے دکھائے۔
آج پھر وہ اِن کا دوست ہے۔ ان کے لئے ایک دردناک عذاب
مقدر ہے۔ ◉

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞۶۵

اے رسول! ہم نے یہ کتاب تجھ پر اِس لئے نازل کی ہے تاکہ
تُو انہیں ان کے مابہ الاختلاف امور کی حقیقت کھول کر بیان کردے
اور تاکہ یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا موجب ہو ◉

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۞۶۶

دیکھو! اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور اس کے ذریعہ
مُردہ زمین کو زندگی بخشی ہے۔ اس تمام کاروبار میں ان لوگوں
کے لئے نشان ہے جو گوش ہوش سے سُنتے ہیں ◉

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ
مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۞۶۷

تمہارے لئے چارپایوں میں ایسے نشان ہیں جن کے ذریعہ تم

جہالت کی منزلیں عبور کرکے علم کی سرحدوں میں داخل ہو سکتے
ہو۔ ہم تمہیں وہ چیز پلاتے ہیں جو ان کے پیٹ میں گوبر
اور خون کے درمیان واقع ہے یعنی خالص دودھ جو پینے والوں
کے لئے نہایت خوشگوار ہے ⦿

عِبْرَةٌ: إدلة يُعبر بها من الجهل الى العلم (لسان، بیضاوی، روح البیان)

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ
سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور ہم تمہیں کھجور اور انگور کے پھلوں کا رس پلاتے ہیں۔
تم اس سے مسکرات اور عمدہ رزق حاصل کرتے ہو۔ اس میں
عقل سے کام لینے والوں کے لئے نشان ہے ⦿

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ: متعلق بمحذوف: ای ونسقیکم (کشاف، بیضاوی)

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا: منہ کی ضمیر عصیر کی طرف راجع ہے۔

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا: اگر تو رِزْقًا حَسَنًا کو سَكَرًا کے مقابل پر واقع مانا جائے تو اس میں سکر سے مراد شراب ہے اور اسے رزقِ حسنہ کے مقابل پر رکھ کر اس کی تنقیص کی گئی ہے، اور اگر رِزْقًا حَسَنًا کو سکر کی تشریح سمجھا جائے یعنی ان کے معنی تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ مَا هُوَ سَكَرٌ وَّ رِزْقٌ حَسَنٌ لئے جائیں تو سکر سے مراد نبیذ ہو گی۔

اِس جگہ یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہیں ہو گا کہ دودھ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نُسْقِيْكُمْ یعنی ہم تمہیں پلاتے ہیں کہہ کر فعل کی اضافت اپنی طرف کی ہے لیکن کھجور اور انگور کے مسکرات کے متعلق تَتَّخِذُوْنَ فرمایا ہے یعنی تم حاصل کرتے ہو۔ کلام کا یہ فرق بے معنی نہیں۔ قرآن نے بہت سے مضامین محض کلام کا رُخ بدلنے سے ادا کر دئے ہیں۔ ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اِس آیت سے شراب کی حلت ثابت ہوتی ہے غور

کرنا چاہیئے کہ کلام کا رُخ کیوں بدلا گیا ہے؟ کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ ایک چیز بغیر کسی شک و شبہ کے حلال اور طیب ہے اور دوسری میں تمہارے تصرف کا دخل ہے۔ خواہ تم اس سے شراب حاصل کرو خواہ اچھا رزق۔ اِس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شراب نصِ صریح سے حرام ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (۵:۹۱)

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۹﴾

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں، درختوں اور ان ٹٹیوں میں جو بیلیں چڑھانے کے لئے لوگ بناتے ہیں اپنا گھر بنا، پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے رس چوس اور اپنے رب کے راستوں پر چل جو تیرے لئے آسان کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بطن سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ اِس میں غور کرنے والوں کے لئے نشان ہے ◉

ذُلُلًا: ذلل، ذلول کی جمع ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ (۲:۷۱) جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا (۶۷:۱۶)

ذُلُلًا اِس جگہ اسْلُکِی کی ضمیر کا یا سُبُلَ کا حال ہے۔ اوّل الذکر اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: او

اپنے رب کے راستوں پر تابعداری کے ساتھ چل۔

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا : مسٹر ڈیڈ لکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی کو ایک پاونڈ رس حاصل کرنے کے لئے ۱۲ ہزار سے ۲۴ ہزار دفعہ سفر کرنا پڑتا ہے اور ایک پاونڈ شہد حاصل کرنے کے لئے اسے اس سے کہیں زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا : بطن کے معنے ضروری پیٹ کے نہیں یہ لفظ پیٹ اور ہر ایک کھوکھلی چیز کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے چنانچہ لسان میں لکھا ہے والبطن من کل شیءٍ جوفہ. علامہ رازی اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں بطونها ای من افواهها وکل تجویف فی داخل البدن فانه یسمّی بطنا، الاتری انهم یقولون: بطون الدماغ وعنوابها تجاویف الدماغ۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے سائنسدان یہ سمجھتے تھے کہ شہد محض ایک مٹھاس ہے جو مکھی کے منہ سے نکلتی ہے لیکن آج یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ شہد کی مکھی رس کو اپنے بطن Sac یا Honey Stomach میں جمع کرتی ہے جہاں وہ اس کے غدود Glands کی رطوبت Secretion سے مل کر بعض کیمیاوی تبدیلیوں کے نتیجہ میں شہد بن جاتا ہے۔ پھر وہ اس شہد کو چھتے میں اگلتی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے:

ANATOMY & DISSECTION OF THE HONEY BEE

BY H. A. DADE

Published in 1962 By the Research Association.

London.

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۱﴾ ۹ ع ۵ ۱۵

لوگو! اللہ تمہیں پیدا کرتا ہے، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں عمر کے بدترین حصہ تک روک

لیا جاتا ہے حتیٰ کہ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ جان
لینے کے بعد کچھ بھی نہیں جانتے۔ اللہ ہر بات کو جانتا ہے، وہ
ہر بات پر قادر ہے ◉

یُرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ: نکمی عمر تک (موت سے) روک لیا جاتا ہے۔ (غریب القرآن)
اَرْذَلِ الْعُمُرِ سے مراد ایسا بڑھاپا ہے جس میں انسان بالکل نکما اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔
اس مقام پر علامہ رازی حضرت عکرمہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ من قرأ القرآن لم یرد الی ارذل العمر یعنی جو قرآن پڑھتا ہے وہ ارذل عمر تک نہیں پہنچتا۔

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے شِفَاء (۱۷: ۸۲) اور شِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُوْرِ (۱۰: ۵۷) بتایا ہے۔ راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ قرآن پڑھنے سے ہر قسم کی آفات دور ہوتی ہیں خصوصاً دماغی پریشانی کے لئے یہ تریاق کا حکم رکھتا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۗ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے
لیکن وہ لوگ جن کو فضیلت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن پر
انہیں قدرت حاصل ہے ان کے رزق کا حصہ نہیں لوٹاتے
مبادا کہ وہ باہم برابر کے حصہ دار ہو جائیں کیا وہ اللہ
کے احسان کا انکار کرتے ہیں ◉

فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ: الجملة من المبتدا و الخبر ههنا واقعة موقع الفعل والفاعل والتقدير فما الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فيستووا او هذا الفعل منصوب على جواب النفي، ويجوز ان يكون مرفوعا عطفا على

موضع بِرادِّی ای فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا یردُّون فما یستوون (املاء)۔
ف نتیجہ کے لئے ہے اور اس کے معنی 'حتّٰی کہ' یا 'مبادا کہ' کے ہیں اور آیت کی تقدیر ہے فیکونو
فیہ سواءً۔ بیضاوی نے اس کے معنے فالموالی والمالیك سواءٌ فی اَنَّ اللّٰہ رَزَقھم بھی کئے
ہیں یعنی حالانکہ وہ دونوں اس رزق میں برابر کے حقدار رہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

لوگو! اللہ نے تمہارے لئے تمہاری اپنی ہی جنس سے بیویاں پیدا کی ہیں اور تمہاری بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے دئے ہیں اور تمہیں طرح طرح کے پاک کھانے دئے ہیں۔ کیا ایسے منعم خدا کو چھوڑ کر یہ لوگ معبودانِ باطلہ پر ایمان لائیں گے۔ اور کیا اس قدر انعام و اکرام کے باوجود یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے؟ ◉

مِنْ اَنْفُسِكُمْ: من جنسکم (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان)
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ: الفاء فی المعنی داخلۃ علی الفعل وھی للعطف علی مقدر
ای ایکفرون باللّٰہ الذی شانہ ھٰذا فیؤمنون بالباطل (رُوح البیان)
باطل: حق کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنے جھوٹے خدا کے بھی ہیں (لسان)
وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ: مضمون صرف 'وبنعمت اللّٰہ یکفرون' سے بھی ادا ہو جاتا
تھا ھُمْ لاکر وہی چیز جو حاصل تھی اسے واضح اور ظاہر کر دیا اور اس طرح تکرارِ ضمیر سے تاکید اور زور
کا فائدہ حاصل کیا۔ گویا فرمایا کیا ایسے منعم اور سچے خدا کو چھوڑ کر یہ لوگ جھوٹے خداؤں پر ایمان لائیں گے
اور کیا اس قدر انعام و اکرام کے باوجود یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے۔

اس آیت میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے۔ اس سے غناء اور بُعد کا اظہار مقصود ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٧٣﴾

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو اُن کے لیے آسمان اور زمین سے کسی رزق کا بندوبست کرنے کی قدرت نہیں رکھتیں۔ یہ بے جان چیزیں تو کیا کریں گی، خود انہیں اپنے رزاق کا بندوبست کرنے کی طاقت نہیں ◉

فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧٤﴾

لوگو! جبکہ تمہیں بتوں کی حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا ہے اللہ کے تمثلات نہ بناؤ۔ اللہ شرک کے نقصانات کو جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے ◉

فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ: فائے عاطفہ محذوف پر دال ہے۔ محذوف مضمون سابقہ عبارت سے پیدا ہو رہا ہے۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمَن رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا

يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۶﴾

اللہ اس شخص کی مثال بیان کرتا ہے جو غلام ہے اور جسے کسی چیز پر اختیار نہیں اور اس کے مقابل پر اُس شخص کی جسے ہم نے اپنے حضور سے عمدہ رزق عطا کر رکھا ہے اور وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور علانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا دونوں قسم کے لوگ برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے ◉

دیکھو! جب اپنی عنایات کا ذکر کیا تو غیبت سے تکلم کی طرف التفات کیا۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۷﴾ ع ۱۶

اور اللہ ایک اور مثال بیان کرتا ہے۔ دو آدمی ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے اور کسی بات کے قابل نہیں اور اپنے آقا پر سراسر بوجھ ہے وہ اسے جدھر بھی بھیجتا ہے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا۔ کیا یہ شخص اور وہ شخص جو دوسروں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود بھی راہِ راست پر قائم ہے برابر ہیں؟ ◉

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ

اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۷۸﴾

آسمان اور زمین کے پوشیدہ راز اللہ ہی کے علم و قدرت میں ہیں۔ جب قیامت کی گھڑی آئے گی تو یوں معلوم ہو گا کہ اس کے آنے میں اتنا ہی وقت لگا ہے جتنا آنکھ جھپکنے میں لگتا ہے یا شاید اس سے بھی کم ◉

وَاللّٰهُ اَخۡرَجَكُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصٰرَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۹﴾

اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں سے ایسی حالت میں نکالتا ہے کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ پھر وہ تمہیں کان اور آنکھیں اور دل عطا کرتا ہے تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو ◉

اَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِىۡ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۰﴾

کیا وہ ان پرندوں کو نہیں دیکھتے جو آسمان کی فضا میں یوں تیر رہے ہیں گویا کہ جکڑے ہوئے ہیں؟ انہیں وہاں اللہ ہی

نے تھام رکھا ہے۔ اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانات ہیں ◉

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۱﴾

اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے آرام کرنے کی جگہ بنایا ہے اور اس نے تمہارے لئے مویشیوں کی کھالوں سے خیمے بنائے ہیں جنہیں تم سفر کے وقت اور قیام کے وقت ہلکا پھلکا پاتے ہو۔ اور اس نے تمہارے لئے ان کی اون، پشم اور بالوں سے پہننے، اوڑھنے اور استعمال کی کئی ایسی چیزیں بنائی ہیں جنہیں تم مدت العمر تک استعمال کرتے ہو ◉

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی بعض چیزوں سے تمہارے لئے

سائے کا انتظام کیا ہے۔ اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں
پناہ گاہیں بنائی ہیں۔ اور اس نے تمہارے لئے ایسے قمیص بنائے
ہیں جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ اور ایسی زرہیں بنائی ہیں جو
تمہیں ایک دوسرے کی یلغار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ جس طرح اس نے
تمہیں یہ نعمتیں عطا کی ہیں اسی طرح اس نے تم پر اپنا آخری
انعام نازل کیا ہے تاکہ تم اس کے کامل فرمانبردار بنو ◉

وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ: الگرمی کے ذکر کی وجہ سے اس کی ضد یعنی سردی کو حذف کر دیا گیا ہے، یا گرمی کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اُن لوگوں کے نزدیک گرمی کی اہمیت زیادہ تھی۔ (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان)

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۳﴾

اے رسول! اگر اس تذکرہ پند و نصیحت کے بعد بھی وہ رُوگردانی
کرتے ہیں تو اس میں تیرا کیا قصور ہے۔ تیرا کام صرف ہمارے
پیغام کو کھول کر بیان کرنا ہے ◉

فَإِنْ تَوَلَّوْا: ف کا عطف محذوف عبارت پر ہے یعنی فان اعرضوا عن الاسلام ولم یقبلوا منك ما اُلقِيَ اليهم من البيّنات والعِبَر والعظات (رُوح البیان)
فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ: فا کا عطف محذوف پر ہے یعنی فلا قصور من جهتك (رُوح البیان)

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۴﴾

ع ۱۷

وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں لیکن پھر بھی انکار کرتے ہیں۔
بات یہ ہے کہ ناشکرگزاری ان میں سے اکثر لوگوں کی فطرت

بن چکی ہے ◉

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٥﴾

اے رسول! انہیں کچھ اُس دن کی بھی یاد دلا جب ہم ہر ایک قوم میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، اور کافروں کو کوئی عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے یہ خواہش کی جائے گی کہ اللہ کی رضا کو تلاش کریں ◉

یعنی آج تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے تاکہ وہ انہیں اللہ کی رضا کی راہیں بتائے لیکن اس دن ان سے رضا طلبی کی خواہش نہیں کی جائے گی۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ : انتصاب یوم بمحذوف تقدیرہ اذکروا وخوفهم (بیضاوی)

يُسْتَعْتَبُونَ : إعتاب (اعتب) کے معنی ہیں عتاب کے سبب کو دور کرنا، راضی ہونا۔ استعتاب کے معنی ہیں رفع عتاب کو چاہنا۔ رضا کو طلب کرنا۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٦﴾

جب ظالم لوگ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو نہ ان سے عذاب کم کیا جائے گا اور نہ انہیں کوئی مہلت دی جائے گی ◉

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿٨٦﴾

اور جب مشرک اپنے خودساختہ معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ رہے ہمارے وہ معبود جنہیں ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔

- لیکن ان کے معبود ان سے کہیں گے: تم سراسر جھوٹے ہو ◉

وَأَلْقَوْا إِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾

اُس وقت مشرک اللہ کے حضور اطاعت کا اظہار کریں گے اور ان کے تمام خودساختہ معبود ان کو چھوڑ دیں گے ◉

اَلَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾

اُس فساد کی وجہ سے جو وہ برپا کرتے تھے ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا عذاب پر عذاب دیں گے ◉

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝۹۰

اے رسول! انہیں کچھ اُس دن کی بھی یاد دلا جب ہم ہر ایک قوم میں سے خود انہی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے جو ان کے خلاف گواہی دے گا اور تجھے ان سب گواہوں پر گواہ کھڑا کریں گے۔ ہم نے تجھ پر وہ کامل کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرتی ہے، ہدایت اور رحمت ہے، اور فرمانبرداروں کے لئے سراسر بشارت ہے ◉

اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِيۡتَآئِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَيَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَالۡبَغۡىِ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝۹۱

اللہ عدل اور احسان کا، اور قریبی رشتہ داروں کو عطیات دینے کا حکم دیتا ہے اور بےحیائی، بدی اور بغاوت سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ◉

اَلۡاِحۡسَان: اِس جگہ احسان کو مطلق بیان کیا ہے یعنی ہر ایک کام کو خوبی اور عمدگی سے کرنے کا حکم دیا ہے۔ مومن کے لئے چال ڈھال، وضع قطع، طور طریق، ہر بات میں حُسن و احسان کے التزام کا اہتمام ضروری ہے۔

اِيۡتَآئِ ذِى الۡقُرۡبٰى: قریبیوں کو دینا یا قریبیوں کی مانند دینا۔

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا

إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩٢﴾

جب تم اللہ سے عہد باندھو تو اُس عہد کو نبھاؤ۔ اور تم اپنی قسموں کو مؤکد کر دینے کے بعد اور اللہ کو ضامن قرار دے دینے کے بعد مت توڑو۔ یاد رکھو! اللہ تمہارے تمام افعال اور ان کے محرّکات کو جانتا ہے ◉

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

تم اُس عورت کی طرح نہ بنو جس نے اپنے کتے ہوئے سُوت کو اس کے مضبوط ہو جانے کے بعد ٹکڑے کر کے توڑ دیا کہ اپنی قسموں کو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ بناؤ تاکہ کہیں ایک قوم دوسری قوم سے زیادہ طاقتور نہ ہو جائے۔ اللہ تمہیں اس ذریعہ سے آزماتا ہے اور وہ قیامت کے دن تمام وہ باتیں جن کے بارے میں تم اختلاف کرتے ہو تمہیں کھول کھول کر بیان کرے گا ◉

غَزْل: سُوت کاتنا۔ اصل میں مصدر ہے۔ اِس جگہ اسم مفعول یعنی کتے ہوئے سُوت کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

أَنْكَاثًا: نِكْثٌ کی جمع ہے۔ نکث سُوت یا رسّے کے ادھیڑے ہوئے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اِس جگہ

اَنْکَاثًا غزل کا حال واقع ہوا ہے۔

اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ: اِن کے اعراب کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ کَانَ تامہ ہے اور هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ، اُمَّة کی صفت ہے اور اُمَّة تکون کا فاعل ہے۔ اِس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: تاکہ ایک ایسی قوم معرضِ وجود میں آجائے جو دوسری قوم سے زیادہ طاقتور ہو۔

۲۔ کَانَ ناقصہ ہے اور هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ اس کی خبر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے: اَن تکون اُمّةٌ اُمّةً اربٰی من اُمّة تکرار کے سُقم کو دُور کرنے کے لئے اسم ظاہر اُمّةً کی بجائے هِیَ ضمیر لائی گئی ہے۔

اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اُمّةً یا هِیَ کی ضرورت نہ تھی اور اس کے بغیر بھی جملہ پُورا ہوتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ زیادة اللفظ تدل علیٰ زیادة المعنی۔ بعض دفعہ الفاظ کی زیادتی عبارت میں زور اور تاکید کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے کردی جاتی ہے۔

تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ، یہ جملہ وَلَا تَکُوْنُوْا کی ضمیر کا حال واقع ہوا ہے۔ امام رازی اس کے معنی اتتخذون بھی کرتے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

اگر اللہ چاہتا، تو تم سب کو ایک ہی دین پر جمع کر دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ یاد رکھو! تم سے اپنے اعمال کے بارے میں ضرور بازپرس ہوگی۔

وَلَا تَتَّخِذُوٓا اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا وَتَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ وَلَـكُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۹۵﴾

تم اپنی قسموں کو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ تمہارے قدم مضبوط ہو جانے کے بعد ڈگمگا جائینگے اور تم اللہ کی راہ سے اجتناب کی سزا کا مزا چکھو گے۔ اے ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والو! ایک بہت بڑا عذاب تمہارے درپیش ہے ◉

وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾

تم اللہ سے کئے ہوئے عہد کو حقیر قیمت کے عوض فروخت نہ کرو۔ وہ خیر و برکت جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ اگر تم صاحبِ علم و نظر ہو تو اِس بات کا سمجھنا تمہارے لئے کچھ مشکل نہیں ◉

اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ: ان کنتم من اهل العلم والتمییز (بیضاوی، روح البیان) اِس جگہ جوابِ شرط محذوف ہے جس کا مضمون پہلی عبارت سے اُبھر رہا ہے۔

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ‌ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ‌ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ

الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

وہ مال و دولت جو تمہارے پاس ہے فناپذیر ہے۔لیکن وہ خیر و برکت جو اللہ کے پاس ہے لازوال ہے۔ یاد رکھو! ہم صبر کرنے والوں کو ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے ◉

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جس کسی نے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ایمان پر قائم رہ کر نیک اعمال کئے، ہم اسے ایک نئی اور پاک زندگی عطا کریں گے۔ہم تمام ایسے لوگوں کو ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے ◉

وَهُوَ مُؤْمِنٌ: ای والحال ان ذالك العامل مؤمن (روح البیان)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾

جب تُو قرآن پڑھنے لگے تو مردود شیطان سے اللہ کی
پناہ مانگ ◉

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ
مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۳ ۱۱ ۱۹

شیطان کو ان لوگوں پر کوئی اختیار نہیں جو ایمان لاتے
ہیں اور اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں۔ اسے تو صرف ان لوگوں
پر اختیار ہے جو اسے دوست بناتے ہیں اور اس کے سبب
شرک میں مبتلا ہوتے ہیں ◉

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

جب ہم ایک حکم کی بجائے کوئی دوسرا حکم نازل کرتے ہیں
(اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کر رہا ہے) تو یہ
لوگ تجھے کہتے ہیں کہ تُو سراسر افترا پرداز ہے۔
تُو افترا پرداز نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے
اکثر حقیقت کو نہیں جانتے ◉

بعض لوگ اِس آیت سے نسخ کا جواز نکالتے ہیں معلوم نہیں ہمارے بعض مفسرین کو قرآن میں نسخ ڈھونڈنے کا اِس قدر شوق کیوں ہے۔

قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ جب ہم قرآن کا ایک حکم منسوخ کرتے اور اس کی بجائے دوسرا نافذ کرتے ہیں، اِس آیت کے صرف اِس قدر معنی ہیں کہ جب ہم پہلی شریعتوں کا کوئی حکم قرآن کے ذریعے منسوخ کرتے ہیں تو جاہل لوگ اس پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: قرآن کو رُوح القدس نے تیرے ربّ کی طرف سے اس صورت میں نازل کیا ہے کہ وہ نسلِ انسانی کی تمام ضروریات کو پُورا کرتا ہے۔ اس کی تنزیل کی غرض یہ ہے کہ اللہ مومنوں کو ثبات عطا فرمائے اور قرآن فرمانبرداروں کے لئے ہدایت اور خوشخبری کا باعث ہو ◉

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۴﴾

ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں: اسے "قرآن" ایک آدمی سکھاتا ہے۔ لیکن جس شخص کی طرف یہ لوگ قرآن کو منسوب کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے ◉

يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ: علّم کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ آیت میں ایک مفعول مذکور ہے اور دوسرا محذوف

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٥﴾

یاد رکھو! جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ ان کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہی نہیں، ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے ◉

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٦﴾

جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ یہی، ہاں یہی، جھوٹے ہیں ◉

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٨﴾

وہ لوگ جو ایمان لے آنے کے بعد انکار کرتے ہیں اللہ کے

غضب کو بھڑکاتے ہیں۔ البتہ ان لوگوں کا حال جدا ہے جنہیں انکار پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن ان کا دل ایمان پر مطمئن رہتا ہے۔ یاد رکھو! وہ لوگ جو دل و جان سے انکار پر راضی ہو گئے اللہ کے غضب کے نیچے آ گئے۔ ان کے لئے ایک بہت بڑا عذاب مقدر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اُخروی زندگی کے عوض دُنیوی زندگی کو قبول کر لیا۔ نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو مصر تا پا انکار بن گئے ◉

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ: مبتدا خبرہ محذوف (بیضاوی، کشاف، جلالین، روح البیان)

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگا دی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے انجام سے سراسر غافل ہیں۔ بے شک وہ آخرت میں سب سے زیادہ گھاٹے میں ہوں گے ◉

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ: الكاملون فى الغفلة لان الغفلة عن تدبر العواقب هى غاية الغفلة (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

اِس جگہ غافل بطور اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۰﴾

اِن کے برخلاف تیرا ربّ اِن لوگوں کا دوست ہے جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ فتنہ و فساد کی آگ میں جُھلس دئے گئے تو انہوں نے ہجرت کر لی اور پھر ہجرت ہی پر بس نہیں کی انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا اور ثابت قدم بھی رہے۔ یہ لوگ شرائطِ وفا پُوری کر چکنے کے بعد دیکھیں گے کہ تیرا رب بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ◉

ثُمَّ: دلالة علىٰ تباعد حال هٰؤلاء من حال اولٰئِكَ (کشاف)

اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ: انه لهم لا عليهم بمعنى انه وليهم و ناصرهم (کشاف)

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۱۱﴾

لوگو! کچھ اُس دن کا بھی دھیان کرو جب ہر ایک شخص اپنی جان کی وکالت کرتا ہوا آئے گا۔ اور ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا پُورا پُورا معاوضہ دیا جائے گا اور لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ◉

تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا: نفسا نفسی کا یہ عالم ہو گا کہ اسے کسی اَور کی فکر نہیں ہوگی۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اللہ تم سے ایک بستی کا حال بیان کرتا ہے۔ وہ امن اور اطمینان سے گزر کر رہی تھی اور اسے ہر طرف سے افراط کے ساتھ رزق مل رہا تھا لیکن اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے رہنے والوں کے اعمال کی وجہ سے اللہ نے اس پر بھوک اور خوف کو مسلّط کر دیا ◉

بستی سے یہاں مراد مکہ کی بستی ہے۔

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ: اذاق (چکھایا) کا لفظ عذاب کے ادراک کو ظاہر کرتا ہے اور لباس کا لفظ اس کے چھانے کو۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اُن لوگوں کے پاس انہی میں سے ایک رسول آیا لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر ہمارا عذاب اس وقت آیا جبکہ وہ سراپا ظلم بن گئے تھے ◉

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

سو لوگو! اللہ نے جو حلال اور پاکیزہ چیزیں تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ۔ اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو تو صرف اسی کا شکر ادا کرو ◉

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ
لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۶﴾

اس نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور تمام وہ چیزیں جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کی گئی ہوں حرام قرار دی ہیں۔ تاہم جس شخص نے سرکشی اور عدوان کی راہ سے نہیں بلکہ مجبور ہو کر کچھ کھا لیا تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا پائے گا ◉

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا
حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ
اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۭ
مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۸﴾

تم محض اپنے جھوٹے زبانی دعووں کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ
حرام ہے اور یہ حلال۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم اللہ پر
افترا باندھنے والے ٹھہرو گے۔ یاد رکھو! جو لوگ اللہ پر افترا
باندھتے ہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اُن کا فائدہ
قلیل المدت ہے؛ لیکن اُن کی سزا دردناک ہو گی ◉

لِتَفْتَرُوْا: واللام لام العاقبة لا لغرض (روح البیان، رازی)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٩﴾

اے رسول! وہ چیزیں جن کا ہم نے تجھ سے ذکر کیا ہے
ہم نے آج سے پہلے یہودیوں پر حرام قرار دے دی تھیں
ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا ہاں یہ انہوں نے خود اپنی
جانوں پر ظلم کیا تھا ◉

اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا ذکر اس سے
پہلے ہم تجھ سے کر چکے ہیں۔ اس اعتبار سے اشارہ سورہ انعام کی آیت وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا
كُلَّ ذِي ظُفُرٍ (۱۴۷) کی طرف ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

۱۵ ع ۹ ۲۱ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۰﴾

تاہم تیرا رب ان لوگوں کا دوست ہے جو ناسمجھی کے باعث کوئی برا فعل کرتے ہیں پھر اس کے بعد توبہ کر لیتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں یہ لوگ شرائطِ وفا پوری کر چکنے کے بعد دیکھیں گے کہ تیرا رب بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ●

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۲﴾

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ ؕ

دیکھو! ابراہیم اپنی ذات میں ایک دستور تھا، اللہ کا فرمانبردار، ادیانِ باطلہ سے بیزار، اس کی نعمتوں کا شکرگزار۔ وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

اللہ نے اس کو چُن لیا اور اسے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کی۔

ہم نے اسے دُنیا میں بھی نیک نامی عطا فرمائی اور آخرت

میں بھی اس کا شمار صالحین میں سے ہو گا ⦿

حَنِيْفًا : مائل عن الباطل (بیضاوی)

حَسَنَةً : الثناء الحسن (جلالین، روح البیان) اس کے معنی بھلائی نفع اور متاع کے بھی ہیں۔ جب اپنی نعمتوں کا ذکر کیا تو غیبت سے تکلم کی طرف التفات کیا۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور اس سے بڑھ کر ہم نے ابراہیم پر یہ احسان کیا کہ تجھے وحی کی کہ ابراہیم کے مذہب کی پیروی کر جو تمام ادیانِ باطلہ سے منہ موڑ کر ہماری جناب میں جھک گیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا ⦿

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

سبت کا وبال انہی لوگوں پر پڑا جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا۔ تیرا رب قیامت کے دن ان کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ چکا دے گا ⦿

جُعِلَ السَّبْتُ : وبال السبت (کشاف)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٦﴾

اے رسول! لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ساتھ بلا اور ان کے ساتھ عمدہ اور بھلے طریق پر بحث کر۔ تیرا ربّ ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو ہدایت کی راہوں پر چلتے ہیں ◉

اِس آیت میں بتایا ہے کہ نصیحت اور بحث اِس رنگ میں کی جانی چاہیئے کہ دوسرے شخص پر بارِ خاطر نہ ہو۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿١٢٧﴾

مومنو! اگر تمہیں انتقام ہی لینا ہو تو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے اس کے مطابق انتقام لو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یاد رکھو کہ صبر کرنے والوں کے لئے صبر کرنا بہت بہتر ہے ◉

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٨﴾

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿١٢٩﴾

۱۶ ع ۹ ۲۲

اے رسول! صبر کر۔ لیکن یاد رکھ کہ تُو صرف اللہ ہی کی مدد
سے صبر کر سکتا ہے۔ اِن لوگوں کے حال پر غم مت کھا اور
ان کی مخفی تدبیروں سے دلگیر نہ ہو۔ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ
ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ◉

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

ربطِ آیات

سُورۃ النحل میں رسولؐ کی سچائی کے دلائل دئے تھے۔ آخر میں رسول کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ ان کی حیلہ سازیوں سے دِلگیر نہ ہو آخر میں متقیوں ہی کی فتح ہوگی۔

آیت ۲ تا ۸ :۔

اِس سُورۃ کی ابتداء رسُولؐ کی شان کے اظہار سے کی گئی ہے۔ فرمایا: یہ وہ رسول ہے جسے ہم نے معراج عطا فرمایا۔ اس سے پہلے ہم نے اس کے مثیل موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے لئے شریعت عطا کی تھی اور بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم دُو دفعہ سرکشی کروگے اور دونوں دفعہ ہمارے عذاب کے مورد بنوگے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی ایک دفعہ بخت نصر کے حملہ سے جو اس نے ۵۸۶ ق م میں کیا اور دوسری دفعہ ٹائیٹس کے حملہ سے جو اُس نے ۷۰ء میں کیا پُوری ہوئی۔

آیت ۹ تا ۱۱ :۔

فرمایا: اب تمہارا ربّ تم پر رحم کے ساتھ رجوع کرنا چاہتا ہے اِس لئے اُس نے تمہارے لئے مثیلِ موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا ہے۔ پس اگر تم قرآن کو قبول کروگے تو تمہارے لئے بشارت ہے اور اگر اس کا انکار کروگے تو تمہارے لئے عذاب ہے۔ اور یاد رکھو قرآن کا انکار قیامت کا انکار ہے۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ وہ لمبی رات جو دُنیا پر گذری ہے اس کو مٹا کر آفتابِ محمدیؐ کو اُفق پر ظاہر کرے تاکہ تم اللہ کے فضل سے فیضیاب ہو۔ اگر تم اپنی کتب کی پیشگوئیوں کے مطابق حساب لگا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسُولؐ کے آنے کا یہی وقت تھا۔

آیت ۱۲، ۱۳ :۔

فرمایا: تم اس خدا سے جو تم پر رحم کرنا چاہتا ہے عذاب کی تمنا کیوں کرتے ہو۔ اپنے لئے خیر کیوں

نہیں مانگتے۔

آیت ۱۴، ۱۵:-

پھر قیامت اور اس کے احوال کا ذکر کیا کیونکہ اللہ کے رسول کو صرف وہی لوگ مانتے ہیں جو قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت ۱۶ تا ۱۸:-

فرمایا: اگر تم ہدایت کی راہ کو اختیار کروگے یعنی رسولؐ پر اور قرآن پر ایمان لاؤ گے تو اس کا فائدہ خود تم ہی کو ہوگا اور اگر انکار کروگے تو اس کا وبال تمہاری ہی گردن پر ہوگا۔ تم پر عذاب واجب ہوچکا ہے اور ہم نے اتمامِ حجّت کے طور پر رسول کو بھیج دیا ہے۔ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو جس طرح پہلے منکرین ہلاک ہوئے تم بھی ہلاک ہوجاؤ گے۔

آیت ۱۹ تا ۲۱:-

فرمایا: تمہاری رسول سے بے پروائی کا سبب یہ ہے کہ تم دُنیا کے کیڑے بن چکے ہو لیکن یاد رکھو کہ دُنیا طلبی کا نتیجہ جہنّم ہے۔ اس کے برعکس اگر تم آخرت کے طلبگار بنو گے تو تمہاری سعی مشکور ہوگی۔ اِس خیال میں نہ رہو کہ وہ صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے۔ اس کی عنایات کسی ایک قوم تک محدود نہیں۔

آیت ۲۲:-

فرمایا: تم اِس دُنیا کی معمولی معمولی وجاہتوں کے لئے سرگرداں رہتے ہو پھر کیا وجہ ہے کہ آخرت کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے جہاں درجات کا فرق اِس دُنیا کے درجات سے بہت زیادہ ہوگا۔

آیت ۲۳:-

تمام انبیاء کی آمد کی غرض اللہ تعالیٰ کی توحید کو پھیلانا ہے پس فرمایا کہ شرک نہ کرو اگر تم ایسا کروگے تو ذلیل و خوار ہوجاؤ گے۔

آیت ۲۴ تا ۳۹:-

شرک سے اجتناب کے ساتھ بعض ایسے دوسرے احکامات بھی دئے جن کی سینکشن (Sanction) اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔

فرمایا: والدین اور مسکین اور مسافر کے ساتھ نیک برتاؤ کرو لیکن اپنی دولت کو ضائع نہ کرو۔ اور

اگر تم کسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کی توفیق نہیں رکھتے تو حُسنِ کلام ہی سے پیش آؤ۔ اور نہ ہاتھ کو اتنا روکو کہ بخیل مشہور ہو جاؤ اور نہ اتنی فضول خرچی کرو کہ تہی دست ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ کر تم پر رزق کے دروازے کھولتا یا بند کرتا ہے۔ پس اگر رزق کی فراوانی چاہتے ہو تو اس بارے میں اسنے جو قوانین مقرر کئے ہیں ان پر غور کرو اور ان پر عمل کرو۔ اپنی اولاد کو اس وجہ سے قتل نہ کرو کہ اگر تم نے ان پر خرچ کیا تو غریب ہو جاؤ گے۔ زنا نہ کرو، قتل نہ کرو، یتیم کا مال نہ کھاؤ، عہد کا پاس کرو، ماپنے اور تولنے میں بے ایمانی نہ کرو، لوگوں پر بے جا تہمتیں نہ لگاؤ، اور زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چلو۔ آخر میں پھر شرک سے منع کیا۔

آیت ۴۰:۔

یاد رہے کہ ان تمام احکام سے پہلے بھی لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کہہ کر شرک سے منع کیا اور ان کو بیان کرنے کے بعد پھر یہی جملہ دہرا کر شرک سے منع کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ توحید پر ایمان کو ان احکام کی سینکشن (Sanction) کے طور پر بیان کیا ہے۔

آیت ۴۱ تا ۴۵ :۔

اِن آیات میں توحید اور شرک کے بعض پہلو نمایاں کئے۔

آیت ۴۶، ۴۷ :۔

فرمایا: یہ لوگ قرآن سے اِس لئے محجوب ہیں کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور توحید کے قائل نہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن نے توحید پر، آخرت پر اور رسُولؐ اور قرآن پر ایمان کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے۔

آیت ۴۸، ۴۹ :۔

پھر ان کے بعض اعتراضات کا ذکر کیا۔ ان کا ایک اعتراض تو یہ تھا کہ رسول سحر کے اثر کے نیچے اپنے حواس کھو بیٹھا ہے۔ اِس اعتراض کو صرف ان لوگوں کو ظالم کہہ کر رَدّ کر دیا۔ ظلم کے معنی ہیں وضع الشئ فی غیر محلہ یعنی کسی چیز کو غلط مقام پر رکھنا۔ گویا یہ فرمایا: تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون حواس باختہ ہے۔ تم تو ایسے گمراہ ہو چکے ہو کہ خود بخود راہ بھی نہیں ڈھونڈ سکتے ہم نے تم پر رحم فرما کر تمہیں راہ دکھانے کے لئے رسُول بھیجا اور تم اس کا انکار کر رہے ہو۔

آیت ۵۰ تا ۵۲ :-

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ جب ہم گل سڑ کر خاک ہو جائیں گے تو کیونکر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔
فرمایا: اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں دوبارہ زندہ کر دے۔ اس پر وہ کہتے کہ یہ کب ہوگا۔ فرمایا: عنقریب

آیت ۵۴، ۵۵ :-

جب کافروں سے بحث کا مضمون شروع ہوا تو فرمایا کہ مومنوں کو چاہیئے کہ حُسنِ کلام سے گفتگو کریں۔
رسولؐ کا اور مومنین کا کام تبلیغ ہے ڈنڈے سے منوانا نہیں۔

آیت ۵۶ :-

یہود کو یہ اعتراض تھا کہ یہ کیسا نبی آگیا ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل ہے۔ فرمایا: کیا یہ اس کی
سُنّتِ قدیمہ نہیں ہے کہ بعض رسولوں کو بعض پر فوقیت دیتا ہے؟

تم زبور کو بھی دیکھو اور قرآن کو بھی دیکھو وہاں بھی توحید کے نغمے ہیں اور قرآن میں بھی توحید کے نغمے ہیں
لیکن زبور زبور ہی ہے اور قرآن قرآن۔

آیت ۵۷، ۵۸ :-

یہود نے عزیز وغیرہ کو الوہیت کا مقام دے رکھا تھا۔ فرمایا: یہ معبودانِ باطلہ تمہیں کسی تکلیف سے نجات
نہیں دے سکتے۔ یہ لوگ تو خود خدا تعالیٰ کے قُرب کے راستے ڈھونڈتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے
ہیں۔

آیت ۵۹ :-

فرمایا: ہمارا قانون ہے کہ ہر ایک بستی کو زندہ کرنے سے پہلے عذاب میں مُبتلا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ
چاہتا ہے کہ اِس بستی کو دوبارہ زندہ کرے اِس لئے اس نے اس میں رسول بھیجا ہے۔ پس اگر تم رسول پر
ایمان نہیں لاؤ گے تو ہلاک کئے جاؤ گے یا سخت عذاب میں مُبتلا کئے جاؤ گے۔

آیت ۶۰ :-

فرمایا: ہم اِس وجہ سے اپنے نشانات بھیجنے بند نہیں کر دیں گے کہ پہلے لوگوں نے اُن کا انکار کیا جس
طرح ثمود کو اُونٹنی کا نشان دیا گیا تھا تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نشان دیا جاتا ہے۔ وہ اُونٹنی کو قتل
کر کے موردِ عذاب ٹھہرے تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف قتل کے منصوبے بنانے کی وجہ سے موردِ

عذاب ٹھہرو گے۔

آیت ۶۱:-

پھر رسولؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ یہ کفار ہماری مٹھی میں ہیں۔ وہ کشف جس کے ذریعہ ہم نے تجھے بتایا ہے کہ تجھے ایسا مقام نصیب ہوگا جو پہلوں میں سے کسی کو نصیب نہ ہُوا اور تُو موسوی شریعت کو ختم کرنے والا ہوگا لوگوں کے لئے اعتراض کا باعث بن رہا ہے لیکن وہ دن دُور نہیں جب اِسلامی فتوحات اِس بات کو حقیقت کا جامہ پہنا دیں گی۔ اور ہماری یہ پیشگوئی بھی سُن لو کہ یہود دُنیا کے لئے اور خصوصاً عالَمِ اسلام کے لئے فتنہ کا باعث بنیں گے۔

آیت ۶۲ تا ۶۶:-

فرمایا: جس طرح پہلے آدم کے وقت شیطان نے اس کی مخالفت کی تھی اسی طرح وہ آج بھی کر رہا ہے۔ لیکن جس طرح وہ پہلے ہماری درگاہ سے راندہ گیا اسی طرح وہ آج بھی راندہ جائے گا۔

آیت ۶۷ تا ۷۰:-

فرمایا: انسان کی حالت یہ ہے کہ جب بحرِ ظلمات میں گھر جاتا ہے تو جھوٹے خداؤں کو بھول جاتا ہے۔ لیکن جُوں ہی ہم اسے نجات دے دیتے ہیں وہ ہم سے روگرداں ہو جاتا ہے۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ ہم اسے خشکی پر نہیں پکڑ سکتے یا اسے دوبارہ سمندر میں نہیں بھیج سکتے؟ اِن آیات میں بتایا ہے کہ ہم ان لوگوں پر کبھی عذاب کا دَور لائیں گے اور کبھی مُہلت دیں گے تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔

آیت ۷۱:-

فرمایا: ان کو غور کرنا چاہیئے کہ ہم نے انسان کے لئے خشکی اور سمندر میں سفر کی سہولتیں پیدا کی ہیں اور اس کو طرح طرح کے رزق سے نوازا ہے حتیٰ کہ اس کو اشرف المخلوقات بنایا ہے جب ہم نے اس کی عارضی زندگی کے لئے اِس قدر اہتمام کیا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ابدی زندگی کے لئے کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔

آیت ۷۲، ۷۳:-

پھر قیامت اور اس کے احوال کا ذکر کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو۔

آیت ۷۴ تا ۷۶:-

اِن آیات میں کافروں کی بیماری کے ایک اَور پہلو کو نمایاں کیا۔ فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ تُو اس قرآن

کی بجائے ان کے حسبِ منشاء کوئی تعلیم پیش کرے لیکن اگر تُو ایسا کرے گا تو خود عذاب میں گرفتار ہو جائے گا

آیت ۷۷/۷۸:-

فرمایا: چونکہ تیری تعلیم ان کے حسبِ منشا نہیں اِس لئے اب وہ تجھے اس خطۂ ارض سے نکالنے کی تجویزیں کر رہے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں تجھ کو نکال دینے کے بعد وہ خود بھی یہاں اطمینان سے نہیں رہیں گے۔ یہ ہماری قدیم سُنّت ہے اور اب بھی اسی پر عمل ہوگا۔

آیت ۷۹/۸۰:-

جب ہجرت کی پیشگوئی کی تو نماز اور دعا کا حکم دیا تا کہ یہ امتحان مسلمانوں کے لئے ترقی کا باعث بنے۔

آیت ۸۱:-

فرمایا: اے رسول تُو دوبارہ مکّہ میں داخل ہوگا اور تیرا داخل ہونا صادقوں کی طرح ہوگا یعنی تُو فاتح بن کر داخل ہوگا چوری چھپے اور کسمپرسی کی حالت میں داخل نہیں ہوگا۔

آیت ۸۲:-

فرمایا: وہ وقت قریب ہے جب حق اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ غالب آجائے اور باطل بھاگ جائے۔

آیت ۸۳:-

کفار کے ساتھ تمام تنازعہ اس تعلیم کی وجہ سے تھا جو قرآن کے ذریعہ نازل ہو رہی تھی۔ فرمایا: قرآن کے ذریعہ ہم شفا اور رحمت نازل کر رہے ہیں اور اس سے مُنہ موڑ کر کفار سخت گھاٹے کا سَودا کر رہے ہیں۔

آیت ۸۴:-

فرمایا: کفار کی عجیب حالت ہے جب ہم ان کو قرآن جیسی عظیم دولت سے سرفراز کرتے ہیں تو اس سے مُنہ موڑ لیتے ہیں اور جب اس کے نتیجہ میں ان پر عذاب نازل کرتے ہیں تو مایوس ہو جاتے ہیں۔

آیت ۸۵:-

کفار کو مخاطب کر کے فرمایا: تم جتنا چاہو زور لگا لو کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو صحیح راہ پر چل رہے ہیں۔

آیت ۸۶:-

جب کفار کو بار بار بتایا کہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ خدا جس نے تمہاری سفلی زندگی کے لئے اِس قدر

اہتمام کیا تمہاری ابدی زندگی کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرے گا تو انہوں نے کہا: آخر وہ رُوح کیا چیز ہے جس کے متعلق تم کہتے ہو کہ یہ ہمیشہ رہے گی۔ فرمایا: جس طرح مادہ کُنْ فَیَکُوْن سے ظہور میں آتا ہے یہی حال رُوح کا ہے۔

آیت ۸۷ تا ۹۰:۔

پھر اسی مضمون کی طرف عود کیا جو آیت ۴۷ میں چل رہا تھا۔ فرمایا: قرآن تو سراسر نعمت ہے۔ اگر تم اس نعمت کی ناقدری کرو گے تو یہ تم سے چھین لی جائے گی۔ یہ ایسی عظیم الشان تعلیم ہے کہ جن و انس مل کر بھی ایسی چیز پیش نہیں کر سکتے۔ اس میں اخلاقیات اور رُوحانیات کے تمام مسائل بیان کر دئے گئے ہیں۔

آیت ۹۱ تا ۹۶:۔

اِن آیات میں کفار کے چند لایعنی مطالبات کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا: نہ پہلے رسُولوں نے یہ شعبدہ بازیاں کیں اور نہ تم اس رسول سے ان کی توقع رکھو۔ پہلے رسول بھی انسان تھے یہ بھی ایک انسان ہے۔ تم یہ چاہتے ہو کہ تم پر فرشتے اُتریں تم فرشتے بن جاؤ تو تم پر فرشتے اُترنے لگیں گے۔ فرشتے تو فرشتوں ہی کے پاس آتے ہیں۔

آیت ۹۷:۔

فرمایا: اللہ کی متواتر گواہی رسُول کی سچائی کو ثابت کر رہی ہے۔ پس تم کیوں ایمان نہیں لاتے؟

آیت ۹۸ تا ۱۰۰:۔

پھر قیامت اور اس کے احوال کا ذکر کیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے قرآن کا قاعدہ ہے کہ اللہ، رسول اور قرآن کے ذکر کے ساتھ ساتھ قیامت کا ذکر کر دیتا ہے کیونکہ قیامت کا خوف ہی ان احکام کی سب سے بڑی سینکشن (Sanction) ہے۔

اِس سلسلے میں ان کے آیت ۵۰ والے اعتراض کا ذکر کیا کہ کیا جب ہم مٹی کا ڈھیر ہو جائیں گے تو ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ فرمایا: جو خدا زمین اور آسمان کو پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ تم مانو نہ مانو تمہیں ہمارے حضور پیش ہونا ہی پڑے گا۔

آیت ۱۰۱:۔

کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے ہمیں کیوں رسول نہیں بنایا گیا۔

فرمایا: خدا بہتر جانتا ہے کہ کون کس کام کے لائق ہے۔ وہ منصب جو اس رسول کو دیا گیا ہے صرف ایسی شخص کو دیا جا سکتا تھا جس میں بخل کا شائبہ نہ ہو اور جو اپنی فطرت کے اعتبار سے رحمۃٌ للعالمین ہو۔ تم کنجوس لوگ جو لوگوں کو چھوٹی چھوٹی نعمتوں سے محروم کرتے ہو کیونکر اس لائق ہو کہ تمہیں خدا تعالیٰ کی بیکراں رحمت تقسیم کرنے پر مقرر کر دیا جائے۔

آیت ۱۰۲ تا ۱۰۵:۔

آپؐ کے ذکر کے ساتھ آپ کے مثیل موسیٰ کا بھی ذکر کر دیا۔ پھر اس ذکر سے فائدہ اُٹھا کر بنی اسرائیل کا ذکر کیا۔ فرمایا: ہم نے انہیں فرعون کے چنگل سے چھڑا کر فلسطین کی سرزمین میں آباد کیا۔ دو دفعہ تو پہلے یہ لوگ اس سرزمین سے نکالے گئے ہیں۔ ان کو ایک اَور موقع دیا جائے گا کہ اس میں آباد ہوں۔ اگر انہوں نے بے راہ روی کی تو ان کو پھر یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

آیت ۱۰۶:۔

جب ایسی حتمی پیشگوئی فرمائی تو طبعاً دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ پیشگوئی پُوری ہو گی۔ فرمایا: خود قرآن کا سچا ہونا اس پیشگوئی کی صداقت کی دلیل ہے۔ پھر اس کی صداقت کی دلیل یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مبشّر بھی ہے اور مُنذر بھی۔

آیت ۱۰۷ تا ۱۱۱:۔

جب قرآن کا ذکر آ گیا تو اس کے چند محاسن بھی گنا دیئے۔ فرمایا: یہ وہ کتاب ہے جس میں ہر ایک مضمون جُدا جُدا بیان کیا گیا ہے۔ اور ایسی کتاب ہے جو دل میں اللہ کی خشیت پیدا کرتی ہے اور جسے پڑھ کر رُوح بیتاب ہو کر آستانۂ ایزدی پر سجدے کرنے لگتی ہے۔ قرآن تمہیں خدائے رحمان سے روشناس کراتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ جامع جمیع کمالات ہے۔ جب اس خدا کا ذکر کیا جس کی جناب میں رُوح خود بخود سجدے کرنے لگتی ہے تو دعا کا طریق بھی بتایا۔ فرمایا: جب تُو دعا کرے تو نہ تو اِس قدر بلند آواز سے پکار کہ خشیت کا پہلو غائب ہو جائے اور نہ اس قدر آہستہ پکار کہ خود تیرا دل بھی تیری آواز نہ سُنے۔ درمیان کا راستہ اختیار کر۔

آیت ۱۱۲:۔

آخر میں ایک دُعا سکھائی جس میں اللہ کی توحید بیان کی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا: تم پر فرض ہے

کہ اللہ کی بڑائی بیان کرتے رہو۔

اِس سورۃ کی ابتداء اللہ کی سبوحیت کے ذکر سے کی تھی اس کا اختتام اس کی حمد اور بڑائی کے ذکر سے کیا۔
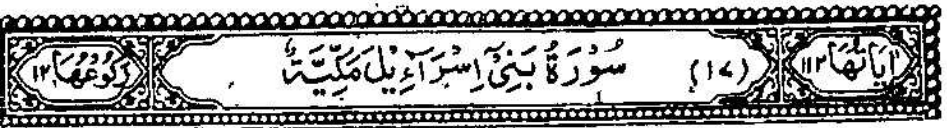
آیاتها ۱۱۱ (۱۷) سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ رکوعها ۱۲

المنزل ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

الجزء ۱۵

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ②

پاک ہے وہ خدا جو ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی کی طرف لے گیا، یعنی اس مسجد کی طرف جس کے گردونواح کو ہم نے برکت بخشی۔ ہم اسے اِس لئے لے گئے تاکہ اسے اپنے بعض نشانات دکھائیں۔

یہ اُس خدا کا کارنامہ ہے جو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سُنتا ہے، ان کے اعمال کو دیکھتا ہے ◉

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی: اَقْصٰی قَصِیٌّ (دُور) سے اَفعل کا صیغہ ہے۔

اکثر مفسّرین نے اس سے مُراد بیت المقدس کی مسجد لیا ہے جسے بائبل نے سلیمان کی ہیکل کے نام سے موسوم کیا ہے۔ صاحبِ غریب القرآن نے اس سے مراد مدینہ لیا ہے جو کہ مکّہ سے ۲۸۶ میل دُور واقع ہے۔

ـــ اِلیٰ کے معنی "جانب" کے بھی ہیں اور "تک" کے بھی۔

اِس آیت میں یروشلم کی فتح کی پیشگوئی بھی ہے۔ اِس صورت میں لَیل سے مراد وہ دَورِ جہالت ہے جب عیسائی یروشلم پر قابض تھے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۳ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۴

اور ہم نے موسیٰ کو بھی ایک عظیم الشان کتاب دی۔ اور ہم نے اُس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا تاکہ اے وہ لوگو جو اُس قوم کی اولاد ہو جسے ہم نے اپنے نہایت شکرگزار بندے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا تم میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز نہ ٹھہراؤ ◉

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۵

اور ہم نے اُس کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا: تم ضرور زمین میں دو بار فساد برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے ◉

اِس جگہ "اور تمہیں اس کے نتیجہ میں سخت عذاب دیا جائے گا" کے الفاظ بن کہے اُبھر رہے ہیں۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۶

پھر جب دو میں سے پہلے موعود عذاب کا وقت آیا تو ہم نے تم پر ان لوگوں کو مسلّط کر دیا جو بڑے جنگجو تھے اور وہ تمہارے گھروں کے اندر گھس گئے۔ ہم نے جو وعدہ تم سے کر رکھا تھا اسے پورا ہو کر رہنا تھا ◉

اِس جگہ بخت نصر کے حملہ کی طرف اشارہ ہے جو اُس نے ۵۸۶ ق م میں یروشلم پر کیا تھا۔ (دیکھئے ۲ سلاطین: ۲۵)

ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّۃَ عَلَیْھِمْ وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا ۝۷

اس کے بعد ہم نے تمہیں ان لوگوں پر غلبہ عطا کیا اور تمہاری اس طرح مدد کی کہ تمہیں مال و دولت اور بیٹے عطا کئے اور تمہاری نفری کو خوب بڑھایا ◉

دیکھئے نحمیاہ: ۲-۱

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْھَکُمْ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ کَمَا دَخَلُوْہُ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا

تَتْبِيْرًا ﴿٨﴾

پھر ہم نے تم سے کہا: اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے ہی بھلے کے لئے کرو گے اور اگر تم بدی کرو گے تو تمہاری ہی جان پر اس کا وبال ہوگا۔

اور جب دوسرے موعود عذاب کا وقت آیا تو ہم نے پھر ان لوگوں کو تم پر مسلط کر دیا جو بڑے جنگجو تھے تاکہ وہ تمہاری شان و شوکت کو خاک میں ملا دیں اور تاکہ وہ بیت المقدس میں اسی طرح داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے۔ اور تاکہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں ◉

لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ: بعثناهم ليسوٓءا وجوهكم (کشاف، بیضاوی، جلالین، روح البیان)

اَلْمَسْجِد: بیت المقدس (جلالین)

اس آیت میں رومی بادشاہ ٹائٹس کے حملہ کی طرف اشارہ ہے جو اس نے ۷۰ء میں یروشلم پر کیا تھا۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٩﴾

عجب نہیں کہ اس کے بعد تمہارا رب تم پر پھر رحم کرے۔ لیکن اگر تم نے پھر وہی کچھ کیا جو پہلے کرتے تھے تو ہم بھی تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو پہلے کیا تھا۔ یہی نہیں ہم تمہیں جہنم میں داخل کریں گے جسے ہم نے ناشکرگزاروں کے لئے قیدخانہ بنایا ہے ◉

وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا ۔"یہی نہیں، ہم تمہیں جہنّم میں داخل کریں گے" کے الفاظ
عبارت سے خود بخود اُبھر رہے ہیں۔ ہم نے محذوف کو ملفوظ کر دیا ہے تا کہ مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًا ﴿۱۰﴾
وَّاَنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۱﴾

یہ عظیم الشان قرآن اُن صداقتوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں اور اُن مومنوں کو جو نیک اعمال بجا لاتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے اور اِس بات کی خبر دیتا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کے لئے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ◉

اَقۡوَمُ: اَفعل کا صیغہ ہے جو مبالغہ کے معنی بھی دیتا ہے۔ افعل کا صیغہ اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی چیز حتمی (Absolute) نہیں۔ ہر ایک چیز نسبتی ہے
وَاَنَّ الَّذِيۡنَ: یُخبر انّ الّذین (جلالین)

وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ﴿۱۲﴾

انسان برائی کو اس طرح مانگتا ہے جس طرح بھلائی کو مانگنا چاہیئے۔ انسان بہت ہی جلدباز ہے ◉

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

ہم نے رات اور دن منزل کے دو نشان بنائے ہیں تاکہ اور باتوں کے علاوہ تم سالوں کی گنتی جان لو اور وقت کا حساب کر سکو۔ اور ہم رات کے نشان کو مٹا دیتے ہیں اور دن کے نشان کو روشن کرتے ہیں تاکہ تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو۔ دیکھو! ہم نے ہر ایک بات کھول کر بیان کر دی ہے ◉

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

ہم نے ہر ایک انسان کے اعمال اس کی گردن کا طوق بنا دئے ہیں۔ اور قیامت کے دن ہم اس کے سامنے ایک کتاب رکھیں گے جس میں وہ اپنے تمام اعمال مشہود پائے گا ◉

يَلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا : يصعا ذ فه منشورًا باعماله (طبری)

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾

اس وقت اُسے کہا جائے گا: اپنی کتاب پڑھ۔ آج تیرا اپنا ہی ضمیر
تیرا محاسبہ کرلے۔کے متعلق کافی ہے ◉

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ
فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۶﴾
وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا
فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۷﴾

یاد رکھو! جو ہدایت پاتا ہے اپنی ہی جان کے لئے ہدایت پاتا ہے،
اور جو گمراہ ہوتا ہے اپنی ہی جان پر گمراہی کا وبال لیتا ہے۔
کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اُٹھائیگی۔
اور یاد رکھو کہ ہمارا عذاب اس وقت تک نہیں بھڑکتا جب تک
کہ ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں۔ ۱۶

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو
اس کے سرکشوں کے پاس اپنا حکم بھیجتے ہیں اور وہ اس کی نافرمانی
کرتے ہیں تب اس بستی پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اسے
غارت کر دیتے ہیں ◉

مُعَذِّب: اسم فاعل ہے۔ اس جگہ اسم صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر
ہوتا ہے۔ عذاب کے دور سے پہلے مُرسلات کا دور ہوتا ہے جب لوگ نسیم سحری کے جھونکوں سے نہیں جاگتے
تو زوردار حملوں سے ان کو جگایا جاتا ہے اور جو تباہ ہونے کے لائق ہوتے ہیں انہیں تباہ کر دیا جاتا ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ⑰

کتنی ہی قومیں ہیں جنہیں ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا! تیرے ربّ کے سوا اس کے بندوں کے گناہ جاننے اور دیکھنے کے لئے کسی اور کی ضرورت نہیں ◉

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ⑱

جو لوگ دنیوی زندگی کی خواہش رکھتے ہیں ہم ان میں سے جس کسی کو دینا چاہیں اور جو کچھ دینا چاہیں بہت جلد اسی دُنیا میں دیدیتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لئے ہم نے جہنّم بنا رکھا ہے۔ وہ اس میں ایسی حالت میں داخل ہوں گے کہ ان پر ہر طرف سے پھٹکار اور لعنت پڑ رہی ہو گی۔ ◉

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲

رہے وہ لوگ جو اُخروی زندگی کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے کما حقّہٗ کوشش کرتے ہیں اور ایمان پر قائم ہو جاتے

ہیں، سو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہو گی ◉

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢١﴾

ہم ہر ایک کو، اِس کو اور اُس کو بھی، تیرے رب کی عطا سے دیتے ہیں۔ یاد رکھ! تیرے رب کی عطا کسی ایک گروہ تک محدود نہیں ◉

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢٢﴾

دیکھ! ہم نے دنیوی ساز و سامان میں کس طرح ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور آخرت میں تو درجات اور فضیلت کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ فرق ہوں گے ◉

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا : وفی الاٰخرة التفاوت اکبر (کشاف، بیضاوی، جلالین، روح البیان)

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٣﴾ ع

اے شخص! اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک نہ کر۔ اگر تُو نے ایسا کیا تو تجھ پر ہر طرف سے پھٹکار پڑے گی اور

تو بے یار و مددگار رہ جائے گا ◉

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۴﴾

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ ﴿۲۵﴾

اے رسول! تیرے رب کا حکم ہے کہ تم لوگ اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اے شخص! اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیری زندگی میں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہہ اور کسی بات پر ملامت نہ کر۔ ان سے نرمی کے ساتھ بات کر۔ اور ان کے سامنے محبت بھری عاجزی اختیار کر اور ان کے لئے اللہ سے دعا کر:

اے میرے رب! ان دونوں پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کر کے مجھ پر کیا ◉

رحمۃ: رَحِمَ کے معنی ہیں ایسی محبت کرنا جس طرح ماں اپنے رحم سے نکلے ہوئے بچے سے کرتی ہے۔

کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا: کما رحمانی حین ربّیانی صغیرا (جلالین) الکاف نعت مصدر محذوف ای رحمۃ مثل رحمتھما علیّ فی حال صغری (روح البیان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے حقوق کو اپنے حقوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالقِ حقیقی ہے اور ماں باپ اس کے خالقِ مجازی۔ حدیث میں آیا ہے بِرُّ الوالدین اَفضلُ من الصّلوٰۃِ والصَّومِ والحجِ والعُمرۃِ والجہادِ فی سَبیل اللّٰہِ (رُوح البیان) یعنی والدین سے حُسنِ سلوک نماز، روزہ، حج، عمرہ اور جہاد سے افضل ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۶﴾

تمہارا رب تمہارے دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ اگر تم نیکی کی راہ اختیار کرو گے۔ تو دیکھو گے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف کرتا ہے ◉

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ؛ قرآن نے ایسے مواقع پر فعل کی بجائے اسم لاکر یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ ہر ایک آدمی کا خدا جُدا ہوتا ہے کسی کے لئے وہ رحیم اور غفور ہے اور کسی کے لئے قہار اور جبار ہے۔ تم اس کی جس صفت کے اہل بنتے ہو وہ تمہارے لئے ویسا ہی خدا بن جاتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۷﴾
اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۸﴾

اے شخص! اپنے قریبیوں کا، مسکینوں کا، اور مسافروں کا حق ادا کر، لیکن بیجا خرچ نہ کر۔ یاد رکھ! بیجا خرچ کرنے والے

شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکر گزار ہے ◉

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا : ان التبذير تفريق فی غير موضعه (روح البیان)

وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿٢٩﴾

اگر تو ان کی مدد اس لئے نہیں کر سکتا کہ تو اپنے رب کی رحمت کا طلب گار ہے جس کے ملنے کی تجھے امید ہے تو ان سے ایسی بات کہہ جو ان کی طبیعت پر گراں نہ گزرے ◉

وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ : ويجوز ان يراد بالاعراض عنهم ان لا ينفعهم على سبيل الكناية (بیضاوی، رازی)

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٣٠﴾

اور نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر رکھ اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دے۔ اگر تو ایسا کرے گا تو یا تو ہر طرف سے ملامت کا نشانہ بنے گا یا بالکل تہی دست ہو جائیگا ◉

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣١﴾ ع

تیرا رب جسے چاہتا ہے رزق کی فراخی دیتا ہے اور جسے
چاہتا ہے اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں
کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے ◉

خَبِیْرًا بَصِیْرًا : عالمًا بواطنهم وظواهرهم (جلالین، بیضاوی، رُوح البیان)

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾

لوگو! اپنی اولادوں کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو۔ ہم
انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کا قتل کرنا بہت
بڑا گناہ ہے ◉

آیت ۲۳ سے ۳۱ تک جو احکام بیان ہوئے ہیں ان میں خطاب واحد کے صیغہ سے کیا گیا ہے۔ ۳۲ تا ۳۶ جو احکام بیان ہوئے ہیں ان میں خطاب جمع کے صیغہ سے کیا گیا ہے۔ ۳۷ سے ۴۰ تک پھر واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ان احکام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ جو احکام ذاتی نوعیت کے ہیں ان کو واحد کے صیغہ سے بیان کیا ہے اور جو معاشرہ سے تعلق رکھتے ہیں انہیں جمع کے صیغہ سے بیان کیا ہے۔

خِطْأً : غلطی، قصور، گناہ۔

اولاد کی جسمانی، روحانی اور ذہنی تربیت نہ کرنا بھی قتلِ اولاد میں شامل ہے۔ اِس حکم کی رُو سے حکومت کو اور ماں باپ کو ان مدات میں بے دریغ خرچ کرنا چاہیئے۔

اولاد سے وہ وجود بھی مراد ہو سکتے ہیں جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں۔ اِس طرزِ کلام کو تسمیۃ الشئ باسم مایؤول ذالك الشئ الیه فی الزمان المستقبل کہتے ہیں۔ (مختصر المعانی : الحقیقت والمجاز صـ ۳۷۳)

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غربت کے خوف سے (ذاتی سطح پر یا قومی سطح پر) بچے نہ پیدا کرنا

درست نہیں، البتہ اگر بیوی کی صحت کی وجہ سے یا کسی اور جائز وجہ سے ضبطِ تولید کرنا پڑے تو جائز ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾

لوگو! زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یہ کھلی بےحیائی اور بہت ہی بری راہ ہے ◉

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اور اس جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے قتل نہ کرو سوائے اس کے کہ ایسا کرنا تم پر شریعت کے احکام کی رو سے واجب ہو جائے۔

اور ہم نے اس شخص کے ولی کو جو ناجائز قتل کیا جاتا ہے قصاص کا حق عطا کیا ہے۔ لیکن اس کے لئے جائز نہیں کہ قتل کرنے میں قانون کی حد سے تجاوز کرے کیونکہ خود مجرم بھی ہمارے قانون کی حفاظت میں ہے ◉

اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا : اِنَّهٗ کی ضمیر مقتول، اس کے ولی یا مجرم کی طرف راجع ہے (بیضاوی)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

سوائے اس کے کہ تمہارا طریق پسندیدہ ہو یتیم کے بالغ ہونے

تک اس کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اپنے عہد کو نبھاؤ۔ یاد رکھو!
اِس بارے میں تمہیں جواب دہی کرنا ہوگی ◉

حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ : اِن الفاظ سے یہ تاثر لینا کہ بالغ ہونے کے بعد یتیم کے مال میں حسبِ منشا تصرف کیا جاسکتا ہے قرآن کی رُوح کے منافی ہے۔ یہ الفاظ محض حکم کی غرض کو متعیّن کرنے کے لئے لائے گئے ہیں ورنہ قرآن کا حکم ہے کہ یتیم کے بالغ ہونے پر اس کا مال اُس کے حوالہ کر دو (النساء: ۷)

حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ کے لفظی معنی ہیں: یہاں تک کہ وہ اپنی طاقت کے عروج کو پہنچ جائے۔ اِن الفاظ سے یہ نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا کام کمزوروں، یتیموں اور ناتوانوں کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر تمہیں یہ خطرہ ہے کہ تم ان کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھاؤ گے تو مال کا معاملہ ہے تو مال سے واسطہ نہ رکھو اور رشتہ کا معاملہ ہے تو رشتہ سے احتراز کرو (النساء: ۲۰)

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ : یہ حکم اس کے ولی کے لئے ہے کیونکہ جب وہ اس کی سرپرستی قبول کرتا ہے تو خدا اور بندوں سے ایک عہد کرتا ہے جس کا بجالانا اس پر فرض ہوجاتا ہے۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۶﴾

اور جب تم ناپ کر دو تو پُورا ناپو اور جب تم تولو تو سیدھے ترازو سے تولو۔ یہ بہت ہی اچھا طریق ہے اور انجام کار یہی بہتر ثابت ہوگا ◉

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۷﴾

اے شخص! کسی ایسی چیز کی تتبع نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔

کان اور آنکھ اور دل سب کو تیرے افعال کے بارے میں
جواب دہی کرنا ہو گی ◉

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ : ابنِ کثیر نے اس کے معنی لا ترم احدًا کئے ہیں یعنی کسی پر ایسا الزام نہ لگا جس کا تجھے علم نہیں۔

یاد رہے کہ اِس آیت میں اجتہاد سے منع نہیں کیا گیا۔ اجتہاد تحصیلِ علم کا ایک ذریعہ ہے (زمخشری) البتہ اندھی تقلید اور ایسی فضول باتوں سے ضرور منع کیا ہے جو نہ کسی علم پر مبنی ہیں اور نہ کسی صاحبِ علم سے مروی۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۸﴾

اور زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چل۔ تُو نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ بلندی میں پہاڑوں کا ہمسر بنے گا ◉

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۹﴾

یہ تمام اُمور ایسے ہیں جن کی بُرائی تیرے ربّ کے حضور ناپسندیدہ ہے ◉

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۴۰﴾

اے رسول! یہ احکام اس حکمت کا ایک جزو ہیں جو تیرے ربّ نے وحی کے ذریعہ تجھے عطا کی ہے۔ اللہ کے

سوا کسی اور کو معبود نہ بنا - اگر تو نے ایسا کیا تو تو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور تیری حالت یہ ہو گی کہ تیرا نفس تجھے ملامت کر رہا ہو گا اور تو اللہ کی درگاہ سے دھتکارا ہوا ہو گا ◉

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۱﴾ ع

مشرکو! کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے پسند کئے ہیں اور خود اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے ؟ بہت ہی بڑی ہے وہ بات جو تم کہہ رہے ہو ◉

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾

ہم نے اس قرآن میں توحید کا مضمون ہر ایک پہلو سے بیان کیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ لیکن جتنا بھی کہ ہم اس بات کو واضح کرتے ہیں اتنا ہی وہ اس سے دور بھاگتے ہیں ◉

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۳﴾

اے رسول! تو کہہ : اگر جیسا کہ مشرکوں کا خیال ہے اللہ

کے ساتھ کوئی دوسرے معبود بھی اس کی حکومت میں شریک ہوتے
تو وہ مالک الملک پر غلبہ پانے کی کوئی راہ ضرور تلاش کرتے ◉

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۴﴾
تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ
تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۵﴾

وہ ان تمام باتوں سے جو وہ اس کے متعلق کہتے ہیں پاک اور
بہت بلند و بالا ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان
میں ہے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ہر ایک چیز اس کی تسبیح و
تحمید میں مشغول ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ اور
اگر وہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے نہیں پکڑتا تو اس کی
وجہ صرف یہ ہے کہ وہ عذاب دینے میں بہت دھیما، بہت ہی
بخشش کرنے والا ہے ◉

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا : حين لا يعاجلكم بالعقوبة على غفلتكم (کشاف ، بیضاوی،
جلالین، روح البیان)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۶﴾
وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا
عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

اے رسول! جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک نامعلوم پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے اور ان کے کانوں میں پتھر ڈال دئے ہیں کہ کہیں وہ قرآن کو سمجھ نہ لیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ جب تو قرآن میں صرف اپنے خدائے واحد کا ذکر کرتا ہے تو وہ نفرت سے پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں ◉

مَسْتُوْرًا: اس کے معنی مستورًا عن الحس بھی ہیں جیسا کہ متن میں کئے گئے ہیں اور ذا استر بھی (بیضاوی) مؤخر الذکر صورت میں آیت کے معنی ہوں گے: ایک ایسا پردہ حائل کر دیتے ہیں جو ہر چیز کو چھپا لیتا ہے یعنی ایسا پردہ جس کے آر پار دیکھنا ممکن نہیں۔

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ: خدا تعالیٰ کا یہ فعل کہ ان کے دلوں پر پردے اور کانوں پر پتھر ڈال دیتا ہے بلا سبب نہیں۔ اس کا سبب ان کی قرآن سے نفرت اور آخرت سے غفلت ہے۔ ورنہ اگر وہ سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تو اس قدر پند و نصیحت کی کیا ضرورت تھی۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى
اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ تیری بات کان لگا کر سنتے ہیں تو کس غرض سے سنتے ہیں۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ

خفیہ مشورے کرتے ہیں تو کس غرض سے کرتے ہیں۔ اس وقت ظالم ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تم ایک ایسے آدمی کی اتباع کر رہے ہو جو جادو کے اثر کے نیچے اپنے حواس کھو چکا ہے ◉

اَلْمَسْحُوْرُ: الّذی سحر بہ فزال عقلہ (بیضاوی، رازی، شوکانی)

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٤٩﴾

دیکھ! وہ تیرے متعلق کیسی عجیب باتیں کہتے ہیں۔ وہ راہ گم کر چکے ہیں اور راہ ڈھونڈنے کی طاقت نہیں رکھتے ◉

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٥٠﴾

وہ کہتے ہیں: کیا جب ہم ہڈیاں اور خاک ہو جائیں گے ہم ایک نئے روپ میں دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ ◉

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥١﴾

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ

لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۵/۱۲

اے رسول! تُو ان سے کہہ: خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا
کوئی اس سے بھی سخت تر چیز جو تمہارے دماغ میں ہے پھر
بھی تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔
اس پر وہ کہیں گے: کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟
تو اُن سے کہہ: وہی جس نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔
اس پر وہ سر ہلا ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہو گا؟
تو اُن سے کہہ: کیا عجب کہ وہ وقت قریب ہی ہو!
یہ اُس دن ہو گا جس دن کہ وہ تمہیں پکارے گا اور تم
اس کی حمد کے گیت گاتے ہوئے فوراً اس کے رُوبرو حاضر
ہو جاؤ گے اور سمجھو گے کہ تم عالمِ برزخ میں بہت ہی
تھوڑا عرصہ رہے ◉

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ: ای یوم یبعثکم فتنبعثون استعار لهما الدعاء والاستجابة للتشبیه علی سرعتهما (بیضاوی)

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا: مدة لبثکم فی القبور او مدة حیاتکم (بیضاوی، رُوح البیان)

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۴﴾

اے رسولؐ! میرے بندوں سے کہہ کہ جب وہ بات کریں تو اچھی بات کریں۔ شیطان ان کے درمیان فساد ڈالنا چاہتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ◉

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۵﴾

تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کر دے اور اگر وہ چاہے، تو تمہیں عذاب دے دے۔
اے رسولؐ! ہم نے تجھے لوگوں کا نگران بنا کر نہیں بھیجا ◉

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۶﴾

اے رسولؐ! تیرا رب آسمان اور زمین کے مکینوں کو خوب جانتا ہے۔ ہم نے بعض انبیاء کو دوسروں پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی اور تجھے قرآن عطا کیا ◉

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا: اِس کا دوسرا فقرہ اور تجھے قرآن عطا کیا پہلے مضمون سے خود بخود اُبھر رہا

ہے۔ ہم نے محذوف کو ملفوظ کر دیا ہے۔ نیز دیکھئے نوٹ زیر آیت ۶۴:۱۶

یہ بھی جائز ہے کہ یہاں تمثیلاً حضورؐ کو داؤدؑ اور قرآن کو زبور کہا ہو۔ حضورؐ کو داؤدؑ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عنقریب حضورؐ کو حکومت دی جائے گی کیونکہ داؤدؑ کے متعلق آیا ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (۳۸ : ۲۶)

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۷﴾

اے رسولؐ! تو ان سے کہہ: ذرا ان کو پکارو جنہیں تم نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ نہ تمہاری تکلیف دور کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری بلا دوسروں کے سر منڈھ سکتے ہیں۔ ◉

وَلَا تَحْوِيْلًا: ولا تحويل ذالك منكم الى غيركم (بیضاوی، کشاف، روح البیان)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۸﴾

جن وجودوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں خود ان کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے رب کی قربت حاصل کرنے کی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون اللہ کا زیادہ مقرب بنتا ہے۔ وہ اس کی رحمت کی جستجو میں رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بیشک تیرے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے! ◉

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۹﴾

کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہیں کر دیں گے یا شدید عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے۔ یہ لوح وقلم کا نوشتہ ہے ◉

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۶۰﴾

ہمیں اپنے نشانات بھیجنے سے اس کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی کہ پہلے لوگوں نے ان کا انکار کیا۔

اور ہم نے ثمود کو روشن نشان کے طور پر اونٹنی دی، لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا۔ یاد رکھو! ہم اپنے نشان صرف خوفِ خدا پیدا کرنے کے لئے بھیجتے ہیں ◉

مقصودِ کلام یہ ہے کہ ہم اس وجہ سے نشان بھیجنے سے نہیں رک سکتے کہ تم ان کا انکار کرو گے لیکن اتنا یاد رکھو کہ نشانات خوفِ خدا پیدا کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں نہ کہ شعبدہ بازی کے طور پر پس وہی نشان بھیجے جائیں گے جن کو ہم پسند کریں گے نہ کہ وہ جن کا مطالبہ تم ازراہِ تمسخر کرتے ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا

الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝٦١

اے رسول! وہ وقت بھی یاد کر جب ہم نے تجھے کہا: تمام لوگ
تیرے رب کے قبضۂ قدرت میں ہیں
اور ہم نے اس کشف کو جو ہم نے تجھے دکھایا، لوگوں کے لئے امتحان
کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور ہم اس شجرۂ خبیثہ کو جسے ہم نے قرآن میں
ملعون قرار دیا ہے لوگوں کے لئے امتحان کا باعث بنائیں گے۔ ہم
لوگوں کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں لیکن جتنا بھی کہ ہم انہیں
ڈراتے ہیں وہ سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں ۝

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝٦٢

اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ
آدم کی اطاعت کرو اور ان سب نے اس کی اطاعت کی دیر نہ
کی تو ابلیس نے نہ کی، وہ کہنے لگا: کیا میں اس کی اطاعت کروں
جس کی سرشت کو تو نے کیچڑ سے اٹھایا ہے ۝

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

اور اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: مجھے بتا تو سہی کیا یہی وہ شخص ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں سوائے معدودے چند لوگوں کے اس کی تمام نسل کی بیخ کنی کر دوں گا ◉

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

اللہ نے کہا: جا، اپنی راہ چلے لیکن یاد رکھ! جو لوگ تیری پیروی کریں گے تیرا اور ان سب کا اجر جہنم ہے، پورا پورا اجر۔ تو ان میں سے جس کسی کو اپنی دعوت سے فریب دے سکتا ہے دے۔ ان پر اپنی پیدل اور سوار فوج کے ساتھ حملہ کر۔ ان کے مال اور ان کی اولاد میں ان کا شریک ہو اور

ان سے جو وعدے کر سکتا ہے کر لے دیکھو! شیطان ان سے جو جو وعدے کرتا ہے وہ محض فریب ہے لیکن یاد رکھ کہ میرے بندوں پر تجھے کوئی تسلط حاصل نہیں۔

اے رسول! اللہ کے بندوں کو تیرے رب کے سوا کسی اور محافظ کی ضرورت نہیں ہے ●

اِذْهَبْ : عَلٰى طَرِيقَتِكَ السُّوْءِ (روح البیان)

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا : ایک بزرگ سے کسی نے شیطان سے بچنے کا طریق پوچھا۔ فرمایا: اگر تو کسی دوست کے گھر جائے اور وہاں کا کتا تیرے پیچھے پڑ جائے تو کیا کرے گا۔ کہنے لگا دوست کو آواز دوں گا۔ فرمایا: شیطان خدا کا کتا ہے اس سے بچنے کا طریق یہی ہے کہ خدا کی مدد طلب کی جائے۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٧﴾

لوگو! تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے کشتیوں کو سمندر میں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل کی تلاش کرو۔ وہ تم پر بہت ہی مہربان ہے ●

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٨﴾

جب تم پر سمندر میں کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو تمہارے تمام معبود تمہیں چھوڑ دیتے ہیں مگر وہ تم سے جدا نہیں ہوتا۔ تاہم

جب وہ تمہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو۔ بات یہ ہے کہ انسان بہت ہی ناشکر گزار ہے ⦿

اِلَّآ اِیَّاہُ : استثناء منقطع (املاء)

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا ﴿۶۹﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَکُمْ بِمَا کَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۷۰﴾

کیا تم نے اس بات کا اطمینان پھر کر لیا ہے کہ وہ تمہیں خشکی کے کنارے سمیت زمین میں غرق نہیں کر دے گا یا تم پر پتھروں کی بارش نہیں کرے گا؟ یاد رکھو! اگر وہ ایسا کریگا تو تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ملے گا۔ ﴿۶۹﴾

اور کیا تم نے اس بات کا اطمینان کر لیا ہے کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں نہیں لے جائے گا اور پھر تم پر تیز آندھی چلا کر تمہاری ناشکری کے باعث تمہیں غرق نہیں کر دے گا؟ یاد رکھو! اگر ہم ایسا کریں گے تو تمہیں ہمارے خلاف کوئی دادرسی کرنیوالا نہیں ملے گا ⦿ ﴿۷۰﴾

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

وَرَزَقْنٰهُم مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۱﴾

ہم نے بنی آدم کو شرف بخشا ہے، ان کے لئے خشکی اور تری میں سواری کا انتظام کیا ہے انہیں پاک چیزیں کھانے کو دی ہیں، اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر نمایاں فضیلت عطا کی ہے ◉

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۳﴾

لوگو! کچھ اس دن کا بھی دھیان کرو جب ہم تمام گروہوں کو ان کے لیڈروں سمیت طلب کریں گے۔ اس وقت وہ لوگ جنہیں ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اپنے اعمال نامہ کو پڑھیں گے۔ انہیں ان کے اجر سے ذرہ بھر محروم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن جو لوگ اس دنیا میں اندھے ہیں وہ آخرت میں بھی اندھے ہوں گے بلکہ وہاں وہ اس سے زیادہ راہ گم کردہ ہوں گے ◉

وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا: ولا ينقصون من ثوابهم ادنى شئ (کشاف، بیضاوی، جلالین)

(روح البیان)

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾

وہ چاہتے ہیں کہ تجھے اس کلام سے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا ہے برگشتہ کر دیں تاکہ تو اس کے عوض کوئی دوسرا کلام بنا کر ہماری طرف منسوب کر دے۔ اگر تو ایسا کرتا تو وہ تجھے اپنا دوست بنا لیتے ◉

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾

بیشک اگر ہم نے تجھے ثبات نہ بخشا ہوتا تو ممکن تھا کہ تو تھوڑا بہت ان کی طرف مائل ہو جاتا ◉

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

لیکن اس صورت میں ہم تجھے زندگی میں بھی دوہرے عذاب کا مزہ چکھاتے اور مرنے کے بعد بھی دوہرے عذاب کا مزہ چکھاتے اور پھر تم ہمارے مقابل پر کسی کو اپنا یار و مددگار نہ پاتے ◉

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ: اس میں حذف مضاف ہے اور اس کے معنے ضعف عذاب

الحیٰوۃ وضعف عذاب الممات ہیں۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۷﴾

وہ چاہتے ہیں کہ تجھے ڈرا کر اِس خطۂ زمین سے نکال دیں لیکن اگر انہوں نے ایسا کیا تو تیرے بعد وہ خود بھی تھوڑی ہی مدت اس میں رہ سکیں گے ◉

اگر یہ سوال ہو کہ یہ لوگ تو مکّہ میں مدّت العمر رہے تو جاننا چاہیئے کہ یہاں خطاب مُشرکوں کو ہے۔ فتح مکّہ کے بعد وہ مُشرک بن کر نہیں بلکہ مسلمان بن کر رہے۔ لَا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ میں مُشرکوں کا ذکر ہے جن کے لئے فتح مکّہ کے بعد یہ حکم تھا فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (توبہ: ۲۸) پس یا تو وہ مسلمان ہو گئے اور اس حکم کی زد سے نکل گئے یا مکّہ سے نکال دیئے گئے۔ اس کی دوسری قراءت خلافك (بیضاوی، املاء) ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ یہاں خطاب ان صنادیدِ مکّہ سے ہو جنہوں نے حضورؐ کو مکّہ سے نکالا اور اس کے جلد ہی بعد جنگِ بدر میں ہلاک ہو گئے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۸﴾ ع ۸

جو رسول ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں ان کے بارے میں ہمارا یہی طریق رہا ہے۔ تُو ہمارے طریق میں کوئی تبدیلی نہیں پائیگا ◉

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی چھا جانے تک نماز کا التزام کر۔ اور صبح کی نماز کا بھی التزام کر۔ یاد رکھ! صبح کی نماز کا وقت حضورِ قلب کا وقت ہے ◉

لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ: اس میں ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں آجاتی ہیں۔ اِلٰی کے قرینہ سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اہتمام کیا جائے۔ اس اہتمام کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذہنی طور پر یہ تمام وقت عبادت ہی میں گزرے گا۔ اَلْفَجْر کو اس پر عطف کر کے رات کو بھی عبادت ہی میں شامل کر لیا گیا ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ: وصلاة الصبح، سُمیت قرآناً لانها رکنها کما سُمیت رکوعاً و سجوداً (بیضاوی، کشاف، جلالین، روح البیان) قرآن نے نماز کو کبھی رکوع کے لفظ سے کبھی سجود کے لفظ سے اور کبھی قرآن کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس طرزِ کلام کو علمِ بیان میں تسمیة الشئ باسم جزءہٖ (مختصر المعانی: الحقیقت والمجاز) کہتے ہیں۔

مَشْهُوْدًا: شَهِدَ سے اسم مفعول ہے۔ اس سے مراد مسلمانوں کے جمِ غفیر کا موجود ہونا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کا موجود ہونا بھی (کشاف) صاحبِ غریب القرآن نے اس کے معنی حضورِ قلب کا وقت کئے ہیں یعنی یہ وہ وقت ہے جب دل خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہوتا ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۸۰﴾

اور رات کو بھی اُٹھ کر نماز ادا کر۔ یہ تیرے لئے ایک زائد عبادت ہے۔ تیرا رب تجھے عنقریب مقامِ محمود پر فائز کرے گا ◉

فَتَهَجَّدْ بِهٖ: بِهٖ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۱﴾

اور اللہ سے دعا کر: اے میرے رب تو مجھے جہاں بھی لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا، اور مجھے جہاں سے بھی لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا، اور مجھے اپنے حضور سے ایسی بُرہانِ قاطع عطا فرما جو سراسر تیری نصرت کا نشان ہو ◉

اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ: اِس کے معنی مدینہ میں داخل ہونا اور مکہ سے نکلنا بھی ہوسکتے ہیں اور مکہ سے نکلنا اور دوبارہ اس میں داخل ہونا بھی ہوسکتے ہیں پیشگوئی کی اہمیت کے پیشِ نظر اَدْخِلْنِیْ اَخْرِجْنِیْ سے پہلے رکھا ہے۔ گویا جس وقت حضورؐ مکہ سے نکل رہے تھے اُس وقت حضورؐ کو معلوم تھا کہ مکہ میں دوبارہ داخل ہوں گے۔ دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ (۲۸: ۸۶) جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے ضرور تجھے مکہ واپس لے جائے گا۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۲﴾

اور یہ اعلان کر: حق آ گیا اور جھوٹ بھاگ گیا۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے ◉

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۳﴾

قرآن کے ذریعہ ہم وہ تعلیم نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ لیکن اس سے ظالموں کے گھاٹے میں مزید گھاٹا پڑتا ہے ◉

مِنْ: لابتداء الغایة (شوکانی)

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾

جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ ہم سے رُوگردانی اور اجتناب کرتا ہے۔ لیکن جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو سخت مایوس ہو جاتا ہے ◉

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع ۹

کہہ: ہر شخص اپنی خلقت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تمہارا ربّ بہتر جانتا ہے کہ کون صحیح تر راہ پر گامزن ہے ◉

وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

اے رسول! یہ لوگ تجھ سے رُوح کے متعلق پوچھتے ہیں، تو ان سے کہہ: رُوح میرے ربّ کے حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ تمہیں بہت تھوڑا

علم دیا گیا ہے ◉

مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ : من الإبداعيات الكائنة بكن (بيضاوی)

وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۷﴾

اے رسول ! اگر ہم چاہیں تو وہ قرآن جو ہم نے تجھے الہام کیا ہے تجھ سے چھین لیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو تجھے ہمارے مقابل پر کوئی حمایتی نہیں ملے گا جو اسے واپس لا دے۔ ◉

بِهٖ : ای بالقرآن (شوکانی، رُوح البیان) یہاں خطاب رسول کو ہے لیکن اس سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف قرآن بھیجا گیا۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۸﴾

لیکن اللہ کی رحمت نے پسند کیا ہے کہ قرآن تیرے پاس رہے۔ اس کا تجھ پر بہت ہی فضل ہے ◉

اِلَّا : الاستثناء المنقطع بمعنی ؛ ولكن رحمة من ربّك تركته غير مذهوب به (كشاف، بیضاوی)

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۹﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ : اگر تمام اِنس و جن ایسا قرآن لانے

کے لئے اکٹھے ہو جائیں پھر بھی وہ ایسا قرآن نہیں لا سکیں گے، خواہ وہ کتنی بھی ایک دوسرے کی مدد کریں ◉

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۰﴾

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے تمام نادر معارف مختلف طریقوں سے بار بار بیان کئے ہیں، لیکن اکثر لوگ کفر کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتے ◉

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ : من کل انتزاحاتهم هو کالمثل فی غرابته (بیضاوی، روح البیان)

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۱﴾

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۲﴾

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۳﴾

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

یہ لوگ کہتے ہیں: ہم تجھ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تُو ہمارے لئے اِس خطۂ زمین میں ایسا چشمہ جاری نہیں کر دیتا جس کا پانی کبھی خشک نہ ہو، یا تجھے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ نہیں ملتا اور تُو اس میں جابجا نہریں جاری نہیں کر دیتا، یا تُو ہم پر، جیسا کہ تجھے دعویٰ ہے، آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا نہیں دیتا، یا تُو اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا نہیں کر دیتا، یا تجھے سونے کا ایک گھر نہیں ملتا، یا تُو آسمان پر چڑھ نہیں جاتا۔ ہاں اتنا یاد رکھ کہ ہم تیرے چڑھنے پر بھی یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تُو آسمان سے ہم پر ایک کتاب جسے ہم خود پڑھ لیں نازل نہیں کرتا۔

تُو ان سے کہہ: سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو میں تو صرف ایک انسان ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ◉

یَنْبُوْع: عین لا ینضب ماؤھا (بیضاوی، کشاف، رُوح البیان)

حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا: منھا (جلالین)

سُبْحَانَ رَبِّیْ: تعجبًا من اقتراحاتھم او تنزیھا للہ من ان یأتی او یتحکم علیہ او یشارکہ احد فی القدرۃ (بیضاوی) مؤخر الذکر صورت میں معنی ہوں گے: تمہارے مطالبات میرے رب کی سبوحیت کے خلاف ہیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

جب لوگوں کے پاس ہدایت آتی ہے تو ان کو ایمان لانے سے
اس کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ نے
ایک انسان کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے؟ ◉

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۶﴾

اے رسول! تو اُن سے کہہ: اگر زمین میں فرشتے بستے اور
چلتے تو ہم ضرور ان کے لئے آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول
بنا کر بھیجتے ◉

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۷﴾

اے رسول! تو اُن سے کہہ: میرے اور تمہارے درمیان جھگڑا
نپٹانے کے لئے اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے
ظاہر اور باطن کو جانتا ہے ◉

خَبِيْرًا بَصِيْرًا: عالمًا ببواطنھم وظواھرھم (جلالین، بیضاوی، روح البیان)۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا مَاْوٰىهُمْ

جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۸﴾

ہدایت انہی لوگوں کو ملتی ہے جنہیں اللہ ہدایت دیتا ہے۔ رہے وہ لوگ جن کو وہ ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے سو تو اُس کے سوا کسی اور کو اُن کا دوست اور نگہبان نہیں پائے گا۔ قیامت کے دن ہم انہیں ان کے چہروں کے بل گھسیٹتے ہوئے اکٹھا کریں گے اور ان کی حالت یہ ہو گی کہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب اس کے شعلے ٹھنڈے ہونے لگیں گے ہم ان کی آگ کو پھر سے بھڑکا دیں گے ◉

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۹﴾

ان کی یہ سزا اِس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور خاک ہو جائیں گے ہم ایک نئے رُوپ میں دوبارہ زندہ کئے جائیں گے ◉

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۱۰۰﴾

کیا وہ اتنی سی بات نہیں جان سکتے کہ اللہ جس نے زمین و

آسمان کو پیدا کیا ہے اِس بات پر قادر ہے کہ ان کو تمثیلی
رُوپ میں دوبارہ پیدا کر دے۔ اس نے ان لوگوں کا وقت مقرر
کر رکھا ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ لیکن ظالم انکار کے
سوا کسی اور بات کو قبول نہیں کرتے ◉

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا : یعلموا (کشاف ، بیضاوی ، جلالین ، رُوح البیان)

اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ : ان یخلقھم ثانیا، فعبر عن خلقھم ثانیا بلفظ المثل (رازی)

اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں: ان کی مانند نئی مخلوق پیدا کر دے۔ گویا اَوۡ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ اور
یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَكُمۡ کا مضمون بیان کیا ہے (رازی)

الواحدی کا کہنا ہے کہ پہلے معنی سابقہ عبارت سے زیادہ جوڑ رکھتے ہیں۔ راقم الحروف کے خیال میں یہاں
مثل کا لفظ لاکر حیاتِ ثانی کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّیۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ
خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ﴿۱۰۱﴾

اے رسول! تو ان سے کہہ: اگر میرے ربّ کی رحمت کے خزانے
میری بجائے تمہیں دئے جاتے تو تم اس خوف سے کہ کہیں وہ
خرچ نہ ہو جائیں ضرور ان کو روک رکھتے۔ بات یہ ہے کہ کافر
بہت ہی بخیل ہے ◉

جیساکہ کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے قرآن کا قاعدہ ہے کہ اکثر سوال کو حذف کر دیتا ہے اور جواب
دے دیتا ہے۔ جواب سے خود سوال کی نوعیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

پہلی آیات میں کفار کے اعتراضات کے جواب دیئے جا رہے تھے۔ اس جگہ ان کے اس اعتراض کا
جواب دیا ہے کہ اس کو کیا لعل لگے ہیں کہ اسے رسول بنا دیا ہے اور ہمیں رسول نہیں بنایا۔
فرمایا کہ اے رسول تو ان سے کہہ کہ میرے ذریعہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے خزانے یوں لٹائے جا رہے

ہیں کہ ان کو لینے والا کوئی نہیں لیکن اگر یہی رحمت کے خزانے تمہیں دے دیئے جاتے تو تم اپنے اس بخل کی وجہ سے جو کفر کا لازمی نتیجہ ہے ان کو روک رکھتے۔ اِس جگہ الْاِنسَان سے مراد کافر ہے اور رحمت سے مراد نبوّت اور کتاب۔ پس سچی بات یہی ہے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (۶: ۱۲۵) قرآن نے جا بجا نبوّت اور کتاب کو رحمت سے تعبیر کیا ہے۔

مندرجہ ذیل مقامات پر تورات کو هُدًى وَّرَحْمَةً کہا ہے: ۶: ۱۵۵، ۷: ۱۵۵، ۲۸: ۴۴۔

مندرجہ ذیل مقامات پر اسے اِمَامًا وَّرَحْمَةً کہا ہے: ۱۱: ۱۸، ۴۶: ۱۳۔

مندرجہ ذیل مقامات پر قرآن کو هُدًى وَّرَحْمَةً کہا ہے: ۶: ۱۵۸، ۷: ۵۲، ۷: ۲۰۴، ۱۰: ۵۸، ۱۲: ۱۱۲، ۱۶: ۶۵، ۱۶: ۸۹، ۲۷: ۷۸، ۳۱: ۴، ۴۵: ۲۱ (تلك عشرة كاملة)

۴۴: ۷ میں قرآن کو رَحْمَة کہا ہے۔

۱۷: ۸۳ میں قرآن کو شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ کہا ہے۔

۱۱: ۶۴ اور ۱۸: ۶۶ میں نبوّت کو رَحْمَة کہا ہے۔

اِن معنوں کے اعتبار سے اگلی آیت کا اِس سے تعلق خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۲﴾

اور اے رسول جہاں ہم نے تجھے اپنی رحمت کے خزانے عطا کئے ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشان دئے۔
ہم نے اُسے کہا: فرعون سے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کر۔
جب موسیٰ فرعون اور اس کی قوم کے پاس آیا اور اس نے ان کو نشانات دکھائے تو فرعون نے اُسے کہا: اے موسیٰ! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تُو جادو کے اثر کے نیچے اپنے حواس کھو چکا

ہے ◉

فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ : فقلنا لہ سلھم من فرعون لیرسلھم معک (کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان)

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ : الفاء فصیحة ای فاظھر عند فرعون ما اتیناہ فقال لہ فرعون (شوکانی، روح البیان)

مَسْحُوْرًا : سحرت فخولط عقلك (کشاف، بیضاوی، جلالین، شوکانی، روح البیان)

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾

موسیٰ نے کہا: تُو جانتا ہے کہ یہ نشانات زمین اور آسمان کے ربّ کے سوا کسی اور نے نازل نہیں کئے۔ اے فرعون! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تُو ہلاک ہو چکا ہے ◉

فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ۙ﴿۱۰۳﴾

فرعون نے چاہا کہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو ڈرا کر ملک سے نکال دے لیکن ہم نے خود اس کو اور اس کے ساتھیوں کو، سب کو غرق کر دیا ◉

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾

فرعون کے غرق ہونے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا: جس ملک کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے تم اس میں اطمینان سے رہو۔ جب ہمارے آخری وعدہ کا وقت آئے گا ہم تمہیں مختلف قوموں سے لاکر اس زمین میں پھر اکٹھا کریں گے ◉

مِنْۢ بَعْدِہٖ: من بعد فرعون و اغراقہ (بیضاوی، رُوح البیان)

اسْکُنُوا الْاَرْضَ: ال عہد کے لئے ہے یعنی موعودہ زمین۔

وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ: یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں آیت ۸ والے وعدہ کا ذکر نہیں بلکہ اس وعدہ کا ذکر ہے جس کا اشارہ آیت ۹ میں کیا گیا ہے۔ آیت ۵ میں دو دفعہ سرکشی کرنے کا ذکر ہے۔ آیت ۶ اور ۸ میں اس کی سزا کا ذکر ہے۔ آیت ۹ میں دوبارہ رحم کرنے کا ذکر ہے۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

دیکھو یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہو رہی ہے۔ بنی اسرائیل تمام قوموں سے لاکر فلسطین میں آباد کئے گئے ہیں۔ اب اس پیشگوئی کا دوسرا حصہ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (آیت ۹) پورا ہونے والا ہے۔ جب ایک حصہ پورا ہو گیا تو یقیناً دوسرا بھی پورا ہو گا اور انشاء اللہ یہ لوگ فلسطین سے پھر نکال دئے جائیں گے اور حق حقداروں کو ملے گا۔

اللفیف: الجماعات من قبائل شتّٰی (کشاف)

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۶﴾

لوگو! ہم نے قرآن کو تمہاری تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے اُتارا ہے اور یہ تمہاری تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اُترا ہے۔ اے رسول! ہم نے تجھے صرف اِس لئے بھیجا ہے کہ تو ماننے والوں کو ہماری رحمت کی بشارت دے اور انکار کرنے والوں کو ہمارے عذاب سے ڈرائے ◉

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾

اے رسول! ہم نے قرآن کو جُدا جُدا فصول میں تقسیم کیا ہے اور اسے تدریجاً اُتارا ہے تاکہ تُو اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سُنائے ●

فَرَقْنٰهُ: نزّلناه مُفرّقًا مُنجّمًا (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ﴿۱۰۷﴾

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾
وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۩ ﴿۱۰۹﴾ السجدة

تُو اُن سے کہہ: تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اس سے اس کی شان میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جب قرآن ان لوگوں کو سُنایا جاتا ہے جنہیں اس کی تنزیل سے پہلے اس کا علم دیا گیا تھا تو وہ مُنہ کے بَل سجدے میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارا ربّ ہر عیب سے پاک ہے۔ ہمارے ربّ کا وعدہ پُورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ وہ مُنہ کے بَل روتے ہوئے سجدہ میں گرتے ہیں

اور جب اسے سنتے ہیں تو عاجزی میں اور بھی بڑھ جاتے ہیں ◉

اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا : فان ایمانکم لا یزیدہ کمالاً و امتناعکم عنه لا یورثه نقصانا (بیضاوی، روح البیان)۔

وَ یَزِیْدُهُمْ : سماع القرآن (بیضاوی، روح البیان)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۱﴾

اے رسول! تو اُن سے کہہ: تم اُسے اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے۔ تم جس نام سے چاہو اسے پکارو، تمام خوبصورت نام اُسی کے ہیں۔

تُو نماز نہ تو بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بہت پست آواز سے۔ درمیان کی راہ اختیار کر ◉

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۲

اور کہہ: تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے نہ کسی کو

اپنا بیٹا بنایا اور نہ حکومت میں کوئی اس کا شریک ہے اور
نہ کوئی اس کا دوست اس کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔
اور اے رسولؐ! بڑے زور سے اس کی بڑائی بیان کر ◉

سُورَةُ الْكَهْفِ

ربطِ آیات

سورۃ بنی اسرائیل میں کلام کا رُخ یہود کی طرف تھا اِس سُورۃ میں نصاریٰ کی طرف ہے
بنی اسرائیل میں یہود کے انجام کا ذکر ہے اِس سورۃ میں نصاریٰ کے انجام کا ذکر ہے۔

آیت ۱ تا ۶:

بنی اسرائیل کی آخری آیت میں کہا گیا تھا کہ اللہ کی حمد کو بیان کرو۔ اِس سُورۃ کی ابتدا اللہ کی حمد سے کی گئی ہے۔ اور قرآن کو اس کی حمد کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ وہ خدا یقیناً حمد کے لائق ہے جس نے ایسا قرآن نازل کیا ہے جو ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو نیک انجام کی بشارت دیتا ہے اور خدا کا بیٹا بنانے والوں کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے۔

آیت ۷:

جب قرآن کی عظمت بیان کی تو صاحبِ قرآن کی عظمت کا بھی ذکر کیا کہ سبحان اللہ! یہ رسول کس پایہ کا انسان ہے کہ اس غم سے نڈھال ہو رہا ہے کہ لوگ قرآن ایسی عظیم الشان نعمت سے مستفید نہیں ہو رہے۔

آیت ۸:

جب کفار اور مومنین کا ذکر کیا تو فرمایا: ہم نے زمین کی ہر چیز کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرے۔ مومنوں اور کافروں میں یہی فرق ہے کہ مومن زمین کو آباد کرتے ہیں اور اس میں حُسن و احسان کا رنگ بھرتے ہیں لیکن کافر اسے ویران کرتے ہیں اور اس میں فساد بپا کرتے ہیں۔ ہم کافروں کو بھی اور مومنوں کو بھی کام کرنے کا موقع دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کن لوگوں کے اعمال زمین کے حُسن کو بڑھاتے ہیں اور کن کے اعمال اس کے حُسن کو ضائع کرتے ہیں۔

آیت ۹ :-

آیت ۸ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی کہ زمین دائمی مقام ہے اِس آیت میں اس خیال کی نفی کر دی اور فرمایا کہ ایک دن آئے گا کہ زمین کی تمام حسن و رعنائی خاک میں مل جائے گی اور وہ محض مٹی کا ایک ڈھیر بن کر رہ جائے گی۔

آیت ۱۰ تا ۲۳ :-

جب یہ فرمایا کہ زمین میں کافر اور مومن اپنے اپنے طور پر عمل کرتے ہیں تو اس مضمون کو مثال سے واضح کیا۔

اصحابِ کہف چند مظلوم عیسائی نوجوان تھے بظاہر ان کے اعمال اس قدر محدود تھے کہ ان کو زندہ رہنے کے لئے غاروں کے اندر چھپ کر رہنا پڑا لیکن ان کی نیکی کا بیج پھلا اور پھولا اور ایک عالم پر چھا گیا اور خود ظلم کرنے والے مظلوموں کا شکار ہوگئے اور ان کے مقبرے بنانے لگے۔ اِن آیات میں اصحابِ کہف کے متعلق بعض تفاصیل بیان کی گئی ہیں اور بعض پیشگوئیاں کی گئی ہیں جن کی طرف تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

آیت ۲۴ تا ۲۶ :-

اِن آیات میں واضح طور پر محمدی اصحابِ کہف کا ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ جہاں مسیحی اصحابِ کہف کو کئی سو سال مظلومی کی حالت میں کاٹنا پڑے محمدی اصحابِ کہف صرف چونتیس سال ایسی حالت میں رہیں گے۔

آیت ۲۷ :-

فرمایا: محمدی اصحابِ کہف کو کہف کے اندر بعض اقدار کی حفاظت کے لئے رہنا پڑے گا اور وہ ان اقدار کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

آیت ۲۸ :-

فرمایا: تم ہماری اس پیشگوئی کو غور سے پڑھو۔ کوئی ٹالنے والا اللہ کی باتوں کو نہیں ٹال سکتا اور اے اصحابِ کہف! تم اِدھر اُدھر کے سہارے نہ ڈھونڈو تمہیں پناہ صرف اللہ ہی کے ہاں ملے گی۔

آیت ۲۹:-

اِس آیت میں شریف الطبع لوگوں کو اصحابِ کہف کے حال پر رحم کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اِن لوگوں کی یا اس شخص کی پیروی سے منع کیا گیا ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر ان پر ظلم روا رکھتا ہے۔

آیت ۳۰ تا ۳۲:-

فرمایا: اصحابِ کہف پر ظلم کے نتیجہ میں ظالموں پر ایک خطرناک آگ مستولی کر دی جائے گی لیکن مومنوں کا حال جُدا ہوگا ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔

آیت ۳۳ تا ۴۵:-

اِس سورۃ میں مسیحیت کے غلبہ کا اور اس کے خاتمہ کا اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا ذکر ہے جس طرح مسیحیت کا غلبہ مسیحی اصحابِ کہف کے ذریعہ ہوا اسی طرح اسلام کا غلبہ محمدی اصحابِ کہف کے ذریعہ ہوگا۔

اپنے غلبہ کے ایام میں مسیحی لوگ بڑی لن ترانیاں کریں گے اور اپنی مال و دولت اور تعداد پر اترائیں گے۔ اِن آیات میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کر دے گا اور مسلمانوں کو پھر سے غلبہ عطا کرے گا۔

آیت ۴۶ تا ۴۷:-

عین ممکن تھا کہ بعض لوگ دُنیوی غلبہ کو اصل اسلام سمجھنے لگیں۔ اِن آیات میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ اصل شئے نہ مال ہے نہ بیٹے۔ اللہ کے ہاں باقیات الصالحات ہی کی قدر ہے اور انہی پر عاقبت کا دارومدار ہے۔

آیت ۴۸ تا ۵۰:-

چونکہ نیک اعمال کا اصل اجر قیامت کو ملے گا باقیات الصالحات کے ذکر کے ساتھ قیامت اور اس کے احوال کا ذکر بھی کر دیا۔

آیت ۵۱ تا ۵۴:-

اِن آیات میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ میں بھی وہی آدم و ابلیس کا قصہ دہرایا جائیگا

لیکن بالآخر ابلیس اور اس کی ذریت تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے اور جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

آیت ۵۵ تا ۶۰:-

جب اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا ذکر کیا تو واضح طور پر کہہ دیا کہ یہ نشأۃِ ثانیہ قرآن ہی کے ذریعہ ہوگی جس میں تمام ضروری مضامین کو بیان کر دیا گیا ہے جو لوگ اس وقت کفر کی راہ اختیار کریں گے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

آیت ۶۱ تا ۸۳:-

آیت ۱۰ تا ۲۲ کے ماتحت لکھی گئی ابتدائی سطور کو غور سے پڑھئے۔ اصل مضمون یہ چل رہا تھا کہ آیا کافرانہ طرزِ زندگی زمین کے حسن میں اضافہ کرتا ہے یا مومنانہ طرزِ زندگی۔ اِس ضمن میں اصحابِ کہف کا ذکر کیا ان کے ذکر میں محمدی اصحابِ کہف کے ذکر کو سمو دیا۔ ان آیات میں موسٰی اور مثیلِ موسٰی محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو تمثیلی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ خضرِ راہ جس کی موسٰی کو تلاش تھی اور جس کے ساتھ وہ زیادہ دیر نہ چل سکے میرا محمد فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا۔ ان دونوں کے ذکر میں ان کی تعلیم کے فرق کو تین مثالوں سے بیان کیا ہے۔ انسان کا جسم ایک کشتی ہے جو عمل کے چپوؤں سے چلتی ہے۔ شیطان ہر وقت اس پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ موسوی تعلیم اس کشتی کو جوں کا توں منزلِ مقصود کی طرف لے جانا چاہتی ہے لیکن شیطان اس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ شہوات کا جوش و خروش سمندر کی لہروں کی طرح اسے اُٹھائے پھرتا ہے اور وہ اپنی منزل سے بھٹک جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تعلیم اس کشتی میں شگاف ڈالتی ہے۔ شیطان اس کو عیب دار سمجھ کر اس سے دستبردار ہو جاتا ہے لیکن جب شیطان کا خوف زائل ہو جاتا ہے تو صاحبِ کشتی اسے ٹھیک کر کے منزلِ مقصود تک لے جاتا ہے۔

اسی طرح اولاد کا حال ہے۔ موسوی تعلیم صرف اس بات پر زور دیتی ہے کہ صحت والی اولاد پیدا ہو لیکن اس کے برعکس اسلام اِس بات پر زور دیتا ہے کہ اولاد صحت والی بھی ہو اور پاکباز بھی ہو حتی کہ وہ پاک اولاد پیدا کرنے کے لئے بعض ایسے اصول بیان کرتا ہے جو بظاہر قتلِ اولاد کے مترادف نظر آتے ہیں۔ مثلاً نکاح کی تعداد پر پابندی۔

اسی طرح محنت کا حال ہے موسوی تعلیم اپنی محنت اور دولت کو غیر قوموں کے لئے صرف کرنا جائز

نہیں سمجھتی لیکن اسلام رنگ و نسل کے امتیاز سے بلند ہو کر ہر حاجتمند کی مدد کی تعلیم دیتا ہے۔

آیت ۸۴ تا ۹۹ :-

پھر اس مضمون کی طرف چلیے جو آیت ۱۰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے اصحاب کہف کا ذکر کیا پھر موسٰی اور خضر راہ کا ذکر کیا۔ اِن آیات میں ایک ایسے عادل بادشاہ اور اس کی تین مہمات کا ذکر کیا ہے جس نے اپنے عدل اور حُسنِ سلوک سے دُنیا کے حُسن میں اضافہ کیا۔

آیت ۱۰۰ تا ۱۰۴ :-

ذوالقرنین کے ذکر میں یاجوج ماجوج کا ذکر آیا تھا جو دُنیا کے حُسن کو تباہ کرتے تھے۔ ان کے ذکر کے ساتھ اِن کی مثیل قوموں کا ذکر بھی کر دیا جو آخری زمانہ میں دُنیا کے حُسن کو تباہ کریں گے۔

فرمایا: اِس تباہی کی ایک وجہ تو یہ ہو گی کہ لوگ میرے ذکر سے غافل ہو گئے اور دوسری یہ کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لئے۔

آیت ۱۰۵ تا ۱۰۹ :-

جب ان لوگوں کا ذکر کیا جو اپنی دُنیا طلبی کی وجہ سے دُنیا کا امن تباہ کر دیں گے تو ان لوگوں کا اور مومنین کا مقابلہ کیا۔

آیت ۱۱۰ :-

یہ تمام پُرحکمت باتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ میرے رب کی باتیں اِس قدر ہیں کہ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور اتنی ہی سیاہی اَور مہیا کر لی جائے تو بھی وہ حیطۂ تحریر میں نہیں آسکتیں۔

آیت ۱۱۱ :-

محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ پُرحکمت کلام سُننے پر بعض لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی مافوق البشر وجود ہے۔ فرمایا: اے رسول! تو ان سے کہہ میں تمہاری ہی طرح کا انسان ہوں تمہارا خدا خدائے واحد ہے پس نیک عمل بجا لاؤ یعنی ایسے اعمال جو دُنیا کے حُسن میں اضافہ کریں اور شرک نہ کرو، کیونکہ شرک دُنیا کے حُسن کو بگاڑتا ہے۔

(۱۸) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ

اٰیاتہا ۱۱۱ — رکوعہا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ◉

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ②

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ ③

مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ ④

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۗ ⑤

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ پر وہ کتاب، نازل کی جس میں اس نے کوئی کجی نہیں رکھی اور جو سچائی کی حفاظت کرتی ہے تاکہ وہ انکار کرنے والوں کو اور ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے اس سخت عذاب سے آگاہ

کرے جو اس کی جناب سے صادر ہونے والا ہے اور ان مومنوں
کو جو نیک اعمال بجا لاتے ہیں خوشخبری دے کہ ان کے لئے بہت
اچھا اور دائمی اجر ہے ◉

وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا: صاحبِ کشاف نے وَلَمْ يَجْعَلْ کو اَنْزَلَ پر معطوف لیا ہے اس کے نزدیک قَيِّمًا کو کتاب کا حال ماننے سے حال اور ذوالحال میں فاصلہ واقع ہوجاتا ہے۔ علامہ شوکانی، اصفہانی کے قول سے اتفاق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا میں واؤ حال کے لئے ہے گویا وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اور قَيِّمًا دونوں حال ہیں جب دونوں حال ہوئے تو حال اور ذوالحال میں فاصلہ نہ رہا۔

لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا: لینذر الّذین کفروا۔ فحذف المفعول الاوّل اکتفاء بدلالۃ القرینۃ (بیضاوی)

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ⑥

ان لوگوں کے پاس جو کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے اپنے
دعوے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی کوئی دلیل ان کے آباؤاجداد
کے پاس تھی۔ بہت ہی بڑی ہے وہ بات جو ان کے منہ سے
نکلتی ہے۔ وہ سراسر جھوٹ بکتے ہیں ◉

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑦

اے رسول! اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہیں لاتے تو
کیا تو ان کے پیچھے غم سے اپنی جان کھو دے گا ◉

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٨﴾

جو کچھ زمین میں ہے ہم نے اسے اس کی زینت کا سامان بنایا
ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں کو آزما کر دیکھتے ہیں کہ ان میں سے
کون اچھے عمل کرتا ہے ◉

لِنَبْلُوَهُمْ : اللام للغرض او للعاقبة (شوکانی)

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حُسنِ عمل کا تقاضا ہے کہ زمین کی خوبصورتی میں اضافہ کیا جائے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بات میں حُسنِ احسان کی تعلیم دی ہے چنانچہ فرمایا: جسم اور کپڑوں، سڑکوں اور گھروں اور مساجد کو صاف رکھو، دلوں کو پاک کرو، حُسنِ کلام سے پیش آؤ۔ مومن کا یہ کام ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اپنے ماحول کو ہر رنگ میں مزین کرے۔ بیشک اللہ جمیل و یحب الجمال۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کے مطابق زینت کے اصل حقدار مومن ہی ہیں چنانچہ فرمایا: مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (الاعراف: ۳۳)

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ﴿٩﴾

لیکن ایک وقت آئے گا کہ ہم روئے زمین کی ہر چیز کو چٹیل
میدان بنا دیں گے ◉

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا

مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑩

کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحابِ کہف اور رقیم ہمارے نشانوں
میں سے کوئی اچنبا نشان تھے ◉

اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ : کھف کے معنی غار کے ہیں اور رقیم کے معنی مرقوم یعنی لکھی ہوئی چیز
کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہؤا کہ بحیرۂ مُردار کے قریب غاروں میں سے پُرانی دستاویزات
ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عیسائی تھے جو مسیح کو ابن اللہ نہیں بلکہ خدا
کا رسول مانتے تھے اور ظالموں کے خوف سے کئی سال غاروں کے اندر زندگی بسر کرتے رہے۔

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا
مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑪

وہ وقت یاد کرو جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی اور
کہا : اے ہمارے رب ہم پر اپنا خاص فضل فرما اور ہمارا
معاملہ ٹھیک کر دے ◉

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑫

چنانچہ ہم نے کئی سال تک ان کے کانوں پر مُہر لگائے
رکھی ◉

عَدَدًا : ذوات عدد (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان) عَدَدًا سِنِيْنَ کی صفت ہے یعنی وہ
غاروں میں بند رہے اور ان کو باہر کی کوئی خبر نہ ملی۔ مفسّرین نے اس کے معنی نیند کے کئے ہیں لیکن جیسا کہ
مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں، عربی زبان میں ضَرب علی الاٰذان کا محاورہ نیند کے
معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ﴿۱۳﴾

پھر ہم انہیں غاروں سے باہر نکال لائے تاکہ ہم دیکھیں کہ فریقین میں سے کِس نے ان اقدار کو زیادہ محفوظ رکھا ہے جن کی خاطر وہ مدّت مدید غاروں میں رہے ●

اَحْصٰی : اَضْبَطْ (کشاف ، بیضاوی ، رُوح البیان)

جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے قرآن کے قصص آئندہ زمانہ کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔ فریقین سے مُراد یہاں اصحابِ کہف اور وہ لوگ ہیں جن کے خوف سے وہ غاروں کے اندر رہنے پر مجبور رہتے۔ اِس میں ایک زبردست پیشگوئی ہے کہ اصحابِ کہف کا نام پانے والی ایک جماعت پر اسی طرح مظالم ڈھائے جائیں گے جس طرح اصحابِ کہف پر ڈھائے گئے اور ان پر ظلم کرنے والے اور اصحابِ کہف ایک ہی قسم کی اقدار کے مدعی ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ اصحابِ کہف کو غلبہ عطا کرکے ثابت کردے گا کہ کون لوگ صحیح اقدار کے حامل تھے۔

فریقین سے مُراد مسیحی اور محمدی اصحابِ کہف بھی ہوسکتے ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ ماضی کا صیغہ ہے اور لِنَعْلَمَ مضارع کا۔ مضارع کے صیغہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے پردے میں مستقبل کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًی ﴿۱۴﴾

اے رسول! ہم تجھے اُن کا قصہ صحیح صحیح بتاتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور جنہیں ہم نے

ہدایت میں ترقی دی ◉

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿١٥﴾

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ ﴿١٦﴾

ہم نے اس وقت ان کے دلوں کو مضبوط کیا جب وہ باطل کے مقابلہ پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے : ہمارا رب وہ ہے جو زمین اور آسمان کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا ہرگز کسی اور کو معبود نہیں بنائیں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بہت بڑا جھوٹ بولیں گے۔ ہماری اس قوم نے اپنے رب کو چھوڑ کر گھٹیا قسم کے معبود بنا لئے ہیں۔ لیکن یہ اپنی بت پرستی پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے ؟ بھلا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ◉

لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ : على عبادتهم فحذف المضاف (كشاف، بيضاوى) على الوهيتهم (روح البيان)۔

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا

إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾

پھر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: جب تم ان لوگوں سے اور ان چیزوں سے جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں کنارہ کر لو، تو غار میں پناہ گزین ہو جاؤ، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے گا اور تمہارے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔

وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ: خطاب من بعضهم لبعض (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ آيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٨﴾ ع ٥ / ١٤

تم دیکھو گے کہ سورج چڑھتے وقت ان کے غار سے دائیں طرف کو ہٹ کر چلتا ہے اور غروب ہوتے وقت ان کی بائیں طرف سے کترا کر نکل جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہیں۔ اللہ کا ان سے سلوک، اللہ کے نشانات میں

سے ایک نشان ہے۔ ہدایت یافتہ وہی ہے جسے اللہ ہدایت دے دے۔ لیکن جس کو وہ چھوڑ دے تمہیں اس کا نہ کوئی دوست ملے گا نہ رہنما ◉

ذٰلِکَ: ماصنعہ اللہ بھم (کشاف، روح البیان)

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑲

تم سمجھتے ہو کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ دراصل وہ سو رہے ہیں۔ ہم انہیں کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹ دیں گے اور ان کا کتا صحن کی طرف رُخ کئے اپنے اگلے پاؤں پھیلائے بیٹھا ہو گا۔

اے شخص! اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے گا اور ان کا خوف تجھ پر طاری ہو جائے گا ◉

کَلْبُھُمْ: کتے کا کام حفاظت کرنا ہے لیکن اگر اس کی نیت حفاظت کرنے کی ہو تو وہ گھر کی طرف پشت رکھتا ہے اور باہر کی طرف ہاتھ پھیلا کر بیٹھتا ہے۔ یہاں کلب سے مُراد حکومتِ وقت کا نمائندہ ہے جو حفاظت کرنے کی بجائے اُلٹا ان کو کہف کے اندر رہنے پر مجبور کرتا ہے۔

وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا: یعنی ان لوگوں کا طرّۂ امتیاز نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ہو گا۔ (تذکرہ ص ۶۶۳)

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ
مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ
قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ
بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى
طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ
وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۲۰﴾
اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ
فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۱﴾

جس طرح ہم نے انہیں کہف میں بند کیا اسی طرح ہم انہیں
وہاں سے نکالیں گے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے سے پوچھنے
لگیں گے۔

ان میں سے ایک کہے گا: تم اس حال میں کتنا عرصہ
رہے۔

لبعض کہیں گے: ہم ایک عرصہ یا اس کا ایک حصّہ رہے۔
دوسرے کہیں گے: ہمارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم
کتنا عرصہ اسی حال میں رہے۔ اپنے میں سے کسی کو چاندی
کا یہ سکّہ دے کر شہر بھیجو۔ پھر وہ دیکھے کہ سب سے

اچھا کھانا کس سے ملتا ہے اور اس سے ہمارے لئے سامان خورونوش لائے۔ اور اسے چاہیئے کہ نرمی سے بات کرے اور ہمارے متعلق کسی کو پتہ نہ چلنے دے۔ اگر ان لوگوں کو ہمارا پتہ چل گیا تو ہمیں سنگسار کر دیں گے یا ہمیں واپس اپنے دین میں لے آئیں گے۔ اور اگر ہم ان کے دین میں واپس لوٹ گئے تو ہم کبھی بھی فلاح نہیں پائیں گے ◉

كَذٰلِكَ : کما انمنا ھم (کشاف، بیضاوی)

وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا : اِن عُدتم (جلالین، طبری، کشاف، بیضاوی، رازی، روح البیان)

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۲﴾

اِس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حالات سے آگاہ کیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچّا ہے اور قیامت آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور دیکھو! لوگ ان کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے۔

بعض نے کہا: ان کے مقام پر کوئی عمارت بنا دو۔ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے۔

لیکن وہ لوگ جو اپنی بات منوانے میں غالب آئے کہنے لگے:
ہم ان کے مقام پر عبادت گاہ بنائیں گے ◉

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًاۢ بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۙ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

ع ۳ / ۱۵

بعض لوگ اٹکل سے یہ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ اسی طرح بعض لوگ یہ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔

اے رسول! تو ان سے کہہ: ان کی صحیح تعداد میرا رب ہی بہتر جانتا ہے۔ کم ہی لوگ ہیں جو ان کے صحیح حالات سے واقف ہیں۔

تم ان کے متعلق کسی ایسی بحث میں نہ الجھو جو معلوم حقائق پر مبنی نہیں اور ان کے متعلق ان لوگوں سے کچھ دریافت نہ کرو جن کا مبلغ علم اٹکل کے سوا کچھ نہیں ◉

اِس جگہ ثلاثۃ، خمسۃ اور سبعۃ کی خبر محذوف ہے۔ پس اِس سے مراد اصحاب کہف نہیں کیونکہ ان کی صحیح تعداد تین، پانچ اور سات نہیں۔ اِس جگہ ان پر ظلم کرنے والوں کے سربرآوردہ لوگوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ ایک جہت سے وہ تین ہوں گے۔ ایک دوسری جہت سے پانچ اور ایک تیسری جہت سے، جو ان سے اقویٰ ہے، سات ہوں گے اور ایک اَور جہت سے اُس سے بھی زیادہ۔

کلب کا راز خود کلب کے اعداد میں مضمر ہے۔ کلب یموت علیٰ کلب (تذکرہ صفحہ ۸۱۵) وہ کتا ہے، باون سال کی عمر میں مرے گا۔

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا : من الخائفين (روح البیان)

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٥﴾

اور کسی بات کے متعلق دعوے سے یہ نہ کہو کہ کل یہ ضرور کروں گا۔ جب بھی کہو یہ کہو "اگر اللہ نے چاہا تو کروں گا۔"

جب تم یہ کہنا بھول جاؤ تو تلافی کے طور پر اپنے رب کا ذکر کرو۔

اور اے رسول! تُو ان سے کہہ: مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ وہ مجھے اِس سے قلیل تر مدت میں کامیابی کی راہ دکھائے گا ◉

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ : استثناء مفرغ (روح البیان)

اِس آیت میں پیشگوئی ہے کہ مسلمان عیسائیوں کی نسبت یا محمدی اصحاب کہف عیسائی اصحاب کہف کی نسبت بہت جلد طاقت حاصل کر لیں گے۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اصحابِ کہف اپنے غار میں تین سو ماہ یعنی چند سال رہے اور انہوں نے اپنی مدتِ قیام کو نو سال اور بڑھایا ◉

وَازْدَادُوْا تِسْعًا لبثھم فیہ (بیضاوی)

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کے الفاظ ثلاث مائۃ سنۃ نہیں بلکہ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ ہیں۔ ثَلٰثَ مِائَةٍ اسم کامل ہے اور سِنِیْنَ اس کا عطفِ بیان ہے (کشاف، روح البیان) ابوالبقاء اور ابن الحاجب نے اسے سِنِیْنَ کا بدل لیا ہے (روح البیان)

پس اس کے معنی تین سو سال نہیں۔ اس کے معنے ہیں تین سو کا عرصہ یعنی چند سال۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تین سو کے عرصہ کی تعیین کس طرح کی جائے۔ وقت بیان کرنے کے لئے معروف طریق دن ہفتہ مہینے اور سال ہیں۔

اگر اس سے مراد دن لئے جائیں تو تین سو دنوں کو سنین نہیں کہا جا سکتا لہٰذا اس سے مراد دن نہیں۔

اگر اس سے مراد ہفتے لئے جائیں تو اس کے معنے ہوں گے کہ وہ وہاں چھ سال رہے اور اس میں نو سال زیادہ کئے۔ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کا قرینہ یہ معنے کرنے سے روکتا ہے کیونکہ عام محاورہ یہ ہے کہ چھوٹی مدت کو بڑی میں جمع کرتے ہیں نہ کہ بڑی کو چھوٹی میں۔

سال اس لئے مراد نہیں کہ ثَلٰثَ مِائَةٍ سنۃ نہیں کہا بلکہ سنین کو عطف بیان یا بدل لا کر یہ کہا ہے کہ چند سال رہے۔ پس اس سے مراد تین سو ماہ ہیں یعنی پچیس سال۔ اس میں نو بڑھا کر چونتیس سال بنتے ہیں۔ گویا کہف میں ان کا قیام چونتیس سال کا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ز
وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

کہہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت رہے۔ وہ آسمان اور زمین کے بھید جانتا ہے۔ وہ کیا خوب دیکھتا ہے، کیا خوب سنتا ہے! لوگوں کا اس کے سوا کوئی محافظ نہیں۔ اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو دخل انداز نہیں ہونے دیتا ◉۔

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۸﴾

اے شخص! تیرے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تجھ پر نازل ہوا ہے اس کی پیروی کر۔ کوئی اس کی باتوں کو بدل نہیں سکتا۔ اس کو چھوڑ کر تجھے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی ◉

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ
وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ
تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ
اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۹﴾

اور اُن لوگوں کی صحبت کا التزام کر جو اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبح و شام اسے پکارتے ہیں۔ دُنیوی زندگی کی زینتوں کی طلب میں ان سے آنکھیں نہ پھیر۔ اور ان لوگوں کی پیروی نہ کر جن کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، جو اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں، اور جن کا معاملہ حد سے بڑھا ہُوا ہے۔ ◉

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : فی موضع الحال (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان)

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۰﴾

کہہ: تمہارے رب کی طرف سے سچائی آچکی ہے اب جس کا دل چاہے ایمان لے آئے اور جس کا دل چاہے انکار کر دے۔ ہم نے ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کی ہے اس کے دھوئیں ان پر خیموں کی طرح چھا جائیں گے۔ اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح

ہو گا اور چہروں کو جھلس دے گا۔ کیا ہی بُری ہے وہ چیز
جو انہیں پینے کے لئے دی جائے گی! کیا ہی بُرا ہے ان کا
ٹھکانا! ◉

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ
اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ ﴿٣١﴾

رہے وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل بجا لاتے ہیں
تو یاد رہے کہ ہم نیک عمل کرنے والوں کا اجر کم نہیں
کرتے ◉

نُضِيْعُ : الاضاعۃ کم کردن (روح البیان)

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ
اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ
الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۧ ﴿٣٢﴾

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جو
چلتی ہوئی نہروں سے شاداب ہوں گے۔ وہاں ان کو سونے کے
کنگن پہنائے جائیں گے۔ وہ باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے

پہنچیں گے اور وہاں ان کی شان یہ ہوگی کہ وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہے ان کا ثواب! کیا ہی اچھا ہے ان کا ٹھکانا! ◉

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۚ وَّفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾

وَّكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾

اے رسول! ان سے ایک تمثیل بیان کر، دو آدمیوں کی تمثیل۔ ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا کئے۔ ہم نے ان باغوں کے گرد کھجوروں کی باڑ لگائی، ان کے درمیان کھیت اُگائے اور ان کے بیچ میں سے نہریں گزاریں۔ دونوں باغ خوب پھل لاتے تھے اور پھل دینے میں انہوں نے کبھی کوئی کوتاہی نہ کی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی انواع و اقسام کی دولت تھی۔

اس کے اور اس کے ساتھی کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ چنانچہ

اس نے اپنے ساتھی کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا میں مال
و دولت میں تم سے زیادہ امیر ہوں اور نفری میں تم سے
زیادہ طاقتور ◉

مَثَلًا رَّجُلَيْنِ : مثلاً مثل رجلين (املاء)

وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا : ولم تنقص من اکلها شیئًا (بیضاوی، شوکانی، روح البیان)

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا : ای والانهار متفرقة فيهما، هنا و هنا (ابن کثیر)

ثَمَرٌ : انواع من المال (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

لغت میں ثمر کا لفظ مال و دولت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ باغ کے ذکر کے ساتھ دولت کے لئے ثمر کا لفظ لا کر عبارت میں ایک عجیب حسن پیدا کر دیا گیا ہے۔

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ : ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ : یحاور مفاعلہ سے ہے جس میں فریقین کے درمیان مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے چنانچہ جلالین نے اس کے معنی وھو یتفاخرہ کئے ہیں۔

ان آیات میں دو شخصوں سے مراد عیسائی اور مسلمان ہیں۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۶﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۷﴾

اور وہ اپنے باغ میں ایسی حالت میں داخل ہوا کہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا۔

وہ اپنے ساتھی سے کہنے لگا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی

تباہ ہوگا اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت کبھی آئے گی۔ اور
اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہؤا تو مجھے اس باغ
سے بھی بہتر ٹھکانا ملے گا ◉

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ
خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ
رَجُلًا ؕ﴿۳۸﴾

لٰكِنَّاۡ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۳۹﴾

وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ
لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا
وَّوَلَدًا ۚ﴿۴۰﴾

فَعَسٰى رَبِّىْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ
عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا
زَلَقًا ۙ﴿۴۱﴾

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۲﴾

اس کے ساتھی نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا : کیا تو اس

خدا کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا
کیا اور پھر تجھے مکمل انسان بنایا۔
جہاں تک میرا تعلق ہے اللہ ہی میرا رب ہے۔ مَیں کسی کو اپنے
رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ جب تُو اپنے باغ مَیں داخل ہُوا تو
تُو نے کیوں نہ کہا: وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہو، تمام طاقتیں
اللہ ہی کو حاصل ہیں۔ اگر تُو یہ سمجھتا ہے کہ مَیں مال اور نفری
میں تجھ سے کم تر ہوں تو کیا عجب کہ میرا ربّ مجھے تیرے باغ سے
بہتر باغ عطا کر دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلی گرا
دے۔ اور وہ چٹیل میدان بن جائے یا اس کا پانی زمین میں
اُتر جائے اور تُو کسی حیلہ سے اُسے ڈھونڈ نہ سکے ◉

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس سے پہلی آیت میں اس کا یہ قول درج ہے کہ اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہؤا تو مجھے اس باغ سے بھی بہتر ٹھکانا ملے گا تو پھر یہ کیونکر کہا کہ تُو خدا کا انکار کرتا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ قیامت کا انکار دراصل خدا تعالیٰ ہی کا انکار ہے جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے ان کا خدا تعالیٰ پر ایمان محض رسمی ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اللّٰہ عزّ وجلّ کذّبنی عبدی، ولم یکن لهٗ ذالك، وشتمنی، ولم یکن لهٗ ذالك، تکذیبه ایّای، ان یقول لن یُعیدنا کما بدأنا، و امّا شتمه ایّای یقول اتّخذ اللّٰهُ ولداً۔ (مسند امام احمد ج۲) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نے میری تکذیب کی اور اسے یہ سزاوار نہ تھا، اس نے مجھے گالی دی اور اسے یہ سزاوار نہ تھا۔ میری تکذیب یہ ہے کہ وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ اسی طرح پیدا نہیں کرے گا جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا اور مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہے کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنا لیا ہے۔

لٰكِنَّا: اصله لٰکن انا (کشاف، بیضاوی، جلالین، املاء، رُوح البیان)

حُسْبَانًا: حسبانة (تیر) کی جمع (بیضاوی، املاء) مجازاً یہ لفظ بجلی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾

اور اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ اس شخص کا تمام پھل تباہ و برباد ہو گیا اور جبکہ باغ اور اس کی ٹٹیاں تباہ ہو چکی تھیں وہ اس مال پر جو اس نے باغ پر خرچ کیا تھا اپنے دونوں ہاتھ مل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔

اس کے پاس کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ کے خلاف اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ آپ کر سکتا تھا ●
عیسائیوں کے لئے ڈرنے کا مقام ہے۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع ۵ / ۱۷

• ایسے وقت میں مدد صرف خدائے برحق، اللہ ہی کے ہاں سے آتی ہے۔ وہی سب سے اچھا بدلہ دیتا ہے اور وہی سب سے

اچھا نتیجہ نکالتا ہے ◉

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۶﴾

اے رسول! ان سے دنیوی زندگی کا حال بیان کر۔ یہ اس پانی کی طرح ہے جسے ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں۔ اس کے ذریعہ زمین کی نباتات پھلتی اور پھولتی ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہی نباتات خشک گھاس بن کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں۔ یاد رکھو! اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◉

كَمَآءٍ: ھوکماءٍ (بیضاوی، املاء)

فَاخْتَلَطَ بِهٖ: خلط = ملانا

اختلط بہ = مل جانا۔ جب سبزی اور ہریاول زیادہ کثرت سے ہوتی ہے تو شاخیں اور پتے آپس میں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس سے کثرت کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے چنانچہ مفسرین نے کہا ہے خالط بعضہٗ بعضًا من کثرتہ (بیضاوی) تکاثف حتّٰی خالط بعضہٗ بعضًا (کشاف، روح البیان)

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۷﴾

مال اور فرزند دنیوی زندگی کی زینت کے سامان ہیں۔لیکن اجر کے
اعتبار سے تیرے رب کے ہاں باقی رہنے والی نیکیاں ہی سب
سے بہتر ہیں اور انہی پر بہترین اُمیدیں منحصر ہیں ◉

بَنُوْنَ : ابن کی جمع کثرت = بنین اس کی حالت نصبی وجری۔ ابناء اس کی جمع قلت = ابن کے معنی بیٹے کے ہیں جس طرح ۴ : ۱۱ میں ذکور کے غلبہ کی وجہ سے اِخْوَۃ (بھائی) کے لفظ میں بہن اور بھائی دونوں شامل ہیں اسی طرح بَنُوْن کا لفظ مجازاً اولاد کے لئے بولنا جائز ہے۔بہرحال اس کا اصل اطلاق اولادِ نرینہ پر ہے۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿۴۸﴾

اے رسول! انہیں کچھ اس دن کی بھی خبر دے جب ہم
پہاڑوں کو اُڑا دیں گے اور زمین تجھے ایک چٹیل میدان نظر
آئے گی اور ہم تمام لوگوں کو اکٹھا کریں گے اور کسی ایک کو
بھی پیچھے نہیں چھوڑیں گے ◉

نُسَيِّرُ: نذهب بها (بیضاوی ،کشاف ،جلالین ،رُوح البیان)

وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ﴿۴۹﴾

اور وہ قطار در قطار تیرے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور
وہ ان سے کہے گا : تم ہمارے پاس اسی حالت میں واپس آئے
ہو جس حالت میں ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ دراصل

تم نے سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے ساتھ اِس بارے میں کوئی وعدہ نہیں کیا ◉

لَنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا: وقتا لانجاز الوعد بالبعث و ان الانبیاء کذبوکم به (بیضاوی)
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ: یعنی تمہارا مال اور دولت اور تمہارے جتھے سب پیچھے رہ گئے ہیں اور تم تنِ تنہا تہی دست ہمارے رُوبرو حاضر ہوئے ہو۔
اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے تمہیں پہلی بار اس لئے پیدا کیا تھا کہ تم روحانیت میں ترقی کرو اور جب تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے تو پہلے سے بہتر حالت میں اُٹھو لیکن تم ویسے ہی کورے کے کورے آگئے ہو۔
مَوْعِدًا: مصدر، وعدہ یا ظرف یعنی وعدہ پورا ہونے کا وقت یا جگہ۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝٥٠

ع ۱۸

پھر ان کا نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا اور تُو دیکھے گا کہ مجرم اس کے مندرجات سے خائف ہیں۔ وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ چھوٹی بڑی کسی چیز کو گنے بغیر نہیں چھوڑتی۔ وہ اپنے تمام اعمال اپنے نامۂ اعمال میں موجود پائیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا ◉

وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا: مکتوبًا فی الصحف (بیضاوی، کشاف، جلالین، رُوح البیان)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۱﴾

وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کی اطاعت اختیار کرو اور ان سب نے اطاعت کی مگر نہ کی تو ابلیس نے۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ پس اس نے اپنے رب کے حکم کا انکار کیا۔

اے بنی آدم! کیا تم مجھے چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریت کو اپنا دوست بناؤ گے جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ کیا ہی بُرا ہے تبادلہ جو ظالموں نے کیا! ◉

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۲﴾

مَیں نے ابلیس اور اس کی ذریت کو نہ آسمان اور زمین کی تخلیق کے وقت اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق کے وقت مدد کیلئے بُلایا تھا۔ مَیں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے کا نہیں تھا ◉

حاصل کلام یہ ہے کہ اس کارخانہ کے انتظام اور انصرام میں شیاطین کا کوئی دخل نہیں پس تم ان کو دوست نہ بناؤ۔ ان کا دخل کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وہ اس کی تخلیق کے وقت بلکہ خود اپنی تخلیق کے وقت بھی

موجود نہ تھے یعنی وہ خود مخلوق ہیں اور مخلوق خالق کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتی۔ دوسری وجہ مدد کی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس کارخانہ کو اس نہج پہ چلائیں جو مقصود ایزدی ہے۔ لیکن وہ تو اسے اُلٹی راہ پر چلانے کی سعی میں مشغول ہیں۔ پس یہ نہ سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور تمہاری کوئی سفارش کر سکیں گے۔ وہ ضال اور مُضل ہیں۔ لہٰذا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ان سے دوستی نہ کرو۔

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

لوگو! کچھ اس دن کی بھی فکر کرو جس دن اللہ مشرکوں سے کہے گا: میرے ان خودساختہ شریکوں کو بلاؤ جن کے متعلق تمہیں بڑے بڑے دعوے تھے۔ پھر وہ انہیں بلائیں گے لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے۔ ہم ان کے درمیان ایک مہلک آڑ کھڑی کر دیں گے ◉

شُرَكَآءِيَ: اضافۃ الشرکاء الیہ علیٰ زعمھم توبیخاً لھم (کشاف، بیضاوی، روح البیان)
مَوْبِق: مصدر = ہلاکت = کنایۃ عداوت (کشاف) اسم ظرف = ہلاکت کی جگہ۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

مجرم دوزخ کو دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں گرنے کو ہیں۔ وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے ◉

مَصْرِف: مصدر = انصراف (بیضاوی، یمن) اسم ظرف = پھر کر جانے کی جگہ۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ؕ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۵﴾

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے تمام ضروری مضامین مختلف پیرایوں میں بیان کر دئیے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان ہر جھگڑا کرنے والے سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے ◉

مِنْ کُلِّ مَثَلٍ : من کل جنس یحتاجون الیہ (بیضاوی)

وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا : شَیْءٍ یہاں مجادل کی جگہ استعمال ہوا ہے (املاء) گویا اس کے معنی ہیں جد لہ اکثر من جدل کل مجادل (روح البیان)

اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انسان اکثر باتوں میں جھگڑا کرتا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَکَانَ جَدَلُ الْاِنْسَانِ اَکْثَرَ شَیْءٍ (املاء)

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰی وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّھُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَھُمْ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۶﴾

جب ان کے پاس ہدایت آئی تو اسے قبول کرنے اور اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہنے سے لوگوں کو سوائے اس کے کسی بات نے نہیں روک رکھا کہ وہ اس کے انتظار میں ہوں کہ جو حال پہلے مکذبین کا ہوا ہے وہی ان کا ہو یا ان پر انواع و اقسام کا عذاب نازل ہو ◉

اِلَّآ (انتظار) اَنْ یَّاْتِیَھُمْ (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

قُبُلًا: عیاناً او جمع قبیل بمعنی انواع (بیضاوی، کشاف، رازی، روح البیان، شوکانی)
عیاناً کے اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: یا ان پر ایسا عذاب نازل ہو جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝٥٦

ہم رسولوں کو صرف اپنی رحمت کی بشارت دینے اور غضب عذاب سے خبردار کرنے کے لئے بھیجتے ہیں، لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کر رکھی ہے جھوٹ کو اپنا آلہ کار بنا کر ان سے جھگڑنے لگتے ہیں تاکہ اس طرح حق کو مٹا دیں۔ انہوں نے میرے نشانات اور میرے انذار کو مذاق بنا رکھا ہے ◉

يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: ای یجادلون الرسل (روح البیان)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝٥٧

ان لوگوں سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جنہیں اللہ کی آیات

کے ذریعہ نصیحت کی گئی لیکن انہوں نے اُن کا انکار کیا اور
اُس انجام کو بھول گئے جس کا انصرام انہوں نے اپنے ہاتھوں
سے کیا تھا۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں
اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ
سکیں۔ اے رسول تم چاہے کتنا ہی ہدایت کی طرف بلاؤ وہ
کبھی ہدایت نہیں پائیں گے ◉

وَنَسِیَ: (عَاقِبَۃَ) مَاقَدَّمَتْ یَدَاہُ (کشاف)
اَنْ یَّفْقَھُوْہُ: القرآن (جلالین، روح البیان)

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝۵۹

تیرا رب بہت بخشنے والا، صاحبِ رحمت ہے۔ اگر وہ انہیں
ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑنے لگتا تو ان پر فوراً عذاب
نازل کر دیتا۔ لیکن ان کا ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ
وقت آ جائے گا تو انہیں اس سے بچ نکلنے کے لئے کوئی
ٹھکانا نہیں ملے گا ◉

مِنْ دُوْنِہٖ: ہٖ کی ضمیر عذاب یا اللہ تعالیٰ (روح البیان) یا مَوْعِد (روح المعانی) کی
طرف عائد ہے۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿٦٠﴾

یہ بستیاں جو تمہاری راہ میں پڑی ہیں ہم نے انہیں اس وقت ہلاک کیا جب انہوں نے ظلم کی راہ اختیار کی۔ ہم نے ان کی ہلاکت کا وقت مقرر کر رکھا تھا ◉

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦١﴾

وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: میں اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک کہ اس جگہ نہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں

اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا : فی اَوْ وجهان۔ احدهما هی لاحد شیئین ای اسیر حتی یقع اما بلوغ المجمع او مضی الحقب والثانی انها بمعنی الا (املاء)

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦٢﴾

لیکن جب وہ دونوں اس جگہ پہنچے جہاں دو دریا ملتے ہیں تو وہ اپنی مچھلی بھول گئے اور وہ سیدھی سمندر میں چلی گئی ◉

سرب : سرنگ۔ پل۔ مصدر : جلدی سے چلنا۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

جب وہ اس مقام سے آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ، ہم اپنے اس سفر سے تھک گئے ہیں۔

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

خادم نے کہا: آپ نے دیکھا کہ جب ہم آرام کے لئے اس چٹان پر ٹھہرے تھے ہم پر کیا گزری! مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور اچھو! اس نے سمندر کی راہ لی۔ شیطان نے مجھے آپ سے اس بات کا ذکر کرنا بھلا دیا۔

اَرَءَيْتَ: مادھانی (کشاف، بیضاوی)
عَجَبًا: قال فی اٰخر کلامہ۔ (بیضاوی، کشاف)

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

موسیٰ نے کہا: ہم تو اسی بات کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں پر واپس لوٹے اور انہوں نے اس شخص کو پا لیا جو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور جسے ہم نے خود علمِ لدُنی سکھایا تھا ◉

ذٰلِكَ: امر الحوت (بیضاوی)

اٰثار: قدم کے نشان۔ اُردو زبان میں قدم کا لفظ قدم کے نشان کے لئے بھی بولتے ہیں (فیروز اللغات)

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

موسیٰ نے اس سے کہا: کیا میں اس شرط پر آپ کے ہمراہ چل سکتا ہوں کہ جو دانائی کی باتیں آپ کو سکھائی گئی ہیں آپ مجھے بھی سکھائیں ◉

عَلٰٓی: علیٰ شرط (بیضاوی)

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾
وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

اس نے کہا: تم میرا ساتھ برداشت نہیں کر سکو گے۔ تم اس بات کو کیونکر برداشت کرو گے جس کا تمہیں علم نہیں ◉

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۷۰﴾

موسیٰ نے کہا: اللہ نے چاہا تو آپ مجھے مستقل مزاج پائیں گے۔ میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا ◉

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۱﴾ ع ۹

اس نے کہا: اگر تم نے میرے ہمراہ چلنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود تم سے اس کا ذکر نہ چھیڑوں ◉

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۲﴾

چنانچہ وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اُس نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: کیا آپ نے کشتی میں اس لئے شگاف کیا ہے کہ اہل کشتی کو ڈبو دیں؟ آپ نے عجیب ہی بات

کی ہے ◉

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا : وقد يقال في الشيء العجيب الذي لا يعرف سببه انه إمر (رازی)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۳﴾

اس نے کہا: کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میرا ساتھ
برداشت نہیں کر سکو گے؟ ◉

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ
اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۴﴾

موسیٰ نے کہا: میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور مجھے
دشواری میں نہ ڈالئے ◉

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا
نُّكْرًا ﴿۷۵﴾

اور وہ پھر چل پڑے یہاں تک کہ انہیں ایک لڑکا ملا اور
اس نے اسے قتل کر دیا۔
موسیٰ نے کہا: کیا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی گناہ
کے قتل کر دیا ہے! آپ نے بہت ہی بُرا کام کیا ہے ◉

بِغَيْرِ نَفْسٍ : بلا سبب (املاء، ابن کثیر) نفس کے معنی عیب کے بھی ہیں (اقرب)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۶﴾

اُس نے کہا: کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میرا ساتھ برداشت نہیں کر سکو گے ۔

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۷﴾

موسیٰ نے کہا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ بیشک مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ اب میرے تمام عذر ختم ہو چکے ہیں ۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةِ اِۨسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۸﴾

اور وہ پھر چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی کے لوگوں کے پاس پہنچے انہوں نے اس بستی کے لوگوں سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔
وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی ۔ اور —

اس نے اُسے ٹھیک کر دیا۔ موسٰی نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے لیتے ◉

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٩﴾

اُس نے کہا: اب میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ لو میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جنہیں تم برداشت نہ کر سکے ◉

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٨٠﴾

جہاں تک کشتی کا تعلق ہے وہ چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو دریا میں کام کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اسے خراب کر دوں کیونکہ ان کے عقب میں ایک بادشاہ رہتا ہے جو تمام کشتیاں زبردستی چھین لیتا ہے ◉

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨١﴾

فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۲﴾

رہا وہ لڑکا، اس کا تعلق ہے اس کے ماں باپ مومن تھے۔ ہمیں خوف تھا کہ وہ کہیں انہیں سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کر دے۔ پس ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں ایک ایسا بیٹا عنایت کرے جو پاک طینتی اور محبت میں اس سے بہتر ہو ۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۗ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۳﴾ ع ۱۰

اور جہاں تک دیوار کا تعلق ہے وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ ان کا باپ ایک نیک مرد تھا۔ پس تیرے رب نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ تیرے رب نے چاہا کہ ان پر رحم کرے۔ میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔

یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جنہیں تم ہو برداشت نہ کر سکے ●

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ : فی موقع الحال ای مرحومین او مصدر لمحذوف ای رحمہما اللہ بذالك رحمة (روح البیان ۲)

مصدر منصوب با راد ربّك لانه فی معنی رحمہما (کشاف)

آیت ۸۰ میں اس بزرگ نے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ آیت ۸۱، ۸۲ میں "ہم" کا لفظ لایا گیا ہے اور آیت ۸۳ میں کہا ہے کہ یہ فعل خدا کے حکم سے کیا گیا تھا۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کے بندوں کے سب کام اسی کی منشا کے مطابق ہوتے ہیں البتہ مختلف اوقات میں ان کی شان مختلف ہوتی ہے۔ کبھی تو وہ خدا کے ہاتھ ہوتے ہیں اور کبھی وہ اس کے ظاہرہ باہر حکم کے ماتحت کام کرتے ہیں اور کبھی ان کا ارادہ خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔ ان کی 'میں' 'ہم' ہوتی ہے اور ان کی 'ہم' اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ پس نہ ان کی 'میں' سے دھوکہ کھاؤ اور نہ ان کے 'ہم' سے کہ وہ کسی حسن پس پردہ کے آئینہ دار ہیں۔

ان آیات میں روحانی منازل کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ ایک وقت ہوتا ہے کہ بندہ اپنے رب کی جستجو میں فنا ہو جاتا ہے۔ وہ ہر کام اس کے حکم کے مطابق کرتا ہے لیکن اسے اپنا وجود علیحدہ وجود نظر آتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک مقام آتا ہے جب اس کا وجود محبوب کے وجود میں ضم ہو جاتا ہے اور وہ جب محبوب کو دیکھتا ہے اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور جب اپنے آپ کو دیکھتا ہے محبوب کو دیکھتا ہے۔ گویا من تو شدم تو من شدی کی مثال بن جاتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے محبوب کے ساتھ اتحاد کر کے اپنے لئے ہمیشگی اور بقا کا سامان پیدا کر لیتا ہے۔ پھر آخر میں ایک مقام آتا ہے جب اسے اپنے محبوب کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ نہ اس کی کوئی مرضی ہوتی ہے نہ کوئی وجود۔ یہی لقا کا مقام ہے، یہی مومن کی معراج ہے۔

ان واقعات میں ایک اور نکتہ بھی ہے کشتی والے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بعض وقعہ اپنے بندوں کو نقص من الاموال کے ذریعہ آزماتا ہے لیکن اس کا اصل مقصد ان کے اموال کو محفوظ کرنا ہوتا ہے نہ کہ ضائع کرنا۔ لڑکے والے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ

بعض دفعہ اپنے بندوں کو نقص من الاولاد کے ذریعہ آزماتا ہے۔ لیکن اس کا اصل مقصد انہیں عذاب سے بچانا ہوتا ہے۔ دیوار والے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کمائی کو ضائع نہیں کرتا اور نیکوں کی اولاد کی خارق عادت طور پر مدد کرتا ہے۔

اِن واقعات سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ طریقت کی حدود اس مقام سے شروع ہوتی ہیں جہاں شریعت کی حدود ختم ہوتی ہیں ؂

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾

اے رسول! یہ لوگ تجھ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ: میں اس کا حال تمہیں سناتا ہوں ⦿

قَرْنَیْن: قرن۔ سینگ

ذِی الْقَرْنَیْن: اِس سے مراد میدا ور فارس کا وہ بادشاہ ہے جسے یونانیوں نے (۰۰) سائرس، عبرانیوں نے خورس اور عربوں نے کیخسرو کے نام سے پکارا۔ ذوالقرنین اس کا لقب تھا جسکی بنیاد دانیال نبی کی خواب تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں... میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ مغرب و شمال و جنوب کی طرف سینگ مارتا ہے یہاں تک کہ نہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا ہو سکا اور نہ کوئی اس سے چھڑا سکا" (دانیال باب ۸: ۳، ۴)

پھر لکھا ہے کہ: مجھے اس کی تعبیر بتائی گئی کہ "جو مینڈھا تو نے دیکھا اس کے دونوں سینگ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں"۔ (باب ۸: ۲۰)

اس تعبیر کی طرف سب سے پہلے الحاج حضرت مولٰنا نورالدین صاحبؓ نے توجہ دلائی۔ آج تقریباً تمام مفسرین اسی تشریح کو درست مانتے ہیں۔ تفصیل کے لئے مولٰنا ابوالکلام کی تفسیر دیکھئے۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۵﴾

ہم نے اسے زمین میں اقتدار بخشا اور ہر قسم کے وسائل عطا کئے ◉

پہلی آیت میں واحد متکلم کی ضمیر تھی یہاں جمع متکلم کی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۶﴾

پھر یوں ہوا کہ وہ ایک مہم پر چل نکلا ◉

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۷﴾

اور جب وہ اس مقام پر پہنچا جہاں سورج غروب ہوتا ہے تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک گدلے چشمے میں ڈوب رہا ہے۔ وہاں قریب ہی اسے ایک قوم ملی۔

ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! تجھے اختیار ہے، خواہ

اس قوم کو سزا دے خواہ ان سے حسن سلوک کر۔

بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن نے مغرب الشمس کہہ کر اپنی نادانی کا اظہار کیا ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ خود مغرب کے معنی بھی مغرب الشمس ہیں۔ ایسے استعارات ہر زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔

گدلے چشمہ سے یہاں مراد بحر اسود ہے۔ قرآن نے تصویری زبان استعمال کی ہے۔ سمندر کے کنارے جب غروب آفتاب کا منظر دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

اِمَّآ اَنۡ تَتَّخِذَ فِيۡهِمۡ حُسۡنًا: اس کے معنی امر احسنا بھی ہو سکتے ہیں (روح البیان) اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوں گے: چاہے تو ان میں اچھی شریعت کو نافذ کر۔

اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: چاہے تو ان میں نیکی کو رواج دے یعنی شریعت کو نافذ کر (بیضاوی)

اِن آیات میں سائرس کی ( ) لیڈیا کی طرف پیش قدمی کا ذکر ہے جو ایشیائے کوچک کے مغرب اور شمال میں واقع ہے۔ اس جنگ کی ابتداء لیڈیا کے بادشاہ کروسیس ( ) نے کی تھی۔

قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا ﴿۸۸﴾

وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالۡحُسۡنٰى ۚ وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا يُسۡرًا ﴿۸۹﴾

چنانچہ اس نے اعلان کیا: جو ظلم کرے گا ہم اسے سزا دیں گے اور بالآخر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت سزا دے گا۔ لیکن جو شخص سلامتی کی راہ اختیار

کرے گا اور نیک عمل بجا لائے گا اس کے لئے نیک اجر ہے
اور ہم اس کے معاملہ میں نرمی کو اپنا دستور بنائیں گے ●

سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا : قول کے معنی حکم کے بھی ہیں (اقرب) اس صورت میں اس کے لئے ل کا صلہ آتا ہے۔

اس آیت کے مندرجہ ذیل معنی بھی ہو سکتے ہیں :-

۱- ہم اس کے لئے آسان احکام نافذ کر دیں گے۔ بادشاہ کا کہنا نفاذ کا حکم رکھتا ہے۔ اذا قال قولا نفذ قوله (لسان)

۲- سَنَقُوْلُ (سنأمر) لَهٗ مِنْ (عن) اَمْرِنَا يُسْرًا۔ ہم حکم دیں گے کہ اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔

۳- ہم اس کے ساتھ نرمی سے خطاب کریں گے یعنی نرمی کا معاملہ کریں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۰﴾

اس کے بعد وہ ایک اور راہ پر چل پڑا ●

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۱﴾

یہاں تک کہ جب وہ اس مقام پر پہنچا جہاں سے سورج نکلتا ہے تو اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لئے ہم نے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان نہیں کیا ●

اس سے مراد مکران اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ ہے جو افغانستان تک ممتد ہے اور جہاں درختوں کا کوئی خاص ذخیرہ نظر نہیں آتا

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩٢﴾

ہم نے اسے ان پر اسی طرح اختیار دیا جس طرح ہم نے اسے مغرب کی قوم پر دیا تھا۔ اس کا سازوسامان اس قدر تھا کہ صرف ہم ہی اس کا پورا علم رکھتے ہیں۔ ◉

كَذٰلِكَ : امرہ فیھم کامرہ فی اھل المغرب من التخییر والاختیار (بیضاوی روح البیان)

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٣﴾

اس کے بعد وہ ایک اور سمت پر نکلا ◉

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٤﴾

اور جب وہ اس مقام پر پہنچا جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے تو وہاں نزدیک ہی اس نے ایک ایسی قوم دیکھی جو اس کی بات نہیں سمجھتی تھی ◉

یہاں اس کی شمالی علاقہ کی فتوحات کا ذکر ہے جہاں اس نے دربند کے مقام پر ایک دیوار بنائی تھی۔ تفصیل کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تفسیر دیکھیں۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ

بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٥﴾

اُنہوں نے اس سے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج نے اس ملک میں تباہی مچا رکھی ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم تجھے خراج دیں اور تُو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دے ◉

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٦﴾

اُس نے کہا: جو تسلّط میرے ربّ نے مجھے دے رکھا ہے تمہارے خراج سے بہت بہتر ہے۔ تم مقدور بھر میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دوں گا ◉

رَدْمًا: ان کا مطالبہ صرف دیوار کا تھا۔ ذوالقرنین نے اس میں اضافہ کیا اور کہا کہ میں تہ بر تہ اور پشتہ در پشتہ دیوار کھڑی کروں گا۔

ثَوْبٌ مَرَدَّمٌ اس لباس کو کہتے ہیں اِذَا کَانَ رِقَاعٌ فَوْقَ رِقَاعٍ (بیضاوی) جس میں پیوند پہ پیوند لگے ہوں۔

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٧﴾

تم لوہے کے ٹکڑے میرے پاس لاؤ۔ اور جب اُس نے پہاڑوں کے

دونوں کناروں کو برابر کر دیا اُس نے کہا آگ دہکاؤ۔ اور جب
اُس نے دیوار کو آگ کی مانند کر دیا اُس نے کہا مجھے پگھلا ہُوا
تانبا دو مَیں اسے اس پر انڈیلوں گا ◉

اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا: اٰتونی قطرا افرغ علیه قطرا (کشاف، بیضاوی)

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٨﴾

اِس طرح وہ دیوار معرضِ وجود میں آئی کہ یاجوج ماجوج نہ
اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے ◉

ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٩﴾

وہ کہنے لگا: یہ دیوار میرے رب کی رحمت کا نشان ہے لیکن
جب میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا وہ اسے زمین
سے پیوست کر دے گا۔ یقیناً میرے رب کا وعدہ برحق
ہے ◉

هٰذَا: السدّ (کشاف، بیضاوی، روح البیان)

وَعْدُ رَبِّيْ: وقت وعده (بیضاوی)

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ

فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۱۰۰﴾

اس دن ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے پر فوج در فوج حملہ کریں اور صور پھونکا جائے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے ◉

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۱﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۲﴾

اور اس دن ہم جہنّم کو اُن کافروں کے سامنے لا کھڑا کرائیں گے جن کی آنکھیں میرے نشانوں کو نہیں دیکھتی تھیں اور جن کے کان میری نصیحت کو نہیں سُنتے تھے ◉

عَنْ ذِكْرِيْ : عن اٰیاتی التی ینظر الیہا فاذکر بالتعظیم۔ (کشاف، بیضاوی، رُوح البیان)

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۳﴾

کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیں گے ؟ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم نے ایسے کافروں ہی کی میزبانی کے لئے جہنّم بنایا ہے ◉

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ﴿١٠٤﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے گھاٹے میں کون لوگ ہیں؟ ◉

الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٥﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام تر کوششیں دنیوی زندگی کی کشمکش میں کھو گئیں اور بایں ہمہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اچھا کام کیا ہے ◉

اَلَّذِیْنَ : اس کے اعراب کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں:-

١- اس کا مبتدا محذوف ہے گویا اس کی تقدیر ہے ہم الّذین۔

٢- یہ نصب علی الذم ہے- اس صورت میں جواب اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ ہوگا۔

٣- یہ محل جر ہے اور اخسرین کی صفت ہے یا اس کا بدل (شوکانی)

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٦﴾

یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات کا اور اس بات کا انکار

کرتے ہیں کہ وہ ایک دن اس کے حضور پیش ہوں گے۔ ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ قیامت کے دن ہم انہیں کوئی وقعت نہیں دیں گے۔ ◉

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

بات یہ ہے کہ ان کا معاوضہ جہنم ہے! کیونکہ انہوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور میرے نشانات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا ◉

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾

البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے سو ان کی میزبانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے ◉

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾

اے رسول! تُو ان سے کہہ: اگر تمام سمندر میرے ربّ کے
کلمات لکھنے کے لئے روشنائی بن جائیں تو پیشتر اس کے کہ
میرے ربّ کے کلمات ختم ہوں سمندر ختم ہو جائیں گے۔
بیشک وہ ضرور ختم ہوں گے اگرچہ ہم اتنے ہی اور سمندر
ان میں شامل کر دیں ◉

وَلَوْجِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا: لنفذ ایضًا (رُوح البیان وجلالین) جواب شرط محذوف ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲ / ۳

اے رسول! تُو ان سے کہہ: مَیں صرف تمہاری طرح کا ایک
بشر ہوں۔ مجھے بار بار وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک
ہی خدا ہے۔ جو اپنے ربّ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے اُسے
چاہیئے کہ نیک عمل بجا لائے اور اپنے ربّ کی عبادت میں
کسی کو شریک نہ کرے ◉

یُوْحٰی: مضارع کا صیغہ ہے جس میں استمرار پایا جاتا ہے۔